بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر

جلد اول ختم شد

پہلے اسے پڑھیے

کچھ عرصہ قبل دل میں بڑی شدت سے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ "سیرت مبارکہ" کے موضوع پر لکھی گئی کوئی کتاب اپنے مکتبہ سے شائع کی جائے۔

اس سلسلے میں کتب سیرت پر نظر ڈالی تو اکثر وہ کتب نظر سے گزریں جو کئی اداروں کی طرف سے شائع ہو چکی تھیں یقیناً ان میں سے کسی کا انتخاب کر لینا بھی سعادت مندی تھی۔لیکن چونکہ ہماری خواہش تھی کہ کسی ایسی کتاب کو منظرِ عام پر لایا جائے جو پہلے سے دستیاب نہ ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ابھی کسی ایسی ہی کتاب کی جستجو جاری تھی کہ کسی سے پتہ چلا کہ امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الخصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الوریٰ ﷺ" کا اردو ترجمہ حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا جو کہ اب دستیاب نہیں۔

بس اس خبر کا کانوں میں پڑنا تھا کہ شدتِ خواہش میں مزید اضافہ ہو گیا کیونکہ ایک تو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کی کتاب اور پھر اس کا ترجمہ فرمانے والے حضرت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت ہوں تو کس کا جی چاہے گا کہ اس عظیم سعادت کے حصول سے محروم رہے۔بس ان صاحب سے کتاب کا نسخہ فراہم کرنے کو عرض کیا۔انہوں نے شفقت فرماتے ہوئے اسی دن کتاب فراہم کی۔ہم نے بھی اسی دن اس پر کام شروع کر دیا۔

اس عظیم الشان کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے ناشر مدینہ پبلشنگ فرماتے ہیں کہ یہ امر کچھ محتاج تعارف نہیں کہ الخصائص الکبریٰ جلد اول و دوم معجزات خیر الوریٰ ﷺ پر ایک مبسوط و مدلل و بے نظیر کتاب ہے۔حضرت علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے کئی سال کی کوشش اور صدہا کتب کی ورق گردانی کے بعد اس بے نظیر و بے عدیل مجموعہ کو مرتب فرمایا۔باعثِ کونین فخرِ عالم و عالمیاں ﷺ کے صدہا معجزات کو حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث شریفہ سے مستنبط کیا۔ان احادیث شریفہ کے تفحص و تلاش میں جو کاوش آپ نے کی اس کی صراحت و ضاحت کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔بس یوں سمجھئے کہ ایک عاشقِ رسول ﷺ نے پیارے حبیب ﷺ کے معجزات کے بیان میں

نامعلوم کتنے ماہ و سال صرف کیے تب یہ مجموعہ مرتب ہو سکا۔ دنیا نے آپ کی ان مساعی کا صلہ بھی دیا۔ دسویں صدی ہجری سے آج تک الخصائص الکبریٰ مخطوطات کی شکل اور پھر مطبوعہ صورت میں خدا ہی جانے کتنی بار عشقِ رسالت مآب ﷺ میں سرشار حضرات کے ہاتھوں میں پہنچی اور عقیدت و احترام سے انہوں نے اپنی آنکھوں سے لگایا۔

جبکہ ترجمہ کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ

اپنے قارئین کرام کی اس نعمتِ خاص سے سعادت اندوزی کے لیے ہم نے اس کا اردو ترجمہ پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم مسرور ہیں کہ آج ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ پیش نظر ترجمہ "مدارج النبوت" کے مشہور مترجم مولانا حکیم غلام معین الدین نعیمی کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔ ترجمہ میں وہی والہانہ محبت کا انداز اور پیرایۂ بیان میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے آداب ہر ہر سطر میں فاضل مترجم کے پیشِ نظر رہے۔

یہ ترجمہ کئی سال قبل کروایا گیا لیکن کتابت ہونے کے بعد اس کی تصحیح و تبویب کے بعد اشاعت کی نوبت نہ آ سکی۔

الحمد للہ ﷻ کہ اب ہماری استدعا پر حضرت شمس بریلوی (مترجم بغیۃ الطالبین و تاریخ الخلفاء) اور جناب مولانا محمد اطہر نعیمی مراد آبادی خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی نے اس ترجمہ کو حک و اصلاح سے آراستہ کر کے مزید دلنشین اور دلکش بنایا اور وہ تمام خامیاں اس بلند مرتبہ کتاب کے ترجمہ سے دور کر دیں جو کاتب مسودہ نے "بزعم خود" اپنا ایک علمی کارنامہ سمجھ کر اس میں پیدا کر دی تھیں۔

حضرت شمس بریلوی نے جلد اول کی ذمہ داری قبول فرمائی اور جس طرح غنیۃ الطالبین اور تاریخ الخلفاء کے تراجم پر انہوں نے فاضلانہ مقدمات تحریر فرما کر ان تراجم میں دلچسپی اور مزید کشش پیدا کر دی تھی خصائص کبریٰ پر بھی ایک مقدمہ تحریر فرمایا جو سیرت نگاری کی ایک مختصر تاریخ ہے مگر بڑی بصیرت افروز اور دلنشین۔ جلد دوم کی تزئین و اصلاح کا کام جناب مولانا محمد اطہر نعیمی صاحب نے قبول فرما کر ہمارے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا اور بڑی کاوش اور دیدہ وری سے اس کام کو انجام دیا۔ ادارہ ان دونوں حضرات کا شکرگزار ہے اور ہمیں امید ہے کہ قارئین کرام ہماری اس کوشش کو حسنِ قبولیت سے نوازیں گے۔

الحمد للہ ﷻ اب مکتبہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے پرنٹ کراتے وقت اس کتاب کو آپ لوگوں کے دینی ذوق کے مطابق بنانے کے لیے ادارہ نے انتہائی کوشش کی ہے۔ مثلاً

(1) کوشش کی گئی ہے کہ ہر بزرگ کے نام کے ساتھ "رحمۃ اللہ علیہ" اور صحابی کے نام کے

ساتھ "رضی اللہ عنہ"۔ انبیاء کرام کے ناموں کے ساتھ "علیہ السلام" نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کے آگے "صلی اللہ علیہ وسلم" اور جہاں کسی نے آپ کو مخاطب کیا وہاں موقع کے مطابق "صلی اللہ علیک وسلم" جبکہ اللہ کے نام کے ساتھ "عزوجل" کا اضافہ کیا گیا۔ اور پھر ان کو بڑے خوبصورت انداز میں لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(2) قارئین کی سہولت کے لیے پیراگراف پر بھی انتہائی توجہ دی گئی ہے تاکہ ان کو پڑھنے میں سہولت رہے۔

(3) اس کے علاوہ کمپوزنگ کا سائز بھی مناسب رکھا گیا اس کے علاوہ پروف ریڈنگ، بائنڈنگ اور ٹائٹل کی طرف بھی خصوصی توجہ دی گئی۔

(4) قرآن پاک کی آیات کے مکمل حوالہ جات اور ترجمہ کنز الایمان لکھنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

(5) مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر سا تعارف بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اور یہاں ضمناً آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ ہمارا ادارہ حضرت غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب پرنٹ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور کچھ پر کام بھی جاری ہے۔ انشاء اللہ عزوجل رفتہ رفتہ وہ کتب منظرِ عام پر آئیں گی (انشاء اللہ عزوجل)

آخر میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ہم نے تو حتی الوسع اس کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی خامی آپ محسوس فرمائیں یا کوئی مشورہ عطا فرمانا چاہیں تو ہمیں ضرور یاد فرمائیں۔ ان شاء اللہ عزوجل اس معاملے میں آپ لوگ ہمارے دل کے دروازے ہمیشہ کھلے پائیں گے۔

ہمیں اللہ عزوجل کی ذات پاک سے قوی امید ہے کہ آپ کو ہماری یہ کاوش ضرور پسند آئے گی۔ ہماری اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ تمام امتِ مسلمہ کو اس کتاب سے فیضیاب فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین ﷺ

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت

محمد اجمل قادری

۱۵ جمادی الاول ۱۴۲۴ھ

بمطابق 16 جولائی 2003ء بروز بدھ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم ط

دیباچہ

ما طفل کم سوادِ سبق قصہ ہائے دوست   صد بار خواندہ و دگر از سرگرفتہ ایم

عباسی دور کے تابندہ ماہ و سال ہارون الرشید کے نامور فرزند مامون الرشید کی سلطنت کے ماہ و سال ہیں۔ بلکہ یہ کہنے میں ایک مورخ حق بجانب ہوگا کہ دور عباسیہ کی تمام شان و شوکت اور اس کا تمام تر طمطراق مامون ہی کے دم سے تھا' مامون نے بغداد میں بیت الحکمت کے قیام سے جن علوم و فنون سے عربوں کو روشناس کرایا ان سے اب تک وہ ناواقفِ محض تھے۔ ہر چند کہ منصور اور ہارون کا دور بھی علمی ترقی کا دور ہے اور ان دونوں اُمراء المسلمین کے دور میں علوم اسلامیہ کو بے حد فروغ حاصل ہوا' تفسیر' فقہ' حدیث' اسماء الرجال' علم جدل' علم تاریخ اور علم الکلام پر متعدد کتب تصنیف ہوئیں اور عظیم تر بات یہ کہ فقہ اسلامی کے چاروں ائمہ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ (نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ)' امام ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ عباسیوں کے اسی ابتدائی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر ان حضرات کے تلامیذ ارشد کہ ان میں سے ہر ایک' ایک بلند پائگاہ کا حامل تھا اور ان حضرات سے صدہا علماء' و فضلاء ملت نے فیض حاصل کیا۔ ان کے بیشتر شاگرد مامون کے دور میں دینی خدمات میں مشغول و مصروف تھے۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مامون کے عہد میں قاضی القضاۃ کے اہم ترین منصب پر فائز تھے اور تاریخ کے قارئین جانتے ہیں کہ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مامون کی زرپاشیاں کسی اور محقق و محدث کو اپنی جانب نہیں کھینچ سکیں اور آسمانِ علم و فضل کے بہت سے درخشندہ ستارے مامون اور معتصم کی زرپاشیوں کی دسترس سے بہت دور نکل گئے تھے۔

علوم دین کے یہ متوالے رسول خدا ﷺ کی محبت سے سرشار یہ ستیاں، الگ تھلگ گوشوں میں، گمنامی اور ناشناسی کے زاویوں میں بیٹھے ہوئے دینی خدمات میں منہمک تھے۔ ہاں مامون کے بیت الحکمت سے بہت سے دنیا پرست، زرپاشیوں سے مرعوب ہونے والے حضرات عبرانی، سریانی، یونانی، سنسکرت اور فارسی زبانوں میں لکھی جانے والی کتابوں کو عربی میں منتقل کر کے خوب خوب دنیا کما رہے تھے۔ بایں ہمہ ان کا علم وادب کے سر پر احسان عظیم ہے، شاید میرے ان الفاظ سے عصر حاصل کے بعض ارباب علم وفضل اتفاق نہ کریں لیکن تاریخ کا یہی متفقہ فیصلہ ہے کہ خلق قرآن کے مسئلہ پر جب مامون کی ضد نے اپنے غیظ وغضب کی تلوار کو بے نیام کیا تو اس وقت حق گوئی کی جسارت کرنے والے صرف چار حضرات تھے جن کے سرخیل ملت اسلامیہ کے رجل عظیم، صداقت دینی کی گود میں پرورش پانے والے، علم کی لاج رکھنے والے، سطوت شاہی اور جبروت سلطانی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنے والے حضرت محی دین وملت امام ہمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تھے اور آپ کے تین ساتھی، ورنہ مامون کے غضب شاہی نے ہزاروں صاحبان جبہ ودستار کو سرنگوں کر دیا۔

مختصر یہ کہ عباسی دور کی مذہبی تاریخ ایسے ہی سرفروشوں اور بے لوث پاک دامن حضرات کے نفوس قدسیہ اور فکری کاوشوں کا صدقہ ہے کہ انہوں نے تاریخ اسلام میں بنی عباس کے دور کو اسلامی تاریخ کا ایک ورق زریں بنا دیا جس کی چمک دمک نے امرائے عباسیہ کی رنگین محفلوں، عیش کوشیوں، تخت وتاج سے محبت کے افسانوں، باہمی رقابتوں، خانہ جنگیوں اور خونِ مسلم کی ارزانی کو ہماری نگاہوں سے بہت حد تک چھپا دیا۔ میں بڑے وثوق کے ساتھ یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر ان حضرات کے یہ علمی اور مذہبی کارنامے اس دور کی تخلیق نہ ہوتے تو دور عباسیہ کے اوراق زریں بالکل سادہ پڑے ہوتے۔ پھر اس پر برامکہ کا بذل اور سخاوت، عجمی تمدن کی لطافت ونفاست اور عجمی معاشرہ کی بوقلمونیوں نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا اور اس کی بدولت وہ بھی اپنے خداوندانِ نعمت کے تذکروں کے ساتھ تاریخ اسلام میں زندۂ جاوید بن گئے۔ آپ ذرا اس دو ودہش کے ورق کو الٹ دیجئے پھر تیغ عریاں کی کاٹ ملاحظہ کیجئے جس کی زد میں عراق عجم مصر وشام اور ماوراء النہر کے سارے ہی علاقے تھے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ عباسی دور کے بعد مسلمانوں کی ادبی خدمات اور ان کے مذہبی شغف یعنی مذہبیات پر کام کرنے میں فرق آ گیا، ایسا نہیں ہے۔ عباسیوں کے عروج کے بعد سلجوقی، ایوبی اور غزنوی دور میں بھی اکابرین ملت اپنی تحقیق وتلاش کے نتیجے ارباب علم کے سامنے پیش کرتے رہے لیکن آپ کو حیرت ہوگی کہ اس دور میں بھی عباسی دور کی طرح یہ خدمات عربوں سے زیادہ عجمیوں نے سرانجام دیں۔ تفسیر وتدوین حدیث وفقہ پر علمائے عجم نے جو کام کیا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ تبع تابعین

رحمہم اللہ کے بعد ایسی خدمت اہل عرب بھی نہ کر سکے۔ یہاں اس کے اسباب وعلل بیان کرنے کا موقع نہیں انشاء اللہ ﷺ کسی اور موقع پر آپ کے سامنے ان اسباب وعلل کو بھی پیش کروں گا اور بتاؤں گا کہ صحاح ستہ کی تدوین' فقہ کی عظیم الشان کتب کی ترتیب اور تفسیر پر گرانمایہ سرمایہ عجمی حضرات کے ہاتھوں کیوں سرانجام پایا۔

پانچویں' چھٹی' ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں عراق' مصر وشام میں جو علمی ذخیرہ علمائے کرام اپنی یادگار چھوڑ گئے وہ حیرت خیز بھی ہے اور ہمارے لئے موجب فخر ومباہات بھی۔ مذہبیات وعقلیات میں وہ کونسا موضوع ہے جس پر علمائے عجم نے قلم نہیں اٹھایا' تاریخ اسلام اور تاریخ تمدن کا وقیع سرمایہ انہی حضرات کا شرمندۂ احسان ہے اور ان حضرات کی ان فکری کاوشوں کا یہ سلسلہ ہر صدی میں جاری وساری رہا۔

نویں صدی ہجری میں ابوالغازی سلطان حسین بائسقرا شاہ ہرات کا دور بھی علم وفضل کی سرپرستی میں ایک ناقابل فراموش دور ہے۔ سلطان حسین شاہ ہرات کے دور میں ہرات دوسرا بغداد تھا۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی صاحب شرح جامی' نفحات الانس' شواہد النبوت' ملا حسین واعظ کاشفی صاحب تفسیر حسینی' میرخوند' میر علی شیر نوائی' ملا معین ہروی صاحب معارج النبوت' جیسے ارباب علم وفضل اس کے دربار سے وابستہ تھے۔ وہ خود بھی ایک صاحب طرز انشا پرداز تھا چنانچہ اس کی یادگار "مجالس العشاق" آج بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔ سلطان حسین کے سلسلے میں تزک بابری کا یہ فقرہ پڑھئے آپ کو اندازہ ہوگا کہ علماً وفضلاً کی قدردانی میں وہ کس حد تک بڑھ گیا تھا۔

"زمانے سلطان حسین مرزا عجب زمانے بود از اہل فضل مردم بے نظیر خراسان بہ خصوصی شہر ہری مملو بود"۔

ہرات کی طرح نیشاپور' اصبہان (اصفہان)' دمشق' حلب اور مصر بھی علم وفضل کے مرکز تھے۔

اب میں مختصراً آپ کے سامنے ان چار صدیوں میں جو کچھ مذہبی وادبی سرمایہ ہمارے سامنے آیا اس کو موضوع وار پیش کرتا ہوں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ یہ گرانقدر سرمایہ کن تصانیف پر مشتمل ہے۔ ہرچند کہ تمام کتابوں یعنی ان چار قرنوں کی تصانیف کا احاطہ اور استقصا ایک امر دشوار ہے لیکن میں آپ کے سامنے بغیر کسی تبصرہ کے صرف ان کتب کے نام مع مصنف پیش کر دوں گا۔

علم تفسیر

دوسری صدی ہجری اور تیسری صدی ہجری میں تفسیر پر بہت کچھ کام ہوا۔ دوسری صدی ہجری

کے اواخر میں اس موضوع پر قلم اٹھایا گیا اور سب سے پہلی تفسیر حضرت سفیان بن عُیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی۔تیسری صدی ہجری کی مشہور تفاسیر میں تفسیر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ،تفسیر ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور تفسیر ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ تفسیر تستری بھی قابل ذکر ہیں۔اب پانچویں صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک کے تفسیری سرمایہ پر نظر ڈالئے تو آپ کو یہ گراں مایہ تفاسیر ملیں گی:

معالم التنزیل بغوی	امام بغوی ابو محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ	۵۱۶ھ
الجامع	حافظ ابو القاسم اسماعیل اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ	۵۳۵ھ
تفسیر کشاف	علامہ محمود زمخشری رحمۃ اللہ علیہ	۵۳۸ھ
زاد المسیر	ابو الفرج عبد الرحمٰن المعروف بہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ	۵۹۷ھ
تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب)	امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ	۶۰۶ھ
التبصرہ	امام موفق الدین کواشی موصلی رحمۃ اللہ علیہ	۶۸۰ھ
انوار التنزیل	قاضی امام ناصر الدین بیضاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۶۸۵ھ
مدارک التنزیل	امام عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ	۷۱۰ھ
تبصرۃ الرحمٰن	امام شیخ زین الدین علی رحمۃ اللہ علیہ	۷۱۰ھ
غرائب القرآن	علامہ نظام الدین حسن قمی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ	۷۵۰ھ
لباب التاویل فی معانی التنزیل	شیخ علاؤ الدین علی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۷۴۱ھ
تاویلات قرآن (تاویلات کاشانی)	شیخ کمال الدین کاشی سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ	۸۸۷ھ
تفسیر اصبہانی	شمس الدین ابو الثنا شافعی الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ	۷۴۹ھ
تفسیر ابن کثیر	امام حافظ ابو الفدا اسماعیل قرشی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ	۷۷۴ھ
تنویر المقیاس	ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ	۸۱۷ھ
نظم الدرر	شیخ برہان الدین بقاعی رحمۃ اللہ علیہ	۸۸۵ھ
الدر المنثور و تفسیر جلالین	حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	۹۱۱ھ

ان تفاسیر میں میں نے مصنفین و علمائے اندلس کی تفاسیر کو شامل نہیں کیا ہے۔مندرجہ بالا مفسرین میں اکثریت فضلاً و علمائے عجم کی ہے اور اس کے بعد شامی و عراقی حضرات ہیں۔یہ تمام تفاسیر جو میں نے ذکر کی ہیں پانچویں صدی ہجری سے نویں صدی ہجری تک لکھی جانے والی تفاسیر ہیں۔یہ نہیں کہ یہ سلسلہ بس یہیں ختم ہو گیا بلکہ بحمد اللہ کہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔اس برصغیر پاک و ہند میں بھی اس فن شریف پر بہت کچھ کام ہوا ہے۔

تدوین حدیث شریف اور مشہور مدوّنین

فن تفسیر کی طرح فن حدیث پر بھی بنی عباس کے دور میں اور اس کے زوال کے بعد بھی خوب خوب لکھا گیا۔ اگر چہ تدوین حدیث کے سلسلہ میں تیسری صدی میں جو کچھ کام ہوا اور اس کو جو شہرت حاصل ہوئی ویسی شہرت اور کسی زمانے کو میسر نہ آسکی چنانچہ صحاح ستہ کے عظیم الشان مجموعے تیسری صدی ہجری میں مدوّن ہوئے۔ چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں، آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں بھی اس فن شریف پر خوب کام ہوا (ہر چند کہ یہ صدیاں اپنی آغوش میں ہزاروں فتنے لئے ہوئے تھیں) بایں ہمہ

محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۱ھ
عبد الرحمٰن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۷ھ
علی بن عمر دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ
احمد بن قانی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۵ھ
احمد بن عبد اللہ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۰ھ
علی بن احمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۷ھ
احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۸ھ
احمد بن ثابت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳ھ
عبد الرحمٰن بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۰ھ
حسین بن مسعود البغوی رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۶ھ
ابو القاسم علی بن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ۵۷۱ھ
عبد الرحمٰن الجوزی البکری رحمۃ اللہ علیہ ۵۹۷ھ
عبد الرحمٰن ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ ۶۶۵ھ
ابو الحسن علی بن احمد البلخی رحمۃ اللہ علیہ ۶۹۰ھ
عبد المومن بن خلف الدمیاطی رحمۃ اللہ علیہ ۷۰۵ھ
محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ
مغلطائی بن قلیج رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۲ھ
سراج الدین عمر بلقینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۰۵ھ
شمس الدین محمد بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ ۸۲۳ھ
الشہاب احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ
محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ ۹۰۲ھ
عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ۹۱۱ھ
احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ۹۲۳ھ
عبد الرحمٰن بن علی الربیدی رحمۃ اللہ علیہ ۹۴۴ھ

شہرت کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکے۔

اسی طرح فقہ پر ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے بعد بہت سے حضرات نے ان قرن ہائے مابعد میں کام کیا اور ان کے کارنامے آج تک زندہ ہیں۔ فقہ، اصول فقہ اور اصول حدیث پر ان کی تصانیف ہمارے لئے مشعل راہ ہیں (میں نے یہاں فلسفہ، منطق، ادب، علم الکلام وغیرہ کا ذکر قصداً نہیں کیا ہے کہ اس عظیم الشان ذخیرے کا بطور اختصار بھی ذکر کرنا تفصیل طلب ہوگا)۔ میں ان موضوعات پر جو کچھ کام ہوا ان کتب کے نام مع مصنفین بھی اگر اختصار کے ساتھ پیش کروں تو مقدمہ کے یہ محدود صفحات اس کی تاب نہ لاسکیں گے اس لئے میں یہاں صرف تاریخ اسلام اور سیرۃ النبی ﷺ پر ذرا کھل کر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

تاریخ اسلام

جیسا کہ موضوع سے ظاہر ہے ابتدائے اسلام یا قرن ہائے قریب الاسلام میں اس موضوع سے صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تذکرہ اور ان کے وہ محاربات مراد لئے جاتے ہیں جو اسلامی سلطنت کی توسیع میں ان کو پیش آئے۔ سیرۃ النبی ﷺ ایک علیحدہ اور جداگانہ موضوع تھا اسی کے ساتھ مغازی رسول اکرم ﷺ کو بیان کر دیا جاتا تھا۔ مدتوں یہ موضوع انہی حدود میں محدود رہا' دوسری تیسری صدی ہجری کے بعد جب اسلامی حکومت کے حدود وسعت پذیر ہوئے اور اسلامی تمدن اور معاشرہ نے ایک ہمہ گیر رنگ پیدا کر لیا۔ اس وقت تاریخ اسلام کا دامن بھی وسیع ہو گیا اور پھر جو اس موضوع پر تالیفات کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کثرت سے اس پر لکھا گیا کہ تاریخ کے دامن کو ہمارے مصنفین نے اس طرح بھر دیا کہ اس میں کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ صرف یہی نہیں کہ ہمارے اسلاف نے تاریخ تمدن پر قلم اٹھانے کو بس سمجھا بلکہ انہوں نے تاریخ کے تقریباً ۳۰۰[۱] موضوعات پر قلم اٹھایا۔ آپ اگر اس کی وضاحت کے خواستگار ہیں تو علامہ راغب طباخ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکۃ الآرا تصنیف ''الثقافۃ الاسلامیہ'' یا اس کا بہترین شستہ ترجمہ ''تاریخ افکار و علوم اسلامی'' ملاحظہ کیجئے۔ آپ حیران رہ جائیں گے کہ ہمارے اسلاف نے اس موضوع پر کس قدر حیرت انگیز کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے سب سے پہلے سیرۃ النبی ﷺ پر لکھی جانے والی کتابوں کا ذکر کرنا ہے کہ ہمارے اسلاف کرام نے سب سے پہلے تاریخ کے تحت اسی موضوع پر قلم اٹھایا تھا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے جو کچھ لکھا گیا وہ ''مغازی'' پر لکھا گیا۔ حضور سرور کائنات ﷺ کے غزوات' ان کے اسباب اور نتائج کو تفصیل کے ساتھ جن کتب میں پیش کیا گیا ہے وہ کتب تاریخ' ادب میں ''مغازی'' کے نام سے مشہور ہیں اور پہلی صدی ہجری میں سیرۃ النبی ﷺ کے اس پہلو پر کچھ لکھنا ہی سیرت نگاری سمجھا جاتا تھا۔

''مغازی'' پر سب سے پہلی کتاب محمد اسحاق مطلبی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) کی ہے۔ یہ دوسری صدی ہجری کی تصنیف ہے۔ آپ کے نام کے ساتھ ہی ابومعشر نجیح رحمۃ اللہ علیہ سندھی المتوفی ۱۷۰ھ کا نام بھی لیا جاتا ہے لیکن آپ کی کوئی تصنیف اس موضوع پر محفوظ نہیں ہے۔ جناب اسحاق مطلبی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مشہور سیرت نگار امام محمد بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۸ھ المعروف بہ ابن ہشام ہیں۔ آپ کی تصنیف ''سیرت ابن ہشام'' نہ صرف اپنے تقدم کے اعتبار سے بلکہ جامعیت کے اعتبار سے بھی بہت

۱۔ گیارھویں صدی ہجری کے مشہور مورخ اور عالم حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون کہتے ہیں کہ ہم نے تیرہ سو تک تاریخی کتب شمار کی ہیں۔ اسی طرح علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی تاریخ ''بحر المحیط'' میں اگر تاریخ کی تمام انواع کو سمیٹ لیتا تو میری تاریخ چھ سو جلدوں پر محیط ہوتی۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی)

مشہور ہے اور اس کی شہرت آج تک قائم ہے۔ اردو میں بھی اس کے متعدد تراجم ہو چکے ہیں۔ سیرۃ ابن ہشام کے بعد بہت سی کتابیں سیرۃ النبی ﷺ پر لکھی گئیں۔ سیرت مبارکہ پر تصنیف کا کام چوتھی صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک بہت کچھ ہوا اور اس پانچ سو سال کی مدت میں صدہا کتب صرف سیرت مبارکہ پر لکھی گئیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے سیرت پر کچھ کام نہیں ہوا۔ بہت سے حضرات نے سیرت پر کتابیں تصنیف کیں۔ ایک ان میں ابوبکر عبد الرزاق بن الحمام الحمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں متوفی ۲۲۱ھ دوسرے ابوالعباس قرشی الاشقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں متوفی ۱۹۵ھ لیکن چوتھی صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک سیرت نگاری پر عربی زبان میں بہت کام ہوا۔

قارئین کرام یہ بات ملحوظ رکھیں کہ میں یہاں تاریخ اسلام سے بحث نہیں کر رہا ہوں ورنہ ابن اثیر طبری، ابو الفد ا واقدی، ابن خلدون رحمہم اللہ وغیرہ کا ضرور ذکر کرتا۔ ان کا تذکرہ میں حسب موقع کروں گا یہاں صرف سیرت نگاروں سے بحث کر رہا ہوں۔ چوتھی یا پانچویں صدی ہجری سے اگر آٹھویں صدی ہجری تک کے سیرۃ نگاروں کا فرداً فرداً تذکرہ کروں تو یہ تعداد بھی سینکڑوں سے متجاوز ہو جائے گی۔ ان حضرات میں ابن حبان ابن عبد البر، ابو محمد بن حزم، دمیاطی، مقدسی، مغلطائی گلبائے سرسبد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ حضرات تو وہ ہیں جنہوں نے رسول اکرم نبی محترم ﷺ کی سیرت طیبہ کے تمام پہلوؤں کو ایک یا دو مجلد میں پیش کر دیا ہے۔ دلدادگان سرور ذیشان نے تو شمائل نبوی ﷺ پر سیرت النبی سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر لکھا ہے۔ خصائص نبوت، بعثت و اعلام نبوت پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ خلق نبی ﷺ و فضائل نبوت پر دل کھول کر لکھا گیا اور سراپائے اقدس پر قلم اٹھایا گیا۔ ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے۔ حقوق المصطفےٰ ﷺ کے نام سے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ایک شاہکار[1] ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کے سراپائے جمال پر شمائل ترمذی مشہور زمانہ کتاب ہے۔ خطبات نبوی مکاتیب نبوی ﷺ پر قلم اٹھایا گیا۔ معراج شریف پر مستقل کتابیں لکھی گئیں اور چند اہل قلم حضرات نے معجزات سرور کائنات ﷺ کو اپنی سیرت نگاری کا موضوع بنایا۔ ان میں حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محترم علامہ جلال الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا ان کی تصنیف معجزات النبی ﷺ کے باعث نہیں بھول سکتی اور خود علامہ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ''الخصائص الکبریٰ فی المعجزات خیر الوریٰ'' کے مصنف ہیں اور اس موضوع پر ان کی کتاب سیرۃ کی کتابوں میں ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ الغرض حیات طیبہ و مقدسہ کے ہر ہر نورانی پہلو پر قلم اٹھایا گیا۔ اس سیرت نگاری کے سلسلے میں ایک شبہ کا ازالہ کردوں کہ اگر مجموعہ ہائے حدیث رسول مکرم ﷺ کو

۱۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی مکتبہ اعلیٰ حضرت سے طلب کیا جاسکتا ہے۔ (ادارہ)

بھی اس موضوع کے تحت شامل کرلیا جائے یعنی اخبار وآثار کوتو اس صورت میں کتب سیرۃ مبارکہ کا شمار ناممکن ہے کہ تمام تر مجموعہ ہائے حدیث درحقیقت سیرۃ النبی ﷺ کے مجموعے ہی تو ہیں۔ بعض مجموعہ ہائے حدیث میں شمائل نبوی کا تو ایک جداگانہ باب ہے چنانچہ صحاح ستہ ہی کو لے لیجئے' ان میں سے بعض مجموعوں میں شمائل نبوی ﷺ کا ایک ایک باب موجود ہے اس طرح تمام مسانید' معاجم اور موطات میں بھی آپ سیرۃ النبی ﷺ کا عنوان موجود پائیں گے۔

چنانچہ اکثر مورخین اسلام نے سیرۃ النبی ﷺ پر لکھنے والوں میں تمام ایسے محدثین کرام کو شامل کرلیا ہے جنہوں نے تدوین حدیث (کلام رسول اللہ ﷺ) پر کام کیا ہے۔ مگر میری مراد ان مجموعہ ہائے حدیث مبارکہ سے نہیں ہے بلکہ میں جہاں سیرت نگاری یا سیرت نبوی کہتا ہوں وہاں میری مراد اس سے ایسی تصنیفات ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ کی سیرۃ طیبہ کو صرف موضوع بنایا گیا اور آپ کی حیات طیبہ کو زیر بحث لایا گیا ہے اور مقدس زندگی کے پاک واقعات کو بقید ماہ و سال رقم کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ میں اس موضوع پر لکھنے والوں میں صرف چند حضرات کے نام ہی لے سکا ہوں۔

آٹھویں' نویں اور دسویں صدی ہجری میں امام ابوالفتح محمد بن محمد اندلسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۳۴ھ المعروف ابن سیدالناس کی ایک جامع کتاب سیرۃ النبی ﷺ پر "عُیُوْنُ الْاَثَرِ فِیْ فُنُوْنِ الْمَغَازِیْ وَالسِّیَرْ" ہے اس کے بعد متاخرین میں علامہ نورالدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرۃ موسوم بہ "اِنْسَانُ الْعُیُوْنِ فِی السِّیْرَۃِ الْاَمِیْنِ الْمَامُوْنِ" ہے۔

یہ تو وہ مصنفین سیرت تھے جنہوں نے عربی زبان میں سیرۃ مقدسہ پر قلم اٹھایا' اب رہے فارسی زبان میں سیرت النبی ﷺ پر لکھنے والے۔ تو میرے قارئین اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ عہد فاروقی میں جنگ قادسیہ کے بعد ایرانی پرچم اسلامی پرچم کے سامنے سرنگوں ہوگیا تھا اور اسلامی حکومت کی جانب سے یہاں مختلف صوبوں میں عاملوں کا تقرر ہونے لگا۔ بادشاہت کا چراغ گل ہوگیا' یزد جرد مارا گیا اور شاہی خاندان کی ایک دختر شہر بانو حضرت امام حسین ﷺ کے عقد میں آئیں۔ عربوں کے تسلط کے بعد ایران کے مختلف صوبوں میں عربی زبان کا اس تیز رفتاری کے ساتھ قدم بڑھا کہ عقل حیران ہے۔ دور عباسیہ کے فروغ کی پہلی اور دوسری صدی میں ایران میں مذہبیات پر جو کام ہوا اس کی نظیر دنیائے اسلام میں نہیں ملتی۔ تفسیر' حدیث' فقہ' اصول فقہ' علم الکلام پر جو گرانقدر ذخیرہ اس زمانے کی یادگار ہے اس کا پچھتر فیصد حصہ عجمی حضرات کی نگارشات (تصنیفات) پر مشتمل ہے اور صرف پچیس فیصد غیر عجمی یعنی مصری' شامی' عراقی اور حجازی مصنفین کی نگارشات پر مبنی ہے۔ اس کے اسباب وعلل پر یہاں بحث کرنا میرے موضوع مقدمہ سے خارج ہے۔ یہ صورت حال تو منقولات کی تھی۔ معقولات

اور دیگر فنون پر اگر نظر ڈالنا مقصود ہو تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ امام رازی اور البیرونی رحمہا اللہ کی تصانیف کا سرسری جائزہ ہی لے لیجئے۔ ان عجمی حضرات کے تبحر علمی نے عربی زبان میں مذہبیات کے خزانے کو جس طرح مالا مال کیا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ ملک شاہ سلجوقی اور نظام الملک کی علم دوستی کی بدولت ہزاروں علماء عباسیوں کے پُر آشوب ماحول سے کھنچ کھنچ کر ترک اور عجمی سلاطین کے دامن دولت سے وابستہ ہو کر پوری آسودگی کے ساتھ علمی خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ایران کی سرزمین ایک مدت تک طوائف الملوکی کی آماجگاہ بنی رہی اور پھر اس کے بہت سے ٹکڑے ہو گئے اور خود مختار سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ انہی خود مختار سلطنتوں میں ہرات کی سلطنت تھی جس کا علم دوست بادشاہ ابو الغازی سلطان حسین فضلاء اور علماء کی قدر دانی میں اپنی آنکھیں بچھاتا تھا۔ اس کے دربار سے نامور علماء وابستہ تھے حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی، مُلّا حسین واعظ کاشفی (صاحب تفسیر حسینی)، میر علی شیر نوائی، خواندمیر میر خوند رحمہم اللہ جیسے مصنفین اس کے دربار سے وابستہ تھے۔ حضرت جامی کی شہرت کا موجب صرف ان کی شاعری ہی نہیں بلکہ عربی زبان میں "شرح جامی" ان کا ایک لافانی شاہکار ہے جو آج بھی درس نظامی میں ایک قابل قدر تصنیف شمار ہوتی ہے۔ ان کا خمسہ "خمسہ نظامی" کے جواب میں اپنی جگہ ایک یادگار کارنامہ ہے۔ میں نے ہرات کے دربار کا ذکر بے وجہ نہیں چھیڑا میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ جس طرح عجمی علمائے عظام نے دینیات و مذہبیات پر عربی اور فارسی زبان میں گراں بہا اضافہ کیا اسی طرح سیرتِ مقدسہ کے موضوع پر بھی قلم اٹھایا گیا۔ سب سے پہلے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کو لیجئے کہ قطع نظر ان کی عربی تصانیف کے' صوفیائے کرام کا تذکرہ "نفحات الانس" ان کا ایک نہ مٹنے والا کارنامہ ہے۔ اسی طرح سیرت نبوی ﷺ پر "شواہد النبوت (فارسی زبان میں) ان کی مبسوط تو نہیں بلکہ متوسط درجہ کی تصنیف ہے۔ دربار ہرات کے ایک دوسری قاضی مُلّا معین ہروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے "معارج النبوت" "سیرتِ مقدس پر فارسی زبان میں اپنی یادگار چھوڑی ہے لیکن "شواہد نبوت" کے برخلاف "معارج النبوت" کی نثر مسجع و مقفیٰ ہے اور اسلوب بیان بھی پیچیدہ اور الجھا ہوا ہے لیکن شواہد نبوت سے ضخامت میں معارج النبوت زیادہ وقیع اور مہتمم بالشان ہے۔

اب ذرا اس برصغیر کی طرف آیئے تو اس برصغیر میں غزنوی اور غوریوں کے دم قدم سے علمائے کرام کی آمدورفت شروع ہو گئی اور لاہور اس زمانے میں علم و فن کا گہوارہ بن گیا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے ایک مشہور صاحب قلم عجمی صوفی بزرگ ہیں اور آپ کی کشف المحجوب یادگار زمانہ ہے۔ حضرت حسن صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشارق الانوار عربی زبان میں اس دور کا ایک یادگار

اور وقیع مجموعہ حدیث ہے۔ مذکورہ شاہی خانوادے علم دوستی اور قدر دانی میں بہت پیش پیش تھے۔ سراج عفیف' تغلق خاندان سے وابستہ تھا اور تاریخی فیروز شاہی اس کی یادگار ہے لیکن یہ تسلیم کرنے میں کچھ باک نہیں اور نہ یہ اقرار بیجا ہوگا کہ ان خاندانوں کے دامن سے وابستہ ادیب و انشاء پرداز مذہبیات پر کوئی وقیع تصنیف اپنی یادگار نہیں چھوڑ گئے۔ فقہ کی مشہور اور جامع تالیف "فتاویٰ تاتارخانیہ" خانوادۂ غزنویہ یا غوری کی یادگار نہیں بلکہ وہ عہد فیروزی کی یادگار ہے۔ دکن میں حضرت گیسودراز بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ قلم بھی اٹھایا۔ لیکن ان کی تصانیف کا ذخیرہ "تصوف" کا گرانقدر سرمایہ ہے۔ اسی طرح بزرگان چشت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات!!

لودھیوں کے بعد جب مغلیہ سلطنت کا یہاں قیام ہوا اور پانی پت کا میدان بابر کے ہاتھ رہا تو اس کی تمام تر توجہ استحکام سلطنت کی طرف مبذول رہی اور علم و ادب کو کچھ ترقی نہ مل سکی۔ دینی کتب پر بھی بہت کم قلم اٹھایا گیا۔ بجز اس کے کہ تصوف کو کافی ترقی ہوئی اور تصوف میں نئے نئے نظریات قائم ہو کر اشاعت پذیر ہوئے۔ بابر کی خود نوشت سوانح کا یہاں ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی۔ اس نے تزک بابری لکھ کر یہ ثابت کیا کہ تلوار کی طرح وہ قلم کا بھی دھنی ہے۔ بابر کے بعد ہمایوں کا عہد علمی ترقی سے بالکل خالی ہے۔ خود ہمایوں کو پرسکون زندگی گزارنا میسر نہ ہو سکا اور اس کی بدنصیبی اس کو ادھر اُدھر پریشانی حال کے ساتھ لئے پھرتی رہی۔

البتہ اس کی تلافی اس کے نامور نا خواندہ فرزند شہنشاہ اکبر نے کردی اور فارسی ادب کے ساتھ ساتھ سنسکرت اور برج بھاشا کو اس کی سرپرستی میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ متعدد تصانیف و تالیفات کے ساتھ ساتھ تراجم پر بھی کام ہوا۔ ہندوؤں نے فارسی سیکھ کر دربار کی نگاہ میں عزت حاصل کی اور مسلمانوں نے ہندی اور سنسکرت سے فارسی زبان میں تراجم کر کے رواداری کا ثبوت مہیا کیا۔ جیسے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے تراجم میں شیخ حاجی سلطان تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے مہابھارت کا فارسی ترجمہ کیا' عبد القادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے منتخب التواریخ لکھی' ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ نے اکبرنامہ اور آئین اکبری' نظام الدین بخشی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات اکبری فارسی زبان میں تصنیف کیں۔ یہ تمام تر کام ادبی حیثیت رکھتے ہیں۔ مذہبی حیثیت سے اس کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ علامہ فیضی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بے نقط یعنی "سواطع الالہام" جو از اول تا آخر صنعت مہملہ میں لکھی گئی ہے مذہبیات میں ایک شاندار کارنامہ اور ایک مثالی تفسیر ہے۔

اکبری دور میں علم و ادب کی ترقی میں معقولات کا فروغ ناقابل فراموش ہے۔ خلجی اور تغلق خانوادوں کے زمانے میں فقہ اور اصول فقہ کو فروغ حاصل ہوا ہے اور فتاویٰ تاتارخانیہ اس عہد کا ایک

لازوال فقہی کارنامہ ہے۔ اسی طرح فلسفہ و منطق کو اکبری عہد میں فروغ حاصل ہوا اور حکیم فتح اللہ شیرازی کی معقولاتی کوششوں کو نہیں بھلایا جا سکتا۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا منقولات (قرآن تفسیر، حدیث شریف وغیرہ) پر توجہ نہیں کی گئی۔ علماء و فضلاء کی تمام تر توجہ اسی طرف تھی یا پھر ملکی تاریخ اور فنون لطیفہ کے فروغ کی طرف جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں۔ منقولات میں صرف "سواطع الالہام" کو پیش کیا جا سکتا ہے اور بس! اس لئے سیرت النبی ﷺ پر عہد اکبری میں کسی عالم نے قلم نہیں اٹھایا۔ تصوف کو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت فروغ حاصل ہوا لیکن حضرت نے احیاء دین کے لئے جو کچھ کیا وہ تقریری تھا تحریری نہ تھا۔

اکبر کے بعد جہانگیر کا دور شروع ہوا تو اس دور میں بھی فنون لطیفہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ مدرسوں میں وہی درس نظامی رائج تھا جس میں منقولات کے بجائے معقولات کی کثرت تھی۔ جہانگیر بھی صاحب قلم تھا اور شعر و شاعری کا دلدادہ تھا۔ اس کی تزک آج بھی خود نوشت سوانح میں ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ اس دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ کوششیں قابل ذکر ہیں جو تزکیہ نفوس کے لئے انہوں نے اپنے انفاس قدسیہ یا مکتوبات کے ذریعہ پیش کی ہیں یا چند رسائل تحریر فرمائے جن کا عمومی موضوع تصوف ہے!

عہد جہانگیری میں صرف ایک ہستی محدث علامہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جن کی ذات والا سے علوم دینی کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے اس برصغیر میں حدیث شریف کے موضوع کا احیاء کیا اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ اس وقت کی ملکی زبان یعنی فارسی میں تحریر فرمائی۔ اسی مشکوٰۃ شریف کی شرح عربی زبان میں ان کے قلم سے چھ سال کی مسلسل محنت و کاوش سے "لمعات" کے نام سے آج بھی یادگار ہے۔ تاریخ مدینہ یعنی "جذب القلوب فی دیار المحبوب" فارسی زبان میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین کے تراجم پیش کئے۔ اور آپ کی سب سے قدیم سوانح حیات بہجت الاسرار کی فارسی میں تلخیص زبدۃ الآثار کے نام سے ہے (یہ دونوں مشکوٰۃ کی شرحیں آخر عمر میں لکھی گئی)۔ صوفیائے ہند کا تذکرہ اخبار الاخیار کے نام سے پیش کیا۔ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر تصانیف کا ذکر یہاں مقصود نہیں ہے ان کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔ میں یہاں آپ کی اس عظیم الشان کتاب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس برصغیر ہند و پاک میں سب سے پہلے محبت رسول اکرم ﷺ میں آپ کے قلم سے نکلی اور آج بھی عقیدت کی نگاہ ہیں احترام سے اس کو دیکھتی ہیں اور وہ ہے مدارج النبوت (دو جلد) جلد اول میں خصائص نبوت کو پیش کیا ہے اور سراپائے حضور اکرم ﷺ پر بڑے اہتمام و احترام کے ساتھ قلم اٹھایا ہے اور جلد دوم میں آپ کی ولادت

باسعادت سے جمیع غزوات ووصال تک کے تمام حالات بکمال تحقیق وحوالہ جات بیان کئے ہیں[1] اور سیرت طیبہ کے ان پہلوؤں کو بھی نمایاں کیا ہے۔ جن کو عام طور پر سیرت نگار حضرات معرض وجود میں نہیں لاتے۔

وثوق کے ساتھ یہ کہنا دشوار ہے کہ مدارج النبوت کا سال تحریر آغاز واختتام کیا ہے۔ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ۱۶۰۰ء کے بعد ہی مدارج النبوت لکھی گئی۔ آپ ایک عاشق رسول ﷺ تھے اسی عشق رسول نے آپ سے لمعات' اشعۃ اللمعات' جذب القلوب اور مدارج النبوت لکھوائی۔ چنانچہ مدارج النبوت کی وجہ تصنیف کے سلسلہ میں رقمطراز آپ حضرت محدث دہلوی قدس سرہ کے اس ارشاد کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ دسویں صدی ہجری میں رفعت مقام رسالت سے گریز وعدم اعتنا کا کیا عالم تھا۔ دسویں صدی ہجری میں ایسے باغی اذہان موجود تھے جن پر خاتم النبیین ﷺ کے مقام ارفع واعلیٰ کے تذکرے بار تھے۔ جب خواص کا یہ عالم تھا تو عوام کا کیا حال ہوگا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

> چوں از فساد زماں انحرافے در مزاج وقت بعضے از درویشاں مغرور ایں روزگار راہ یافتہ و از تنگی حوصلہ ادراک پایۂ ارفع و اعلیٰ و مقام محمدی (ﷺ) را کہ ہیچ کس را یدرک و دریافت آں راہ نیست۔ نشاختہ' تقصیرے در ادائے حق نمودہ و از جادۂ دین و صراط مستقیم برافتادہ بودند' لازم حق مسلمانی آں نمود کہ احوال و صفات قدسیہ نگارش نمایدد ایں بے خبراں راز از حقیقت حال آگاہ گرداند۔ مقدمہ: (مدارج النبوت فارسی)

زمانے کے فتنہ وفساد (بدعقیدگی) کے باعث اس عہد کے بعض مغرور درویشوں کے مزاج میں کج روی پیدا ہوگئی ہے اور اپنی کم ظرفی کے باعث وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام ارفع واعلیٰ کا ادراک نہیں کر سکتے (کہ حقیقتاً اس مقام کی معرفت ہر ایک کے لئے ناممکن ہے) اور اس سلسلہ میں ان سے کوتاہی سرزد ہوئی ہے اور ادائے حق میں قاصر رہے ہیں چنانچہ صراط مستقیم سے بھٹک کر دین کے راستے سے ہٹ گئے

ا۔ راقم الحروف نے جلد دوم کا ترجمہ ۱۹۶۵ء میں پیش کیا تھا اور ۱۹۷۰ء میں مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے دونوں جلدوں کا ترجمہ بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی کا ۱۶۴۲ء میں انتقال ہوا۔

ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر میں نے اپنے حق مسلمانی کی ادائیگی کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ میں حضور ﷺ کی صفات واحوال قدسیہ کو تحریر کروں اور ان بے خبروں کو حقیقت حال سے باخبر بناؤں۔

آپ اس سے اندازہ کرلیجئے کہ اس وقت خواص کا کیا عالم تھا اور مقام رسالت ﷺ سے بے اعتنائی کی رو کس قدر تندوتیز تھی۔

یوں تو عہد اکبری میں مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی گئیں لیکن سیرت نبوی ﷺ پر سوائے مدارج النبوت کے اور کوئی کتاب کسی صاحب قلم نے پیش نہیں کی۔ میں بہت ہی اختصار کے ساتھ عہد مغلیہ میں لکھی جانے والی کتابوں کا ایک سرسری سا جائزہ پیش کررہا ہوں تاکہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ اکبر، جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگزیب کے عہد میں کس موضوع پر قلم اٹھایا گیا اور کس کو نظر انداز کیا گیا۔

دور اکبری

	نام مصنف	کتاب	موضوع
۱۔	ابوالفضل	اکبرنامہ	تاریخ ملکی
	ابوالفضل	آئین اکبری	آئین سلطنت
۲۔	عبدالقادر بدایونی	منتخب التواریخ	تاریخ ملکی وامراء سلطنت
۳۔	علامہ فیضی	سواطع الالہام	تفسیر قرآن
۴۔	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	مدارج النبوت	سیرت النبی ﷺ
	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	لمعات (شرح مشکوۃ)	حدیث شریف
	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	اشعۃ اللمعات	حدیث شریف
	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	جذب القلوب فی دیار المحبوب	تاریخ مدینۃ النبی ﷺ
	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	شرح فتوح الغیب	تصوف
	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	اخبار الاخیار	تذکرہ صوفیا
	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	زاد المتقین	تذکرہ شیوخ واساتذہ
	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	ترجمہ غنیۃ الطالبین	تصوف

نمبر	مصنف	کتاب	موضوع
	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	زبدۃ الآثار	سوانح حیات حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ
	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	تاریخ حقی یا ذکر ملوک	تاریخ سلاطین
	حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	مجموعہ مکاتیب ورسائل	مکتوبات
۵۔	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	رسالہ معارف لدنیہ	تصوف
	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	رسالہ مبدا ومعاد	تصوف
	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	رسالہ دراثبات نبوت	نبوت
	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	رسالہ تہلیلیہ	تصوف
	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	مکتوبات تین دفتر	تصوف
۶۔	ملا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ	شروح وحواشی پر کتب مختلفہ وحاشیہ خیالی	معقولات
۷۔	ملا محمود جونپوری	شمس بازغہ	فلسفہ (حکمت)
	ملا محمود جونپوری	کتاب الفرائد	علم معانی
۸۔	شیخ محمد طاہر عظیم آبادی	مجمع البحار	مجموعہ حدیث شریف

عہد جہانگیری

نمبر	مصنف	کتاب	موضوع
۹۔	نور الدین جہانگیر بادشاہ غازی	توزک جہانگیری	خودنوشت سوانح حیات

عہد شاہجہانی

نمبر	مصنف	کتاب	موضوع
۱۰۔	محمد صالح کنبوہ	عمل صالح	تاریخ (سیاست وملکی)
۱۱۔	عبد الحمید لاہور	بادشاہ نامہ	تاریخ (سیاست وملکی)
۱۲۔	خافی خان	منتخب اللباب	تاریخ ملکی
۱۳۔	دارا شکوہ	سفینۃ الاولیاء	تصوف
	دارا شکوہ	سفینۃ الاولیاء	تذکرہ صوفیہ
	دارا شکوہ	مجمع البحرین حسنات العارفین	تصوف
۱۴۔	محسن خان فانی	دبستان مذاہب	مذاہب عالم
۱۵۔	شیخ محب اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ	سر الخواص	تصوف

شیخ محب اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ	شرح فصوص الحکم	تصوف
شیخ محب اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ	سعادت الخواص	تصوف
شیخ محب اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ	رسالہ وجود مطلق	تصوف

عہد عالمگیری

۱۶۔	اورنگ زیب عالمگیر	رقعات عالمگیری	مجموعہ رقعات وخطوط
۱۷۔	چند مصنفین	فتاویٰ عالمگیری	فقہ
۱۸۔	محمد ساقی	ماثر عالمگیری	تاریخ
۱۹۔	عاقل خاں رازی	آداب عالمگیری	تاریخ
۲۰۔	میر محمد زاہد	کتب درس نظامیہ برحواشی	کتب درس نظامیہ برحواشی
۲۱۔	شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون	تفسیر احمدی	تفسیر
	شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون	نور الانوار	اصول فقہ

آپ نے غور فرمایا اکبری، جہانگیری، شاہجہانی اور عالمگیری طور کے مشاہیر مصنفین اور ان کی تصانیف کا ایک مختصر سا جائزہ میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ غور کیجئے کہ ان علم پرور سلاطین کے دور میں خصوصاً شاہجہان کے زمانے میں بھی سیرت النبی ﷺ پر قلم اٹھانے والے صرف حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو نتیجہ تھا ان کی اس شیفتگی کا جو ان کو ذات رسالتمآب ﷺ سے تھی۔ اس کے بعد عالمگیر کا دور آیا جس کی دین پروری اور زہد و اتقا کی لوگ آج بھی قسم کھاتے ہیں لیکن ان محی السنۃ سلطان غازی نے بھی صاحب سنت و شریعت کی سوانح مبارکہ کی طرف کوئی توجہ نہیں کی ورنہ ان کے عہد کے علماء اس طرف ضرور توجہ کرتے۔ اس کو فقہ کی ترویج کا دور کہنا چاہئے۔ فتاویٰ عالمگیری اس کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ درس نظامی کی ترویج نے کتب درسیہ پر تعلیقات لکھنے پر علماء کو متوجہ کیا اور اورنگزیب کے بعد اس کے نامور فرزندوں کے ہاتھوں اس برصغیر پر جو کچھ گزری وہ گزری آخری دور میں ولی اللٰہی خاندان نے احیاء دین وتجدید شریعت کے لئے بڑا کام کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کا فارسی ترجمہ کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا اور ان کے فرزندان گرامی شاہ عبدالقادر اور رفیع الدین صاحبان نے قرآن کریم کے اردو ترجمے پیش کر کے اس کام کی تکمیل کر دی جو ان کے پدر گرامی نے شروع کیا تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر پر قلم اٹھایا

چنانچہ تفسیر عزیزی جو چند پاروں کی تفسیر ہے آپ کی یادگار ہے لیکن سیرت نگاری پر آپ نے بھی غور نہیں کیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ انہوں نے اسلامیات کے اکثر موضوعات پر قلم اٹھایا لیکن خود انہوں نے اور نہ ان کے دور میں کسی اور بزرگ نے سیرت النبی ﷺ پر قلم اٹھایا۔ ان کے کافی عرصہ بعد ہم کو سرسید احمد خاں کا نام اس موضوع پر قلم اٹھانے والوں میں سرفہرست نظر آتا ہے لیکن ان کی (سیرت احمدیہ) خطبات احمدیہ صرف ایسے چند جوابات پر مشتمل ہے جو ایک دریدہ دہن مغربی مصنف سر ولیم میور نے حضور پرنور احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر کئے تھے ورنہ اٹھارویں صدی عیسوی تک فارسی اور اردو کا دامن اس اہم موضوع سے خالی ہے۔

انیسویں صدی میں یہ شرف علامہ قاضی سلیمان منصور پوری، علامہ شبلی نعمانی اور ان کے گراں پایہ شاگرد حضرت مولانا سلیمان ندوی کو بحیثیت تکمیل کنندہ سیرت میسر آیا کہ انہوں نے چھ جلدوں میں سیرت النبی ﷺ کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ پیش کیا۔[1] میں یہاں تاریخ اسلام کا ذکر نہیں کر رہا ہوں ورنہ مولانا عبدالحلیم شرر کے نام نامی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور اسی طرح علامہ شبلی مرحوم سے قبل علامہ عنایت رسول چڑیا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر ضروری تھا کہ انہوں نے اپنی تمام زندگی کا علمی و ادبی سرمایہ "بشریٰ" کی شکل میں پیش کیا۔ افسوس کہ اب یہ کتاب نایاب ہے۔ بشریٰ میں فاضل مصنف نے ان کتب سماوی کی بشارتوں کو بڑی کاوش سے اصل زبان (عبرانی) میں جمع کیا ہے جو سرکار رسالت مآب ﷺ کے سلسلہ میں ان کتب سماویہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اس اہم کام کے لئے ان کو عبرانی زبان سیکھنے کے لئے زندگی کا ایک بڑا حصہ صرف کرنا پڑا اسی لئے کتاب کی لوح پر انہوں نے اپنے حسب حال یہ شعر لکھا ہے۔

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم   شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مولانا قاضی سلمان اور مولانا شبلی مرحوم، شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد پہلے صاحب قلم ہیں جنہوں نے سیرت نگاری کو اپنا موضوع بنایا۔ اسی زمانے کی ایک اور سیرت قابل ذکر ہے یعنی "تاریخ حبیب الٰہ" جو قاضی صاحب اور علامہ شبلی کی تصانیف کی طرح مبسوط و ضخیم تو نہیں لیکن اختصار کے باوجود بڑی جامعیت رکھتی ہے۔

اٹھارویں صدی کے اواخر میں اردو زبان اس قابل بن گئی تھی کہ اس سے علمی و ادبی اور

---

[1] علامہ مرحوم یہاں نا دانستہ حوالے سے بات کر رہے ہیں اور ان کا مقصد یہاں سیرت رسول اکرم ﷺ پر جن لوگوں نے کام کیا ہے ان کا ذکر کرنا ہے اس وجہ سے چند ایسے نام بھی آ گئے ہیں جن سے مذہبی اختلاف ہے (ادارہ)

تاریخی کام لیا جا سکے اور انیسویں صدی میں تو اردو زبان اس قدر صاف وشستہ ہوگئی تھی کہ اس کے ذریعہ ہر قسم کے موضوعات کو پیش کیا گیا۔ سرسید اور ان کے رفقاء کی اردو میں خدمات کو بھلایا نہیں جا سکتا لیکن ان حضرات (آزاد۔ ذکاء اللہ۔ نذیر احمد۔ حالی اور شبلی) میں صرف شبلی نے اس طرف توجہ کی۔ نذیر احمد نے اپنا سارا زور قلم اصلاحی ناولوں پر صرف کر دیا۔ ذکاء اللہ تاریخ ہندوستان کے تکملہ میں مصروف رہے۔ آزاد سے بھی سیرت نگاری کا اہتمام وسرانجام نہ ہو سکا۔ رہے حالی تو سرسید کی سوانح حیاتِ جاوید لکھی اور خوب لکھی۔ یادگار غالب لکھ کر حق شاگردی ادا کیا۔ جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ سرسید نے سر ولیم میور کی حیات رسول اکرم ﷺ کے جواب میں "سیرت احمدیہ" لکھی لیکن عوام میں مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ مختصر یہ کہ سرسید اور ان کے رفقاء کی ادبی خدمات تسلیم لیکن دینی خدمات کے یہ حضرات مرد میدان نہیں تھے۔

مولانا عبدالحلیم شرر بھی اس دور کے ایک مشہور صاحب قلم ہیں۔ کاش انہوں نے جس قدر زور قلم رسالہ "دلگداز" کی بقا کے لئے تاریخی ناولوں پر صرف کیا وہ سیرت نگاری پر صرف کرتے! ان کے اسلامی تاریخی ناولوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی نگاہ بڑی دوررس تھی۔ ان کے مشہور ناول "ایام عرب" "حسن بن صباح" اور "فردوس بریں" سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی تاریخ پر ان کی نظر بہت گہری تھی۔ کاش وہ تاریخ اسلام، جس کا پہلا حصہ سیرت النبی ﷺ پر مشتمل اور محیط ہے کے بجائے ایک مستقل ضخیم کتاب سیرت النبی ﷺ پر تحریر فرماتے۔ مولانا شرر نے تاریخ اسلام میں عربی مورخین اسلام کی پیروی کر کے اردو میں تاریخ اسلام کے ایک خاص اسلوب اور نہج کی بنیاد رکھ دی۔ عربی زبان میں جس قدر کتابیں تاریخ اسلام پر لکھی گئی ہیں مثلاً تاریخ امام محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) تاریخ مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ) علامہ ابن مسویہ کی تاریخ "متجارب الامم" تاریخ ابن اثیر (تاریخ کامل) شیخ عزالدین علی بن محمد جزری (المتوفی ۶۳۰ھ) تاریخ ابن خلدون، امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) کی "تاریخ اسلام"۔ ان تاریخوں کے علاوہ بھی اور بہت سی تواریخ اسلام عربی زبان میں اس طرح لکھی گئیں کہ ان کا آغاز یا تو حضرت آدم علیہ السلام سے کیا گیا یا خیر البشر رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے کیا گیا۔ ان میں سے اکثر تاریخیں بہت ضخیم ہیں اور متعدد جلدوں پر مشتمل ہیں۔ ان تاریخوں کی جلد اول سیرۃ النبی ﷺ پر مشتمل ہے۔ اکثر ارباب قلم نے عربی میں زیادہ اور فارسی زبان میں کمتر خصائص نبوت یعنی اخلاق نبوی۔ فلسفہ نبوت معراج شریف، ازواج مطہرات، سراپائے نبوی ﷺ کو اپنی تصنیف کا موضوع بنایا۔ اردو زبان میں تو سیرت النبی ﷺ پر لکھا ہی بہت کم گیا۔ صرف محدث اعظم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ نے مدارج النبوت جلد اول (فارسی) میں اس موضوع کو ایجاز کے

ساتھ اپنایا ہے اور عصر حاضر میں بعض حضرات نے سراپائے رسول اکرم ﷺ کے بیان میں حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا بلکہ ان کی فارسی عبارت کو اردو کا جامہ پہنا دیا ہے اور بس۔ اور بزعم خود اس کو اپنی تصنیف قرار دیا ہے۔

سرور کائنات ﷺ کے خصائص نبوت اور سراپائے اقدس پر جتنا وقیع سرمایہ عربی زبان میں ہے وہ اور کسی زبان میں نہیں ہے اس مختصر مقدمہ میں اتنی گنجائش نہیں کہ میں بقید سنین وموضوع ان تمام تصانیف کی فہرست پیش کروں البتہ یہاں نویں صدی ہجری کی ایک مشہور کتاب "الخصائص الکبریٰ" کو آپ کے سامنے پیش کرنا ہی میری اس مقدمہ نگاری کا مقصد اصلی ہے اور یہ ہی اس امر کا محرک ہوا کہ میں مختصراً سیرت نگاری کی تاریخ آپ کے سامنے پیش کروں۔ "الخصائص الکبریٰ" نویں صدی ہجری کے مشہور مفسر ومحدث ومورخ حضرت علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لافانی شاہکار ہے۔ جس میں حضرت علامہ نے صرف معجزات خیر البشر ﷺ کو بڑی تحقیق وتلاش کے بعد مرتب کیا ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ فہام نے اس کی تالیف میں ۲۰ سال صرف کئے جیسا کہ الخصائص الکبریٰ کے دیباچے میں حضرت مصنف نے خود اس کا اظہار کیا ہے۔

شاید آپ کو حیرت ہو کہ تقریباً 1100 صفحات کی ضخیم کتاب اور 20 سال میں تصنیف کی گئی تو اس کی صراحت یہ ہے کہ امام جلال الدین عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۴۵۰ کے قریب ہے۔ خود آپ نے اپنی تصنیفات وتالیفات کی فہرست "حسن المحاضرہ" میں ۳۵۰ بتائی ہے اور "حسن المحاضرہ" کی تالیف کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ پس صورت حال یہ تھی کہ آپ بیک وقت کئی کئی کتابوں کی تصنیف وتالیف شروع فرما دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کی مشہور زمانہ کتاب جس کا موضوع عُلُومُ القرآن ہے یعنی "اَلْاِتقَان" آپ کی ضخیم تفسیر اَلدُّرُّ الْمَنْثُور نیز جامع الجوامع مجموعہ مسانید وصحاح ستہ (جس میں بجائے سنن نسائی کے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو شامل کیا گیا ہے) ہزاروں صفحات پر مشتمل ہیں اور مندرجہ بالا تصنیفات میں سے ہر ایک تصنیف کے تکملہ میں برسوں صرف ہوئے ہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ "الخصائص الکبریٰ" میں آپ نے ایک ہزار سے زیادہ خصائص نبی الوریٰ ﷺ کے عظیم الشان ذخیرہ سے تلاش وتجسس کے بعد جس قدر بھی احادیث بطرق مختلف آپ کو دستیاب ہوسکی ہیں ان سب کو بحوالہ راویاں پیش کیا ہے۔ اب آپ اندازہ کیجئے کہ ایک ہزار معجزات خیر الوریٰ ﷺ کے تمام ماخذوں کا حصول کتنا عظیم کارنامہ ہے جب کہ آٹھویں اور نویں صدی ہجری تک تصنیفات و تالیفات شرمندۂ طباعت نہیں ہوئی تھیں بلکہ ان کی اشاعت صرف نقول کے ذریعہ ہوئی تھی اور جو

تصنیف جس قدر گراں مایہ اور موضوع کے لحاظ سے بلند پایہ ہوتی تھی اتنی ہی اس کی نقول زیادہ ہوتی تھیں۔ اس صورت میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ان کاوشوں اور کوششوں کا اندازہ کیجئے کہ کتنا وقت' کتنا پیسہ اور کس قدر زحماتِ جسمانی سے ان کو دوچار ہونا پڑا ہوگا تب کہیں صدہا مجموعہ ہائے حدیث سے یہ احادیث مطلوبہ برائے اسناد ان کو دستیاب ہوئی ہوں گی اور کس قدر منازل ان اسناد کے حصول کے لئے ان کو طے کرنا پڑی ہوں گی۔ ان کے دور میں تو یہ کتب خانے (لائبریریاں) بھی نہیں تھے کہ جب ضرورت ہوئی بغرض استفادہ وہاں پہنچ گئے اور مطلوبہ مواد کو تلاش کر لیا۔ کتابوں کے ذخیرے ضرور ہوتے تھے لیکن وہ شخصی ملکیت ہوتے تھے یا شاہی و سلطانی اثاثہ۔ ایسی صورت میں کتابوں سے استفادہ کس قدر دشوار کام تھا لہٰذا ''الخصائص الکبریٰ'' کی تصنیف میں بیس سال کی مدت کا صرف ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔

اسی طرح کی کاوشوں کی مثال میری نظر سے گزری ہے اور وہ بلند پایہ شخصیت حضرت مولانا عنایت رسول کی کہ انہوں نے کتب سماوی توریت وزبور اور انجیل میں پائی جانے والی ان بشارتوں کو جو سرور کونین ﷺ کے سلسلہ میں ان کتب سماویہ میں وارد ہیں جب جمع کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے موجودہ تراجم اردو فارسی اور عربی پر اعتماد نہیں کیا بلکہ انہوں نے ان کتب سماوی کی اصل زبان عبرانی سے ان کو حاصل کرنے کے لئے کلکتہ کے ایک یہودی کے پاس نجی ملازم کی حیثیت سے مدتوں تک اس کی خدمات انجام دے کر عبرانی زبان حاصل کی اور اس میں تبحر پیدا کیا۔ پھر فنِ کتابت سیکھا اس وقت ان تمام بشارتوں کو متن کے ساتھ ''بشریٰ'' کے نام سے اردو زبان میں پیش کیا اور چونکہ اس کار مقدس اور امر خطیر کی انجام دہی میں اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ صرف کر دیا تھا اس لئے دیباچہ میں بڑے فخر کے ساتھ یہ مصرعہ رقم کیا ہے۔ ''شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم''۔

افسوس کہ آج یہ کتاب نایاب ہے اور ہماری بے توجہی کے باعث اس کی اشاعت عام نہ ہو سکی۔ ممکن ہے کہ بعض کتب خانوں میں اس کے نسخے موجود ہوں۔ افسوس کہ میرے پاس سے بھی یہ نسخہ ضائع ہو گیا۔ بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقدس ومحترم موضوع پر زندگی عزیز کے بیس سال صرف کر دیئے تب یہ کارنامہ انجام پذیر ہوا۔

الخصائص الکبریٰ کا ادبی اور تحقیقی مقام

مجھ ہیچمدان کے قلم میں یہ تاب وطاقت نہیں کہ میں ''الخصائص الکبریٰ'' پر ناقدانہ نظر ڈالوں یا اس پر تنقیدی نقطہ نظر سے کچھ لکھوں۔ صرف اتنا عرض کروں گا کہ علامہ نے آیات ومعجزات

کے سلسلہ میں جن ماخذوں (احادیث) کو پیش کیا ہے اس میں اصول حدیث کو نظر انداز کردیا ہے۔ ایک معجزہ کے سلسلہ میں جس قدر احادیث جتنے طرق سے ان کو مل سکی ہیں انہوں نے بغیر تبصرہ سب کو پیش کردیا ہے۔ اس طرح بہت سی ضعیف احادیث بھی پیش کردی ہیں۔ ایک اور امر کا لحاظ بھی علامہ نے نہیں رکھا ہے وہ یہ کہ ان کے یہاں واقعات کی ترتیب میں تسلسل نہیں ہے۔ آپ ترجمہ میں اکثر مقامات پر اس امر کا مشاہدہ کریں گے۔ اور میں نے حاشیہ میں بعض مقامات پر اس کی صراحت بھی کردی ہے۔ خدانخواستہ اس سے میری مراد فاضل مصنف کی تنقیص نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے۔

اب رہا اس کا ادبی اور تحقیقی مقام! بلاشبہ یہ علامہ موصوف کا ایک عظیم کارنامہ ہے اور اس سے اس محبت و شیفتگی کا اظہار ہوتا ہے جو ذات سرور کونین ﷺ کے ساتھ آپ کو تھی اور شاید اس کی وجہ تالیف بھی وہی جذبہ ہو جس نے حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو "مدارج النبوت" کی تصنیف پر ابھارا تھا۔ جس طرح حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں مقام رسالت کے ترفع اور علوشان سے لوگوں میں بے خبری راسخ ہوتی جا رہی تھی اسی طرح علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا عہد دنیاپرستی کا زریں دور بن کر رہ گیا تھا۔ سلاطین مصر جو خلفائے مصر کہلاتے تھے امراء کے ہاتھوں میں کھلونوں سے زیادہ نہ تھے۔ اگر ان کو شاہ شطرنج کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔[1] اس وقت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اکرم ﷺ کی ارفع ذات سے بے خبر رہنے والوں کو بتایا ہے کہ "مقام مصطفےٰ ﷺ" کیا ہے۔ یہاں ایک بات ضرور عرض کردوں کہ معجزات نبی الوریٰ ﷺ پر قلم اٹھانے والوں میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ منفرد نہیں آپ کے معاصرین اور پیشرو حضرات نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں علامہ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۰۴ھ اور جلال الدین بن عبدالرحمٰن بن عمر البلقینی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۲۴ھ۔ قطب خیضری یوسف بن موسیٰ الجذامی رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور زمانہ محدث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خصائص نبوت میں کتب تالیف کی ہیں لیکن جامعیت کا شرف صرف "الخصائص الکبریٰ" کو حاصل ہے۔

الخصائص الکبریٰ کی ادبی حیثیت کے بارے میں کیا لکھوں کہ میں یہ دیباچہ الخصائص الکبریٰ کے اردو ترجمہ "خصائص کبریٰ" کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ اردو ترجمہ کے ساتھ عربی زبان کی خصوصیات پر کچھ لکھنا اٹل بے جوڑ سی بات ہے۔ اگر یہ کتاب عربی متن کے ساتھ پیش کی جاتی تو

---

[1] علامہ سیوطی کی تاریخ "تاریخ الخلفاء" کا ترجمہ اس ناچیز کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے۔

نوٹ۔۔۔۔ ادارہ پر آپ کا ترجمہ دستیاب ہے (ادارہ)

ضرور طرز انشاء پر بھی لکھا جاتا اور کسی ترجمہ کے ساتھ اس کا متن پیش کرنا ایک سعی بے حاصل ہے اس لئے کہ جو متن سے استفادہ کر سکتے ہیں وہ ترجمہ پر نظر کیا ڈالیں گے۔ بلکہ ترجمہ پڑھنا تضیع اوقات سمجھیں گے اور جن کو ترجمہ درکار ہے وہ متن کے سمجھنے سے قاصر ہیں ان کے لئے متن کا کیا فائدہ اور ان کو متن سے کیا سروکار! ہاں یہ ضرور ہے کہ ترجمہ کے ساتھ فاضل مصنف کی سوانح حیات اور اس موضوع کے سلسلہ میں کچھ صراحت ایک پسندیدہ کام ہے۔ چنانچہ موضوع کے سلسلہ میں کچھ صراحت کرنے اور کتاب کے بارے میں کچھ عرض کر دینے کے بعد میں آپ کو مختصراً علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور ان کی ادبی سرگرمیوں سے آگاہ کرنا ایک ادبی فرض سمجھتا ہوں۔

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف الخصائص الکبریٰ و تاریخ الخلفاء والاتقان تفسیر جلالین وغیرہ

نام نامی عبد الرحمٰن ہے لیکن اپنے لقب جلال الدین سے دنیائے علم و ادب میں مشہور ہیں۔

آپ کا نسب نامہ یہ ہے: عبد الرحمٰن جلال الدین بن ابوبکر محمد کمال الدین محمد سابق الدین۔

دریائے نیل کے مغربی کنارے پر عہد قدیم میں ایک قصبہ سیوط کے نام سے مشہور تھا۔

علامہ عبد الرحمٰن جلال الدین یکم رجب ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ مصر میں اس وقت سلاطین عباسیہ مصر کا اقتدار تھا اور علامہ کے والد مرحوم سلطان المستنجد کے دامن سے وابستہ تھے۔ اس کی اتالیقی کے فرائض چونکہ انجام دے چکے تھے اس بناء پر وہ آپ کی بہت قدر کرتا تھا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بذکر امیر المسلمین قائم بامر اللہ بیان کیا ہے کہ میرے والد خلیفہ المستکفی کے انتقال کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے صرف چالیس دن کے بعد بعہد القائم بامر اللہ انہوں نے انتقال فرمایا۔ گویا محرم ۸۵۵ھ میں۔ جب کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف ۶ سال تھی۔ علامہ سیوطی نے المتوکل علی اللہ ابوالعز کے عہد تک کے حالات تاریخ الخلفاء میں لکھے ہیں اور خود لکھا ہے کہ "یہ آخری حال ہے جو میں اس تاریخ میں تحریر کر رہا ہوں۔" المتوکل علی اللہ کے بعد اس کا فرزند یعقوب تخت نشین ہوا جس کو المتوکل نے اپنی زندگی میں ہی المستمسک باللہ کا خطاب دے کر ولی عہد بنا دیا تھا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امیر المسلمین کے عہد میں ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ المستمسک باللہ کا انتقال ۹۲۰ھ میں ہوا۔ اس کے تین سال بعد متوکل علی اللہ ثالث متوفی ۹۲۳ھ پر حکومت عباسیہ مصر کا خاتمہ ہوگیا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صغیر سن ہی تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا تحصیل علم کے لئے شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب کیا اور آٹھ سال کی عمر ہی میں حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ شیخ شمس سیرامی اور شیخ شمس فرومانی حنفی رحمہما اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ بہت سی کتابیں پڑھیں۔ شیخ کے اساتذہ میں شیخ شہاب الدین الشار ساحی شیخ الاسلام علم الدین بلقینی۔ علامہ شرف الدین المناوی اور علامہ محی الدین کافیجی رحمہم اللہ کے نام سرفہرست ہیں۔ آخر الذکر علامہ کافیجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چودہ سال تک مسلسل حاضر رہے۔

تحصیل و تکمیل کے بعد ۸۷۱ھ میں (۲۲ سال کی عمر میں) انشاء کا کام شروع کیا اور ۸۷۲ھ سے املاحدیث کا بھی شرف آپ کو حاصل ہوا۔ علامہ "حسن المحاضرہ" میں خود فرماتے ہیں کہ حق ﷻ نے مجھے سات علوم یعنی تفسیر وحدیث فقہ نحو معانی بیان اور بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے۔ آپ نے خود اپنی اس دعا کے بارے میں لکھا ہے کہ "میں نے حج کے موقع پر آب زم زم پیا اور یہ نیت کی کہ فقہ میں مجھے شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کا اور حدیث میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا رتبہ مل جائے۔

قوتِ حافظہ

آپ کی قوت حافظہ نہایت قوی تھی چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر مجھے اس سے زیادہ احادیث اور ملتیں تو ان کو بھی یاد کر لیتا۔ جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپ نے درس و تدریس، افتا قضا وغیرہ کی مصروفیات ترک کر دیں۔ تجرد اور گوشہ نشینی کو اختیار کر لیا۔ تصنیف وتالیف، ریاضت وعبادت اور رشد وہدایت میں باقی زندگی گزار دی۔ آپ کی دینی خدمت جس میں آپ کے شب و روز گزرتے تھے بارگاہ نبوی ﷺ میں قبولیت سے مشرف ہوئی اور حضور ﷺ نے عالم رویا میں آپ کو یا شیخ السنہ یا شیخ الحدیث کہہ کر مخاطب فرمایا۔ شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ سے جب دریافت کیا گیا کہ "آپ سرور ذیشان ﷺ کے دیدار بہجت آثار سے کتنی بار مشرف ہوئے" تو آپ نے فرمایا ستر مرتبہ سے زیادہ۔

آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور ۹۱۱ھ میں ایک معمولی مرض یعنی ہاتھ کے ورم نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ اسی مرض میں آپ کا انتقال ہوا اور "طبقات الخلفاء" یا "تاریخ خلفاء" میں حق ﷻ سے جو دعا کی تھی وہ پوری ہوگئی اور سیوطی ہی میں دفن کئے گئے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ درباری الجھنوں اور ریشہ دوانیوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہے۔ چونکہ آپ کی پرورش سلطان وقت کے زیر حافظت ہوئی اس لئے آپ ذریعہ معاش کی فکروں سے آزاد

رہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے متاہل زندگی گزاری یا نہیں!

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مرتبہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع علوم شخصیت تھے۔ آپ مفسر بھی تھے اور محدث بھی۔ ایک بالغ نگاہ فقیہہ بھی تھے اور ایک متبحر عالم علوم قرآن اور طبقات نگار و مورخ۔

آپ کثیر التصانیف بزرگ تھے جس کی صراحت آئندہ کی جائے گی۔ آپ کے والد ماجد ابوبکر کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ عباسیان مصر میں امیر المسلمین المستکفی باللہ کے دربار سے وابستہ تھے اور وہ ان کا بڑا قدر دان تھا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں بیان کیا ہے کہ القائم بامر اللہ کے عہد میں جب ان کا انتقال ہوا تو امیر المسلمین قبرستان تک ان کے جنازے کے ساتھ ساتھ گئے اور کئی بار جنازے کو کندھا دیا۔ اس درباری تعلق کی بناء پر آپ کو بھی دربار سے وابستہ ہونا چاہئے تھا لیکن حصول علم کے شوق نے آپ کو اتنا وقت ہی نہیں ملنے دیا۔ اور اطمینان کے ایسے ماہ و سال میسر نہیں آئے کہ آپ کسی دربار سے تعلق پیدا کرتے۔ عمر کا بیشتر حصہ تحصیل علم میں صرف کر دیا۔ کئی کئی سال تک ایک ایک استاد کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر رہے۔ ان کے اساتذہ و شیوخ کی فہرست بہت طویل ہے۔ حسن المحاضرہ میں صرف ایسے اساتذہ اور شیوخ کا ذکر کیا ہے جن کے ساتھ برسوں رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ جس طرح ان کے اساتذہ کرام مشہور زمانہ بزرگ تھے اسی طرح علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں نے بھی بہت شہرت پائی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ان میں سرفہرست ہیں۔

تصنیف و تالیف کا آغاز

حسن المحاضرہ میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری عمر آٹھ سال کی تھی تب میں نے قرآن شریف حفظ کیا۔ اس کے بعد میں نے کتاب العمدہ 'منہاج الفقہ' اور الفیہ ابن مالک کو حفظ کیا۔ میری علمی مشغولیت کا آغاز ۸۶۴ھ (پندرہ سال کی عمر) سے ہوا۔ فقہ اور نحو کی کتابیں ایک جماعت شیوخ سے پڑھیں۔ علم فرائض شیخ شہاب الدین الشار ساحی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ ۸۶۶ھ کے آغاز میں مجھے عربی کی تدریس کی اجازت ملی اور اس سال میں نے تالیف و تصنیف کا آغاز کیا۔ سب سے اول میں نے شرح استعاذہ و بسم اللہ تالیف کی۔ یہ میری پہلی ادبی اور مذہبی تالیف ہے۔ اس کی اطلاع میں نے اپنے استاد شیخ عالم الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کو دی اور انہوں نے اس پر تقریظ لکھی۔ شیخ بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر میں نے مزید علم فقہ حاصل کیا اور جب تک وہ حیات رہے میں ان کی صحبت میں رہا۔ شیخ کی وفات کے بعد میں ان کے فرزند کی صحبت میں رہا اور علامہ بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب

"تدریب" میں نے ان ہی سے پڑھی۔ ۸۷۶ھ میں مجھ کو فتویٰ نویسی کی اجازت مل گئی۔ حدیث شریف اور عربی ادب کی شیخ امام تقی الدین الشبلی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر چار سال تک مواظبت کی۔ اس عرصہ میں میں نے شرح الفیہ اور جمع الجوامع مرتب کی اور علامہ تقی الدین الشبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تقریظ لکھی۔ شیخ جب تک بقید حیات رہے میں ان سے استفادہ کرتا رہا۔ شیخ کی وفات کے بعد میں استاد محی الدین الکافیجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۱۴ سال تک رہا اور ان سے تفسیر عربی ادب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد میں شیخ عفیف الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں تفسیر کشاف کے بہت سے درس دیئے۔ توضیح تلویح، تلخیص المفتاح اور عضد (مواقف) پر حاشیے لکھے۔ ۸۶۶ھ میں تصنیف وتالیف کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا تھا۔ اس وقت (تکملہ حسن المحاضرہ کی تالیف) تک میری تالیفات تین سو ہیں اور یہ تین سو کتابیں' ان کتابوں کے علاوہ ہیں جن کو میں نے تالیف کے بعد قلمزد کر دیا۔ ۸۷۲ھ سے املاحدیث کا کام شروع کیا۔ اللہ ﷻ نے ان سات علوم میں مجھ کو تبحر عطا فرمایا ہے۔ (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) نحو (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدیع۔

تحدیثِ نعمت

ان علوم میں مجھ کو عرب اور بلغائے عرب کے طریقے پر تبحر حاصل ہوا ہے' عجم اور اہل فلسفہ کے طریقہ پر نہیں۔ میں یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ سوائے فقہ کے مجھ کو ان علوم میں جس طرح رسائی حاصل ہوئی ہے میرے شیوخ میں کسی کو یہ رسائی حاصل نہیں ہوئی اور ان میں سے کوئی بھی میری طرح مطلع نہیں ہوا دوسرے لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بہت سے علوم و فنون کی جامع تھی۔ بہت سے علوم عقلی ونقلی پر ان کو کامل دست گاہ حاصل تھی۔ صرف منطق اور ریاضی سے گھبراتے تھے۔ مذہبیات کے اکثر موضوعات پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے اور حق یہ ہے کہ جو یادگار اپنے چھوڑ گئے ہیں وہ بہت ہی بلند پایا اور گرانمایہ ہے۔ سب سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بے مثال تصنیف کا ذکر کیا جائے۔ اور وہ ہے "اَلْاِتْقَانُ فِیْ عُلُوْمِ الْقُرْآنْ"۔ ہر چند کہ یہ کتاب ان کی مشہور ومبسوط اور ضخیم تفسیر مجمع البحرین، مطلع البدرین کا مقدمہ ہے۔ جس کا سال تصنیف ۸۷۲ھ ہے لیکن اللہ اللہ اس شان کا مقدمہ کہ بجائے خود علوم قرآن پر ایک جامع اور مبسوط تصنیف کی حیثیت سے مشہور ہے اور قبولیت کا شرف حاصل ہے۔ علامہ نے اس میں وہ داد تحقیق دی ہے کہ حق ادا کر دیا ہے۔

علامہ نے اس مقدمہ کو از سرنو مرتب کر کے ایک مستقل تصنیف کی صورت میں ۸۷۸ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچایا۔تمام مفسرین ومحدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ علوم قرآن پر سب سے زیادہ جامع کتاب ''الاتقان'' ہے لیکن علامہ زرکشی کی اس موضوع پر ''کتاب البرہان'' کا جو مقام ہے وہ اس سے چھینا نہیں جا سکتا جبکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس کا اقرار کیا ہے کہ انہوں نے ''الاتقان'' کی تصنیف میں ''البرہان'' سے استفادہ کیا ہے۔

تفسیر

الاتقان یا انواع علوم القرآن کے بعد علامہ کی تفاسیر کا تذکرہ ضروری ہے۔جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا کہ یہ علامہ کی تفسیر مجمع البحرین ومطلع البدرین کا مقدمہ تھا لیکن پہلے علامہ نے اس کو ''التحبیر فی علوم التفسیر'' کے نام سے موسوم کیا تھا لیکن علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف البرہان جب نظر سے گزری تو انہوں نے اس پر نظر ثانی کی اور بہت سے تغیر وتبدل کے بعد الاتقان کے نام سے موسوم کیا۔بہر حال تفسیر قرآن پر ان کی تصانیف کی تعداد ۳۲ بتائی جاتی ہے لیکن ان کی مشہور تصانیف صرف یہ ہیں' الدر المنثور فی تفسیر ماثور' ترجمان القرآن (پانچ جلدوں میں)' الاکلیل فی استنباط التنزیل' لباب المنقول فی اسباب النزول' الناسخ والمنسوخ' مبہمات القرآن فی مبہمات القرآن' اسرار التنزیل (سورہ براۃ تک)' علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ کی ناتمام تفسیر کا تکملہ یعنی تفسیر جلالین (نصف اول)۔

حدیث شریف :علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو نویں اور دسویں صدی ہجری کے مشہور محدثین میں شمار کیا جاتا ہے۔حدیث شریف کے موضوع پر ان کی مبسوط وضخیم تالیف جامع الجوامع ہے۔صحاح ستہ اور دس مسانید پر مشتمل ہے۔خبر متواتر پر ان کی تالیف ''الازہار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ'' ہے۔صحیح بخاری پر ان کی تعلیق ''التوشیح علی الجامع الصحیح'' ہے۔صحاح ستہ میں بعض کتب کی شرح بھی لکھی ہے۔موطا امام مالک ﷺ کی شرح کشف المغطا کے نام سے لکھی۔طبقات پر ان کی مشہور کتاب ذیل ''تذکرۃ الحفاظ'' ہے۔

طبقات المفسرین :یہ طبقات المفسرین کے نام سے مشہور ہے۔مفسرین پر ان کی ایک اور کتاب ''فوائد الابکار'' ہے۔یہ قدمائے مفسرین کے حالات پر مشتمل ہے۔

طبقات الخلفاء :تاریخ الخلفاء اس موضوع پر علامہ کی بہت ہی مشہور کتاب ہے۔اس کے علاوہ طبقات پر آپ نے بہت سی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن کی صراحت علامہ نے ''تاریخ

الخلفاء" کے مقدمہ میں خود کردی ہے۔

سیرۃ النبی (ﷺ) الخصائص الکبریٰ: سیرت النبی ﷺ پر آپ کی یہی ایک کتاب ہے اور اس میں آپ نے صرف معجزات خیر الوریٰ ﷺ کو کمال تفحص و تحقیق کے ساتھ بقید سنین پیش کیا ہے۔ اسناد کی تلاش میں سخت کاوش و کاہش کی ہے۔ یہ اوراق اس بلند پایہ کتاب کے ترجمہ کے تعارف یا دیباچہ کے طور پر آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ میں آغاز کلام میں عرض کر چکا ہوں اس موضوع پر لکھنے والے صرف علامہ سیوطی ہی نہیں بلکہ آپ کے پیشرو حضرات اور بعض معاصرین نے بھی قلم اٹھایا ہے لیکن علامہ کی اس کتاب کو خاص شہرت حاصل ہوئی جس کا باعث سرور کونین ﷺ سے شیفتگی اور والہانہ محبت ہے۔ یہ کتاب کافی ضخیم ہے اس کا اردو ترجمہ آپ کے سامنے دو جلدوں میں پیش کیا جا رہا ہے۔ الخصائص الکبریٰ میں بھی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب بیان قریب قریب وہی ہے جو "تاریخ الخلفاء" کا ہے یعنی الفاظ قلیل و معانی کثیرہ۔ جس واقعہ کو بیان کرتے ہیں اس کی سند آثار و اخبار سے پیش کرتے ہیں تاکہ قاری کا ذہن تشکیک سے محفوظ رہے۔ خصائص کبریٰ میں علامہ مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور تلاش و تفحص قابل ذکر اور قابل ستائش ہے کہ انہوں نے صدہا کتب کی ورق گردانی کے بعد اس نعتیہ کلام کا انتخاب کیا ہے جو آپ کے ظہور مسعود کی بشارتوں کے سلسلہ میں مشاہیر عرب کی زبان سے ادا ہوئے ہیں اور اس نعتیہ کلام کا بیشتر حصہ شعرائے قبل اسلام کا ہے۔ ان نعت گو حضرات میں خاندان بنی ہاشم کے افراد ہی شامل نہیں ہیں بلکہ غیر ہاشمی افراد احبار و قسّیس بھی شامل ہیں۔ الخصائص الکبریٰ کی ایک یہ بھی اہم خصوصیت ہے۔ سید خیر البشر ﷺ کے خصائص اور ہر معجزہ کے سلسلہ میں جو اسناد، احادیث آپ نے پیش کی ہیں وہ علامہ کی دقتِ نظر اور ان کے تفحص اور ذہنی کاوش کی ایک روشن دلیل ہے اور ان کا یہ کارنامہ ہمیشہ تاباں اور باقی رہنے والا ہے جہاں ہر ہر قدم پر احترام و عقیدت حضور رسالت ﷺ میں اپنا سر جھکاتے ہیں اور محبت اسے اپنی آنکھوں سے لگاتی ہے۔

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

ترجمہ خصائص کبریٰ

اس سے قبل آپ کے مطالعہ سے غنیۃ الطالبین اور تاریخ الخلفاء کے تراجم گزرے ہوں گے جو اس ہیچمداں کی فکر و کاوش کا نتیجہ ہیں۔ لیکن میں یہاں بڑی صفائی سے یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ اس ترجمہ میں آپ کو میرا اسلوب اس آن بان سے نظر نہیں آئے گا جس کو آپ کی پسند اور قبول خاطر کی سند حاصل ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جناب ناشر کی جانب سے علامہ حکیم غلام معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا

ترجمہ خصائص کبریٰ مجھے اصلاحِ زبان و بیان کے لئے دیا گیا تھا اور وہ بھی کتابت شدہ اور اصرار یہ تھا کہ اسی کتابت شدہ نسخہ کی تزئینِ زبان و بیان کی جائے اور کاتب نے اس ترجمہ کی جو صورت بگاڑی تھی وہ نا قابل بیان ہے۔ ہر ہر صفحہ پر حاشیہ اور ترجمہ کی عبارت میں کانٹ چھانٹ جا بجا حواشی وہ بھی کوئی مفید تعلیق یا تشریح نہیں بلکہ فرہنگ الفاظ مشکلا گویا ترجمہ کیا تھا ایک لغت کی کتاب تھی۔ بہر حال میں اور مولانا اطہر نعیمی صاحب ہر دو جلد کا ترجمہ جہاں تک ممکن ہو سکا حک و اصلاح سے آراستہ کر کے پیش کر رہے ہیں۔ ممکن ہے آپ کی نگاہیں بعض خامیوں سے دوچار ہوں اس کے لئے مجھے معذور سمجھیں اور میری معذرت قبول فرمائیں۔[1] وَمَا تَوْفِيقِي اِلاَّ بِاللّٰه.

ائر پورٹ کراچی: ۳۱ مارچ ۱۹۷۶ء

شمس بریلوی

---

[1] ادارہ نے چونکہ کتاب کی دوبارہ کمپیوٹر کمپوزنگ کروائی ہے اس پر امید ہے کہ اب آپ کی نگاہ ان بعض خامیوں سے دوچار نہ ہوگی (ان شاء اللہ)۔ (ادارہ)

کچھ تذکرۂ مترجم

اسم گرامی: غلام معین الدین نعیمی ابن سید صابر اللہ شاہ چشتی صابری اشرفی نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت: 10 ربیع الثانی 1342ھ بمطابق 23 دسمبر 1923ء

جائے ولادت: مراد آباد۔ انڈیا

تعلیم وتربیت: مراد آباد کی مشہور دینی درسگاہ "جامعہ نعیمیہ" میں تاج العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عمر نعیمی اور صدر الفاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ کے زیر سایہ آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل وتکمیل فرمائی۔ جبکہ اسی زمانہ میں فن طب کو بھی پڑھا اور 1943ء کو وہاجیہ طبیہ کالج لکھنؤ سے "الحکیم الفاضل" کی سند حاصل کی۔ 1945ء میں آپ تحصیل علوم سے فارغ ہوئے۔

پاکستان آمد اور دینی خدمات: علوم دینیہ کے حصول کے بعد صدر الفاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں تحریک پاکستان کے لیے بڑی گرم جوشی سے کام کیا۔ ایک عرصہ تک آل انڈیا سنی کانفرنس کے منصرم رہے۔ 1950ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ غازی کشمیر حضرت مولانا ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جمعیت کا نائب ناظم مقرر فرمایا۔ آپ نے کافی عرصہ جمعیت کا ترجمان رسالہ "جمعیت" نکالنے کا اہتمام کیا اور بڑی تندہی سے اس کے لیے کام کیا۔ پھر اپنے استاد محترم حضرت صدر الفاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ہفت روزہ رسالہ "سواد اعظم" لال کھوہ اندرون موچی دروازہ لاہور سے نکالا اور بڑی استقامت کے ساتھ جب تک زندہ رہے اس کو شائع فرماتے رہے۔ اس جریدے کی خصوصیت یہ تھی کہ مسلک اہل سنت وجماعت کے تحفظ کے لئے حتی الامکان کوشش فرماتے رہے اور اسی کے ذریعے مخالفین کی فتنہ سامانیوں کا سختی سے نوٹس لیا جاتا رہا۔

تصنیف وتالیف: قبلہ مفتی صاحب نے انتہائی مشکل اور کٹھن حالات میں تقریباً پچاس کے قریب کتب تحریر کیں یا ان کے ترجمے فرماتے رہے۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1. مدارج النبوت	2 جلد	شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
2. الخصائص الکبریٰ	2 جلد	امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
3. الشفاء	2 جلد	قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
4. ماثبت من السنۃ		شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
5. کشف المحجوب		حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
6. بشریٰ الکئب بلقاء الحبیب		امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
7. اردو ترجمہ بنام دیدار حبیب		
8. الدرر المنتثرہ فی احادیث المشتہرہ		امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
9. الصواعق الالٰہیہ الرد علی الوہبیہ		علامہ الشیخ محمد سلمان رحمۃ اللہ علیہ
10. نعیم العرفان (اردو ترجمہ بنام تکمیل الایمان)		حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
11. نعیمِ رسالت		مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
12. فتاویٰ صدر الافاضل		مرتبہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
13. نعیم البیان پہلا پارہ (تفسیر قرآن پاک)		مرتبہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
14. احقاقِ حق		مرتبہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
15. حیاتِ صدر الافاضل		مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
16. فتوح الغیب (ترجمہ بنام شروح الغیب)		شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
17. مسالک الحنفاء (ترجمہ بنام والدین مصطفیٰ ﷺ)		امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
18. غنیۃ الطالبین		شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
19. مناقب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ		امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
20. قرۃ العیون (ترجمہ بنام سرورِ خاطر)		فقیہہ ابو لیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ
21. مواعظ حسنہ		حضرت علامہ امام صفوری رحمۃ اللہ علیہ
22. المیلاد نبوی ﷺ		امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
23. شواہد النبوۃ		حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ
24. اصول السماع (ترجمہ بنام مسئلۃ السماع)		حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

25. العقائد (ترجمہ فقہ اکبر) 26. وصایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

27. قصیدہ بدء الامالی 28. کتاب العقائد

ان کے علاوہ بھی آپ کی کئی تحریریں ہیں جو کہ اب لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو چکی ہیں اور ان مذکورہ کتب میں سے بھی کچھ ہی ابھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہیں۔

اللہ ﷻ مکتبہ اعلیٰ حضرت کو ان کی تمام کتب پرنٹ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وصالِ پُرملال: 12 جمادی الاخریٰ 1391ھ بمطابق 14 اگست 1971ء بروز بدھ آپ نے وصال فرمایا (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور لاہور میں میانی صاحب کے قبرستان میں بہاولپور روڈ پر مولانا غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس آسودۂ خاک ہوئے۔

نمازِ جنازہ: نمازِ جنازہ حضرت علامہ مفتی محمد اعجاز ولی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ جل وعلا میں دعا ہے کہ وہ مولانا موصوف کی خدماتِ دینیہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ آپ کے فیض کو تا قیامت عام فرمائے۔[1]

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

---

[1] حضرت علامہ موصوف کے تفصیلی حالاتِ زندگی کا مطالعہ فرمانا چاہیں تو مکتبہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے شائع ہونے والی کتاب "الشفاء شریف" جس کا ترجمہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے کا مطالعہ فرمائیں (ادارہ)

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ○ (پ۲۷، النجم۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

آفرینش میں تمام انبیاء (علیہم السلام) سے اول ہیں

اور آپ کی نبوت تمام انبیاء کی نبوت پر مقدم ہے

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "الدلائل" میں بہ طرق متعدد حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس آیت کریمہ "وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ"[1] (پ۲۱، الاحزاب ۷) کی تفسیر کے تحت روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں آفرینش میں "اول النبیین" اور بعثت میں ان کے بعد ہوں مگر میرے منصب نبوت کو ان سے پہلے ظاہر فرمایا گیا۔"[2]

ابو سہل قطان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "امالی" میں حضرت سہل بن صالح ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور اکرم ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے کس طرح مقدم ہیں حالانکہ آپ ﷺ سب کے بعد مبعوث ہوئے؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ ﷻ نے جب بنی آدم کو ان کی پشتوں سے نکال کر ان سے عہد لیا اور ایک کو دوسرے پر گواہ بنا کے فرمایا "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) اس وقت رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے جواب میں کہا "بَلٰى" (ہاں) ایک وجہ انبیاء علیہم السلام پر تقدیم کی یہ بھی

۱۔ اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا (ترجمہ کنزالایمان)

۲۔ اس سلسلہ میں متعدد احادیث وارد ہیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ایک اور حدیث میں آیا ہے اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَاٰدَمُ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ۔ (بے شک میں اللہ کا بندہ اور آخری نبی اس وقت تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں تھے۔

ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ آپ ﷺ ان سب کے بعد مبعوث ہوئے۔[1]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اور حاکم و بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''میسرۃ الفجر'' سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح و جسم کے درمیان تھے۔''

امام احمد و حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عرباض رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اللہ عزوجل کے حضور ام الکتاب (لوح محفوظ) میں یقیناً اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے۔

حاکم و بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیک وسلم! کے لئے نبوت کب لازم کی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت جب کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اور ان کے پتلے میں روح پھونکی۔''

بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے ''اوسط'' میں اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق شعبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کسی نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے۔''

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے صنابحی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو نبوت کب عطا فرمائی گئی؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں ہی تھے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ فرمایا: ''اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔''

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ حضور آپ صلی اللہ علیک وسلم! کی رسالت کا انعقاد کب ہوا؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''اس وقت جب ابو البشر روح اور مٹی کے درمیان تھے۔''

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو کس وقت نبوت دی گئی؟ فرمایا: ''جب کہ آدم علیہ السلام روح و جسد کے

1۔ یہ جتنے پیشوا آئے یہ جتنے انبیا آئے   خبر لے کر تمہارے آنے کی سب بن کے مبتدا آئے

درمیان تھے' جس وقت کہ مجھ سے میثاق لیا گیا۔"

طبرانی و ابونعیم رحمہما اللہ نے ابی مریم غسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سب سے پہلی بات کون سی تھی؟ فرمایا: "اللہ ﷻ نے مجھ سے میثاق لیا' جس طرح کہ تمام نبیوں سے ان کا میثاق لیا۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری ولادت سے قبل میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نمایاں ہوا ہے' جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

عمومِ رسالت

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "اَلتَّعْظِيْمُ وَالْمِنَّةُ فِيْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" میں اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت و توقیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبۂ اعلیٰ کے بیان میں اس قدر واضح ہے کہ اس میں قطعاً تعقید و ابہام نہیں۔ بایں ہمہ اس تقدیر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ نبیوں کے زمانے میں تشریف لے آئیں تو آپ ﷺ ان سب کی طرف رسول ہوں گے' تو گویا آپ ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی رسالت حضرت آدم ؑ کے زمانے سے قیامت تک کی تمام مخلوق کے لئے عام ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی ساری امتیں آپ ﷺ کی امت ہیں اور حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ "بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً" یعنی میں تمام نوع انسانی کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ یہ ارشاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت سے زمانۂ قیامت تک کے لوگوں کے لئے خاص نہیں بلکہ آپ ﷺ سے قبل کے لوگوں کے لئے بھی محیط ہے اور یہی بات حضور ﷺ کے اس ارشاد سے عیاں ہے۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ — میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدم روح (حدیث) وجسم خاکی کے درمیان تھے۔

اور اگر کوئی اس کی یہ تفسیر کرے کہ "اللہ ﷻ جانتا ہے کہ آپ مستقبل میں نبی ہوں گے۔" تو یہ تفسیر مناسب نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اس حقیقت ثابتہ تک رسائی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ علم خداوندی تمام اشیاء کو محیط ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت کی جو حقیقت بیان فرمائی' اس کا مفہوم یہ متعین ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت اس وقت میں بھی تھی۔ یہی وجہ تو ہے کہ حضرت آدم ؑ نے آنکھ کھولتے ہی حضور اکرم ﷺ کا اسم مبارک عرش الٰہی پر "محمد رسول اللہ" لکھا دیکھا۔ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ کی نبوت تکمیل وتخلیق آدم ؑ سے پہلے تھی۔

اور اگر صرف علم الٰہی میں آپ ﷺ کا نبی ہونا مانا جائے یعنی یہ کہ آپ آئندہ ایک وقت مقررہ

پر نبی ہوں گے۔تو یہ معنی مراد لینے سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: "میں نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح وجسد کے درمیان تھے۔" اس لئے کہ علم الٰہی میں تو تمام انبیا علیہم السلام کی نبوتیں اس وقت بھی تھیں اور اس سے پہلے بھی تھیں۔اس میں حضور ﷺ ہی کی کیا تخصیص ہے؟ حالانکہ حضور ﷺ نے اس کا تذکرہ اسی لئے فرمایا کہ آپ ﷺ کی امت کو پتہ چل جائے کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو کس قدر مرتبۂ اعلیٰ سے نوازا ہے اور آپ ﷺ کی نبوت تمام نبیوں کی آفرینش سے بھی پہلے موجود اور متعین تھی۔

حضرت شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ میں اس خصوصی قدر ومنزلت کو سمجھنا چاہتا ہوں تو اس کی تفہیم یہ ہے کہ نبوت ایک وصف ہے اور وصف کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے موصوف کے ساتھ موجود ہو۔حالانکہ وصفِ نبوت کا بیان ولادت کے چالیس سال بعد ہوا ہے تو پھر اس سے ماقبل یا بعثت سے پہلے کے زمانہ کو اس کے ساتھ کیسے متصف کر سکتے ہیں اور اگر یہ بات آپ کے لئے صحیح ودرست ہے تو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی یہ بات صحیح و درست ہوگی؟

اس اعتراض کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ ﷻ نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا پس قرین صواب ہے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ "کُنْتُ نَبِیًّا" (میں نبی تھا) اپنی روح یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ ہو اور حقائق کے ادراک سے ہماری عقلیں عاجز وقاصر ہیں۔ بلاشبہ کلی حقائق کو اللہ ﷻ ہی جانتا ہے یا پھر مشیت خداوندی کے تحت جزوی طور پر کچھ ان کو بھی بتادیا جاتا ہے جن کی نور الٰہی سے مدد کی جاتی ہے۔

پھر ان حقائق کے انکشاف واظہار میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جس حقیقت کو جس وقت اور جس قدر مناسب ہوتا ہے ظاہر فرمادیتا ہے۔لہٰذا نبی کریم ﷺ کی حقیقت کو ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے ہی یہ وصف اس طرح عطا فرمادیا ہو کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی تخلیق ہی اس کے ساتھ فرمائی ہو اور آپ نبی ہوگئے ہوں اور آپ ﷺ کا اسم مبارک عرش پر لکھا ہو اور رسالت وبعثت آپ ﷺ کو دے دی گئی ہو تاکہ تمام فرشتے اور مخلوق جان لے کہ خدا کے نزدیک آپ ﷺ کی کیسی عزت ہے۔لہٰذا آپ کی حقیقت اس وصف کے ساتھ اس وقت موجود تھی اگرچہ آپ کا وہ جسم اقدس جو اس صفت سے متصف ہے متاخر ہے۔

اس میں شک وشبہ نہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت، آپ ﷺ کے خصائص نبوت اور آپ ﷺ کا منصب رسالت اس عالمِ آب وگل جسے عالم للانفس سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام انبیاء سے متاخر ہے لیکن

عالم غیب و عالم ارواح میں آپ سب سے مقدم ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ جو لوگ اہل کرامت سے ہیں اللہ ﷻ نے ان میں کرامت کا فیضان اس عالم مادی میں ان کے وجود میں آنے کے بعد کیا ہو۔ بہر حال اس میں شبہ نہیں کہ ہر ظہور پذیر شے کا کلی اور تفصیلی علم رب العالمین کو ازل سے ہے اور ہم اللہ ﷻ کے اس علم کے بارے میں بہت ہی کم' ذرّہ اور کائنات کی نسبت کے مطابق جانتے ہیں اور اسی کے لحاظ سے انسان کو مکلف بنایا گیا تا کہ ہم بساط بھر معرفت حاصل کر کے خالق و مخلوق سے اپنے تعلق کو سمجھ کر عدل و اعتدال کے ساتھ دونوں کے حقوق ادا کرتے رہیں۔

اکتساب علم کے دو ذریعے ہیں۔

ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ ہم کو دلائل و براہین کے ذریعہ کچھ معلوم ہو یعنی معلوم سے علت کو جانیں۔ اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل و برہان کی ضرورت پیش نہ آئے بلکہ وہ ظاہر و عیاں ہو لیکن ان دونوں ذریعوں کے مابین اللہ ﷻ کے عمل تکوینی یا تخلیقی کے کچھ واسطے ہیں۔ ان میں سے کچھ واسطے افعال الٰہیہ کے ظہور کے بعد مخلوق پر ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ ایسے وسائط ہیں جو اس محل فعل کو کمال تک پہنچاتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ یہ افعال کسی مخلوق پر ظاہر ہوں لیکن ہر فعلِ الٰہی محلِ انفعال کو ان کمالات تک پہنچاتے ہیں جو اس محل میں اس کی خلقت کے اعتبار سے اس میں ودیعت کر دیئے گئے ہیں اور آخر کار محلِ فعل (مفعول) کو وہ کمال حاصل ہو جاتا ہے جو اس کی تخلیق میں ودیعت کر دیا گیا ہے لیکن یہ وسائط علمی انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے مخصوص ہیں۔ عوام ان کے حصول سے محروم ہیں۔ جس طرح حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا علم قوموں کو جبھی ہوا جب کہ آپ پر قرآن کریم نازل ہوا اور پہلی مرتبہ جبریل علیہ السلام قرآن (پہلی وحی) لے کر آئے۔ یہ بات اللہ ﷻ کے افعال سے ایک فعل ہے جو اس کی معلومات کا ایک جز ہے اور اس کی قدرت کے آثار اس کے ارادے اور اس کے اختیار جو کسی خاص فعل کے ساتھ وابستہ ہوں اس کا ایک حصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ ''خیر الخلق'' ہیں لہٰذا کسی مخلوق کا کمال آپ ﷺ کے کمال سے برتر نہیں اور نہ کسی کا مقام آپ ﷺ کے مقام سے اعلیٰ تر۔

یہ بات ہم نے صحیح حدیث کے ذریعہ جانی کہ یہ کمال آپ ﷺ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے حاصل تھا جسے حق تعالیٰ ﷻ نے اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام سے عہد و پیمان لئے تا کہ وہ سب جان لیں کہ آپ ﷺ ان پر مقدم ہیں اور آپ ان کے بھی نبی اور رسول ہیں اور اللہ ﷻ نے جو عہد اور میثاق لیا ہے اس میں آپ ہی کا خلیفہ بنانا بیان کیا گیا ہے اور اس کا مقصود آپ ہی کی ذات ہے۔ اسی بناء پر آیہ کریمہ ''لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ''

(پ۳ آل عمران ۸۱) میں لام قسم کے لئے آیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام سے جو عہد و پیمان لیا گیا۔ گویا وہ اس بیعت کی مانند ہے جو خلفاء کے نائبوں سے بوقت استقرار خلافت لی جاتی ہے اور عین ممکن ہے کہ نائبین سے جو حلف لیا جاتا ہے وہ اسی کی اصل بھی ہو۔

اب حضور اکرم ﷺ کی عظمت شان اور رفعت مقام پر غور کیجئے جو بارگاہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہے۔ غور وتدبر کے بعد آپ کی سمجھ میں آ جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ "سردار انبیاء" اور "امام الرسل" ہیں اور اس کا ظہور آخرت میں ہوگا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے علَم کے نیچے ہوں گے جس طرح شب معراج میں حضور ﷺ نے ان کی امامت فرمائی تھی۔

مسئلہ کی وضاحت اور زیر بحث گفتگو مزید ذہن نشین کرنے کے لئے فرض کیجئے کہ اگر آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانوں میں سے کسی کے زمانے میں اس دنیا میں تشریف لے آتے تو ان پر اور ان کی امتوں پر واجب ہو جاتا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور اتباع کریں۔ اسی لئے اللہ ﷻ نے ارواح انبیاء علیہم السلام سے عہد و پیمان لیا کہ آپ ﷺ کی نبوت سب پر محیط اور آپ ﷺ کی بالا دستی سب پر قائم ہے۔ یہ حیثیت آپ ﷺ کو معنوی طور پر حاصل ہے۔ بلاشبہ یہ بات آپ ﷺ کے ساتھ ان کے اجتماع پر موقوف ہے اور اس بات میں تاخیر ان کے وجود کی طرف راجع ہے نہ کہ ان کے عدم اتصاف کی جانب۔ جیسا کہ اس کا اقتضاء ہے کیونکہ یہ دو باتیں الگ الگ ہیں۔

ایک یہ کہ فعل کا اس بات پر موقوف ہونا کہ فعل کے محل میں قبول فعل کی صلاحیت ہے یا نہیں اور دوسری بات یہ کہ فاعل میں یہ اہلیت ہے کہ نہیں کہ وہ محل فعل میں صلاحیت قبول فعل پیدا کرے۔ ان دونوں باتوں کے مابین ایک عظیم فرق ہے۔ لہٰذا اس جگہ نہ تو فاعل کی جہت سے توقف ہے اور نہ نبی کریم ﷺ کی ذات شریفہ کی جہت سے توقف ہے بلکہ وجود زمانہ کی جہت سے کہ وہ فعل اس پر مشتمل ہے موقوف ہے۔ اب اگر یہ بات ان کے زمانے میں پائی جائے تو بلاشبہ آپ ﷺ کا اتباع ان پر لازم آتا ہے۔ اسی بنا پر آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کی شریعت پر آئیں گے اگرچہ آپ علیہ السلام اپنے حال پر نبی ورسول ہوں گے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے ایک امتی بن کر آئیں گے۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کی امت کے ایک فرد ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کا اتباع کریں گے اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت پر قرآن وسنت کے تحت حکم فرمائیں گے اور اَوَامِرْ وَنَوَاہِیْ سے ہر اس

چیز کا حکم فرمائیں گے جو حضور ﷺ کی امت سے متعلق ہے۔ جس طرح کہ تمام امتوں سے متعلق ہوتا ہے۔ بایں ہمہ وہ علیٰ حالہٖ باعظمت نبی ہیں اور ان کی نبوت اور شرف نبوت سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر حضور ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانوں میں مبعوث ہوتے تو وہ تمام انبیاء کرام اپنی اپنی نبوت و رسالت پر جو ان کی امتوں کی طرف ہے برقرار رہتے اور ہمارے نبی کریم ﷺ ان سب کے اوپر نبی ہوتے اور آپ کی رسالت انبیاء کرام اور ان کی امتوں سب پر ہوتی۔

لہٰذا حضور ﷺ کی نبوت و رسالت عام تر، شامل تر اور عظیم تر ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کے ساتھ اصول میں حضور ﷺ کی شریعت متفق ہے۔ اسی لئے شرائع کے اصول میں اختلاف نہیں ہوتا ہے۔

اب رہا حضور اکرم ﷺ کی شریعت مطہرہ کا تقدم، ان مسائل میں جو فروعات سے تعلق رکھتے ہیں اور جن میں اختلاف کا وقوع ہے خواہ یہ اختلاف بر سبیل تخصیص ہو یا بر سبیل نسخ، تو یہ نسخ ہے نہ تخصیص، بلکہ ان اوقات میں ان امتوں کی نسبت سے جن میں ان کے انبیاء احکام لائے، درحقیقت حضور اکرم ﷺ کی ہی شریعت تھی اور اس زمانے میں ان امتوں کی طرف منسوب ہونے سے ان کی شریعت کہلائی گئی۔ لہٰذا اختلاف اشخاص و زمانہ کے اعتبار سے فروعی احکام میں اختلاف ہے۔ اس تقریر سے ہمیں ان دونوں حدیثوں کا مطلب واضح طور پر معلوم ہو گیا۔ اس سے پہلے ہم پر اس کا مفہوم مخفی تھا۔

ایک یہ حدیث کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔" اس کا مطلب ہم نے بیشک یہ لیا تھا کہ اس سے مراد وہ امت ہے جو آپ ﷺ کے زمانے سے قیامت تک ہوگی، مگر اب یہ علم ہوا کہ تمام نوع انسانی آپ کے حلقہ رسالت میں شامل ہے، قطع نظر اس سے کہ عہد ماقبل میں گزر چکی ہے یا زمانہ بعد میں آئے۔

دوسری یہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز روح و جسم کے درمیانی مرحلہ میں تھے۔

اس کا مطلب ہم یہ سمجھے ہوئے تھے کہ علم و ارادۂ الٰہی میں آپ ﷺ نبی تھے مگر اب یہ ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد مزید فضل و کمال اور عالمگیر رسالت اور ہمہ وقتی نبوت اور مطلق و بے قید ازمنہ (زمانے) کے لئے پیغمبری کا حامل ہوتا ہے۔

اور بلاشک یہی فرق اس حال کے مابین ہے جو حضور اکرم ﷺ کے عالم اجسام میں جلوہ فرما

ہونے اور خاکدانِ عالم کی ظلمتوں کو جمال جہاں آرا کی تابشوں سے منور فرماتے اور شیر خوارگی و طفلی کے مراحل سے گزر کر جوان ہونے تک اور اس کے بعد عمر شریف کے چالیس سال پورے ہونے پر آپ کی بعثت اور اس کے ابلاغ کے درمیان نسبت ہے۔ تو یہ نسبت نہ رسول اکرم ﷺ کی طرف ہے نہ لوگوں کی طرف۔ اگر لوگ اس سے پہلے سننے کے قابل ہوتے۔ بلکہ شرائط پر احکام کو معلق کرنا کبھی محل قبولیت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی فاعل مُجرِیٰ کے سبب سے۔ تو اس جگہ محل قبولیت کے لحاظ سے تعلق ہے اور وہ آپ ﷺ کی نوع انسانی کی طرف بعثت اور ان پر ابلاغ کرنا ہے اور حضور ﷺ کے جسمانی وجود کا ان کی نظروں کے سامنے ہونا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک باپ کسی شخص کو اپنی لڑکی کے نکاح کے لئے اس شرط کے ساتھ وکیل بنائے کہ جب کوئی کفو ملے تو نکاح کر دینا اور وہ وکیل کفو ملنے پر اس لڑکی کا نکاح کر دے تو یہ وکالت صحیح ہے اور وہ شخص ایسی وکالت کا اہل ہے اور کبھی فاعل مُجرِیٰ کا وقوف کفو کے وجود پر ہوتا ہے اور کفو ایک عرصہ کے بعد میسر آتا ہے تو ایسی صورت میں جو کچھ توقف و تاخیر ہوئی اس سے وکالت کی صحت اور وکیل کی اہلیت میں حرج نہیں آتا۔ (علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ)

مَلَأِ اعلیٰ پر حضور ﷺ کا اسم مبارک

حاکم، بیہقی اور طبرانی رحمہم اللہ نے ''صغیر'' میں اور ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب خطا سرزد ہو گئی تو انہوں نے التجا کی: ''اے رب! بہ حق محمد ﷺ مجھے بخش دے۔''

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: ''تم نے محمد ﷺ کو کس طرح جانا؟''

عرض کیا: ''جب تو نے میرے پتلے کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جان آفرینی کی، میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عرش اعلیٰ کے ستونوں پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے تو میں نے جان لیا کہ جس ذات اقدس کا نام نامی تیرے اسمِ گرامی کے ساتھ مکتوب ہے یقیناً وہ تیری بارگاہ میں دیگر ساری مخلوق سے اعلیٰ و محترم ہوگا۔''

رب عظیم نے فرمایا: ''اے آدم! تم نے ٹھیک سمجھا۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا نہ کائنات کو۔'' حدیث قدسی ہے۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے: لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔ اس حدیث قدسی کے یہی معنی ہیں یعنی یہ تمام کائنات اور عالم اجساد صدقہ ہے وجود باجود جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے کعب احبار ﷺ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو انبیاء و مرسلین کی گنتی کے برابر لاٹھیاں دیں۔ یہ تعین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ لاٹھیاں کتنی اور کیسی تھیں۔ (واللہ اعلم بالصواب) بعد ازاں حضرت آدم علیہ السلام اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اے میرے فرزند! جب میرے بعد تم میرے قائم مقام ہو تو اس منصب خلافت کو عمارۃُ التَّقْوٰی اور عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی کے ساتھ لو اور جب تم حق تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی نام نامی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا لیا کرو۔ کیونکہ میں نے عرش الٰہی کے ستونوں پر آپ ﷺ کا نام نامی اس وقت لکھا دیکھا جبکہ میں روح و مٹی کے درمیانی مرحلہ میں تھا۔ اس کے بعد مجھے آسمانوں پر پھرایا گیا تو میں نے آسمان میں ہر جگہ اور ہر مقام پر محمد ﷺ لکھا دیکھا۔ پھر میرے رب نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو میں نے جنت میں ہر محل اور ہر دریچہ پر اسم محمد ﷺ تحریر دیکھا۔ نیز میں نے نام محمد ﷺ کو حور العین کی پیشانیوں پر اور جنت کے بردرختان سبز پر اور درخت طوبیٰ کے ہر پتہ پر اور سدرۃُ المنتھیٰ کے ہر ورق پر اور پردوں کے ہر گوشے پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا دیکھا ہے تو تم اس اسم گرامی کا کثرت سے ذکر کرو کیونکہ فرشتے اس کا ورد کرتے ہیں۔

ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شب معراج جب مجھے لے جایا گیا تو میں نے عرش اعلیٰ کے ستونوں پر لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَـمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَیَّدْتُہٗ بِعَلِیٍّ یعنی ''خدا کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں' بے شک ان کی سربلندی کے ساتھ تائید کی'' لکھا دیکھا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معراج کی شب مجھے سیر کرائی گئی تو میں نے عرش پر ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ، عُمَرُ الْفَارُوْقُ، عُثْمَانُ ذُوالنُّوْرَیْنِ'' لکھا دیکھا۔

ابو یعلیٰ، طبرانی رحمہما اللہ صاحب اوسط، ابن عساکر اور حسن بن عرفہ رحمہم اللہ نے اپنی کتاب ''مرویات ابو ہریرہ'' میں روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معراج کی شب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو ہر آسمان پر ''محمد اللہ کے رسول اور ابو بکر صدیق میرے خلیفہ ہیں'' میں نے لکھا دیکھا۔

بزار رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مجھے معراج کی شب آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے ہر آسمان پر اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔''

دار قطنی، ابن عساکر، حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ وغیرہ جیسے اجلہ اکابر محدثین نے بڑی صراحت و

وضاحت کے ساتھ اپنی اپنی تصانیف میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج شریف کی سیر میں اپنا اسمِ گرامی عالم بالا میں ہر مقام پر تحریر پایا۔

چنانچہ محدث دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے "الافراد" میں اور خطیب و ابن عساکر رحمہما اللہ نے بروایت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "شب معراج مجھے سیر کراتے ہوئے عرش پر لے گئے تو وہاں کے سبز پردوں پر سفید نورانی حروف سے میں نے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ عُمَرُ الْفَارُوْقُ عُثْمَانُ ذُو النُّوْرَيْنِ" لکھا دیکھا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازوں پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہوا ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں جس کے پتوں پر "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" نہ لکھا ہوا ہو"

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کو صحیح کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور تمہاری امت میں سے جو کوئی ان کو پائے اسے حکم دو کہ ان پر ایمان لائے کیونکہ اگر محمد ﷺ کی جلوہ گری نہ ہوتی تو نہ آدم ہوتے اور نہ جنت و دوزخ ہوتی۔ اور میں نے عرش کو پانی پر مقیم کیا تو وہ متحرک تھا۔ پھر میں نے اس پر لکھا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو وہ ٹھہر گیا۔"

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان "محمد رسول اللہ خاتم النبیین" لکھا ہوا تھا۔

مظاہرِ عالم میں آیاتِ قدرت

بزار رحمۃ اللہ علیہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ وہ خزانہ جس کا ذکر اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے وہ سونے کی تختی ہے، جس میں لکھا ہوا ہے کہ:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں اس شخص سے تعجب کرتا ہوں کہ جو قدرت پر یقین رکھتا ہے، پھر وہ غمگین بھی ہوتا ہے۔ نیز میں اس شخص پر حیرت کرتا ہوں جو جہنم کی ہولناکیوں کو یاد رکھتا ہے، پھر وہ ہنستا ہے اور مجھے اس شخص پر بھی حیرت اور تعجب ہوتا ہے جو موت کو یاد رکھنے کے باوجود پھر اس سے غافل

رہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"

تقریباً اسی مضمون کی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ جس کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ جس کو خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "قمع الحرص" میں روایت کیا ہے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگشتری کے نگین کا رنگ آسمانی تھا۔ یہ نگین ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ نگین اپنی انگشتری کے حلقہ نگین میں جڑوالیا تھا' اس نگین پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کندہ تھا۔"

عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء" میں اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی کے نگینہ میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نقش کیا ہوا تھا۔"

ابن عساکر و ابن نجار رحمہما اللہ نے اپنی اپنی تاریخوں میں ابو الحسن علی بن عبد اللہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ میں بلادِ ہند گیا تو میں نے ایک گاؤں میں سیاہ رنگ کے پھول کا ایک درخت دیکھا۔ وہ سیاہ پھول ایک بڑے پھول میں کھلتا تھا نہایت پاکیزہ خوشبو' اس کی پنکھڑیوں کا رنگ سیاہ تھا اور ان پتیوں پر سفید حروف میں "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَبُوْبَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُ عُمَرُ الْفَارُوْقُ" لکھا تھا۔ مجھے شبہ ہوا اور میں نے گمان کیا کہ شاید یہ پھول مصنوعی ہے۔ اس کے بعد میری نظر ایک اور کلی پر پڑی۔ میں نے ہاتھ سے اسے کھولا تو دیکھا اس میں بھی ویسا ہی لکھا ہوا تھا۔ اس بستی میں ایسے پھول بکثرت تھے حالانکہ اس بستی کے باشندے بت پرست تھے' وہ اللہ تعالیٰ کو جانتے بھی نہیں تھے۔

عہدِ آدم علیہ السلام اور ملأ اعلیٰ میں اذان کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت عطاء رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام سرانديپ[1] میں اتارے گئے تو انہیں وحشت و پریشانی لاحق ہوئی۔ جبریل علیہ السلام کا نزول ہوا اور اذان دینی شروع کر دی۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ

1۔ بعض مورخین نے ارضِ ہبوطِ آدم علیہ السلام جزیرہ سرانديپ کو بتایا ہے لیکن مورخین اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ جزیرہ لنکا موجودہ مملکت سری لنکا ہے یعنی حضرت ابو البشر جنت سے ہبوط کے بعد لنکا میں پہنچے اور حضرت حوا عرب پہنچیں۔ مولانا آزاد بلگرامی نے اس سلسلہ میں بہت ہی روایتوں کو یکجا کیا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ لنکا کے پہاڑ جبل آدم کی شہرت اسی باعث ہے۔

اَکْبَرُ ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ دو مرتبہ ۔حضرت آدم علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا:

''محمد (ﷺ) کون ہیں؟''

جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: ''یہ تمہارے ایک فرزند انبیا علیہم السلام میں سے ہیں۔''

بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا' جب اللہ عزوجل نے ارادہ فرمایا کہ اپنے رسول ﷺ کو اذان سکھائے تو جبریل علیہ السلام ایک براق لے کر پہنچے۔ جب آپ ﷺ نے سوار ہونے کا قصد کیا تو براق نے شوخی کی۔ اس وقت جبریل علیہ السلام نے فرمایا۔ اطاعت کے لئے ٹھہر جا! خدا کی قسم محمد ﷺ خدا کے برگزیدہ ترین بندے تجھ پر سوار ہوں گے۔ سکوت براق کے بعد آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے یہاں تک کہ اس حجاب عظمت تک آئے جو بارگاہ رحمٰن کے نزدیک ہے۔ اسی دوران اس حجاب کی پشت سے ایک فرشتہ باہر آیا اور اس نے کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ حجاب کے پیچھے سے آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا' میں اکبر ہوں' میں اکبر ہوں۔ اس کے بعد فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حجاب کی پشت سے کہا گیا' میرے بندے نے سچ کہا' میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور پردۂ حجاب کے پیچھے سے آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا' میں نے محمد ﷺ کو رسول بنایا۔ اس کے بعد فرشتے نے کہا حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ' قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ اس کے بعد کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پس عقب پردہ سے کہا گیا۔ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں اکبر ہوں' میں اکبر ہوں۔ فرشتے نے پھر کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پس پردہ سے کہا گیا۔ میرے بندے نے سچ کہا' میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس کے بعد فرشتے نے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا۔ آسمان والوں میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام بھی تھے۔ اس دن اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کے لئے آسمان و زمین والوں پر اشرف و کمال اور برتری کو کامل فرمادیا۔

انبیاء علیہم السلام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد و پیمان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَ

أَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِيْ ؕ قَالُوْا أَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ
أَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (پ۳ سورہ آل عمران ۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں' پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں' تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی' ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ' سدی رحمۃ اللہ علیہ سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا کہ اللہ عزوجل نے اس سے یہ عہد و پیمان نہ لیا ہو کہ محمد ﷺ پر ضرور ایمان لانا اور آپ ﷺ کی مدد کرنا' بشرطیکہ وہ تمہارے زمانہ حیات میں ظہور پذیر ہو جائیں' ورنہ اپنی امت سے عہد و میثاق کر لینا کہ وہ سب ان ﷺ پر ایمان لائیں اور مدد کریں بشرطیکہ ان کے زمانہ حیات میں وہ مبعوث ہو جائیں۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند کریب رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اللہ عزوجل حضور ﷺ کا مذکور (ذکر) حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد میں مبعوث ہونے والے انبیاء کرام علیہم السلام سے فرماتا رہا۔ تمام سابقہ امتیں اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام سے بشارت ظہور سنتی رہیں اور آپ کے وسیلہ سے دعائے فتح و ظفر مانگتی رہیں حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو بہترین امت' بہترین عہد' بہترین صحابہ رضی اللہ عنہم اور بہترین شہر میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے اس شہر میں جب تک اللہ نے چاہا قیام فرمایا[1]۔ یہ شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حرم تھا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت مدینہ کے لئے حکم فرما دیا۔ اس لئے وہ شہر حضور ﷺ کا حرم ہے تو گویا مقام بعثت اور مقام ہجرت دونوں حرمین ہیں۔

۱۔ علامہ شبلی اور قاضی سلیمان منصور پوری سیرۃ النبی اور رحمۃ للعالمین میں تحقیق و دلیل کے بعد رسول اکرم ﷺ کی ولادت کی تاریخ ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء یوم دوشنبہ وقت صبح صادق تحریر کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں نزول کی تاریخ ۸ ربیع الاول سنہ ۱ھ ہے یعنی سنہ ۱۳ نبوت ہے جب آپ نے نماز ادا فرما کر وہاں مسجد کی بنیاد ڈالی۔ مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت آپ کی عمر شریف ۵۳ سال تھی اور ۱۳ سال آپ کی بعثت کو ہو چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ کے قیام کی مدت ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوت مطابق سنہ ۱ھ تا ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ یوم دوشنبہ ہے یعنی کامل ۱۰ سال۔ اس طرح عمر شریف ۶۳ سال ہوتی ہے۔ آپ کی ولادت شریف' ہجرت اور وصال مبارک میں یوم دوشنبہ مشترک ہے۔

آپ دعائے خلیل علیہ السلام اور نوید عیسیٰ علیہ السلام ہیں

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دعا کی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ [1] تو ان سے فرمایا گیا کہ ہم نے تمہاری درخواست قبول کر لی اور وہ ختم الانبیاء سب کے بعد جلوہ افروز ہوں گے۔

امام احمد، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔“

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبادہ بن صامت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ کسی نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔“ ارشاد فرمایا: ”ضرور۔ میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور جن لوگوں نے میرے ظہور کی بشارت دی تھی، ان میں آخری بشارت دینے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، میں ان کی بشارت ہوں۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق جوبیر از ضحاک رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ انہوں نے اس وقت دعا مانگی جب وہ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ [2] یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مجھے ظاہر فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اولادِ ابراہیم کو بشارت

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب اللہ جل جلالہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیوی ہاجرہ کے رخصت کرنے کے لئے حکم فرمایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہوئے۔ جب آپ کا گزر زرخیز و شاداب علاقہ پر ہوتا تو فرماتے ”اے جبریل علیہ السلام! یہاں اتروں؟“ مگر جبریل علیہ السلام منع کرتے رہے حتیٰ کہ مکہ آ گئے۔ اب جبریل علیہ السلام نے کہا ”سیدنا ابراہیم علیہ السلام! یہاں پر اتر جائیے۔“ آپ نے کہا ”اس مقام پر نہ دودھ دینے والے جانور ہیں اور نہ کھیتی ہے۔“ انہوں نے کہا ”ہاں یہاں اتر جائیں۔ اسی جگہ اللہ جل جلالہ آپ کے فرزند کی نسل سے اس نبی امی ﷺ کو

---

[1] رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (پ ا البقرہ ۱۲۹) ترجمہ: اے رب! ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو جو ان کو تیری آیات سنائے ان کو کتاب حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔

مبعوث فرمائے گا جس کے ذریعہ کلمۂ دینِ حق کی تشریح و تکمیل فرمائے گا۔"

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب ہاجرہ اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ نکلیں تو کسی شخص نے ان سے کہا: "اے ہاجرہ! تمہارا یہ فرزند کثیر خاندانوں کا باپ ہے اور انہیں کی نسل سے نبی اُمی ﷺ پیدا ہوں گے جو حرم کے بسانے والے ہوں گے۔"[1]

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی مروی ہے کہ فرمایا اللہ ﷻ نے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میں تمہاری نسل سے بادشاہ اور انبیاء پیدا کروں گا اور اس نبی تہامی کو مبعوث فرماؤں گا جس کی اُمت بیت المقدس کے ہیکل کو مسجد بنائے گی وہ نبی خاتم الانبیاء ہوگا اور اس کا نام نامی احمد ﷺ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ کے ظہور کی بشارت

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب معد بن عدنان کی اولاد چالیس ۴۰ مردوں پر پہنچی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور ان میں لوٹ مار مچادی۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی۔ اللہ ﷻ نے بذریعہ وحی فرمایا: "اے موسیٰ! ان کے لئے بددعا نہ کرو۔ اس لئے کہ ان لوگوں کی نسل سے نبی اُمی بشیر و نذیر پیدا ہوں گے۔ نیز ان میں اُمت محمدیہ پیدا ہوگی۔

یہ لوگ خدا کے تھوڑے رزق پر راضی ہوں گے اور خدا ان کے تھوڑے عمل سے راضی ہوگا اور وہ اُمت لا الٰہ الا اللہ کہتی ہوئی داخلِ فردوس ہوگی۔ ان کے نبی محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ جو اپنی وضع قطع میں متواضع ہوں گے۔ ان کا سکوت، حکمت و دانائی کی وجہ سے ہوگا۔ ان کی گفتگو حکمت و دقائق پر مبنی ہوگی، حلم اور سنجیدگی ان کی خصلت ہوگی۔ میں اہل قریش کے

---

[1] کعبہ شریف کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دستِ مبارک سے ہوئی۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ (پ۱ البقرہ ۱۲۷) جس زمین پر کعبہ کی تعمیر ہوئی وہ ایک بے آب و گیاہ میدان تھا۔ جس کو قرآن حکیم نے بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (پ۱۳ ابراہیم ۳۷) فرمایا ہے یعنی ایسی وادی جو قابل زراعت نہ ہو۔ بنائے کعبہ کے وقت یہ جگہ آبادی سے بالکل خالی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی لئے اس کی آبادی کی دعا فرمائی تھی جو بارگاہِ صمدی میں قبول ہوئی۔

حضرت عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے براق پر سوار ہو کر شام سے مکہ تشریف لاتے اسی روز واپس ہو جاتے۔ ایک مدت مدید کے بعد حق تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا۔

بہترین گھرانے میں ان کو پیدا کروں گا وہ قریش کے منتخب روزگار فرد ہوں گے۔ تو وہ بہتر ہیں اور بہتر لوگوں کی طرف مبعوث ہیں اور ان کے متبعین اچھائی اور خیر کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

کتب سماویہ میں حضور ﷺ کا تذکرہ

اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ (پ۹ اعراف ۱۵۷)

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ (کنز الایمان)

اللہ ﷻ کا مزید ارشاد چھبیسویں پارہ میں اس طرح ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (پ۲۶ الفتح آخری ۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل ورضا چاہتے۔ اس کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔ (کنز الایمان)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عطاء بن یسار ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے ملا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی کوئی خاص بات بتائیے تو انہوں نے کہا' ہاں! خدا کی قسم آپ ﷺ توریت میں بیان کردہ اوصاف سے متصف ہیں اور آپ ﷺ کی بہت کچھ صفتیں قرآن میں ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ ﷺ کو شاہد' مبشر' نذیر اور اُمیوں کا کر کے رسول بنایا۔ آپ ﷺ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کا نام المتوکل رکھا۔ نہ آپ ﷺ بدخلق ہیں اور نہ سخت مزاج اور نہ درشت خو۔ نہ آپ ﷺ بازاروں میں زور سے بولنے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں بلکہ عفو و درگزر آپ ﷺ کی

خصلت ہے۔اللہ ﷻ آپ ﷺ کی روح مبارک اس وقت تک قبض نہ فرمائے گا جب تک کہ کجرو سیدھے نہ ہو جائیں اور وہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ کہہ لیں۔آپ ﷺ کے ذریعہ اندھی آنکھیں بہرے کان اور دلوں کے پردے کھولے گا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں بہ طریق محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن سلام رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی ہجرت مکہ کی خبر کو سنا تو وہ حضور ﷺ کی زیارت کو آئے۔آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

''اے ابن سلام تم اہل مدینہ کے عالم ہو؟''

انہوں نے عرض کیا:''ہاں۔''آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے توریت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔کیا تم میری صفت اللہ کی کتاب (توریت) میں پاتے ہو؟''

عبد اللہ بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا:''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے رب کا نسب بیان کیجئے؟''

یہ سن کر حضور اکرم ﷺ پر ارتعاش کی کیفیت طاری ہو گئی۔عین اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر وحی سنائی:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (پ۳۰ الاخلاص)	تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اس کے جوڑ کا کوئی (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ ''دل نشین و دل کشا'' کلام سن کر عرض کیا:''میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور بلاشبہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے دین کو تمام دینوں پر غالب فرمائے گا۔اور بلاشبہ میں نے خدا کی کتاب (توریت) میں یہ پڑھا ہے کہ''اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو شاہد مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔میں نے آپ کا نام متوکل رکھا۔آپ نہ سخت مزاج' دُرشت خو اور بد گو ہیں اور نہ بازاروں میں چیخنے چلانے والے ہیں اور نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیں گے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں گے اور اللہ ﷻ اس وقت تک آپ کی روح کو قبض نہ فرمائے گا جب تک کہ کجرو لوگ سیدھی راہ پر نہ آ جائیں اور وہ دل کے اخلاص کے ساتھ نہ کہنے لگیں ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ان کے ذریعہ اللہ ﷻ اندھی آنکھیں بہرے کان اور دلوں کے پردے کھولے گا۔''

اس کے بعد بہ طریق زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن سلام ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی تعریف توریت میں اس طرح ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔ (پ۲۲ الاحزاب ۴۶) آخر تک اس آیت قرآن کو پڑھا۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن سلام ﷺ سے اسی کی مانند حدیث بیان کی۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے کعب ﷺ سے روایت کی کہ پہلی سطر میں ہے:

"محمد ﷺ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ نہ وہ بد خلق و سخت مزاج اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں۔ مگر بہت زیادہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ ان کی ولادت کا مقام مکہ مکرمہ اور ہجرت کا مقام مدینہ طیبہ اور ان کی مملکت شام میں ہے۔"

اور دوسری سطر میں ہے:

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں' ان کی اُمت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہے وہ ہر خوشی اور غم میں اللہ ﷻ کی حمد کریں گے اور ہر جگہ اللہ ﷻ کی حمد کریں گے اور ہر بلندی پر اس کی کبریائی بیان کریں گے۔ سورج پر نگہداشت کرتے ہوئے نمازیں پڑھیں گے۔ اگر چہ وہ سواری پر سوار ہوں اور وہ لوگ اپنی کمروں پر تہبند باندھیں گے' ان کے اعضاء وضو روشن ہوں گے اور رات کے وقت ان کی آوازیں فضائے آسمانی میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند گونجتی ہوں گی۔"

(یہ حدیث اصحاب طریقت کے لئے حجت ہے)

دارمی' ابن سعد اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بہ روایت ابی فروہ رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ انہوں نے کعب احبار ﷺ سے دریافت کیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف توریت میں کس طرح پائی؟ حضرت کعب[1] ﷺ نے بتایا۔ ہم نے توریت میں پڑھا ہے کہ محمد بن عبد اللہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے جائیں گے اور ان کا ملک شام ہوگا۔ نہ وہ "بے ہودہ گو" ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد کرے گی' وہ ہر رنج و راحت میں حمد کرے

---

[1] کعب بن سلام ﷺ نے رسول اکرم ﷺ کے جو اوصاف و حالات بیان کئے ہیں اور کتب سماوی کی جو پیشگوئیاں پیش کی ہیں وہ ان کے اپنے الفاظ ہیں۔ عبرانی زبان سے عربی میں آئے۔ قارئین کرام ملاحظہ کریں کہ آیات قرآنی ان کتب سماوی کی آیات کے مترادف ہیں۔ یعنی ان مفاہیم کو پیش کرتی ہیں جو کتب سماوی میں بزبان عبرانی بیان کئے گئے ہیں۔

گی اور ہر بلندی پر اللہ ﷻ کی کبریائی بیان کرے گی اور اپنے اعضاء کا وضو کرے گی اور کمر پر تہبند باندھے گی اور اپنی نمازوں میں اس طرح صف بستہ ہوگی جس طرح میدان جنگ میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں ان کی مساجد میں گونج ہوگی۔ جس طرح شہد کی مکھیاں بھنبھناتی ہیں۔ ان کی اذانوں کی آواز فضائے آسمانی میں سنی جائے گی۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے "اخبار مدینہ" میں اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری علامات اور اوصاف میں (سابقہ کتب سماوی) میں بیان ہوا ہے کہ:

"احمد ﷺ متوکل ہیں' ان کی جائے ولادت مکہ اور ان کا مقام ہجرت مدینہ ہے نہ وہ بد خلق اور سخت مزاج ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے والے ہیں۔ ان کی اُمت بہت زیادہ حمد کرنے والی اور نصف کمر پر تہبند باندھنے والی ہے' وہ اپنے اعضاء جسمانی پر وضو کریں گے اور ان کے سینوں میں کتاب الٰہی ہوگی' وہ نمازوں کے لئے اس طرح صفیں باندھیں گے جس طرح میدان جنگ میں صفیں باندھی جاتی ہیں اور ان کی قربانیاں ایسی ہوں گی جس سے میرا قرب حاصل ہوگا۔ راتوں میں عبادت کریں گے اور دنوں میں وہ شیر دل (اللہ کے دین کے سپاہی) جنگ کریں گے۔"[1]

ابن سعد اور حاکم رحمہما اللہ نے صحت کے ساتھ اور بیہقی وابونعیم رحمہما اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف انجیل میں اس طرح ہیں کہ وہ بد خلق ہیں نہ سخت مزاج' نہ سوقیانہ اور بازاری انداز سے شوروغوغا کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہوں گے بلکہ عفو ودرگزر سے کام لیں گے۔

بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ:

"آپ توریت میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کس طرح پاتے ہیں؟" تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

"ہم نے توریت میں حضور ﷺ کی یہ صفتیں پائیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا نام متوکل ہے۔ وہ نہ بد خلق ہیں نہ سخت مزاج اور نہ سوقیانہ بازاری فقرے اور آوازے کستے ہیں اور انہیں کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں تا کہ اللہ ﷻ ان کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینائی دے اور بہرے کانوں کو

1۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ عربی عبارات کا ترجمہ ہے۔ جس کو مترجم نے عربی سے اردو میں منتقل کیا ہے۔

شنوائی بخشے اور ٹیڑھی زبانیں حضور ﷺ کے ذریعہ سیدھی ہوں گی یہاں تک کہ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ" کی وہ گواہی دیں گے۔ وہ مظلوموں کی دستگیری فرمائیں گے اور کمزوروں کو زورداروں سے بچالیں گے"۔[1]

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب توریت نازل ہوئی اور انہوں نے اسے پڑھا تو اس امت کا تذکرہ اس میں پایا۔ انہوں نے عرض کیا۔

اے رب! میں توریت کی تختیوں میں اس امت کا ذکر پاتا ہوں جن کا زمانہ تو آخری زمانہ ہو گا مگر ان کا داخلہ جنت میں پہلے ہوگا۔ تو ایسے لوگوں کو میری امت میں شامل فرمادے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وہ امت تو احمد مجتبیٰ نبی آخر الزماں ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار! میں نے ان تختیوں سے یہ جانا ہے کہ وہ امت فرمانبردار ہوگی اور اس کی دعائیں مستجاب ہوں گی تو اسے میری امت بنادے۔ رب عظیم نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا۔ اے پروردگار عالم! میں نے ان الواح میں پڑھا ہے کہ وہ ایسی امت ہے کہ جس کے سینوں میں کتاب الٰہی ہے۔ جس کو وہ پڑھیں گے تو اظہار ہوگا تو اس امت کو میری امت بنادے۔ حق تعالیٰ نے پھر فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار کائنات! میں نے ان الواح[2] میں پایا ہے کہ وہ امت غنائم سے تمتع کرے گی تو اس امت کو میری امت بنادے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ وہ امت صدقات کے اموال کھائے گی اور پھر اس پر انہیں اجر وثواب بھی دیا جائے گا تو اس کو میری امت بنادے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب! میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ اس امت

1۔ توریت کے اصل الفاظ عبرانی زبان میں ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ترجمہ عربی میں پیش فرمایا ہے اور یہاں انہی عربی الفاظ کو اردو میں پیش کیا جارہا ہے تاکہ قارئین یہ نہ سمجھیں کہ توریت کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

2۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت الواح کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی الواح کی تعداد میں اختلاف ہے اکثریت کا قول یہ ہے کہ یہ تعداد دس الواح ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ یہ تعداد آٹھ یا دس الواح

ہے

کا کوئی شخص اگر نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور وہ کسی بے بسی کی بنا پر اس نیکی کو نہ کر سکے' تب بھی وہ نیکی اس کے حساب میں تحریر کر لی جائے گی اور اگر وہ اس نیکی کو عمل میں لے آئے تو اس کے لئے دس نیکیاں درج کی جائیں گی تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب قدیر! میں نے الواح مقدسہ میں دیکھا ہے کہ جب اس امت میں سے کوئی شخص بدی کرنے کا ارادہ کرے اور پھر خوف خداوندی سے باز رہے تو کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر ارتکاب کر لے تو ایک ہی بدی لکھی جائے گی تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ فرمایا وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب! میں نے ان الواح میں تحریر پایا ہے کہ وہ امت علم اولین وآخرین کی وارث ہوگی اور گمراہ پیشواؤں اور مسیح دجال کو ہلاک کرے گی' اس کو میری امت بنا دے۔ ارشاد فرمایا وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے مہربان پروردگار! پھر تو تو مجھے احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت میں شامل فرما دے۔ اس کے جواب میں ان کو دو خصلتیں عطا فرمائی گئیں اور حق تعالیٰ نے فرمایا:

يَا مُوسٰىٓ اِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِىْ وَبِكَلَامِىْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝	اے موسیٰ میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے تو لے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں سے ہو
(پ۹ الاعراف ۱۴۴)	(کنز الایمان)

اس ارشاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! میں راضی ہو گیا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمٰن معافری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ کعب احبار رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عالم کو روتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ مجھے کچھ باتیں یاد آ گئی ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: خدا کی قسم اگر میں تجھے بتا دوں کہ تو کن باتوں کو یاد کر کے رویا ہے تو کیا تو میری تصدیق کرے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔

انہوں نے اس سے کہا: "میں تجھے اللہ کا واسطہ اور قسم دیتا ہوں' کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب میں یہ واقعہ نہیں پاتا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت پر نظر ڈالی تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! میں توریت میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو ایک بہترین امت ہے' وہ لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کی گئی ہے جو نیکیوں کا حکم کرتی اور برائیوں سے

روکتی [1] ہے اور وہ کتاب اول اور کتاب آخر پر ایمان رکھتی ہے اور وہ گم گردہ راہ افراد اور قوموں سے قتال کرے گی حتیٰ کہ شیطان دجال کو ہلاک کرے گی۔ اے میرے رب! ان لوگوں کو میری امت میں شامل کردے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

اس عالم یہود نے کہا: ''درست ہے!''

پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا تو کتاب موسیٰ علیہ السلام میں نہیں پاتا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت کو پڑھا تو عرض کیا: اے الہ العالمین! میں اس میں ایک امت کا تذکرہ پاتا ہوں کہ وہ بہت حمد وثنا کرنے والی اور سورج کی نگہبانی کرنے والی ہوگی اور جب وہ کسی بات کا ارادہ کرے گی تو اس میں استحکام ہوگا اور انشاء اللہ ﷻ سے آغاز کرے گی تو ان لوگوں کو میری امت میں شامل کردے۔ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔''

اس یہودی عالم نے کہا: ''تمہارا کہنا درست ہے۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں تجھے قسم دیتا ہوں' کیا تو نے کتاب آسمانی میں یہ نہیں پڑھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صحیفۂ آسمانی کے مطالعہ کے بعد التجا کی۔ اے خالق کائنات! میں مطلع ہوا ہوں کہ ایک امت ایسی ہے کہ جب ان میں سے کوئی بلندی پر چڑھتا ہے تو خدا کی کبریائی بیان کرتا ہے اور جب نیچے اترتا ہے تو تحمید کرتا ہے ان کے لئے روئے زمین کی تمام سطح سجدہ گاہ اور مٹی پاک و طاہر کردی گئی ہے جسے وہ رفع نجاست وجنابت کے لئے استعمال کریں گے۔ ان کے اعضاء وضو روشن اور چمکدار ہوں گے تو انہیں میری امت بنا دے۔'' اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: ''وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔''

یہودی عالم نے کہا: ''بالکل صحیح ہے۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں پھر تجھے قسم دیتا ہوں کہ کیا تو نے خدا کی نازل کردہ کتاب میں نہیں پڑھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب توریت کو پڑھا تو عرض کیا: ''اے رب قدیر! میں ایسی امت مرحومہ [2] کا ذکر پاتا ہوں جو اپنی کمزوری کے باوجود کتاب اللہ کی وارث ہے اور ان کو تو نے

۱۔ اللہ ﷻ نے اپنے کلام مجید میں اس امت کا تعارف اس طرح کرایا ہے۔
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۝ (پ۴ آل عمران ۱۱۰)
تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو (ترجمہ کنز الایمان)

۲۔ امت مرحومہ سے مراد ملت اسلامیہ ہے۔

برگزیدہ کیا ہے مگر کچھ تو ان میں اپنی جانوں پر زیادتی کریں گے اور کچھ لوگ راہ اعتدال پر چلیں گے اور کچھ لوگ ان میں سے نیکیوں میں سبقت لے جائیں گے۔

پس اے صاحب جودوعطا! ان سب کو میری امت بنادے۔" اللہ ﷻ نے فرمایا: "وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔"

یہودی عالم نے کہا: "تم نے حقیقت بیان کی۔"

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جواب دے کہ کیا تو نے کتاب منزل میں یہ نہیں پایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تلاوت توریت کے بعد دعا کی: "اے کارساز عالم! میں الہامی کتاب میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جن کے سینوں میں کتاب خداوندی منقوش ہے اور وہ لوگ عالم آخرت میں اہل جنت کے رنگا رنگ لباس زیب تن کریں گے اور اپنی نمازوں میں ایسی صف بندی کریں گے جیسی فرشتے کرتے ہیں۔ مسجدوں میں ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند گونجیں گی۔ ان لوگوں میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔ بجز اس کے جو نیکیوں سے بالکل تہی دامن ہو جس طرح خزاں کا درخت ننگا ہوتا ہے' پس اے مجیب! ان لوگوں کو میری امت میں شامل فرمادے۔" باری تعالیٰ نے فرمایا: "وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔"

یہودی عالم نے کہا: "تم نے صداقت کا اظہار کیا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اس فضیلت کا علم ہوا جو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مرحمت فرمائی ہے تو احساس فضیلت و برتری کی بنا پر خواہش کی کہ کاش میں بھی امت محمدیہ میں شامل ہوسکتا۔ اس حالتِ تاثر میں اللہ ﷻ نے ان پر تین آیتیں نازل فرمائیں اور ان کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مسرت وانبساط بخشا گیا۔ ان آیات مبارکہ کے مضمون کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

يَا مُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي۔ (پ۹ الاعراف ۱۴۴)

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طمانیت قلب حاصل ہوگئی اور وہ خوش ہوگئے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن ابی بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے بارے میں بتائیے۔ انہوں نے کہا میں خدا کی کتاب توریت میں اس کا تذکرہ اس طرح پاتا ہوں کہ:

"حضور احمد مجتبیٰ ﷺ اور ان کی امت بہت زیادہ حمد الٰہی میں مصروف رہنے والی ہے جو مساعد اور نامساعد ہر حال میں اللہ کی حمد کرے گی۔ ہر بلندی پر کبریائی اور ہر پستی پر تسبیح بجالائے گی۔ ان کی

اذانیں فضاءِ آسمانی میں گونجیں گی اور ان کی نمازوں میں بھی اس طرح گونج ہوگی جیسے درخت پر شہد کی مکھیوں کی گونج ہوتی ہے۔ وہ فرشتوں کی صفوں کی مانند اپنی نمازوں میں صفیں بنائیں گے اور میدان جہاد میں بھی مثل نمازوں کے صف بندی کریں گے۔ فرشتے ان کے آگے اور پیچھے تیز پیکاں والے تیر لئے کھڑے ہوں گے اور جب وہ راہ خدا میں صف بستہ ہوں گے تو حق تعالیٰ ان پر سایہ کناں ہوگا۔ حضرت کعب ﷺ نے اس موقعہ پر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ جس طرح شاہین اپنے آشیانہ پر سایہ کرتا ہے اسی طرح یہ لوگ میدان جنگ میں قائم رہیں گے تاوقتیکہ جبریل علیہ السلام نہ آجائیں۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''حلیہ'' میں حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ ﷻ نے وحی فرمائی کہ جو شخص مجھ سے اس حال میں ملے کہ وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کا منکر ہے تو میں اسے جہنم میں داخل کروں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے رب! احمد کون ہے؟ فرمایا:

''میں نے کسی مخلوق کو ان سے بڑھ کر مکرم نہیں بنایا اور میں نے ان کا نام تخلیق آسمان و زمین سے پہلے عرش پر لکھا۔ بلاشبہ میری تمام مخلوق پر جنت حرام ہے جب تک وہ ان کی امت میں داخل نہ ہو۔''

موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان کی امت کیسی ہے؟ فرمایا وہ بہت زیادہ حمد کرنے والی امت ہے جو چڑھتے اور اترتے ہر حال میں خدا کی حمد کرنے والی ہے۔ وہ اپنی کمریں باندھیں گے اور اعضا کو پاک کریں گے۔[1] وہ دن میں روزہ دار اور شب میں ذکرواذکار اور عبادت گزار رہوں گے۔ ان کے قلیل عمل کو قبول کروں گا اور لا الٰہ الّا اللّٰہ کی شہادت پر ان کو جنت میں داخل کروں گا۔''

عرض کیا اس امت کا نبی مجھے بنادے؟ فرمایا اس امت کا نبی انہیں میں سے ہوگا۔

عرض کیا مجھے اس نبی کا امتی بنادے؟ فرمایا تمہارا زمانہ پہلے ہے اور ان کا زمانہ آخر میں لیکن بہت جلد میں تم کو اور ان کو بیت الجلیل میں یکجا کردوں گا۔

ابن ابی حاتم اور ابونعیم رحمہما اللہ نے وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے حضرت اشعیاء علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ:

''میں نبی اُمّی کو مبعوث کرنے والا ہوں' جس کے ذریعے بہرے کان' محجوب دل اور اندھی آنکھیں کھولوں گا۔ اس کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت مدینہ اور اس کا ملک شام ہے۔ یہ میرا بندہ متوکل' مصطفیٰ' مرفوع' حبیب' محبوب اور مختار ہے۔ جو برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا بلکہ عفوودرگزر

1۔ یعنی وضو کیا کریں گے۔

اور بخشش سے کام لے گا۔ ایماندار لوگوں کے ساتھ رحم دلی برتے گا اور قوت سے زیادہ لدے ہوئے اور بوجھل جانور کو دیکھ کر دردمند ہو جائے گا اور بے سہارا عورت کی گود میں یتیم بچوں کے لئے وہ دل گرفتہ ہو گا نہ وہ بدخلق ہو گا نہ سخت مزاج۔ نہ بازاروں میں شور مچاتا پھرے گا نہ فحش کے ذریعہ زینت کو پسند کرے گا نہ وہ یاوہ گو ہے نہ بری بات کہنے والا۔ اگر وہ چراغ کے قریب سے گزرے گا تو سکون و وقار سے تاکہ چراغ گل نہ کر دے اور اگر وہ طویل و سخت میدان پر بھی رواں ہو گا تو اس کی رفتار پروقار اور بے آواز ہو گی۔ وہ مبشر و نذیر ہے۔ میں اس کے اعمال میں توازن اور اخلاق میں حسن و عظمت دوں گا' طمانیت و وقار کو اس کا لباس بناؤں گا اور نیکی کو اس کا شعار' تقویٰ کو اس کا ضمیر اور حکمت کو اس کی فراست بناؤں گا اور صدق و وفا اس کی طبیعت ہو گی اور عفو و بخشش اور بھلائی اس کی عادت ہو گی' عدل و انصاف اس کی سیرت' حق اس کی شریعت' ہدایت اس کا امام اور اسلام اس کی ملت ہو گی۔ اس کا نام گرامی احمد[1] ہے۔ میں اس کے ذریعہ گمراہی سے لوگوں کو نجات دوں گا اور اس کے ذریعہ جہالت سے لوگوں کو علم عطا کروں گا اور اس کے ذریعہ گمنامی کے بعد سربلندی عطا کروں گا اور ناواقفیت کے بعد اس کے ذریعہ لوگوں کو معرفت دوں گا اور قلت کے بعد اس کے ذریعہ کثرت دوں گا اور مفلسی کے بعد اس کے ذریعہ تونگر بناؤں گا اور انتشار و تفریق کے بعد اس کے ذریعہ مجتمع کروں گا اور دلوں میں اس کے ذریعہ الفت پیدا کروں گا اور پراگندہ خیالات مختلف گروہوں کے درمیان اتحاد' فکر اور خیرسگالی پیدا کروں گا اور اس کی امت کو خیر امت یعنی بہترین امت بناؤں گا[2] جو لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ وہ امت نیکی کا حکم دے گی اور برائی سے منع کرے گی۔ وہ لوگ میری وحدانیت کا چرچا کریں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے میرے ساتھ عقیدہ اور محبت میں اخلاص ہو گا اور میرے تمام انبیاء علیہم السلام اور رسول جو الہام و ہدایت لائے ہیں وہ ان سب کی تصدیق کریں گے اور وہ لوگ

۱۔ قرآن حکیم نے حضرت رسول اکرم ﷺ کے یہ تمام اوصاف جگہ جگہ بیان فرمائے ہیں۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ O (پ۲۹ القلم ۴) آپ رؤف الرحیم بھی ہیں اور بشیر و نذیر بھی۔ آپ کا وجود گرامی ان تمام خصائص اور کمالات کا آئینہ دار تھا۔ اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ O (پ۳۰ الکوثر ۱) اس پر دال ہے۔

۲۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (پ۴ آل عمران ۱۱۰)

اس سورہ میں ایک اور جگہ فرمایا:

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَ هُمْ یَسْجُدُوْنَ O یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ O (پ۴ آل عمران ۱۱۴)

(ترجمہ) کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں (ترجمہ کنزالایمان)

نمازوں کے اوقات کے لئے سورج کے طلوع وغروب پر نظر رکھیں گے۔ ایسے دموں، ایسے چہروں اور ایسی روحوں کو خوشخبری ہو جو میرے ساتھ مخلص ہوں گے۔ میں ان کو مسجدوں میں، مجلسوں میں، ان کے کاروباری اداروں میں، ان کی گزرگاہوں میں اور ان کی آرام گاہوں میں تسبیح وتکبیر اور تحمید وتوحید کرنے کی توفیق دوں گا۔ وہ اپنی مساجد میں اس طرح صفیں بنائیں گے جس طرح عرش کے گرد فرشتے صف بناتے ہیں۔ وہ میرے محبوب ومحسن اور مددگار ہیں۔ میں ان کے ذریعے اپنے دشمنوں سے بدلہ لوں گا۔ وہ میرے لئے قیام وقعود اور رکوع وسجود کے ساتھ نمازیں پڑھیں گے۔ وہ میری رضا وخوشنودی کی خاطر اپنے دیار وامصار اور جائیدادوں سے دست کش ہوں گے، وہ قتل کریں گے اور شہید بھی ہوں گے۔ ان کی جماعتِ مجاہدین میں بڑی تعداد ہوگی۔ میں ان کی کتاب کے ذریعہ دوسری کتابوں کو اور ان کے نظامِ زندگی کے ذریعہ دوسرے باطل نظاموں کو اور ان کے قانون شریعت کے ذریعہ دوسرے خلاف عدل سیاہ قوانین کو ختم کردوں گا۔ پس جو کوئی بھی ان کے زمانہ کو پائے پھر بھی ان کی کتاب کو نہ مانے اور ان کے دین یعنی نظام حیات اور قانون شریعت کو نہ اپنائے تو وہ میرا نہیں اور مجھ سے بری ہے۔

میں نے ان کو تمام امتوں پر افضل بنایا اور نیز ان کو "امت وسط"[1] اور تمام لوگوں پر گواہ بنایا۔ جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو میری تکبیر کہتے ہیں اور جب وہ لاچار ہوتے ہیں تو میری کبریائی بیان کرتے ہیں اور جب جھگڑتے ہیں تو میری تسبیح کرتے ہیں۔ وہ اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو وضو کے ساتھ پاک وصاف کرتے ہیں اور نصف کمر پر تہبند باندھتے ہیں اور ہر نشیب وفراز پر تہلیل وتکبیر کرتے ہیں۔ ان کی قربانیاں ان کا خون بہانا ہے۔ کتاب اللہ ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ ان کا منادی یعنی مؤذن اپنی آواز سے فضاء آسمانی میں گونج پیدا کردیتا ہے، جس طرح شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے خوشخبری ہو اسے جو ان کے ساتھ ہے اور ان کے دین، ان کے طریقہ اور ان کی شریعت پر ہے۔ یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں اور میں ہی صاحب فضلِ عظیم ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں جارود بن عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے اور اسلام قبول کیا۔ پھر کہا قسم ہے اس ذاتِ اقدس کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ بلاشبہ میں نے انجیل میں آپ کی صفت پائی ہے اور یقیناً آپ ﷺ کی بشارت ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔

---

[1] وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (پ۲ البقرہ ۱۴۳)

(ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ (ترجمہ کنز الایمان)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت عباس ﷺ نے کعب احبار ﷺ سے کہا کہ تم عہد رسالت ﷺ اور زمانہ خلافت ابوبکر ﷺ میں ایمان نہیں لائے اب امارتِ فاروقی میں اسلام لائے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا

''میرے والد نے میرے لئے ایک کتاب جو توریت سے ماخوذ تھی لکھی اور میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا اس کے بموجب عمل کرنا نیز حقوق ابوت کا احساس دلاتے ہوئے مجھ سے عہد لیا کہ میں اس کتاب کی مہر کو نہ توڑوں' کیونکہ انہوں نے اپنی تمام کتابوں پر مہریں لگادی تھیں۔ پھر جب میں نے اسلامی تحریک کو دیکھا تو اس میں از سرتا پا بھلائی اور اس کی اشاعت میں ارتقا اور غلبہ پایا تو مجھے خیال ہوا کہ شاید اس کتاب میں میرے باپ نے کچھ ضروری علم میرے لئے مخفی کر رکھا ہے لہٰذا میں نے مہر کو ہٹایا تو اس میں حضور ﷺ کی اور آپ ﷺ کی امت یعنی پیروانِ رسول ﷺ کی توصیف پائی۔ بہرحال میں اب آیا اور اسلام لایا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کعب ﷺ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میرا باپ تمام لوگوں میں حضرت موسیٰ ﷺ پر نازل شدہ کتاب کا بہت بڑا عالم تھا۔ وہ علم کو مجھ سے چھپاتا بھی نہ تھا۔ اس نے اپنی موت کے وقت مجھے بلایا اور کہا ''اے بیٹے! تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے علم کو تم سے پوشیدہ نہیں رکھا ہے بجز دو ورقوں کے۔ ان اوراق میں ایک نبی ﷺ کا ذکر ہے جن کی بعثت کا زمانہ بہت قریب ہے لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمہیں اس کی اطلاع کر دوں اس لئے کہ مجھے خطرہ ہے کہ بعض نبوت کے جھوٹے مدعی ظاہر ہوں اور تم ان کی اطاعت کرنے لگو۔ لہٰذا میں نے ان دونوں ورقوں کو تمہارے سامنے کے روزن میں رکھ دیا ہے اور ان پر مہر لگادی ہے۔ تم ان اوراق کو ابھی نہ دیکھنا۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ ﷻ تمہارے لئے بھلائی کا ارادہ فرمائے اور وہ نبی مذکور آ جائے تم اس کی پیروی کرنا۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گئے اور ہم نے ان کو دفن کر دیا۔ اس کے بعد میرے لئے کوئی شے اس سے زیادہ محبوب نہ تھی کہ میں ان اوراق کو دیکھوں۔ بالآخر میں نے اس روزن کو کھولا اور ان ورقوں کو نکالا۔ ان میں لکھا تھا:

''مُحَمَّد رَّسُولُ اللہ (ﷺ) خَاتَمُ النَّبِیِّین ہیں' ان کی جائے ولادت مکہ اور ان کا مقام ہجرت مدینہ ہے۔ وہ نہ بدخلق ہیں نہ سخت مزاج' نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں۔ وہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہوگی۔ وہ لوگ ایسے ہوں گے کہ ہر حالت میں اللہ کی حمد کریں گے۔ ان کی زبانیں حمد و سپاس میں سرگرم۔ وہ دشمنانِ دین کے مقابلے میں اپنے نبی ﷺ کی مدد کریں گے۔ وہ اپنی شرم گاہوں کو دھوئیں گے اور نصف

کمر پر تہبند باندھیں گے۔ خدا کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی اور وہ باہم اتنے رحیم و کریم ہوں گے جس طرح ماں جائے بھائی باہم رفیق و شفیق ہوتے ہیں اور وہ لوگ قیامت کے دن تمام لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔"

مزید شہادت

کعب ﷺ نے بیان کیا اس کے بعد جب تک خدا نے چاہا میں ٹھہرا رہا۔ پھر مجھے اطلاع ملی کہ نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ میں انتظار کرنے لگا کہ آپ ﷺ کی نبوت پر یقین کرنے کے لئے ثبوت مل جائے۔ اس کے بعد مجھے خبر ملی کہ آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی ہے اور آپ ﷺ کے خلیفہ منتخب ہو گئے ہیں اور ان کا لشکر ہمارے علاقے کی طرف آ رہا ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ میں ان کے دین کو اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک میں ان کے اقوال و اعمال کو نہ دیکھ لوں۔ بالآخر حضرت عمر ﷺ کے مقرر کردہ عامل ہماری طرف آئے اور میں نے ان کے اندر وفائے عہد اور وہ جملہ علامات دیکھ لیں تو جان لیا کہ یہ وہی امت اور وہی لوگ ہیں جن کا میں انتظار کر رہا تھا۔

اللہ گواہ ہے ایک رات میں اپنے مکان کی چھت پر تھا تو میں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص کلام الٰہی کی یہ آیت تلاوت کر رہا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا	اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل اس کے کہ ہم بگاڑیں کچھ مونہوں کو
(پ۵ النساء۴۷)	(ترجمہ کنز الایمان)

جب میں نے اس آیت کو سنا تو میں ڈر گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح ہونے سے پہلے اللہ ﷻ میرے منہ کو میری گدھی کی طرح بنا دے۔ اس وقت میری بس ایک خواہش تھی کہ کسی صورت سورج طلوع ہو کر آئے اور کاش ابھی صبح ہو جائے۔

پھر جب صبح ہوئی تو میں مسلمانوں کے پاس گیا۔ (اس روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق مسیب بن رافع ﷺ وغیرہ حضرت کعب ﷺ سے نقل کیا ہے)۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے وہب بن منبہ ﷺ سے نقل کیا کہ اللہ ﷻ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی فرمائی: "اے داؤد علیہ السلام! تمہارے بعد جلد ہی ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد، محمد اور صادق ہے (ﷺ)۔ نہ اس پر میرا کبھی غضب ہوگا اور نہ کبھی وہ میری نافرمانی کرے گا۔ میں اس کے سبب اس

سے اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ معاف کروں گا۔ اس کی امت' امت مرحومہ ہے' میری بخشش ان پر بہت ہوگی' ان میں سے بعضوں پر بعض بخششیں انبیا علیہم السلام کی مانند ہوں گی۔ میں ان پر ایسے فرائض لازم کروں گا جو انبیا علیہم السلام پر کئے ہیں۔ وہ امت قیامت کے دن اس شان سے آئے گی کہ ان کا نور انبیا علیہم السلام کے نور کے مانند ہوگا اور یہ نور اس عائد کردہ فرض کی وجہ سے ہوگا کہ وہ انبیا علیہم السلام کی طرح ہر نماز کے لئے طہارت کریں گے اور مثل انبیا علیہم السلام کے غسل جنابت کریں گے اور انبیاء علیہم السلام کی طرح حج کریں گے اور مثل انبیاء کے دین حق کی مدافعت اور اشاعت کے لئے جہاد کریں گے۔ اے داؤد علیہ السلام! میں نے محمد ﷺ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔ نیز میں ان کو ایسی چھ خصلتیں دوں گا جو میں نے دیگر کسی امت کو نہیں دی ہیں اور ان کی خطاء و نسیان پر مواخذہ نہ کروں گا۔

طبرانی' بیہقی' ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے فلطان بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص آیا تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تم نے توریت پڑھی ہے؟ اس نے کہا "ہاں۔" پھر ارشاد فرمایا "کیا انجیل بھی؟" اس نے کہا "جی ہاں۔" حضور ﷺ نے اس کو قسم دے کر کہا:

"کیا تم نے توریت اور انجیل میں میری صفت پڑھی ہے؟"

اس نے کہا "آپ ﷺ کے اوصاف کے مانند اوصاف آپ ﷺ کی ہیئت کی مانند ہیئت اور آپ ﷺ کے ظہور کے مانند ظہور ہونے کا حال ہم نے پڑھا ہے۔ مگر ہمیں امید ہے کہ وہ نبی ہم میں سے ہوگا۔ جب آپ نے ظہور فرمایا تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ نبی موعود شاید آپ ہی ہوں پھر جب ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ہم سمجھ گئے کہ وہ آپ ﷺ نہیں ہیں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "تم نے یہ کیسے جانا؟"

اس نے کہا کہ "ان کے ساتھ ان کی امت میں سے ستر ہزار ایسے لوگ ہوں گے جن پر کچھ حساب و کتاب اور عذاب نہ ہوگا اور آپ ﷺ کا حال یہ ہے کہ تھوڑے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً میں ہی وہ نبی ہوں اور جس امت کی تم نے تعریف بیان کی ہے وہ میری ہی امت ہے اور وہ ستر ہزار سے بہت زیادہ ہے۔"

طبرانی' ابن حبان' حاکم' بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے جب زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس

وقت میں نے حضور اکرم ﷺ کے چہرے پر نظر ڈالی تو علامات نبوت میں سے کوئی علامت باقی نہ رہی جس کو میں نے حضور ﷺ کے روئے انور میں نہ دیکھ لیا ہو۔ صرف دو باتیں ایسی رہیں‘ جن کو میں چہرۂ انور سے نہ پہچان سکا۔

ایک یہ کہ آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے جہل پر غالب ہوگا۔

دوسرے یہ کہ دوسروں کے جہل کی بناء پر آپ ﷺ پر شدت کرنے سے آپ ﷺ کا حلم ہی زیادہ ہوگا۔

چنانچہ اس کی پہچان کے لئے میں نے حضور ﷺ سے نرمی کا برتاؤ اختیار کر کے ایک معاملہ کیا تا کہ میں بعد میں طے شدہ معاملہ کے خلاف کر کے آپ کے حلم اور جہل کو پہچان سکوں۔ لہٰذا میں نے ایک خاص مدت مقرر کر کے ایک متعین کھجور کی مقدار خریدنے کا معاملہ کیا اور آپ ﷺ کو قیمت دی۔ پھر اس مدت مقررہ سے دو یا تین دن پہلے میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کی قمیص اور چادر کے ایک گوشہ کو پکڑ کر غضبناک جذباتی ہیجان کے عالم میں کہا:

”اے محمد ﷺ! تم میرا حق ادا نہ کرو گے۔ واللہ تم سب آل مطلب بد معاملگی کرنے والے لوگ ہو اور بے شک تمہارے اس معاملہ میں لاپرواہی کو میں خوب جانتا ہوں۔“

میری یہ یاوہ گوئی سن کر حضرت عمر ؓ نے مجھ سے فرمایا: ”اے دشمن خدا تو رسول اللہ ﷺ سے ایسی بات کہتا ہے اور پھر میں موجود بن رہا ہوں‘ خدا کی قسم اگر“ مجھے حضور ﷺ کا اس درجہ احترام نہ ہوتا” تو میں اپنی تلوار سے اب تک تیرا سر اڑا چکا ہوتا۔“

رسول اللہ ﷺ غیر معمولی سکون اور وقار کے ساتھ حضرت عمر ؓ کی طرف دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے۔ اس کے بعد فرمایا:

”اے عمر ؓ! میں اور (میری جانب اشارہ کرتے ہوئے) یہ‘ تمہاری اس درشت بات کے علاوہ کسی اور ہی چیز کے متمنی تھے۔ اے عمر ؓ تم مجھ سے حُسنِ ادا کو کہتے اور ان کو مہذب طریقہ کے تحت مطالبہ کرنے کی تلقین کرتے۔ جاؤ‘ اے عمر ؓ! انہیں لے جاؤ ان کا مطالبہ پورا کرنے کے بعد مزید بیس صاع[1] کھجوریں ان کی خوش دلی حاصل کرنے کے لئے دینا کیونکہ تم نے ان کو رنج دیا ہے‘ امید ہے یہ بددل نہ ہوں گے۔“

انہوں نے تعمیل کی۔ اس کے بعد میں نے کہا:

”اے عمر ؓ! نبوت کی تمام علامتیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے پرنور چہرے میں دیکھ لی

---

[1] ”صاع“ ایک عربی وزن ہے ایک صاع میں چار مُد اور ایک مُد عربی ۵۶ تولے کا ہوتا ہے۔

تھیں۔صرف دو علامتیں ایسی تھیں جن کو میں جاننا چاہتا تھا۔ایک یہ کہ ان کا حلم ان کے غیظ پر غالب رہے گا۔دوسرے یہ کہ جاہلوں کی ان کے ساتھ جس درجے کی شدت ہوگی' اسی قدر ان کا حلم وانضباط ان کے ساتھ بڑھے گا۔تو میں نے یہ دونوں نشانیاں پہچان لیں۔" لہٰذا اب میں اقرار کرتا ہوں کہ :

"میں اللہ کے رب ہونے' اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے زہری ؓ سے روایت کی کہ ایک یہودی نے کہا "توریت میں مذکور تمام صفتوں کو میں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی میں مجتمع اور موجود پایا' صرف صفت حلم باقی تھی۔ اس صفت کو دریافت کرنے کے لئے ایک مقررہ مدت سے پیشگی تیس دینار کھجوروں کی قیمت میں نے حضور ﷺ کو دے دی۔" اس نے مذکورہ بالا واقعہ آخر تک بیان کیا۔مگر اس کے آخر میں یہ زائد ہے کہ :

"اس یہودی نے کہا۔اے عمر ؓ! جو بے ادبی مجھ سے سرزد ہوئی ہے اس کے لئے مجھے کسی اور بات نے نہیں ابھارا تھا بجز اس کے کہ میں حضور ﷺ کی ذات میں توریت میں مذکور تمام صفتیں پاتا تھا مگر ایک صفت حلم کی مجھے آزمائش مقصود تھی جسے آج میں نے آزما لیا اور ویسا ہی پایا جیسا کہ توریت میں مذکور تھا۔اس کے بعد وہ یہودی اور اس کے تمام گھر والے مسلمان ہو گئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق یوسف بن عبد اللہ بن سلام ؓ سے روایت کی اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا' میں نے جتنی کتابیں پڑھی ہیں ان میں سے ہر ایک میں تھا کہ ایک علم صاحب علم کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور اس کے ساتھ اللہ ہو گا اور صاحب علم کو اللہ ﷻ تمام قوموں پر غالب فرمائے گا۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بطریق موسیٰ بن یعقوب زمعی رحمۃ اللہ علیہ' سہل مولیٰ خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اہل مریس کا نصرانی تھا' یتیم تھا اور اپنے چچا کی کفالت میں تھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے انجیل کو پڑھا مطالعہ کے دوران مجھے ایک ورق گوند سے چسپاں ملا۔میں نے اس کو کھولا تو اس میں محمد ﷺ کے اوصاف حمیدہ اس طرح تحریر تھے کہ :

"آپ ﷺ نہ کوتاہ قد ہوں گے نہ طویل القامت' گورا رنگ ہوگا۔دو زلفیں ہوں گی' دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی' احتباء[1] کی ہیئت میں اکثر بیٹھیں گے' صدقہ کو قبول نہ کریں گے دراز گوش اور اونٹ پر سواری کریں گے' بکری کا دودھ دوہیں گے' پیوند لگا لباس زیب تن فرمائیں گے۔ جو شخص اپنی خصلت میں ایسا ہو وہ ظاہر ہے کہ غرور و تکبر سے پاک ہوگا۔آپ میں یہ تمام اوصاف ہوں گے' اولاد اسماعیل ؑ سے ہوں گے اور اسم گرامی احمد ﷺ ہوگا۔"

---

[1] دونوں پاؤں کو کھڑے کر کے پھر ہاتھوں کو ان کے آگے سے پکڑ کر بیٹھنے کو احتباء کہتے ہیں (ادارہ)

سہل رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب حضور ﷺ کا تذکرہ یہاں تک پڑھ چکا تو میرا چچا آ گیا جب اس نے اس ورق کو دیکھا تو مجھے مارا اور کہا کہ تو نے اس ورق کو کیوں کھولا اور پڑھا؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے اس میں نبی موعود (ﷺ) کی نعت پڑھی ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ وہ نبی ابھی نہیں آیا ہے۔

بیہقی نے بطریق عمر بن حکم بن رافع بن سنان ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے میرے چچا اور دوسرے بزرگوں نے بتلایا ہے کہ ان کے پاس ایک ورق قدیم زمانہ جاہلیت سے بطور میراث چلا آ رہا تھا۔ پھر اسلامی تحریک شروع ہوئی اور اس کے قائد محترم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہ ورق لایا گیا۔ اس میں لکھا تھا:

"بِسْمِ اللّٰهِ وَقَوْلُهُ الْحَقَّ وَقَوْلُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ تِبَابٍ۔ اللہ کے نام سے شروع' اس کا قول حق ہے اور ظالموں کی باتیں کپڑوں میں ہیں۔ یہ ذکر اس امت کا ہے جو آخر زمانہ میں آئے گی' وہ لوگ اپنے دامنوں کو لٹکائیں گے اور اپنی کمروں پر تہبند باندھیں گے اور دریاؤں کو عبور کر کے اپنے دشمنوں کی طرف جائیں گے۔ ان میں ایسی نماز ہوگی کہ اگر وہ نماز قوم نوح ؑ میں ہوتی تو وہ طوفان سے ہلاک نہ ہوتی اور قوم عاد میں ہوتی تو وہ ہوا سے برباد نہ ہوتی اور ثمود میں ہوتی تو وہ چیخ سے ہلاک نہ ہوتے۔"

رسول اللہ ﷺ کے حضور جب اس ورق کو پڑھا گیا تو آپ ﷺ نے تعجب فرمایا۔

ابن مندہ ؓ نے "کتاب الصحابہ" میں حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ ﷻ نے مجھے سارے جہان کے لئے ہدایت اور رحمت کر کے بھیجا اور مجھے اس لئے مبعوث فرمایا کہ میں مزامیر[1] اور معازف کو مٹاؤں۔ اس موقع پر نوس بن سمعان ؓ نے کہا۔ قسم ہے اس ذات گرامی کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ پیدا کیا' بلاشبہ میں نے توریت میں ایسا ہی پایا ہے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے کعب احبار ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "میں نے خواب میں دیکھا تمام لوگ حساب گاہ میں ہیں پھر انبیا علیہم السلام کو ان کی امتوں کے ہمراہ لایا گیا اس طرح کہ ہر نبی کے ساتھ دو اور ان کے ہر متبع کے ساتھ ایک نور چل رہا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا تو آپ کے سر مبارک اور چہرۂ انور کے ہر بال کے ساتھ جدا جدا نور تھا اور آپ ﷺ کے ہر متبع کے ساتھ دو نور مثل انوار انبیا علیہم السلام کے تھے۔"

1۔ مزامیر و معازف عربوں کے پسندیدہ ساز تھے۔ اب تمام سازوں کے لئے لفظ مزامیر استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ سن کر حضرت کعب ﷺ نے کہا۔قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں' کیا واقعتاتو نے خواب میں ایسا ہی دیکھا ہے؟ اس نے کہا "ہاں"۔ تو کعب ﷺ نے کہا قسم سے کہتا ہوں یہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہے اور انبیاء کرام اور ان کی امتوں کی یہی صفت ہے جو کتاب الٰہی میں مذکور ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت کی۔انہوں نے فرمایا کہ جن کی بشارت اللہ نے ان کی پیدائش سے پہلے دی ہے۔

ایک حضرت اسحاق علیہ السلام دوسرے حضرت یعقوب علیہ السلام۔چنانچہ فرمایا "فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ" (پ۱۲ ھود ۷۱) تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی (ترجمہ کنزالایمان) اور

تیسرے حضرت یحییٰ علیہ السلام۔چنانچہ ارشاد فرمایا "اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی" (پ۳ آل عمران ۳۹) یعنی بے شک اللہ آپ مژدہ دیتا ہے یحییٰ علیہ السلام کا۔(ترجمہ کنزالایمان) اور

چوتھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔چنانچہ فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ" (پ۳ آل عمران ۴۵) اللہ مجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی۔(ترجمہ کنزالایمان) اور

پانچویں حضرت محمد ﷺ۔آپ ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت سورہ الصف میں اس طرح دی گئی ہے "وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ" (پ۲۸ الصف ۶) اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے (ترجمہ کنزالایمان) یہ ہیں وہ انبیا علیہم السلام جن کی بشارت قبل پیدائش دی گئی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں وہب ﷺ سے روایت کی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو سال تک خدا کی نافرمانی کی۔پھر وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اسے کوڑے گھر (گندگی ڈالنے کی جگہ) پر ڈال دیا۔اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ جاؤ وہاں سے اٹھا کر اس کی نماز جنازہ پڑھو۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔اے رب! بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ اس نے دو سو سال تک تیری نافرمانی کی ہے۔حق تعالیٰ نے دوبارہ وحی فرمائی' واقعتا وہ ایسا ہی شخص تھا لیکن وہ جب بھی توریت کو تلاوت کے لئے کھولتا اور اسم گرامی احمد مجتبیٰ (ﷺ) پر نظر پڑتی تو "وہ اسے بوسہ دیتا اور اسے اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاتا اور آپ ﷺ پر درود بھیجتا تھا" تو میں نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ میں نے اس کے گناہوں کو بخش دیا اور ستر حوروں سے اس مشہور نافرمان کا نکاح کر دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت کی۔انہوں نے بیان کیا کہ رسول

اللہ ﷺ اہل کتاب کے ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا:

"میرے پاس اپنے سب سے بڑے استاد اور عالم کو لاؤ۔" تو انہوں نے کہا:

"یہ ہیں عبداللہ بن صوریا۔"

حضور ﷺ ان کو خلوت میں لے گئے اور ان کو ان کے دین، جملہ انعامات الٰہیہ من اور سلویٰ[1] اور ان پر ایک خاص وقت میں سایہ ابر ہوا تھا۔ ان سب کی قسم دی اور کہا:

"تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

انہوں نے جواب دیا "خدا شاہد ہے، میں جانتا ہوں آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جملہ اہل کتاب واقف ہیں چونکہ توریت میں واضح طور پر آپ کے اوصاف مذکور ہیں۔ مگر میرے ہم مذہب حسد اور عصبیت کی بنا پر انکار کرتے ہیں۔"

حضور ﷺ نے پھر سوال کیا: "تم کو اقرار اور اعتراف سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟"

انہوں نے عرض کیا کہ "میں اپنی قوم کے خلاف کرنا پسند نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے عنقریب یہ لوگ دعوت اسلام قبول کرلیں گے اس وقت میں بھی اسلام لے آؤں گا۔"

امام احمد و ابن سعد رحمہما اللہ نے ابی صخر عقیلی ﷺ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ایک بدوی عرب نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ کا گزر اس یہودی کے پاس سے ہوا جو ایک بستر پر توریت رکھے بیمار لڑکے کے آگے پڑھ رہا تھا۔

حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: "میں تجھ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی، کیا تو اس توریت میں میرا اور میرے مقام ہجرت کا ذکر پاتا ہے؟"

اس یہودی نے اپنے سر کے اشارے سے کہا: "نہیں۔" مگر اس کے بیٹے نے کہا: "میں اس ذات کو گواہ بنا کر کہتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی کہ توریت میں آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے مقام ہجرت کا بیان موجود ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ

---

1. وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۝ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (پ ۹ الاعراف ۱۶۰) اور ہم نے ان پر ابر سائبان کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں (ترجمہ کنز الایمان) لیکن اس انعام الٰہی سے وہ بہت جلد سیر ہو گئے اور نافرمانی کرتے ہوئے کہنے لگے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۝ (پ ۱ البقرہ ۶۱) اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز (ترجمہ کنز الایمان)

کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "اس یہودی کو اس کے ساتھی کے پاس سے علیحدہ کر دو۔" اس کے بعد وہ جوان فوت ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کی مانند حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق کلبی رضی اللہ عنہ، ابو صالح رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ قریش مکہ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا کہ وہ محمد ﷺ کے بارے میں دریافت کریں۔ تو یہ لوگ مدینہ میں آئے اور کہا کہ ہمیں ایک معاملہ درپیش ہے۔ وہ یہ کہ ہم لوگوں میں ایک شخص یتیم وحقیر ہونے کے باوجود بہت بڑا دعویٰ کرتا ہے وہ کہتا ہیں کہ میں رحمٰن کا رسول ہوں۔

یہودیوں نے کہا: "ہمیں اس کے اوصاف سے آگاہ کرو۔" تو انہوں نے حضور ﷺ کے اوصاف بیان کئے۔

یہودیوں نے پوچھا: "کون لوگ اس کا اتباع کر رہے ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا: "ادنیٰ لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں۔"

اس جواب کو سن کر یہودیوں کا پیشوا ہنسا اور اس نے کہا: "یہ وہی نبی ہے جس کا وصف ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ اس کی اپنی قوم عداوت میں دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ شدید ہوگی۔"

حاکم و بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ایک یہودی کے کچھ دینار تھے۔ یہودی نے حضور ﷺ سے تقاضا کیا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: "اس وقت تو میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے جو میں تم کو ادا کروں۔" یہ جواب سن کر یہودی نے کہا: "اے محمد ﷺ! میں آپ کے پاس سے ہرگز نہ ٹلوں گا جب تک کہ اپنا مطالبہ نہ لے لوں۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "میں تمہارے پاس بیٹھا رہوں گا۔" اور حضور ﷺ اس کے پاس بیٹھ گئے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں۔ اس دوران میں حضور ﷺ کے صحابہ کرام اس یہودی کو دھمکاتے رہے۔ پھر صحابہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ یہودی آپ ﷺ کو یونہی روکے رکھے گا؟"

حضور ﷺ نے فرمایا: "مجھ کو میرے رب نے معاہد اور غیر معاہد پر ظلم کرنے سے منع فرمایا

ہے۔" پھر ایک پہر دن گزرنے کے بعد یہودی مسلمان ہو گیا اور اس نے کہا: "میرا آدھا مال خدا کی راہ میں ہے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ میرا یہ رویہ آپ ﷺ کے ساتھ صرف اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ کے ان اوصاف کی جو توریت میں مذکور ہیں آزمائش کر سکوں۔ توریت میں ہے کہ محمد بن عبد اللہ ﷺ کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت مدینہ اور ان کا ملک شام ہے نہ وہ بد خلق ہوں گے نہ سخت مزاج اور نہ بازاروں میں آوازیں کسنے والے اور نہ فحش کردار اور نہ بے حیا۔"

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے اسے حسن کہا ہے۔ انہوں نے کہا: "توریت میں حضور ﷺ کی صفت موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔"

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نجاشی شاہ حبشہ کے چند مصاحبین نے کہا: "ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں کیونکہ صحیفۂ آسمانی میں ہم ان کے اوصاف پڑھ چکے ہیں۔" لہٰذا وہ جویان حق غزوۂ احد کے موقع پر آئے اور دین حق میں داخل ہوئے۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے "اخبار مدینہ" میں کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "کتاب موسیٰ" میں مدینہ طیبہ کو مخاطب کر کے فرمایا: "اے طیبہ! اے طابہ! اے مسکینہ! تو خزانوں کو قبول نہ کرنا میں تیری سطح کو تمام بستیوں کی سطح پر رفعت و بلندی عطا کروں گا۔"

بہ روایت قسم بن محمد رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ توریت میں مدینہ کے چالیس نام بیان کئے گئے ہیں۔"

قبلِ بعثت سرور دو عالم ﷺ اخبارِ راہبین

حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سے لوگوں نے پوچھا: "آپ کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے میں پہلے کون سا واقعہ محرک ہوا؟"

انہوں نے بتایا کہ میں یتیم تھا اور "رام ہرمز" میں سکونت تھی۔ میرا باپ ایک کسان تھا اور وہ ایک معلم کے پاس جا کر پڑھا کرتا۔ میں نے مزید حصول علم و دانش کے لئے اس معلم کی صحبت و رہائش اختیار کر لی۔ میرا ایک بڑا بھائی مجھ سے الگ رہتا تھا اور میں کم سن اور بے سہارا تھا۔

معلم کی عادت تھی کہ جب اس کی مجلس درس سے شاگرد رخصت ہو جاتے تو وہ اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا تاکہ لوگ نہ جان سکیں کہ پہاڑی پر روزانہ جانے والا یہ استاد اور معلم

ہے۔ایک روز میں نے اس سے کہا:

"آپ روزانہ جہاں جاتے ہیں وہاں مجھے لے کر نہیں جاتے؟"

انہوں نے کہا: "تم بچے ہو اندیشہ ہے کہ دوسروں سے کہہ دو گے۔" میں نے کہا:

"اس کا خوف نہ کیجئے ایسا نہیں ہو سکتا۔" انہوں نے بتایا:

"اس پہاڑ پر ایک قوم رہتی ہے جس کی عبادت وتزکیہ کا ایک خاص طریقہ ہے وہ لوگ اللہ اور آخرت کو یاد کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ہم لوگ آتش پرست اور بت پرست ہیں، صحیح راہ سے بھٹکے ہوئے۔" میں نے کہا: "مجھ کو ان کی خدمت میں لے چلئے۔" عالم استاد نے کہا: "میں ان والوں سے اجازت لے لوں۔"

پھر عالم نے ان سے اجازت مانگی۔انہوں نے اجازت دے دی اور میں عالم کے ساتھ روانہ ہو کر ان کے پاس پہنچا۔وہ چھ یا سات آدمی تھے اور حالت ان کی یہ تھی کہ کثرت ریاضت و عبادت سے نیم جان، دن میں روزہ اور رات میں قیام۔غذا کے لئے درختوں کے پتے کھا لیتے۔

ہم ان کے قریب ہی بیٹھ گئے۔انہوں نے اللہ کی حمد وثنا کی اور کچھ انبیاء وسابقین علیہم السلام کا ذکر کیا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر تک پہنچے۔بتایا کہ اللہ نے انہیں بغیر مرد کے پیدا فرمایا اور خدا نے ان کو منصب رسالت عطا فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو مسیحا یعنی مردوں کو زندہ اور بیماروں کو شفا دینے والا بنایا۔مگر کچھ لوگوں نے ان کے معاملے میں کفر اور بعض نے پیروی اختیار کی۔اس کے بعد انہوں نے مجھے مخاطب کیا اور کہا:

"اے برخوردار! بے شک سب کا رب ایک ہے، سب کو آخرت درپیش ہے اور سب کا انجام طرفین سے کسی ایک طرف ہوگا۔جنت کی طرف یا دوزخ کی جانب۔جو لوگ آگ کی پرستش کرتے ہیں، لاریب وہ کفر وضلالت میں مبتلا ہیں۔ان سے ان کے اعمال کی بنا پر اللہ بیزار ہے اور وہ دین حق سے برگشتہ اور گم کردہ راہ ہیں۔

پھر ہم لوٹ آئے۔دوسرے دن پھر گئے۔انہوں نے پھر خطاب کیا اور خوب اچھی طرح ہم کو سمجھایا۔چنانچہ میں اب مستقلاً ان کی خدمت میں رہنے لگا۔مجھ کو ہمہ وقت حاضر پا کر انہوں نے مشفقانہ انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

"اے سلیمان! تم ابھی بچے ہو، تم اتنا زہد وریاضت نہ کر سکو گے۔لہٰذا جو میسر ہو کھاؤ پیو اور عبادت کر کے سو جایا کرو۔"

کچھ ہی عرصہ بعد بادشاہ کو خبر ہو گئی اور اس نے ان کو جلا وطنی کا حکم دے دیا۔میں نے راہبوں

سے کہا: ''وطن چھوڑ تو سکتا ہوں پر آپ سے جدا نہیں ہو سکتا۔''

چنانچہ میں ان کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ سفر طے کر کے موصل پہنچے۔ وہاں لوگوں نے ان کو گھیر لیا۔ اس کے بعد غار سے ایک شخص باہر آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ سب لوگ ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ اس کے روبرو مؤدب تھے کہ اس نے میرے ساتھی راہبوں سے سوال کیا:

''اب تک تم لوگ کہاں تھے؟''

انہوں نے سارے حالات بتائے۔ اس نے دریافت کیا: ''یہ بچہ کون ہے؟'' انہوں نے میری خوب تعریف کی اور بتایا پوری طرح ہدایت لیتا اور عمل کرتا ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے اللہ ﷻ کی حمد و ثنا بیان کی اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا ذکر کیا اور حق تعالیٰ نے ان پر جو اکرام و انعام فرمائے۔ ان کو بیان کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا۔ بعد از اس سامعین کو نصیحت کی اور کہا: ''اللہ سے ڈرو اور جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے ہیں اسے اپنے لئے لازم کر لو ان کی مخالفت نہ کرو ورنہ اللہ ﷻ تمہاری مخالفت کرے گا۔''

اس کے بعد اس نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا: ''میں اب تم سے جدا نہیں ہوں گا'' اس نے جواب دیا: ''اے بچے! تم اتنی برداشت نہیں رکھتے کہ میرے ساتھ رہ سکو۔ میں اپنے اس غار سے علاوہ اتوار کے باہر نہیں آتا۔''

میں نے کہا: ''میں تم سے جدا نہیں ہوں گا'' میری دوبارہ درخواست پر اس نے مجھے ساتھ لے لیا اور غار میں داخل ہو گیا۔ میں نے غار نشین راہب کو سوتے اور کھاتے پیتے نہیں دیکھا۔ وہ تمام وقت رکوع و سجود میں رہتا یہاں تک کہ دوسرا اتوار آ گیا۔ پھر جب صبح ہوئی تو ہم نکلے۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کے بعد حسب سابق اس نے لوگوں سے خطاب کیا۔ پھر وہ اپنے غار میں چلا گیا اور میں بھی اس کے ساتھ ہی چلا گیا۔ جب تک خدا نے چاہا میں اس کے ساتھ رہا۔ وہ ہر اتوار کو نکلتا' لوگوں کا اجتماع ہوتا پھر وہ ان کو وعظ و نصیحت کرتا۔ ایک اتوار کو وہ نکلا اور معمول کے مطابق تقریر کر کے اس نے کہا:

''اے لوگو! میری عمر بہت ہو گئی ہے اور میری ہڈیاں گھل گئی ہیں' میرا وقت قریب ہے ایک عرصہ سے میں بیت المقدس کی حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں۔ مجھے وہاں جانا ضروری ہے۔'' میں نے کہا: ''میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔''

چنانچہ ایک روز ہم دونوں روانہ ہو گئے۔ حتیٰ کہ بیت المقدس پہنچ گئے اور وہ وہاں پہنچ کر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ وہ مجھ سے اکثر باتیں کرتا' کبھی کہتا:

''اے سلیمان! اللہ ﷻ عنقریب ایک رسول کو مبعوث فرمائے گا جس کا نام احمد ہے وہ تہامہ[1]

۱۔ تہامہ: یہ جزیرہ نمائے عرب جغرافیائی تقسیم کے اعتبار سے کئی حصوں میں تقسیم تھا ان میں سے ایک علاقہ تہامہ کہلاتا تھا۔ مکہ مدینہ طائف اور خیبر اس کے مشہور شہر تھے

سے ظاہر ہوگا اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ "ہدیہ" قبول کرے گا مگر صدقہ نہیں کھائے گا۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ یاد رکھو اس کا ظہور بہت نزدیک ہے لیکن میں بہت ہی معمر اور ضعیف ہوگیا ہوں۔ اس لئے خیال ہے کہ اس عہد سعادت کو نہ پا سکوں گا۔ تم اگر پاؤ تو ان کی تصدیق کرنا اور اتباع کرنا۔"

میں نے سوال کیا: "اگر وہ اس دین کو، جس کی تعلیم وتربیت آپ نے مجھے دی ہے، ترک کرنے کا حکم دے؟"

اس نے کہا: "ہاں اگر چہ تمہیں اس کا بھی حکم دے۔"

اس کے بعد وہ بیت المقدس کے عبادت خانے سے باہر آیا۔ اس کے دروازے پر ایک مجبور ولاچار شخص بیٹھا تھا۔ راہب نے اس سے کہا: "مجھے اپنا ہاتھ دے۔" پھر اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا: "قُمْ بِسْمِ اللہ" یعنی اللہ کے نام سے کھڑا ہو جا تو وہ کھڑا ہو گیا گویا کہ اسے رسیوں سے باندھ رکھا ہو پھر اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ہر طرف سے بے پروا اور کسی طرف توجہ کئے بغیر آگے بڑھتا گیا۔ اس معذور ولاچار شخص نے مجھ سے کہا: "اے لڑکے! مجھ پر میرے کپڑے ڈال دے تاکہ میں چلا جاؤں۔" میں نے اس پر کپڑے ڈال دیئے۔ اس کے بعد میں تلاش راہب میں، اس کے نقوش قدم پر روانہ ہوا۔ جب بھی میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھتا تو وہ جواب دیتے کہ تیرے آگے جا رہا ہے۔ ایک مقام پر بنی کلب کے سوار مجھے ملے۔ میں نے راہب کے بارے میں ان سے پوچھا۔ انہوں نے میرے طرز گفتگو سے جو بھی سمجھا ہو بہر حال ایک اونٹ پر اپنے پیچھے مجھے بٹھا لیا اور اپنے علاقے میں لے آئے۔ پھر ایک انصاری خاتون نے مجھے خرید لیا اور اپنے باغ کی نگہداشت پر متقرر کر دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے۔ اس کی خبر جب مجھے ہوئی تو میں نے باغ سے کچھ کھجوریں لیں اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ بہت لوگ موجود تھے۔ میں نے کھجوریں حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کیسی ہیں؟" میں نے عرض کیا: "صدقہ ہے۔" آپ ﷺ نے حاضرین سے کہا: "کھاؤ" مگر خود نہ کھایا۔

کچھ دیر وہاں قیام کے بعد میں آیا اور میں نے باغ سے پھر کھجوریں لیں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا۔ اصحاب رسول ﷺ موجود تھے۔ میں نے وہ کھجوریں جن کو ساتھ لے کر گیا تھا، حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "یہ کیسی ہیں؟" میں نے عرض کیا: "یہ ہدیہ ہے۔" پس حضور ﷺ نے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی۔ آپ کے طرز عمل کو دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نبی موعود کی نشانیوں میں سے ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ کی جانب راست و چپ اور پھر پشت مبارک کی طرف آ گیا۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے۔ جسم پر سے کپڑا ہٹایا تو مہر نبوت شانوں کے درمیان موجود تھی۔ میں آ کر حضور ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اور صدق دل کے ساتھ کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

ابن سعد' بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے بہ طریق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے باسناد عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے اس طرح بیان کیا تھا کہ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسی ؓ نے بیان کیا کہ میں ایرانی النسل تھا اور میرا باپ ایک کاشت کار تھا جو مجھ پر بڑا مہربان اور شفیق تھا حتیٰ کہ گھر سے باہر نہ نکلنے دیتا۔ وہ مذہباً آتش پرست اور عقائد میں شدید اور غلو کرنے والا۔ میں اس کے آتش خانے کا محافظ اور منتظم تھا۔ میں دوسرے لوگوں کے مذہبی نظریات اور رسوم سے بیگانہ محض تھا اس سلسلہ میں مجھے بس اسی قدر معلوم تھا جو کچھ میں نے اپنے ماحول سے حاصل کیا تھا۔

میرے باپ کی زمین پر کچھ کارندے متقرر تھے۔ ایک روز باپ نے بلا کر کہا: "میرے بیٹے! مجھے اس زمین کا فکر لاحق ہے۔ اس کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے' تم کھیتوں پر جا کر کارندوں سے یہ اور یہ کہہ دینا مگر وہاں ٹھہر نہ جانا کیونکہ تمہارے ٹھہر جانے سے سارا کام درہم برہم ہو جائے گا۔" میں کہنے کے مطابق چل پڑا۔ راستہ میں عیسائیوں کے ایک معبد پر گزر ہوا۔ اندر سے آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: "یہ عمارت کیسی اور اس میں کون لوگ رہتے ہیں؟" لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ عیسائیوں کا کنیسہ ہے اور اندر لوگ عبادت میں مصروف ہیں۔ یہ اس کی آوازیں ہیں جو تم سن رہے ہو۔ میں ان کو اور ان کے طرز عبادت کو دیکھنے کے لئے اندر چلا گیا۔ مجھے ان کا طرز عبادت دیکھ کر اس قدر حیرانی ہوئی کہ میں ان کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ ان کے پاس سے ہٹنے کو دل نہ چاہا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ میں رات کے وقت جب گھر واپس آیا تو لوگ مجھے تلاش کرنے روانہ ہو چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر والد نے کہا کہ تم کہاں رہ گئے تھے' کیا میں نے تم کو جلد واپس آنے کی تاکید نہیں کی تھی؟

میں نے کہا: "ابا جان! میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کو لوگ عیسائی کہتے ہیں' مجھے ان کی عبادت اور دعا بھلی معلوم ہوئی۔ میں اس خیال سے بیٹھ گیا کہ دیکھوں وہ کیا کرتے ہیں۔" میرے والد نے جواب دیا: "اے میرے بیٹے! تیرا دین اور تیرے آباء و اجداد کا دین ان سے بہتر ہے۔" میں نے باپ سے عرض کیا:

''واللہ! ہم لوگوں کا دین ان لوگوں کے دین سے جو اللہ کی عبادت کرتے' اس کی پرستش کرتے اور اس کے لئے عبادت کرتے ہیں' بہتر نہیں ہے۔ ہم لوگ آگ کو پوجتے ہیں جس کو خود ہم روشن کرتے ہیں۔ اگر ہم روشن کرنا چھوڑ دیں تو وہ خاکستر ہو جائے۔''

یہ جواب سن کر میرے باپ کو اندیشہ ہوا۔ لہٰذا اس نے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے اپنے گھر میں قید کر دیا۔

اس کے بعد میں نے ان نصرانیوں کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور ان سے پوچھا: ''تمہارے دین کے اصول کہاں ملیں گے؟'' انہوں نے بتایا کہ ملک شام میں ہیں۔ میں نے پیغام دیا: ''آپ حضرات میں سے کوئی صاحب وہاں جانے والے ہوں تو مجھے خبر کر دیں۔''

کچھ عرصہ بعد چند عیسائی تاجر آئے تو انہوں نے مجھے اطلاع کرادی۔ میں نے کہلوا دیا کہ تاجر اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر جب واپسی کا ارادہ کریں تو مجھے اس موقعہ پر خبر کرا دیں۔ لہٰذا جب وہ اپنی مصروفیات ختم کر کے واپس ہونے لگے تو مقامی عیسائیوں نے مجھے خبر دی۔ میں نے پیروں سے بیڑیاں نکال دیں اور ان کے ساتھ ہو کر ملک شام پہنچ گیا اور نصرانی مذہب کے سب سے بڑے اسقف (پادری) کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا: ''کنیسہ کا منتظم ایک اسقف ہے۔'' میں اس کے پاس گیا اور میں نے اس سے عرض کیا:

''میری خواہش ہے کہ میں تمہارے کنیسہ میں رہوں اور اللہ کی عبادت کروں اور تم سے اچھی اچھی باتیں سیکھوں۔'' اس نے اجازت دے دی اور میں اس کے پاس رہنے لگا۔ وہ ایک برا آدمی تھا۔ میں نے دیکھا وہ لوگوں کو صدقات کی تلقین کرتا۔ جب لوگ صدقات لے کر اس کے پاس آتے تو وہ خزانے میں رکھ دیتا اور جن مسکینوں کے نام پر یہ حاصل کئے تھے انہیں محروم رکھتا۔ مجھے یہ صورت حال دیکھ کر اس سے نفرت ہوگئی مگر وہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا اور مر گیا۔ جب لوگ اس کے دفن کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا: ''یہ بدطینت شخص تھا تم لوگوں کو تو صدقہ کرنے کا حکم دیتا تھا اور اس کے لئے تمہیں شوق دلاتا تھا اور جب تم صدقات اکٹھا کر کے اس کے پاس لاتے تھے تو یہ ان کو جمع کر لیتا تھا اور غرباء و مساکین کو کچھ نہ دیتا تھا۔''

لوگوں نے کہا: ''اس کا ثبوت کیا ہے؟'' میں نے کہا: ''میں ابھی اس کا اندوختہ نکال کر آپ کے روبرو رکھتا ہوں۔'' انہوں نے کہا: ''اچھا' لاؤ!'' میں گیا اور سات مٹکے سونے اور چاندی سے لبریز ان کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔

جب لوگوں نے یہ دیکھا تو کہنے لگے: ''ہم اسے ہرگز دفن نہ کریں گے۔'' اس کے بعد

انہوں نے اسے سولی پر لٹکایا اور سنگسار کر دیا۔

اس کے بعد وہ ایک اور شخص کو لے کر آئے جو ان کے خیال میں ایک قابل اور ایماندار شخص تھا اور اس کے منصب پر مقرر کر دیا۔ میں نے کبھی آج تک نہ اپنوں میں اور نہ غیروں میں غرض کسی شخص کو اس شخص کی طرح زاہد اور شب زندہ دار نہیں دیکھا تھا۔ اس کے رات دن عبادت میں گزرتے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ کبھی میں نے اس سے بھی زیادہ کسی سے محبت کی ہو۔ بہر حال میں اس کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ اس وقت میں نے ان سے کہا:

''اے جناب! اب آپ کا وقت آخر ہے اور جو امر الٰہی میں ہے اسے آپ دیکھ رہے ہیں قسم سے کہتا ہوں کہ میرے لئے آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ براہ مہربانی مجھے کچھ حکم دیجئے اور کسی کی طرف میری رہنمائی کیجئے۔'' اس نے کہا: ''اے بیٹے! میں اور تو کسی کو نہیں جانتا البتہ ایک شخص موصل میں ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ یقیناً تم اس کو میری طرح پاؤ گے۔''

پھر جب وہ فوت ہو گیا تو میں موصل پہنچا اور اس شخص کے پاس گیا۔ میں نے اس کو ریاضت وعبادت اور ترک دنیا اور زہد میں اسی طرح پایا۔ میں نے اس عابد کو بتایا کہ شام کے اسقف نے مرتے وقت مجھ کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی وصیت کی ہے لہٰذا میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور آپ کا فیض صحبت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: ''اے بیٹے شوق سے رہو۔'' میں مقیم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا۔ میں نے اس سے کہا:

''میں وصیت کے مطابق آپ کے پاس آیا تھا اور اب آپ کی حالت بھی حکم خداوندی کے انتظار میں ہے لہٰذا آپ کسی کی طرف میری رہنمائی فرمائیں۔'' اس نے کہا: ''اے بیٹے! خدا کی قسم میں نہیں جانتا البتہ صرف ایک شخص نصیبین میں ہے وہ ہمارے ہی دین و مسلک پر ہے۔ تم اس کے پاس چلے جاؤ۔ امید ہے تم اس کی صحبت میں رہ کر اپنا مقصد ضرور حاصل کر لو گے۔''

اس کو دفن کرنے کے بعد میں نصیبین میں اس شخص کے پاس پہنچا اور بتایا کہ فلاں نے فلاں کی طرف رہنمائی کی تھی اور انہوں نے اب آپ کے پاس بھیجا ہے۔ تو اس نے کہا: ''اے صاحبزادے تم رہو۔'' پھر میں اس کے پاس سابقہ طور پر شب و روز رہنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت بھی نزدیک پہنچا۔ میں نے ان سے کہا:

''اب آپ کے لئے بھی خدا کا حکم آ گیا ہے۔ آپ محسوس کر رہے ہیں فلاں شخص نے مجھے فلاں کے پاس جانے کا مشورہ دیا اور پھر اس نے آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اب آپ کس طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ میں کہاں جاؤں؟''

اس نے جواب دیا: ''اے برخوردار! میں کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ہمارے طریقے پر ہو مگر روم میں شہر عموریہ کے اندر ایک شخص ہے تم اس کے پاس جاسکتے ہو۔ یقیناً تم اس کو اسی طریقہ و مسلک پر پاؤ گے جس پر ہم ہیں۔''

پھر جب ہم اسے دفن کر چکے تو میں سفر پر چل دیا اور زاہد عموریہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے پہلے راہبوں کی مانند پایا اور اس کے پاس رہنے لگا۔ میں نے محنت اور مزدوری بھی شروع کر دی جس کے نتیجے میں میرے پاس کثیر بکریاں اور گائیں ہوگئیں۔

بحکم ایزدی پھر ایک عرصہ بعد زاہد عموریہ کا بھی وقت آ گیا تو میں نے اسے کہا: ''اے میرے میزباں مجھے زاہد شام نے زاہد موصل کی طرف اور اس نے نصیبین کی طرف اور عابد نصیبین نے پھر آپ کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لئے بھی خدا کا حکم آ چکا ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں' کیا آئندہ کے لئے آپ کچھ وصیت فرمائیں گے؟''

اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا: ''اے بیٹے! خدا گواہ ہے میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو ہمارے طریقے پر ہو اس لئے میں کس طرف تمہاری رہنمائی کر سکتا ہوں؟ البتہ اس نبی کا زمانہ قریب ہے جو مکہ میں پیدا ہوگا اور اس کی ہجرت کا مقام دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ایک شور زمین میں ہوگا جہاں کھجوروں کے درخت ہوں گے۔ اس نبی کی نشانیاں واضح ہوں گی۔ اس کے شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ وہ ہدیہ تو قبول کرے گا مگر صدقہ نہ لے گا۔ اگر تم تلاش حق کا جذبہ رکھتے ہو تو اس علاقہ کی طرف چلے جاؤ اس لئے کہ اس کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔''

پھر جب اس کو دفن کر چکے تو میں چل کھڑا ہوا۔ دوران سفر مجھے سوداگران بنی کلب کا ایک قافلہ ملا۔ میں نے ان سے کہا: ''تم مجھے اپنی سواری پر سرزمین عرب لے جاؤ۔ اس کے معاوضہ میں' میں تم کو اپنی بکریاں اور گائیں دے دوں گا'' انہوں نے کہا: ''ٹھیک ہے۔'' تو میں نے وہ سب جانور ان کو دے دیئے اور وہ مجھ کو سوار کر کے وادی حجاز لے آئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے مجھ پر ظلم وتشدد کیا اور وادی القریٰ کے ایک یہودی کے ہاتھ مجھے فروخت کر دیا۔

یہاں پہنچ کر جب میں نے کھجور کے درختوں کو دیکھا تو مجھے امید ہوئی کہ شاید یہ وہی شہر ہو جس کی بشارت پیشوائے عموریہ نے دی تھی مگر یہ بات تحقیق طلب تھی۔ یہاں تک کہ بنی قریظہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص وادی القریٰ آیا تو اس نے میرے اس مالک سے مجھے خرید لیا اور اپنے قبیلہ میں مدینہ طیبہ لے آیا۔ میں نے اس شہر کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور اپنے یہودی آقا کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا اور رسول اللہ ﷺ مکہ میں نبوت کا اعلان فرما چکے تھے۔

وہ لوگ حضور کے بارے میں کچھ نہ بتاتے تھے اور میں اسی طرح غلامی میں زندگی گزار رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ قبا تشریف لائے اور میں اپنے آقا کے باغ میں کام کر رہا تھا کہ یہودی آقا کا چچازاد بھائی آیا اور کہا: ''اے فلاں! اللہ تعالیٰ بنی قیلہ کو ہلاک کرے' یہ سارے لوگ اس وقت قبا[1] میں مکہ کے مسافر کے پاس جمع ہو رہے ہیں جو آج ہی آیا ہے' ان لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔''

یہ سنتے ہی میرے جسم پر لرزش طاری ہو گئی۔ جس کی وجہ سے مجھے گمان ہوا کہ اپنے قریب کھڑے ہوئے مالک پر گر پڑوں گا۔ میں اوپر سے یہ کہتا ہوا نیچے اتر آیا:

''یہ ایک عجیب خبر ہے جسے میں سن رہا ہوں۔''

مالک نے میری یہ حالت دیکھ کر ایک طمانچہ میرے رسید کیا اور کہا:

''کام سے کام رکھ۔'' اس کے جواب میں' میں نے کہا:

''اس میں حرج ہی کیا ہے کہ جو خبر ہم سن رہے ہیں اس کے بارے میں تحقیق کر لیں۔'' یہ کہہ کر میں باغ سے نکل آیا۔ راہ میں شہر کی ایک عورت ملی۔ میں نے اس سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کے گھر کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ پھر اسی عورت نے بارگاہ رسالت ﷺ تک میری رسائی کی۔ میں جس وقت حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں پہنچا اس وقت شام ہو گئی تھی اور میرے ساتھ صدقہ کا کھانا موجود تھا۔ حضور ﷺ قبا ہی میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ ایک مرد صالح ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ کچھ غریب صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ میرے پاس تھوڑا سا صدقہ کا کھانا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ آبادی میں آپ ﷺ زیادہ حقدار ہیں لہٰذا یہ کھانا حاضر ہے' تناول فرمائیے۔''

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سنا تو اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''تم کھاؤ'' میں نے سوچا یہی وہ خصوصیت ہے جس کا ذکر عابد عموریہ نے آپ کی نشانی کے بطور کیا تھا۔ اس کے بعد میں لوٹ آیا اور حضور ﷺ قبا سے مدینہ طیبہ آ گئے۔ پھر جو کچھ موجود تھا میں نے اکٹھا کیا اور ساتھ لے کر دربار رسول ﷺ میں دوبارہ حاضر ہوا اور کہا:

''میں نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ صدقہ کا مال نہیں کھاتے ہیں' یہ میری طرف سے ہدیہ اور تحفہ ہے' صدقہ نہیں ہے۔''

میری بات سن کر حضور ﷺ نے خود بھی کھایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی دیا۔ میں نے خیال کیا یہ وہ دونوں خوبیاں ہیں جو مجھے بتائی گئی ہیں۔

---

[1] ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے مضافات میں سب سے پہلے حضور ﷺ نے قبا ہی میں قیام فرمایا تھا۔

اس کے بعد میں پھر دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ ایک جنازہ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ آپ ﷺ کے جسم اقدس پر صوف کی چادر تھی اور آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تھے۔ میں حضور ﷺ کے گرد چکر لگانے لگا تاکہ میں آپ کے پشت مبارک پر مہر نبوت کی زیارت کر سکوں۔ حضور ﷺ نے مجھے اس حال اور جستجو میں دیکھا تو سمجھ گئے اور حضور ﷺ نے اپنے پشت مبارک سے چادر اٹھا دی تو میں نے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جس کو میرے ساتھی راہب نے علامت نبوت کے طور پر بیان کیا تھا۔ پس میں نے اسے بوسہ دیا اور پھر مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے سلمان رضی اللہ عنہ! پیچھے سے آگے آ جاؤ'' تو میں سامنے آ کر حضور ﷺ کے روبرو بیٹھ گیا اور صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے بارے میں جو نشانیاں کتب ساوی میں بیان کی گئی ہیں وہ میری زبانی سنیں۔ جب میں ان کے بیان سے فارغ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

''اے سلمان رضی اللہ عنہ! مکاتب ہو جاؤ''

لہٰذا میں اپنے مالک سے کھجور کے تین سو درختوں اور چالیس اوقیہ (چاندی) پر مکاتب[1] ہو گیا۔ صحابہ رسول ﷺ نے درختوں کی فراہمی میں میری مدد کی۔ کسی نے تیس، کسی نے بیس اور کسی نے دس پودے دیئے۔ ہر ایک نے مقدور بھر تعاون کیا۔ پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ان پودوں کو لگانے کے لئے گڑھے کھودنے کے لئے فرمایا اور کہا: ''جب تم گڑھے کھود لو تو مجھے بلا لینا، میں ان کو اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔''

میں نے گڑھے کھودنے شروع کر دیئے۔ اس مرحلہ پر صحابہ نے بھی میری مدد کی۔ وہ جہاں جہاں نشانات لگاتے، میں وہاں وہاں گڑھے کھودتا۔ جب کھدائی کا یہ کام ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ چنانچہ ہم لوگ حضور ﷺ کو پودے اٹھا کر دیتے اور حضور ﷺ اپنے دست مبارک سے ان کو لگاتے اور مٹی کو درست کرتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کوئی ایک پودا بھی تو خشک نہیں ہوا۔[2]

اب میرے ذمہ درہم رہ گئے تھے۔ تو ایک شخص کسی کان سے انڈے کے برابر سونے کی ڈلی لایا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے سلمان رضی اللہ عنہ! اس ڈلی کو تم لے لو اور اس کے ذریعہ تم اپنی مکاتبت کا جتنا حصہ ہے ادا کرو۔'' میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس قدر چھوٹی ڈلی

۱۔ مکاتب وہ غلام ہوتا ہے جو اپنے مالک سے کسی چیز کے دینے پر اس سے آزادی حاصل کرے۔ (ادارہ)

۲۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ کھجور کا پودا لگانا سنت ہے (ادارہ)

سے میرا قرضہ کس طرح ادا ہوگا؟" حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اسی سے تمہارا قرضہ ادا کردے گا۔" قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' میں نے اس سونے سے یہودی کو مکاتبت کا چالیس اوقیہ ادا کر دیا اور اتنی ہی مقدار میں سونا میرے پاس باقی بچ گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان فارسی ﷛ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رام ہرمز میں پیدا ہوا۔ ہم عمر بچوں کے ساتھ بستی میں جانا ہوتا' اس بستی کے قریب ایک پہاڑ ہے جس میں ایک غار تھا۔ ایک روز میں تنہا اس طرف چلا گیا۔ اتفاقاً اس جگہ ایک دراز قد آدمی اونی لباس اور بالوں سے بنی چپل پہنے دکھائی دیا۔ پھر اس نے مجھے اپنے پاس بلانے کے لئے اشارہ کیا۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا:

"اے فرزند! تم حضرت عیسٰی ﷵ ابن مریم کو جانتے ہو؟"

میں نے جواب دیا: "میں نہیں جانتا اور نہ میں نے یہ نام سنا ہے۔"

اس نے کہا: "وہ اللہ کے رسول ہیں' اس لئے جو شخص حضرت عیسٰی ﷵ پر ایمان لائے گا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ان کو اللہ کی طرف سے پیغمبر سمجھتا ہے اور جو عنقریب رسول تشریف لانے والے ہیں' ان کا نام "احمد" ہے اور جو ان رسول پر ایمان لائے گا تو اللہ ﷻ اسے دنیا کے غموں سے نجات دے کر آخرت کی راحتوں اور اس کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔"

میں نے اس اجنبی کی باتوں میں سچائی کی حلاوت اور حقیقت کا نور دیکھا جو اس کے لب گویا سے نمودار تھا۔ میرے دل کو اس کی باتیں لگیں' میرے ضمیر کو انبساط حاصل ہوا۔ گویا یہ پہلا محسن تھا جس نے مجھے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ مُحَمَّدٌ بَعْدَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْبَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ" کی تعلیم دی۔

پھر اس نے مجھے نماز میں قیام کی تعلیم دی اور کہا: "جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو قبلہ کی جانب منہ کرنا۔ اس وقت اگر تمہیں چاروں طرف سے آگ بھی گھیر لے تو اطمینان خاطر رکھنا اور اگر بہ حالتِ نماز فرض تمہارے والدین بھی بلائیں تو ہرگز ان کی طرف بھی توجہ نہ دینا۔ ہاں اگر اللہ کا رسول بلائے تو نماز فرض کو بھی قطع کر دینا۔ کیونکہ اس کا بلانا اللہ کے حکم سے اور اللہ کے لئے ہوتا ہے۔"

اس کے بعد اس نے کہا کہ اگر تم محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کو پاؤ جو تہامہ کے پہاڑی علاقے سے ظہور فرمائے گا' تو اس پر ایمان لانا اور ان کے حضور میرا اسلام پیش کرنا۔" میں نے کہا: "ان کی کچھ علامتیں بیان فرمایئے۔" تو انہوں نے کہا:

"ان کو نبی الرحمۃ محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کہا جائے گا۔ وہ تہامہ کے پہاڑی علاقے سے ظہور

کریں گے۔ وہ اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے پر سواری کریں گے۔ آزاد اور غلام ان کے نزدیک برابر ہوں گے۔ ان کے دل میں انسان دوستی اور کرم ہوگا اور ان کے دونوں شانوں کے درمیانہ بیضۂ کبوتر کے برابر ایک مہر ہوگی جس پر غیر مرئی حروف میں اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوگا اور نمایاں اور مرئی حروف میں ہوگا تَوَجَّہْ حَیْثُ شِئْتَ فَاِنَّکَ الْمَنْصُوْرُ. وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ کو اپنی ذات کے لئے پسند نہ فرمائیں گے ان کے اندر کسی کے لئے حسد وعناد نہ ہوگا نہ وہ معاہد پر ظلم کریں گے اور نہ مسلمان پر۔"

طبرانی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق شرحبیل بن السمط ﷺ سلمان فارسی ﷺ سے روایت کی گئی۔ انہوں نے فرمایا: "میں تلاش حق میں نکلا اہل کتاب کے راہبوں سے ملا وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس میں سرزمین عرب سے ایک نبی کا ظہور ہوگا۔ اس نبی کی بہت سی خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک بڑا اساتل ہوگا جو مہر نبوت ہے۔"

میں (یہ اطلاع پاکر) سرزمین عرب پہنچ گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ظہور فرمایا اور جو کچھ راہبوں نے نشانیاں بتائی تھیں۔ وہ تمام نشانیاں آپ میں موجود تھیں اور مہر نبوت کو دیکھا تو میں نے گواہی دی کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ.

بیہقی و ابونعیم رحمہما اللہ نے بہ روایت جندب بریدہ ﷺ نقل کیا ہے کہ حضرت سلمان ﷺ جس قدر کھجور کے درختوں کے عوض مکاتب ہوئے (حسب قرار داد سلمان و یہودی) درختوں کی پرورش اور بار آور ہونے تک ان کی تیاری کرنی تھی تو حضور ﷺ نے ازراہ عنایت درختوں کو زمین میں لگایا بجز ایک پودے کے کہ اس کو حضرت عمر ﷺ نے لگا دیا مگر وہ تمام درخت اسی سال پھل لے آئے سوائے ایک درخت کے۔ یہ صورت حال دیکھی تو حضور ﷺ نے پوچھا: "اس درخت کو کس نے لگایا تھا؟" صحابہ نے عرض کیا: "عمر ﷺ نے۔" تو حضور ﷺ نے اسے اکھیڑ کر خود لگایا تو پھر وہ بھی اسی سال پھل لے آیا۔[1]

ابن سعد و ابونعیم رحمہما اللہ نے بہ روایت ابوعثمان مہدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان ﷺ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: "میں اپنے مالک سے کھجور کے پانچ سو پودے لگانے پر مکاتب ہوا کہ جب وہ پھل لے آئیں تو میں (باغ کو مالک کے حوالے کردوں گا اور) آزاد ہو جاؤں گا۔ تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے

---

[1] یہ حضور سرور کائنات ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھا کہ آپ کے دست مبارک سے لگائے ہوئے کھجور کے پودے تناور ہو کر ایک ہی سال میں پھل لے آئے۔

اور پودوں کو اپنے دست مبارک سے لگایا بجز ایک پودے کے کہ جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے لگا دیا تھا تو وہ سب بارآور ہو گئے مگر اسی ایک درخت میں پھل نہ آیا۔"

حاکم و بیہقی رحمہم اللہ نے بہ روایت ابوالطفیل رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان ﷛ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے انڈے کے برابر سونا دیا اور پھر انگشت شہادت کو انگوٹھے پر رکھ کر حلقہ بنایا جو درہم کے برابر بن گیا۔ انہوں نے کہا: "اگر اس سونے کی ڈلی کو ایک پلہ میں رکھا جائے اور دوسرے میں کوہ احد تو یقیناً سونے کا پلہ وزنی رہے گا۔"

امام احمد و بیہقی نے ایک دوسری سند سے حضرت سلمان ﷛ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونا عطا فرمایا اور کہا اس سے کتابت کا قرض ادا کرو۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جتنا مجھے دینا ہے وہ اس سے کس طرح ادا ہو گا؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے اس ڈلی کو اپنی زبان مبارک پر پھرایا اور مجھے دیتے ہوئے کہا' اسے لے جاؤ اللہ ﷻ اس سے تمہارا قرض ادا کرا دے گا۔ میں اسے لے گیا اور وزن کر کے اس سے چالیس اوقیہ سونا ادا کر دیا۔"

ابن اسحاق' ابن سعد' بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ ﷛ نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷛ سے سنا کہ مجھے حضرت سلمان ﷛ کے بارے میں روایت ملی کہ عموریہ کے راہب نے سلمان ﷛ سے اپنی وفات کے وقت کہا: "تم ملک شام کے دو پہاڑوں میں جاؤ وہاں ایک شخص پہاڑ سے نکل کر دوسرے پہاڑ کی طرف سال میں ایک مرتبہ جاتا ہے اور اس کے روبرو بیمار پیش کئے جاتے ہیں وہ جس مریض کے لئے دعا کرتا ہے' شفایاب ہو جاتا ہے۔ تم اس سے اس دین کے بارے میں پوچھنا جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھتے ہو۔"

سلمان ﷛ کہتے ہیں کہ میں روانہ ہو گیا اور ایک سال تک اس ہستی کے نکلنے کے انتظار میں ٹھہرا رہا حتی کہ وہ اس خاص رات میں نکلا۔ میں نے اس کا شانہ (ایک اضطراری عمل کے طور پر) پکڑ کر کہا: "تم پر اللہ ﷻ رحم فرمائے' کیا حقیت دین ابراہیم میں ہے؟"

اس نے جواب دیا: "اس نبی ﷺ کے ظہور کا زمانہ تم پاؤ گے جو اس بیت اللہ سے ظہور فرما کر اس حرم میں ظاہر ہو گا اور "دین حنیف"[1] کے ساتھ مبعوث ہو گا۔"

ا۔ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۝ (پ۳ آل عمران ۶۷)

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (پ۱ البقرہ ۱۳۵)

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا ۝ (پ۷ انعام ۷۹)

مذکورہ بالا تمام آیات میں دین حنیف یعنی توحید کی وضاحت کی گئی ہے یعنی دین اسلام ہے۔

ایک مرتبہ سلمان رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے سلمان اگر تم سچ کہتے ہو تو تم نے یقیناً سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے۔''

(حضرت سہیلی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس حدیث کی سند منقطع ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے)

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے اپنی سند سے روایت کیا کہ ہمیں عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہمارے شیوخ نے کہا کہ عرب میں ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی شان رفعت کو جاننے والا کوئی نہیں کیونکہ ہماری رہائش یہودیوں کے ساتھ تھی۔ وہ اہل کتاب تھے اور ہم صنم پرست۔ ہماری جانب سے جب ان کو کوئی گزند پہنچتی تو وہ ہماری تنبیہ کے لئے کہتے: ''جلد ہی ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے وہ ہمارا رہنما اور سردار ہوگا اور ہم تم کو عاد و ارم کی طرح قتل کریں گے۔'' لیکن جب اللہ ﷻ نے اس نبی موعود یعنی حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ہم (صنم پرستوں) نے مانا اور اطاعت کی اور انہوں نے انکار کیا اور مخالفت کی۔ اللہ ﷻ نے اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (پ البقرہ ۸۹)[1]

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے علی الازدی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ یہودی یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے خدا! ہمارے لئے اس نبی ﷺ کو مبعوث فرما جو ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔''

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ خیبر کے یہودی بنی غطفان سے دشمنی رکھتے تھے اور اہل خیبر شکست کھا جاتے تو وہ اس موقع پر ان الفاظ میں دعا کرتے: ''اے ہمارے خدا! ہم تجھ سے اس نبی موعود کے وسیلہ سے التجا کرتے ہیں کہ جس کا نام احمد ہے اور زمانہ آخر میں ہماری رہنمائی کے لئے جس کے ظاہر فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے ہماری مدد کر۔'' اس کے بعد جب مقابلہ ہوتا تو یہودی غالب آتے اور غطفان شکست کھا جاتے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ان ہی یہود نے حضور ﷺ کے ساتھ کفر کیا، جس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ (پ البقرہ ۸۹) اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے (ترجمہ کنز الایمان)

مانگا کرتے تھے: ''اے خدا! ہمارے لئے اس نبی ﷺ کو مبعوث فرما جو ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔''

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ خیبر کے یہودی بنی غطفان سے دشمنی رکھتے تھے اور اہل خیبر شکست کھا جاتے تو وہ اس موقع پر ان الفاظ میں

دعا کرتے "اے ہمارے خدا! ہم تجھ سے اس نبی موعود کے وسیلہ سے التجاء کرتے ہیں کہ جس کا نام احمد ہے اور زمانہ آخر میں ہماری رہنمائی کے لئے جس کے ظاہر فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے ہماری مدد کر۔" اس کے بعد جب مقابلہ ہوتا تو یہودی غالب آتے اور غطفان شکست کھا جاتے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ان ہی یہود نے حضور ﷺ کے ساتھ کفر کیا' جس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ. (پ۱ البقرہ۸۹) اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے (ترجمہ کنز الایمان)

ابن اسحاق' امام احمد' امام بخاری صاحب مستدرک حاکم رحمہم اللہ کی صحت کے ساتھ اور بیہقی طبرانی وابونعیم رحمہم اللہ نے بہ روایت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ' از سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک یہودی تھا وہ اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے پاس صبح کے وقت گیا اور اس نے مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے اور قیامت قائم ہونے اور جنت و دوزخ اور حساب و میزان کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ حقیقت ان بت پرستوں کے لئے حیرت افزا ہے جو اس پر یقین نہیں کرتے۔ اس یہودی نے یہ بات حضور ﷺ کی بعثت سے قبل کہی تھی۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا: "اے شخص تیرا بھلا ہو (کچھ تو عقل سے کام لے!) یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد اس گھر کی طرف اٹھائے جائیں گے جس میں جنت و دوزخ ہے اور ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟" اس نے کہا: "ہاں' قسم ہے اس ذات کی جس کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے' میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا حصہ اس آگ میں ہو جس کو تم اپنے گھروں کے صحنوں میں جلاتے ہو' تم اسے جلاؤ' پھر تم مجھے اس روشن تنور میں ڈال کر اوپر سے اس کا منہ بند کر دو اور پھر میں اس کے عوض کل سزا کے دن آتش جہنم سے نجات پاؤں۔"

لوگوں نے پوچھا: "اس قول کی صحت پر تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟"

اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس علاقے میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔"

لوگوں نے پوچھا: "تیرے خیال میں وہ نبی کب مبعوث ہوگا؟"

اس پر اس نے میری طرف دیکھا۔ میں اس وقت اپنے قبیلہ کے لوگوں میں سب سے کم عمر تھا۔ پس اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا: "اگر اس نے اپنی عمر کو پورا کیا تو یہ اس نبی ﷺ کو پائے گا۔"

اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اللہ ﷻ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ یہودی ہمارے سامنے زندہ تھا۔ بحمد للہ ہم نے حضور ﷺ کی تصدیق کی اور ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور وہ

یہودی بغاوت وحسد کا رویہ اختیار کرنے کے بعد انکار کرتا رہا اور جب ہم نے اس سے کہا:

''کیا تو وہ شخص نہیں ہے جو حضور ﷺ کے بارے میں یہ اور یہ پیش گوئیاں ہم لوگوں سے کرتا تھا؟'' اس نے جواب دیا: ''یہ وہ نبی نہیں ہیں۔''

بیہقی' طبرانی' ابونعیم اور خرائطی رحمہم اللہ نے ''ہواتف'' میں خلیفہ بن عبدۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''زمانہ جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیسے رکھا؟'' انہوں نے جواب دیا: ''میں نے بھی اپنے والد سے یہی سوال کیا تھا تو میرے والد نے بتایا تھا کہ ہم بنو تمیم کے چار آدمی تھے۔ ایک میں دوسرے سفیان بن مجاشع بن دارم تیسرے یزید بن عمر بن ربیع اور چوتھے اسامہ بن مالک خندف۔ ہم چاروں سفر پر روانہ ہوئے۔ جب ہم ملک شام پہنچے تو ایک تالاب پر جہاں سایہ دار درخت بھی تھے' اترے تو کچھ دیر کے بعد ایک شخص ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا: ''تم کون لوگ ہو؟''

ہم نے جواب دیا: ''ہم قبیلہ مضر کے لوگ ہیں۔''

ہمارا جواب سن کر اس نے کہا: ''آگاہ ہو جاؤ' عنقریب تم لوگوں میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔ لہٰذا بلا تاخیر اپنے علاقے کو لوٹ جاؤ اور اس سے اپنا حصہ حاصل کرو اور ہدایت یاب بنو۔ کیونکہ وہ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہے۔''

ہم نے پوچھا: ''اس کا نام کیا ہے؟''

انہوں نے بتایا: ''اس کا نام محمد ﷺ ہے۔''

سفر سے جب ہم واپس ہوئے تو ہم میں سے ہر ایک کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور چاروں نومولود بچوں کا نام محمد رکھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ اہل عرب' اہل کتاب اور کاہنوں سے سنا کرتے تھے کہ عرب میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔ جس کا نام محمد ﷺ ہوگا تو اہل عرب میں سے جس نے یہ بات سنی اس نے طمعِ نبوت کے سبب اپنے بچہ کا نام محمد رکھ لیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مروان بن الحکم رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوسفیان بن الحرب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ میں اور امیہ بن الصلت شام کی طرف روانہ ہوئے تو دوران سفر ہمارا گزر اس بستی میں ہوا جس کے باشندے نصاریٰ تھے۔ جب ان کی نظر امیہ پر پڑی تو اس کا استقبال اور پذیرائی کی اور ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔ امیہ نے مجھ سے کہا: اے ابوسفیان! میرے ہمراہ تم بھی چلو کیوں کہ تم ایک ایسے شخص کے پاس

جاؤ گے جو علومِ نصرانیت کا علامہ اور بڑا فاضل ہے۔

میں نے کہا' میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ تو اُمیہ چلا گیا۔ پھر واپس آ کر اس نے کہا۔ جو بات میں تم سے کہوں گا' کیا تم اسے پوشیدہ رکھو گے؟ میں نے کہا" ہاں۔" اس نے کہا۔ مجھ سے ایک شخص نے جو علمِ توریت کا سب سے بڑا محقق ہے ایک اہم بات کہی ہے' وہ یہ کہ بلاشبہ ایک نبی مبعوث ہو گیا ہے۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید وہ میں ہی ہوں۔ مگر اس نے بتایا کہ وہ تم میں سے نہیں ہے بلکہ وہ اہل مکہ میں سے ہے۔ میں نے پوچھا اس کا نسب کیا ہے؟ اس نے کہا وہ اپنی قوم کا منتخب شخص ہے اور اس کی یہ نشانی بیان کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ملک شام میں آٹھ زلزلے آئیں گے۔ اب ایک زلزلہ باقی ہے' جس سے شام میں فساد و مصیبت داخل ہو جائے گی۔

پھر جب ہم واپس ہو کر ثنیہ پہنچے تو اچانک ایک سوار آتا ہوا ملا ہم نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا شام سے۔ ہم نے پوچھا وہاں سے متعلق کوئی نئی خبر تو نہیں؟ اس نے بتایا خبر یہ ہے کہ شام میں زلزلہ آیا ہے' جس کے سبب ہر طرف آفت ہی آفت نظر آتی ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے کعب رضی اللہ عنہ اور وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بخت نصر نے بہت برا خواب دیکھا جس کے ڈر سے وہ لرز اٹھا مگر بیدار ہونے کے بعد خواب کو بھول گیا۔ اس نے کاہنوں اور جادوگروں کو بلایا اور اثراتِ خواب کو بیان کیا اور تعبیر چاہی۔ انہوں نے کہا خواب بیان کرو۔ بخت نصر نے کہا خواب تو یاد نہیں رہا۔ انہوں نے کہا جب تک خواب ہمارے سامنے نہ ہو تعبیر کہاں سے ہو گی۔

پھر اس نے حضرت دانیال علیہ السلام (نبی) کو بلایا اور سارے حالات بیان کئے۔ انہوں نے فرمایا:

"اے بخت نصر! تم نے خواب میں بہت بڑے بُت کو دیکھا ہے' جس کے پاؤں زمین میں ہیں اور سر آسمان میں' اس کے اوپر کا حصہ سونے کا ہے اور درمیانی حصہ چاندی کا اور اس کا نچلا دھڑ تانبے کا اور اس کی پنڈلیاں لوہے کی اور اس کے پاؤں کھنکھناتی مٹی کے ہیں' اس دوران کہ تم اس کو دیکھ کر اس کے حسن و جمال اور کاری گری پر حیرت کر رہے تھے' اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھر پھینکا جو اس کے سر کے وسط پر گرا اور وہ از سر تا پا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس کا سونا' چاندی' تانبہ' لوہا اور مٹی اس طرح آمیختہ ہو گئے اور تم نے خیال کیا کہ اگر روئے زمین کے تمام جن و انس مل کر بھی اس کے مخلوط اور آمیختہ اجزا یا ذرات کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیں تو عاجز رہیں اور اس بات پر قادر نہ ہوں کہ ان کو الگ کر دیں اور تم کو اس بات کا خطرہ درپیش تھا اور تم ڈر رہے تھے کہ اگر ہوا چلے گی تو اسے اڑا لے جائے گی اور تم نے اس پتھر کو دیکھا جو اس پر مارا گیا تھا کہ وہ بڑھتا' پھیلتا اور ہمہ گیر ہوتا جا رہا ہے یہاں تک کہ اس نے تمام روئے زمین کو گھیر لیا۔ اس وقت تمہیں اس پتھر اور آسمان کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔"

بخت نصر نے کہا:

"آپ نے سچ فرمایا: میں نے یہی خواب میں دیکھا ہے۔ تو اب اس کی تعبیر کیا ہے؟"

پیغمبر دانیال علیہ السلام نے جواب دیا: "بت تو وہ مختلف امتیں ہیں جو ابتداء وسط اور آخر زمانوں سے متعلق ہیں اور وہ پتھر جس سے اس بت کو پاش پاش کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ جس کے ذریعہ آخر زمانہ میں تمام امتوں کو ختم کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ عرب سے نبی امّی کو مبعوث فرمائے گا اور اس کے ذریعہ ساری امتوں اور تمام دینوں کو منسوخ کرے گا۔ جیسا کہ تم نے خواب میں دیکھا کہ سنگِ گراں نے بت کے ہر حصہ کو پامال کر دیا ہے اور وہ دین تمام ادیان پر غالب ہوگا جس طرح کہ تم نے پتھر کو تمام روئے زمین پر غالب اور پوری فضا پر محیط دیکھا ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں عیسیٰ بن داب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور زید بن عمر بن طفیل بھی بیٹھا تھا اتنے میں امیہ بن ابی الصلت گزرا اس نے کہا خبردار ہو جاؤ' جس نبی کا ہم انتظار کر رہے تھے وہ یا تو تم میں سے ہوگا یا فلسطین والوں میں سے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے پہلے کسی نبی کے انتظار کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا کہ وہ ظہور فرمانے یا مبعوث ہونے والا ہے۔ اس کے بعد میں ورقہ بن نوفل[1] کے پاس گیا اور ان سے تمام واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا: ہاں اے بھتیجے! اہل کتاب اور علماء نے خبر دی ہے کہ نبی منتظر عرب کے بزرگ ترین خاندان میں پیدا ہوگا میں اس کے نسب سے واقف ہوں۔ میں نے کہا اے چچا وہ نبی کیا تعلیم کرے گا؟ ورقہ نے کہا ان کی تعلیم وہی ہوگی' جس کی ہدایت ان کو ہوگی نہ وہ خود ظلم کرے گا نہ ظالموں کو برداشت کرے گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا تو میں ان پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔

طیالسی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میرے والد اور ورقہ بن نوفل دونوں دین کی جستجو اور تلاش میں نکلے اور وہ موصل میں ایک راہب کے پاس پہنچے۔ اس نے زید سے پوچھا: تم کہاں سے آرہے ہو؟

زید نے کہا: "حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ سے۔"

---

[1] ورقہ بن نوفل حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان کو بعثت پر آپ سے دلی نصرت تھی اور وہ اس وقت تمام کتب سماوی کے زبردست عالم تھے آپ تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبریں پڑھ چکے تھے۔

اس نے کہا: ''کس چیز کے ارادہ اور تلاش میں نکلے ہو؟''

زید نے جواب دیا: ''سچے دین کی۔''

راہب نے کہا: ''لوٹ جاؤ' کیوں کہ وقت آ گیا ہے کہ اس ذات گرامی کا ظہور ہو جس کے لئے تم اپنی سرزمین سے دور سرگرم جستجو ہو۔''

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''معجم'' میں (طبرانی اور حاکم رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا) اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت اُسامہ بن زید ﷺ زید بن حارثہ ﷺ سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات کی اور حضور ﷺ نے اس سے کہا۔ اے چچا ''میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری قوم تم سے دشمنی رکھتی ہے؟'' انہوں نے کہا۔ ان کی یہ بات بغیر اس کینہ کے ہے جو مجھ میں ان کی طرف سے ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے ان کو گمراہی پر دیکھا تو دین حق کی جستجو میں گھر سے نکلا اور جزیرہ میں ایک بزرگ کے پاس پہنچا اور اس سے اپنے سفر اور آمد کا مقصد بیان کیا۔

اس نے پوچھا ''تم کن لوگوں سے ہو؟'' میں نے کہا اہل بیت اللہ سے۔ اس نے کہا بلاشبہ تمہارے شہر میں وہ نبی یا تو پیدا ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے کیونکہ اس کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے۔ لہٰذا تم جاؤ اس کی تصدیق کرو اور ایمان لاؤ۔ میں یہ سن کر لوٹ آیا اور راہب کے قول کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہ چلا۔''[1]

ابن سعد اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے عامر بن ربیعہ ﷺ سے روایت کی کہ عامر ﷺ نے کہا۔ مجھے زید بن عمرو بن نفیل ﷺ مکہ مکرمہ سے غار حراء کی جانب جاتے ہوئے ملے۔ اس زمانے میں ان کے اور ان کی قوم کے درمیان اس بات پر رنجش تھی کہ انہوں نے پوری قوم کے عقیدہ اور عمل کے خلاف طرزفکر اختیار کر لیا تھا۔ ان کی اصنام پرستی سے بیزار ہو کر کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس ملاقات میں زید ﷺ نے عامر ﷺ سے کہا: ''اے عامر! میں نے قوم کی مخالفت اور ملت ابراہیمی کی پیروی شروع کر دی ہے' میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور میں اس نبی کا منتظر ہوں جو حضرت اسماعیل ﷺ کی اولاد اور نسل عبد المطلب سے ہوں گے' جن کا نام احمد ﷺ ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کا زمانہ نہ پا سکوں گا۔ مگر میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ اگر تمہاری زندگی وفا کرے اور ان کے عہد سعادت کو پاؤ تو میری جانب سے ان پر

---

[1] یہ حضرات بتوں کی پرستش سے بیزار تھے۔ کسی کی الوہیت کے قائل نہ تھے۔ ان میں زید سب سے زیادہ مشہور تھے۔ یہ خانہ کعبہ میں اکثر بیٹھتے تھے اور قریشیوں سے کہتے کہ تم نے دین حنیف سے ہٹ کر جو اختیار کر لی ہے اس سے باز آ جاؤ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وحی اول کے نزول کے پر ہیبت حالات سن کر حضور ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی تھیں تا کہ ان سے تصدیق ہو سکے۔

سلام عرض کرنا ۔ اے دوست عامر ﷺ! میں آنے والے نبی کی کچھ علامتیں بتاتا ہوں تاکہ وہ ذاتِ گرامی تم پر پوشیدہ نہ رہ سکے اور بغیر کسی ادنیٰ تامل کے تم ان کو پہچان سکو۔

''وہ ہادی برحق میانہ قد ہوں گے' جسم پر بال زیادہ ہوں گے نہ کم' آنکھوں کا رنگ شرخی ہوگا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی' نام آپ ﷺ کا احمد ﷺ ہوگا۔ یہ شہر ان کی ولادت اور بعثت کا مقام ہے۔ بعد میں ان کی قوم ان کو جلا وطن اور خارج البلد قرار کر دے گی اور وہ یثرب[1] کو ہجرت کر جائیں گے پھر باطل' حق کے مقابل نہ ٹھہرے گا۔''

اے میرے رازدار عامر ﷺ! متنبہ ہو جاؤ کہ ان کے ساتھ تم پر فریب طرز عمل مت اختیار کر بیٹھنا۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں ''دین ابراہیمی'' کی تلاش میں ملکوں اور شہروں گھوما ہوں اور ہر ذی علم و نیک نہاد یہودی' نصرانی اور زرتشتی[2] نے یہی بتایا کہ ''یہ دین تو تیرے پیچھے آ رہا ہے۔'' اور انہوں نے تقریباً بالاتفاق یہی علامتیں مجھے سکھائیں جن کو میں نے تم سے بیان کر دیا ہے اور وہ بتاتے تھے کہ بس اسی ایک نبی کا آنا باقی ہے۔

عامر ﷺ نے کہا جب میں نے زید بن عمر ﷺ کے اس پورے واقعہ کو حضور ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ ﷺ نے زید ﷺ کے لئے رحمت کی دعا فرمائی اور کہا میں ان کو جنت میں دامن پھیلائے دیکھ رہا ہوں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت شعبی رحمۃ اللہ علیہ عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب ﷺ سے روایت کی کہ زید بن عمرو بن نفیل ﷺ نے بتایا کہ میں شام کے ایک راہب کے پاس گیا اور میں نے اس سے بت پرستی اور یہودیت و نصرانیت سے اپنی بیزاری کا ذکر کیا تو اس نے جواب میں کہا:

''اے مکہ کے بیٹے! تم دین ابراہیمی کا نظارہ چاہتے ہو وہ تم کو کہیں بھی نظر نہ آئے گا' تم مکہ ہی کو لوٹ جاؤ' کیونکہ اللہ ﷻ تمہاری قوم سے تمہارے ہی شہر میں ایک نبی کو مبعوث فرمائے گا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ''دین حنیف'' کو بھی ارتقاء و تکمیل کے ساتھ جاری و نافذ کرے گا اور وہ بارگاہِ خالق میں اکرام الخلائق ہے۔''

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت ابی امامہ باہلی' عمرو بن عبسہ سلمی ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا: میں زمانہ جاہلیت ہی میں اپنی قوم کے اصنام سے بیزار ہو گیا تھا میرا خیال تھا یہ ''پرستش اصنام''

۱۔ یثرب' مدینۃ الرسول ﷺ کا قدیم نام جس کے حق دار وہ کے ہیں۔ اب مدینے کو یثرب کہنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ زرتشتی' مذہب زرتشت کا پیرو' زرتشت یا زردشت پارسی مذہب کے بانی کا نام ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو برس پہلے میڈیا یعنی شمالی ایران میں پیدا ہوئے اور نظریہ خیر و شر یعنی یزدان و اہرمن کی دوئی پیش کی اس وجہ سے اس مذہب کے اس نظریہ کو نظریہ ثنویت بھی کہتے ہیں۔ پہلوی زبان اسی عہد کی زبان ہے۔

کا طریقہ و مسلک قطعی باطل ہے۔ اسی زمانے میں مجھے ایک اہل کتاب ملا اس سے میں نے افضل دین کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا مکہ مکرمہ میں ایک شخص ہوگا جو اصنام پرستی اور شرک کو مٹائے گا اور وحدہ لاشریک کی بندگی کی طرف بلائے گا اور افضل دین کو لائے گا تو جب تم اس کا ذکر سنو تو اس کی دعوتِ دین پر لبیک کہنا۔

اس کے بعد میرا یہ ایک وظیفہ ہوگیا کہ مجھے جو شخص بھی مکہ سے آیا ہوا ملتا' میں اس سے مکہ کے مخصوص حالات کے بارے میں دریافت کرتا جب کوئی خاص خبر دریافت نہ ہوتی' پھر میں اپنے گھر کو لوٹ جاتا۔ ایک مرتبہ چند سوار ملے اور مکہ کی خبریں پوچھنے پر انہوں نے کہا کوئی خاص خبر نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی میں راستے پر بیٹھا ہی رہا کہ ایک سوار تیزی سے میرے قریب پہنچا۔ میں نے اس سے پوچھا:

''تم کہاں سے آ رہے ہو؟''

اس نے کہا: ''مکہ سے۔'' میں نے پوچھا:

''کیا' کوئی خاص خبر ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''ہاں ایک شخص نے پوری قوم اور اپنے آباء واجداد کے مراسم عبودیت سے نفرت و بیزاری کا اظہار کر دیا ہے اور صرف ایک معبود کی بندگی کی طرف بلاتا ہے۔'' تو میں نے سوچا شاید یہ شخص وہی ہے جس کا میں انتظار کرتا ہوں۔ چنانچہ میں مکہ مکرمہ آیا اور حضور ﷺ کو موجود پایا۔

میں نے عرض کیا: ''آپ ﷺ کون ہیں؟''

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نبی ہوں''

میں نے پوچھا نبی کسے کہتے ہیں؟'' فرمایا: ''رسول کو۔''

میں نے عرض کیا: ''کس نے آپ ﷺ کو بھیجا ہے؟''

فرمایا: ''اللہ ﷻ نے۔''

میں نے سوال کیا: ''آپ کے بھیجنے کا مقصد کیا ہے؟''

فرمایا: ''کہا گیا ہے کہ تم صلہ رحمی کرو' جان و مال کی حفاظت کرو' راستوں کو مامون کرو' بت شکنی کر کے صرف خدائے واحد کی بندگی اختیار کرو۔''

میں نے شگفتہ دلی کے ساتھ عرض کیا: ''بہت خوب! کیا ہی اچھی باتوں کے لئے آپ کو بھیجا گیا ہے۔ لہٰذا میں اطمینان قلب کے ساتھ شہادت دیتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لایا اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔'' پھر میں نے عرض کیا' میں آپ ﷺ کے ساتھ رہوں یا آپ ﷺ کی جو

رائے ہو؟ فرمایا: تم دیکھ رہے ہو کہ جو دعوت دین میں دے رہا ہوں لوگ اسے کس قدر تلخ اور ناگوار سمجھ رہے ہیں۔ لہٰذا تم اپنے گھر ہی رہو اور جب تم کو معلوم ہو کہ میں فلاں مقام پر ہجرت کر کے پہنچ چکا ہوں' تو تم وہاں میرے پاس پہنچ جانا۔ اب واپس چلے جاؤ۔

چنانچہ جب میں نے سنا کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ چکے ہیں تو میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ (اس حدیث کو ان ہی الفاظ میں ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت شہر بن حوشب عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کو جب ان پر بخت نصر کے غلبہ سے بے شمار مصائب پہنچے ان کی وجہ سے وہ منتشر اور ذلیل وخوار ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ وہ اپنی کتاب میں محمد ﷺ کے اوصاف حمیدہ پاتے تھے۔ مثلاً یہ کہ وہ عرب کی بستیوں میں سے کسی ایک بستی میں ظاہر ہوں گے' جہاں کھجوروں کے درخت ہوں گے۔ پھر جب وہ ملک شام پہنچے تو منتشر ہو کر حصے بخرے ہو گئے۔ ہر حصے کے لوگوں میں گھل مل گئے۔ شامی اور یمنی مخلوط ہو گئے۔ میں جہاں کھجوروں کے درخت دیکھتا اور دوسرے مذکورہ اوصاف پاتا ٹھہر جاتا کہ شاید حضور ﷺ سے طلب سعادت کا موقع مل جائے۔ یہاں تک کہ اولادِ ہارون علیہ السلام جو توریت کی حامل تھی۔ مدینہ میں آ کر ٹھہری ان کے بزرگ اور پیر مرد اس حال میں فوت ہوئے کہ وہ محمد ﷺ پر اعتقاد وایمان رکھتے تھے کہ آپ بعثت فرمائیں گے اور اپنی آئندہ اور نوخیز نسل کو نصیحت کرتے کہ جب وہ تشریف فرما ہوں تو اطاعتِ امر وتعاون کریں۔ انجام کار جس نے ان کی نسل میں سے حضور ﷺ کو پایا۔ انہوں نے انکار کا رویہ ہی اختیار کیا باوجود یہ کہ وہ خوب واقف تھے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا: واللہ میں اپنے گھر میں سات سالہ بچہ تھا اور میری حالت یہ تھی کہ جو کچھ سنتا یا دیکھتا اسے یاد رکھتا۔ ایک روز میں والد کے ساتھ تھا کہ ہمارے پاس ایک نوجوان آیا جس کو ثابت بن ضحاک کہتے تھے۔ اس نے بتایا کہ بنی قریظہ کے ایک یہودی کا خیال ہے کہ وہ نبی پیدا ہو گیا ہے جو ہماری کتاب کی مانند کتاب لائے گا اور عاد کی مانند تم کو قتل کرے گا۔

نیز حسان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں صبح کے وقت اپنی چھت پر تھا تو میں نے ایک ایسی آواز سنی ایک ایسی آواز جو اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی' دفعتاً ایک یہودی مدینہ کے قلعہ پر نظر آیا اس کے ہاتھ میں مشعل تھی' لوگ جمع ہونے لگے اور کہنے لگے' تیری خرابی ہو تجھے کیا ہو گیا ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اس کے بولنے کی آواز سن رہا تھا۔ اس نے کہا یہ ستارہ احمد ﷺ کا ہے جو طلوع ہوا ہے اور ہمیشہ

اس ستارہ کا طلوع اور نبوت کا ظہور ایک ساتھ ہوتا ہے اور اب انبیاء علیہم السلام میں بجز احمد ﷺ کے کسی کا ظہور و شہود باقی نہیں ہے۔

حسان ﷺ نے کہا اس پر لوگوں نے اس کا مضحکہ (مذاق) اڑایا اور اس کی بات پر حیران ہوئے اور حضرت حسان ﷺ نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔ جس میں سے نصف زمانہ جاہلیت میں اور باقی عمر اسلام میں گزری۔

واقدی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہما نے حویصہ بن مسعود ﷺ سے روایت کی کہ ہم اور یہود باہم ذکر کیا کرتے تھے کہ ایک نبی مکہ مکرمہ سے مبعوث ہوگا اور یہ نبی آخر ہے' یہ خبر ہماری کتابوں میں ہے نیز یہ کہ وہ ان اوصاف کے حامل ہوں گے اور اس طرح ظہور فرمائیں گے۔ علاوہ ازیں حضور ﷺ کے بارے میں عہد و پیمان بھی لیا جاتا تھا۔ حویصہ ﷺ نے کہا میں اس زمانے میں کم سن تھا جو دیکھتا یاد رکھتا اور جو سنتا اسے نہ بھولتا۔ اسی زمانے میں' میں نے ایک مرتبہ قبیلہ بنی اشہل کی جانب سے شور و غل کی آوازیں سنی جس کی وجہ سے لوگوں کو اندیشہ اور خوف ہوا اور خیال کیا کہ کوئی بات ضرور ہے پھر آوازیں کچھ آہستہ ہوئیں پھر بلند ہوئیں۔ اب ہم گوش بر آواز ہو گئے تو ہم نے سنا بنی اشہل کے لوگ پکار رہے تھے۔

''اے ساکنانِ مدینہ! یہ ستارہ تو احمد ﷺ کا ہے اور اس کے طلوع پر ان کو بھی پیدا ہونا چاہئے۔'' حویصہ ﷺ نے کہا۔ اس اعلان یا پکار کو ہم نے کچھ تعجب سے سنا۔ پھر بہت زمانہ گزر گیا اور اس واقعہ کو ہم بھول گئے اور اس عرصہ میں ظاہر ہے پیدائش و اموات کا عمل جاری رہا اور میں بھی ایک اچھی عمر کا شخص ہو گیا۔ اب پھر حسب سابق شور و غل ہوا کوئی کہہ رہا تھا۔

''اے مدینہ کے باشندو! بلاشبہ اس نبی کی بعثت ہو گئی اور اس کے پاس وہ ''ناموس اکبر''[1] آتے ہیں جو حضرت موسیٰ ﷺ کے پاس آتے تھے۔''

اس کے بعد زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ میں نے سنا' مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر ہماری قوم کے نکلنے والے نکلے اور تاخیر کرنے والے تاخیر کرتے رہے' نوعمر لوگ ایمان لائے۔ مگر میرے لئے حکم الٰہی نہ ہوا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں مسلمان ہوا۔

ابن سعد اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ قریظہ' نضیر' فدک اور خیبر کے یہود رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے اوصاف اپنی کتابوں کے اندر پاتے تھے کہ آپ ﷺ کا مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔ پھر جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو احبار یہود نے کہا کہ آج

---

[1] ''ناموس اکبر'' احکام الٰہی لانے والا جبرئیل علیہ السلام

رات احمد مجتبیٰ ﷺ پیدا ہوں گے۔ اس لئے کہ ستارہ طلوع ہو گیا۔ پھر جب اعلان نبوت فرمایا تو انہوں نے کہا: بلاشبہ اعلانِ نبوت فرما دیا۔ وہ سب آپ ﷺ کو پہچانتے تھے اور آپ کا اقرار اور توصیف کیا کرتے تھے۔

ابن سعد' ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے ابی نحلہ ﷺ سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ بنی قریظہ کے یہود اپنی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے ''باب الذکر'' کا درس دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے اوصاف کی تعلیم اپنے بچوں کو دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا نام اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ ان کو بتایا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ظہور فرمایا تو حسد و عصبیت کی بناء پر منکر ہو گئے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت حضرت ابوسعید خدری ﷺ روایت کی کہ میں نے اپنے باپ مالک بن سنان کو یہ کہتے سنا کہ میں ایک روز بنی عبد الاشہل کے پاس کچھ باتیں کرنے گیا۔ وہاں میں نے یوشع یہودی کو کہتے سنا کہ: ''اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جس کا نام احمد مجتبیٰ ﷺ ہے اور وہ حرم سے ظاہر ہوگا۔'' لوگوں نے پوچھا:

''اس کی علامت وشناخت بتا دیجئے!'' اس نے کہا:

''نہ وہ پستہ قد ہوگا نہ طویل قامت' آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے' اون کا لباس پہنے گا' دراز گوش پر سواری کرے گا اور اس کے شانہ پر تلوار آویزاں ہوگی اور یہ شہر یعنی مدینہ منورہ اس کی ہجرت کا مقام ہوگا۔''

اس کے بعد میں اپنی قوم بنی قدرہ میں لوٹ آیا' میں نے یوشع سے جو کچھ سنا اس پر تعجب کر رہا تھا کہ اپنے قبیلہ کے ایک شخص کو کہتے سنا کہ تنہا یوشع اس بات کو نہیں کہہ رہا ہے بلکہ مدینہ کا ہر یہودی یہی بات کہہ رہا ہے۔ پھر میں بنی قریظہ کے پاس آیا تو وہ سب مجتمع تھے اور نبی آخر الزماں ﷺ کا ذکر کر رہے تھے۔ زبیر ابن باطا نے کہا کہ وہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جو کسی نبی ﷺ کے ظہور کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب احمد مجتبیٰ ﷺ کے ظہور کے سوا کسی اور نبی کی آمد باقی نہیں اور یہ شہر مدینہ ان کی ہجرت کا مقام ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت محمود بن لبید' محمد بن سلمہ ﷺ سے نقل کیا' انہوں نے کہا کہ قبیلہ بنی عبد الاشہل میں ایک ہی یہودی ایسا تھا جس کا نام یوشع تھا۔ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس گھر کی طرف سے اس نبی موعود کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ جو کوئی اس کو پائے تصدیق کرے۔

محمد بن سلمہ ﷺ نے کہا: حضور ﷺ کی بعثت کے بعد ہم تو اسلام لے آئے مگر لوگوں کو بتانے والا وہ یہودی نہ صرف منکر رہا بلکہ اس نے حسد اور بغاوت کی راہ اختیار کی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن سلام ؓ سے روایت کی کہ تبع نے اپنی وفات سے پہلے حضور ﷺ کی تصدیق کر دی اس وجہ سے کہ مدینہ کے یہود نے اس کو خبردار کر دیا تھا۔[1]

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت عکرمہ ابن عباس ؓ سے اور انہوں نے ابی بن کعب ؓ سے روایت کی کہ جب تبع مدینہ آیا اور وادی قناۃ میں اُترا تو اس نے اَحبارِ یہود کو کہلا بھیجا کہ میں اس شہر کو تباہ و برباد کر دوں گا۔ تو شامون نے اس کو جواب دیا:

''اے بادشاہ! بلاشبہ یہ وہ شہر ہے جس میں بنی اسماعیل کا آخری نبی ﷺ اپنی مولد یعنی مکہ سے ہجرت کر کے سکونت پذیر ہوگا جس کا نام احمد ﷺ مرقوم ہے اور تمہارے پڑاؤ کا میدان جان نثارانِ احمد اور دشمنانِ نبوت کی معرکہ آرائی اور مہماتِ اُمور کے واقع ہونے کا میدان ہے۔''

تبع نے پوچھا: ''اس نبی سے جنگ کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟''

شامون نے جواب دیا: ''اس کی اپنی قوم حملہ آور ہوگی۔''

تبع نے پوچھا: ''اس نبی کا مزار کہاں ہوگا؟'' شامون نے کہا: ''اسی شہر میں۔''

تبع نے پوچھا: ''لڑائی کا نتیجہ کس کے حق میں ہوگا؟'' شامون نے جواب دیا: ''کبھی تو ان کے حق میں ہوگا اور کبھی اہلِ باطل مخالفین کے حق میں۔'' اور اس مقام پر جہاں تم فروکش ہوئے ہو یہاں نبی اللہ کو زحمت برداشت کرنی پڑے گی اور اس جنگ میں ان کے اتنے مجاہد شہید ہوں گے کہ شاید کسی اور جنگ میں نہ ہوں گے۔ اس کے بعد اس نبی کے لئے نیک انجام ہوگا اور وہ غالب ہو جائیں گے اور امرِ نبوت میں کوئی ان سے اختلاف کرنے والا نہ رہے گا۔

تبع نے پوچھا: ''اس نبی ﷺ کی شان اور وصف کیا ہے؟''

اس کے جواب میں شامون نے کہا: ''وہ نہ پستہ قد ہوں گے نہ طویل قامت' ان کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ اونٹ پر سواری کریں گے' عمامہ کی بندش میں شملہ ہوگا' اکثر تلوار شانے پر آویزاں ہوگی جو بھی طاقت ان کے کاموں میں مزاحم ہوگی وہ اس کو پاش پاش کر دے گا اور بالآخر اس کا دین غالب ہو جائے گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت عبد الحمید بن جعفر ؓ روایت کی اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' کہ زبیر بن باطا یہود کا سب سے بڑا عالم تھا۔ اس نے ذکر کیا میں نے اس کتاب کو

1۔ سرورِ کونین ﷺ کی ولادت اور آپ کے مبعوث ہونے کی خبریں علمائے یہود اور راہبوں نے اس کثرت سے دی تھیں کہ ان تمام کا یہاں ذکر کرنا دشوار ہے۔ خود ان کی کتابوں توریت اور زبور میں یہ پیشگوئیاں موجود ہیں جن کو برصغیر کے فاضل زبان عبرانی مولوی حمایت رسول مرحوم و مغفور نے اپنی تصنیف "بشریٰ" میں معہ ترجمہ جمع فرمایا ہے۔

حاصل کرلیا جس کو میرا باپ مجھ سے چھپاتا تھا۔ اس میں نبی احمدِ مُبَشَّرْ ﷺ کا ذکر تھا کہ وہ علاقۂ گرم یعنی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوگا اور اس کے یہ اور یہ اوصاف ہوں گے۔ زبیر نے یہ بات اپنے باپ کے مرنے کے بعد بیان کی رسول اللہ ﷺ ابھی مبعوث بھی نہ ہوئے تھے اس کے بعد انہوں نے سنا کہ نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ظہور فرمایا ہے تو زبیر نے اس کتاب کو چھپا دیا اور نبی ﷺ کے بارے میں تجاہلِ عارفانہ برتتے ہوئے انکار کا رویہ اختیار کرلیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن ثابت ﷺ سے روایت کی کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودی حضور ﷺ کا ذکر آپ ﷺ کی علامتی نشانات کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ پھر جب سرخ ستارہ طلوع ہوا تو انہوں نے خبر دی وہ نبی پیدا ہو گیا اور اس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اس کا نام احمد ﷺ ہے وہ ہجرت کر کے مدینہ میں آئے گا۔

پھر جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور قیام فرمایا تو انہوں نے انکار کیا اور حسد و بغاوت کی روش اختیار کی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے زیاد بن لبید ﷺ سے روایت کی کہ وہ مدینہ طیبہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ میں تھے۔ انہوں نے سنا: ''اے مدینہ کے لوگو! خدا کی قسم سلسلہ نبوت بنی اسرائیل سے منقطع ہو گیا' کیوں کہ نبی آخر کی ولادت کا ستارہ افق پر نمودار ہو گیا ہے اور آپ ﷺ کا مقامِ ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہا نے عمارہ بن خزیمہ بن ثابت ﷺ سے روایت کی وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ قبائلِ اوس وخزرج میں ابو عامر سے زیادہ کوئی شخص حضور ﷺ کی توصیف کرنے والا نہ تھا۔ یہود بھی اس کو پسند کرتے اور مسائل دریافت کرتے تھے۔ نیز وہ ان کو حضور ﷺ کی آمد کا مژدہ اور ہجرت و اوصاف کے تذکرے سناتا۔ پھر وہ تیما کے یہودیوں کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اس کے خیال کی تائید کی۔ اس کے بعد وہ شام گیا اور نصاریٰ سے تبادلہ خیال کیا تو انہوں نے منجملہ اوصاف کے ایک یہ بھی بتایا کہ ہجرت کے بعد ان کا مرکز مدینہ ہوگا۔ اس کے بعد ابو عامر لوٹ آیا اور کہنے لگا۔ میں ''دین حنیفہ' پر ہوں۔ ترکِ دنیا' رہبانیت' لباسِ صُوف اس کی وضع قطع تھی اور وہ ظہورِ نبوت کا انتظار کرتا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو وہ اپنے حالات میں مگن رہا اور حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا۔ تیرہ سال کے بعد ترکِ وطن کر کے آپ ﷺ مدینہ آ گئے تو اس نے آپ ﷺ کی قیادت' سیادت اور سعادت کی عظمتوں کو دیکھ کر رشک و رقابت اور حسد و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا۔

ایک دن وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا:

''اے محمد ﷺ! آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں؟''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''حنیفیت کے ساتھ۔'' اس نے کہا:

''آپ ﷺ حنیفیت کے ساتھ دوسری چیزوں کی آمیزش کرتے ہیں۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں روشن اور واضح حنیفیت لایا ہوں۔'' اور ارشاد فرمایا: ''علماء یہود و نصاریٰ میری شناخت اور اوصاف کے بارے میں جو کچھ تجھ سے بیان کرتے تھے وہ کہیں نظر آتے ہیں؟''

اس نے کہا: ''آپ ﷺ ان اوصاف کے حامل نہیں ہیں۔''

اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''تو جھوٹ بولتا ہے۔'' اس نے کہا: ''میں جھوٹ نہیں بولتا۔'' اس مرحلہ پر آپ ﷺ نے فرمایا جھوٹ بولنے والے کو اللہ ﷻ اس حال میں موت دے کہ لوگوں نے اسے دھتکار دیا ہو اور وہ پھر بے سہارا رہ جائے۔ اس پر اس نے کہا: ''آمین۔''

پھر وہ قریش مکہ کے پاس چلا گیا' یہودیت کو ترک کر کے قریش کے ساتھ راہ و رسم مشرکانہ کو اختیار کر لیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ' جعفر بن عبد اللہ بن ابی الحکم ﷺ سے مذکورہ بالا حدیث کی مانند روایت کی مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ابو عامر مکہ چلا گیا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا اور طائف اور اہل طائف[1] جب مسلمان ہو گئے۔ تو انہوں نے اس کو برداشت نہ کیا تو یہ شام چلا گیا اور پھر وہیں دل گرفتہ' بے سہارا اور بے یار و مددگار رہ کر مر گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف ﷺ سے نقل کیا کہ کعب بن لوی بن غالب جمعہ کے قومی اجتماع میں اس طرح خطاب کرتا تھا ''اے برادرانِ قوم! غور سے سنو اور خبردار ہو جاؤ۔ رات تاریک اور دن روشن ہے زمین بچھونا اور آسمان ہماری چھت ہے' پہاڑ میخ اور ستارے راہ نما اور پچھلے اگلوں کی مانند ویسے ہی مرد و عورت ہیں اور روح پرانی ہونے والی ہے لہٰذا تم صلہ رحمی کرو' حقوق قرابت کی حفاظت کرو' اپنے اموال کو بڑھاؤ۔ تم نے کسی مرنے والے کی بازگشت دیکھی یا دیکھا کہ کوئی مردہ دوبارہ اٹھا؟ آخرت تمہارے سامنے ہے اور آخرت اس اندازہ و گمان کے سوا ہے جو تم

---

[1] مکہ مکرمہ سے شمال مغرب میں سطح مرتفع پر جزیرہ نمائے عرب کا ایک مشہور شہر۔ پہلے مکہ سے یہاں تک کا راستہ سخت دشوار گزار تھا لیکن شاہ فیصل کے عہد میں طائف تک ایک بہترین وسیع سڑک بنا دی گئی ہے اور اب آمد و رفت بہت آسان ہے۔ یہی وہ شہر ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ یہاں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لائے تھے تو یہاں کے رئیس نے شہر کے نوجوانوں کو آپ پر برانگیختہ کیا تھا اور آپ زخمی ہو گئے تھے مگر آپ نے حلم سے کام لیا' بددعا کے بجائے یہاں کے باشندوں کے لئے قبول اسلام کی دعا فرمائی۔

بتاتے ہو اور جس کا ذکر کرتے ہو اپنے حرم کو زینت دو اور اس کی تعظیم کرو اور اس کو مضبوط تھامو کیونکہ عنقریب اس کے لئے ایک عظیم خبر ہونے والی ہے اور بہت جلد اس حرم سے عزت والا نبی ظہور کرنے والا ہے۔

نَهَارٌ وَلَيْلٌ كُلَّ اَوْبٍ بِحَادِثٍ   سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا

عَلَى غَفْلَةٍ يَاتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ   يُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقٌ خَبِيْرُهَا

روزانہ دن و رات نو بہ نو رونما ہوتے ہیں۔ ہم پر دن و رات سب یکساں ہیں۔ اچانک نبی محمد ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ وہ ایسی خبریں دیں گے کہ جن کا خبر رکھنے والا بہت سچا ہے۔

خدا کی قسم اگر میں شنوائی اور بینائی اور دست و پا رکھنے والا ہوتا تو ان کے عہد نبوت میں (ان کے مشن کے لئے) ایسی محنت اور سرگرمی سے کوشاں ہوتا جس طرح ایک شتر محنت کش اور مشقت گیر ہوتا ہے اور ایسی تیزی دکھاتا جس طرح ایک اونٹ اپنی طویل منزل مقصود تک پہنچنے میں دکھاتا ہے پھر کہا:

يَا لَيْتَنِيْ شَاهِدًا نَجْوَاءَ دَعْوَتِهٖ فَحْوَاءَ   حِيْنَ الْعَشِيْرَةُ تَبْغِي الْحَقَّ خُذْلَانًا

یعنی کاش میں ان کی دعوت کے دور میں موجود ہوتا۔ جب کہ قبائل حق کو چھوڑنے کی خواہش کریں گے۔

حالانکہ کعب بن لوی کے مرنے اور حضور ﷺ کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ برس کا زمانہ تھا۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن اسحاق زہری ؓ سے نقل کیا انہوں نے سعید بن میسب ؓ سے انہوں نے ابن عباس ؓ سے کہ قیس بن ساعدہ اپنی قوم کو عکاظ کے بازار میں خطبہ دیا کرتا تھا۔ وہ اپنے خطبہ میں کہتا عنقریب اس جگہ سے حق عام ہوگا اور پھر اپنے ہاتھ سے مکہ کی طرف اشارہ کرتا۔ لوگ پوچھتے وہ حق کیا ہے؟ وہ جواب دیتا۔ ایک شخص کشادہ رو سیاہ چشم لوی بن غالب کی نسل سے ہوگا وہ لوگوں کو کلمہ اخلاص ابدی زندگی کبھی کم نہ ہونے والی نعمتوں کی طرف بلائے گا۔ تم اس کی دعوت کو قبول کرنا۔ اگر میں اس کی بعثت تک زندہ رہتا تو سب سے پہلے اس کی طرف دوڑ کر جانے والا ہوتا۔

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الہواتف میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے جامع بن حیران رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ جب اوس بن حارثہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے مالک کو وصیت کی۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے۔

شَهِدْتُ اَسْرَا يَا يَوْمَ آلِ مُحَرِّقٍ   وَاَدْرَكَ عُمْرِيْ صَيْحَةَ اللّٰهِ فِي الْحَجَرِ

یعنی آل محرق کی جنگ کے دن میں ان قیدیوں میں موجود تھا اور میری عمر کو

عذاب الٰہی نے مقامِ حجر میں پالیا تھا۔

فَلَمْ اَرَ ذَا مُلْکٍ مِّنَ النَّاسِ وَاحِداً وَلَا سُوْقَةٍ اِلَّا اِلَی الْمَوْتِ وَالْقَبْرِ

تو اس دن نہ کسی دولت مند اور سرمایہ دار شخص کو اور نہ کسی بے مایہ اور محتاج کو دیکھا مگر یہ کہ وہ موت اور قبر کی طرف جا رہا تھا۔ یہ قصیدہ ان شعروں تک اس نے پڑھا:

اَلَمْ یَاْتِ قَوْمِیْ اَنَّ لِلّٰہِ دَعْوَةً یَفُوْزُ بِھَا اَھْلُ السَّعَادَةِ وَالْبِرِّ

کیا میری قوم کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اللہ کی طرف سے دعوت ہے۔ اس دعوت کے ذریعہ سعادت مند اور نیکوکار کامیاب ہوں گے۔

اِذْ بُعِثَ الْمَبْعُوْثُ مِنْ اٰلِ غَالِبٍ بِمَکَّةَ فِیْمَا بَیْنَ زَمْزَمَ وَالْحَجَرِ

جس وقت وہ (فخرِ کائنات) مبعوث ہونے والا آلِ غالب[1] سے حرم مکہ میں زمزم اور حجر اسود کے درمیان ظہور کرے گا۔

ھُنَالِکَ فَابْغُوْا نَصْرَہٗ بِبِلَادِکُمْ بَنِیْ عَامِرٍ اِنَّ السَّعَادَةَ فِی النَّصْرِ

اس وقت اپنے علاقوں سے اٹھ کر اس کے ساتھ موثر تعاون کرنا لازمی ہے۔ اے بنو عامر بلاشبہ تمہاری سعادت نصرت کرنے میں ہی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حرام بن عثمان انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے چالیس افراد کے ساتھ بغرض تجارت شام پہنچا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ کسی آنے والے نے کہا۔ اے ابو امامہ مکہ مکرمہ سے ایک نبی ظہور فرمائے گا تم اس کی پیروی کرنا اور اس سلسلہ کی ایک علامت یہ ہے کہ تم ایک ایسی منزل پر اترو گے کہ تمہارے ساتھیوں کو مصیبت پہنچے گی مگر تم محفوظ رہو گے اور فلاں کی آنکھ میں برچھے کی بھال لگ جائے گی۔"

پھر وہ ایک منزل پر اترے تو ان سب افراد کو رات میں وبائی طاعون نے گھیر لیا صرف ابو امامہ اس سے محفوظ رہے اور ان کے ایک ساتھی کی آنکھ میں بھالا بھی لگ گیا۔

ابن ابی الدنیا' بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ مجھ سے جہینہ کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ہم میں سے ایک شخص جس کا نام عمیر بن حبیب تھا' بیمار ہو

---

[1] آلِ غالب سے کنایہ قریش کی طرف ہے کہ غالب قریش کے فرزند تھے؟ جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہویں مورث ہیں یعنی عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم عبدمناف قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔ قریش کو آلِ عدنان بھی کہا جاتا ہے۔ عدنان ان کے مورث اعلیٰ تھے۔

گیا۔اس پر بیہوشی کا غلبہ ہوا اور ہم نے مردہ سمجھ کر اس پر چادر ڈال دی اور اس کی قبر کھودنے کا انتظام کر دیا۔ہم اس کے پاس ہی بیٹھے تھے کہ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: ''میں جس حالت سے واپس ہوا ہوں اس کو تم دیکھ رہے تھے کہ مجھ پر بے ہوشی طاری تھی۔اسی حالت میں مجھ سے کہا گیا کہ تجھ پر تیری ماں روئے کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیری قبر کھودی گئی اور قریب تھا کہ تیری ماں تجھ پر روتی اور کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ ہم نے اس قبر کو تیرے سوا دوسرے شخص کے لئے بدل دیا اور قصل نامی شخص کو اس میں رکھ کر پتھروں سے بھر دیا ہے۔

تو کیا اب تو اس نبی مبشر پر ایمان لائے گا اور اپنے رب کے ساتھ شکر وسپاس اور ابنائے نوع کے ساتھ صلہ رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اور مشرب ضلالت اور مشرکانہ جہالت کو چھوڑ دے گا؟ میں نے پُر اخلاص انداز میں عرض کیا۔ہاں ضرور ایمان لاؤں گا۔لہٰذا مجھے چھوڑ دیا گیا ہے۔لوگوں نے اس واقعہ عجیب کے بعد قصل نامی شخص اور اس کے حالات دریافت کرنے کے لئے ایک جماعت کو روانہ کیا جس کی تحقیقات یہ تھی کہ واقعی وہ مر چکا اور اسی گڑھے میں اس کو دبا دیا گیا ہے۔عمیر رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہا یہاں تک کہ عہدِ رسالت آیا اور وہ حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام[1] قبول کرنا بذریعہ وحی تھا اور وہ اس طرح کہ آپ بغرض تجارت شام گئے وہاں آپ نے ایک خواب دیکھا اور بحیرہ راہب سے بیان کیا۔بحیرہ نے پوچھا:

''تم کہاں کے رہنے والے ہو؟''

انہوں نے جواب دیا: ''تہامہ کے شہر مکہ کا۔''

بحیرہ نے سوال کیا: ''تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قبیلہ قریش سے۔''

بحیرہ نے پھر سوال کیا: ''آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟''

۱۔ پختہ سال مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں اور عورتوں میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور موالی میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت صدیق اکبر ﷛ نے جواب دیا: ''تجارت۔''

بحیرہ راہب نے اپنے سوالات کے جواب پانے کے بعد خواب کی یہ تعبیر کی کہ ''اللہ ﷻ تمہارے خواب کو حقیقت بنا کر مشاہدہ میں اس طرح لائے گا کہ تمہاری قوم میں سے ایک نبی کو مبعوث فرمائے گا اور تم اس نبی کے صاحب[1] معتمد اور مُشیرِ اعلیٰ ہو گے اور وفات کے بعد خلیفۂ نبی ہو گے۔''

حضرت صدیق اکبر ﷛ نے اس واقعہ ''تعبیر وخواب'' کو پوشیدہ ہی رکھا۔ یہاں تک کہ نبی آخر الزماں ﷺ مبعوث ہوئے۔ اس وقت حضرت صدیق ﷛ حاضر ہوئے اور عرض کیا اے آقا ﷺ! آپ کے دعوائے نبوت کی دلیل کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ خواب جس کو تم نے شام میں دیکھا تھا آپ یہ جواب سن کر حضور ﷺ سے چمٹ گئے پیشانی پر بوسہ دیا اور سمع وطاعت اور استجابت وشہادت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا: ''اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عبد الرحمٰن ﷛ سے نقل کیا۔ انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر ﷛ سے پوچھا گیا کہ آپ نے عہدِ اسلام سے قبل ''دلائل نبوت'' کی قبیل سے کچھ دیکھا تھا؟ آپ نے جواب دیا ''ہاں'' اور مزید کہا کہ کوئی شخص قرشی یا غیر قرشی ایسا نہ تھا جسے آثار ودلائلِ نبوت سے کچھ معلوم نہ ہوا ہو۔ میں زمانہ جاہلیت میں درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتہً ایک ٹہنی میرے اوپر اس قدر جھکی کہ سر کے قریب آ گئی۔ میں حیران تھا کہ عجیب بات ہے کہ اتنے میں درخت مذکور سے آواز سنی وہ کہہ رہا تھا' ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے اور تم کو تمام لوگوں سے زیادہ اپنے آپ کو اس کی سپردگی میں دینا ہے۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

---

[1] حضرت صدیق اکبر ﷛ کا صاحب ہونا اللہ تعالیٰ کی اس آیت سے ثابت ہے ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۝ (پ۱۰ التوبہ ۴۰) صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے (ترجمہ کنز الایمان)

کتب سماویہ میں حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر

اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝
(پ۱۷ الانبیاء ۱۰۵)

اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے
(ترجمہ کنزالایمان)

امتِ محمدیہ ﷺ کا تذکرہ

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں مندرجہ بالا آیتِ کریمہ کی تشریح میں یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نقل کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے توریت اور انجیل میں اپنے ازلی اور قبلِ آفرینش علم سے خبر دی ہے کہ امتِ محمدیہ ﷺ اس زمین کی وارث ہوگی۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے جب "أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ" پڑھا تو کہا ہم ہی وہ صالحین بندے ہیں اور فرمایا کہ میں زبور کے اس نسخے سے واقف ہوں جس میں ایک سو پچاس سُورتیں ہیں اور میں نے اس کی چوتھی سورت میں پڑھا ہے کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

"اے داؤد (علیہ السلام)! میں جو سناتا ہوں اسے سنو اور سلیمان علیہ السلام کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو بتا دیں کہ تمہارے بعد یہ زمین میری ہے اور میں محمد ﷺ اور ان کی امت کو اس کا وارث کروں گا۔"

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے یمن کی طرف گیا اور قبیلہ ازد کے ایک شیخ کے پاس پہنچا جو متبحر عالم اور کتبِ سماوی کو پڑھنے والا شخص تھا اور اس کی عمر دس کم چار سو برس کی تھی۔

اس ازدی عالم نے مجھ سے کہا، میرا خیال ہے کہ تم حرم مکہ کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا: "ہاں" پھر اس نے کہا: "میرا خیال ہے کہ تم قرشی ہو۔" میں نے کہا: "ہاں" اس نے کہا: "میرا خیال ہے کہا: تم تیمی ہو؟" میں نے کہا: "ہاں۔" اس نے کہا: "اب صرف ایک نشانی تمہاری طرف سے باقی رہ گئی ہے، جس سے میں واقف نہیں ہوسکا ہوں۔" میں نے پوچھا: "وہ کون سی نشانی ہے؟"

اس نے کہا: "تم اپنے پیٹ سے قمیص اٹھاؤ۔" میں نے کہا کس لئے؟

اس نے کہا کہ میں نے علم صادق میں پایا ہے کہ :

"حرم مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوگا اور اس کے دعوئ نبوت میں ایک جوان اور ایک ادھیڑ[1] عمر کا شخص مددگار ہوں گے اور جوان شدتوں اور دشمنوں کی متحدہ قوت اور ہجوم مصائب کو خاطر میں نہ لائے گا اور ان کا زور توڑ کر رکھ دے گا اور دوسرا ادھیڑ عمر شخص گورے رنگ اور لاغر جسم کا ہوگا اور اس کے پیٹ پر ایک تل ہوگا اور بائیں ران پر ایک نشان ہوگا۔ تو تمہارا کیا حرج ہے۔ اگر تم مجھے اپنا پیٹ دکھا دو اور تمہارے ساتھ جو اوصاف میں پاتا ہوں اس پوشیدہ علامت کو دیکھنے سے میرا علم مکمل ہو جائے اور اس کے علاوہ ایک آدھ علامت مخفی رہ جائے تو رہ جائے۔" حضرت صدیق ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھالیا اور وہ ازدی عالم میری ناف کے اوپر سیاہ تل کو دیکھ کر کہنے لگے :

"رب کعبہ کی قسم! بلاشبہ تم ہی وہ شخص ہو۔"

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع بن انس ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا۔ کُتبِ سابقہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی مثال قطراتِ بارش کی سی ہے کہ وہ جہاں بھی گرتے ہیں نفع پہنچاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقِ اعظم ﷺ کا تذکرہ

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابی بکرہ ﷺ سے روایت کی کہ میں حضرت عمر فاروق ﷺ کے پاس آیا۔ ان کے پاس کچھ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ آخر میں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ حضرت عمر ﷺ نے ان میں سے ایک پر نظر ڈالی اور فرمایا: "تم کُتبِ سابقہ میں کیا کچھ پاتے ہو؟" اس نے جواب دیا کہ "رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ان کا صدیق ہوگا۔"

دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے "المجالسہ" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت زید بن اسلم ﷺ نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب ﷺ نے ہمیں بتلایا کہ میں زمانہ جاہلیت میں قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ بغرض تجارت شام گیا' پھر جب ہم مکہ واپس ہونے لگے تو مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا جسے میں بھول گیا تھا۔ لہٰذا میں نے ساتھیوں سے کہا: "میں ایک کام کر آؤں پھر تم سے آ کر مل جاؤں گا۔" واللہ میں بازار میں گزر رہا تھا کہ دفعتاً ایک بِطْرِیْق نے پیچھے سے آ کر مجھے گردن سے پکڑ لیا اور مجھے لے جانے لگا۔ میری مزاحمت کے باوجود وہ مجھ کو کنیسہ تک لے جانے میں کامیاب

---

[1] ادھیڑ عمر کے شخص سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں جو تمام شدائد میں سرورِ کائنات ﷺ کے معاون و مددگار اور دشمنوں کی متحدہ قوتوں کے سامنے بھی یعنی تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے اور ہجوم مصائب کو اس رفاقت میں کبھی حائل اور مانع نہیں ہونے دیا۔ اس جاں سپاری و جاں نثاری سے مسرور ہو کر حضور ﷺ نے فرمایا تھا: اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو وہ ابوبکر ﷺ ہوتے۔

ہوگیا اور ایک بہت بڑے مٹی کے ڈھیر کے پاس لے جاکر ٹوکری اور پھاوڑہ میرے آگے ڈال دیا اور کہا اس انبار سے مٹی اٹھا کر دوسری جگہ ڈال دو۔ میں بیٹھ گیا اور پیش آمدہ کُلفتی حالات پر سوچنے لگا کہ کیا کروں۔ وہی بطریق کچھ دیر بعد آیا اور کہنے لگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے کچھ بھی کام نہیں کیا اور پھر ایک مُکا بنا کر پوری قوت سے میرے سر پر مارا۔ میں برق رَو کی طرح اٹھا اور وہی پھاوڑہ سامنے سے اٹھا کر اس کے سر پر مارا اور اس کے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی بھیجہ نکل کر بکھر گیا۔ اس کے بعد بلاتوقف میں کنیسہ سے باہر نکل آیا اور غیر ارادی طور پر چل کھڑا ہوا میں نہیں جانتا تھا کہ کدھر جا رہا ہوں اور میں ایک رات اور دن برابر چلتا رہا حتی کہ میں ایک صبح کو گرجا کے قریب سے گزر رہا تھا کہ آرام کرنے کو جی چاہا اور گرجا کے سائے میں ستانے لگا۔ اتنے میں ایک شخص نکل کر میرے پاس آیا اور کہا: "اے اللہ کے بندے اس جگہ کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا: میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہوں۔" اس کے بعد وہ کھانا اور پانی لایا' اور وہ مجھ کو اور میرے سارے جسم کو اوپر سے نیچے تک دیکھتا رہا پھر بولا:

"اے اجنبی! اہل کتاب جانتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب الٰہی کا جاننے والا نہیں ہے اور میں تجھ میں وہ اوصاف دیکھ رہا ہوں کہ تو ہی ہو گا کہ ہمیں اس گرجا سے نکالے گا اور اس شہر پر غلبہ پائے گا"

میں نے اس کے جواب میں کہا: "اے استاذ! میں ایک دوسرے مذہب کا پیرو ہوں۔" پھر اس نے پوچھا: "تیرا نام کیا ہے؟"

میں نے بتایا "عمر بن الخطاب۔" اس کے بعد اس نے پہلے سے زیادہ وثوق اور اعتماد کے لہجے میں کہا: "واللہ' ایسا ہی ہو گا اور تو ہی ہمارا غالب و فاتح ہے' اس میں کوئی مغالطہ اور شبہ نہیں۔ مہربانی کر تو میرے لئے' اس گرجا کے لئے اور اس کے جملہ اشیاء و لوازمات کے لئے ایک دستاویز لکھ دے۔"

میں نے کہا: "اے صاحب علم! تو نے بلاشبہ میرے ساتھ حسنِ سلوک کیا ہے' پس اب تو ایسی بات کر کے مجھے مکدر نہ کر۔"

اس نے اصرار کیا کہ "ایسی ایک تحریر لکھ دینے میں تجھ کو کس وجہ سے گریز ہے؟ حالانکہ بات واضح ہے اگر تو ہمارا حاکم ہو گیا تو یہ تحریر ہمارے منشاء میں مفید ہو گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو تیری ذات کو کیا نقصان۔"

حضرت عمرؓ نے دستاویز تحریر فرمادی

میں نے کہا: "اچھا سامانِ کتابت لاؤ۔" وہ جلدی کاغذ وغیرہ لے آیا اور میں نے اس کے مطالبہ اور خواہش کے مطابق تحریر لکھ کر دستخط کر دیئے۔ پھر جب حضرت عمرؓ اپنے زمانہ خلافت میں

شام پہنچے تو وہی راہب آپ کے پاس آیا اور وہ "دیرُ القدس" کا انچارج تھا۔اس نے وہی تحریر پیش کی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس تحریر کو تعجب کے ساتھ دیکھا اور جو مسلمان ساتھ میں موجود تھے انہیں تحریر کا پس منظر بتایا۔راہب نے عرض کیا میرے لئے جو شرط منظور ہو چکی ہے اسے پورا فرمائیے۔ اس کا جواب آپ نے یہ دیا۔اس معاملہ میں نہ عمر کو اختیار رہے نہ اس کی اولاد کو۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑ اوڑا رہے تھے' اتفاقاً ران پر سے تہبند اڑا اور اہل نجران میں سے کسی نے ران پر سیاہ تل کو دیکھ لیا جس کی وجہ سے انہوں نے کہا: یہی وہ شخص ہے جس کا ذکر ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور یہی شخص ہمیں اپنے اس علاقے سے نکالے گا۔

حضرت عبد اللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "زوائد الزہد" میں بروایت ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ' ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عہد رسالت ﷺ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑا دوڑا رہے تھے تو قبا کا دامن اُڑ جانے سے ان کی ران کھل گئی۔آپ کی ران پر سیاہ تل کو دیکھ کر نجران کے ایک شخص نے کہا۔یہی وہ شخص ہے جس کا تذکرہ ہمیں اپنی کتابوں میں ملتا ہے کہ وہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دے گا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ' کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شام میں کہا کہ ان کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ یہ شہر و امصار اس شخص کے ہاتھوں فتح ہوں گے جو صالحین' مسلمین اور متقین کے ساتھ ہمدرد اور مہربان اور شوریدہ پشتوں اور کافروں پر سخت گیر اور شدید ہے اور اس کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر اور اس کے قول اور فعل میں تضاد نہیں اور اس کے نزدیک حق کے حاصل کرانے میں قریب و بعید برابر ہے۔اس کے شاگرد رات میں عبادت گزار اور دن میں شیر ہیں وہ آپس میں رحم دل' شفیق اور نیکوکار ہیں۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے کعب رضی اللہ عنہ! تم نے ٹھیک کہا۔کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' ہاں خدا گواہ ہے میں نے حقیقت بیان کی ہے۔اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر طرح کی حمد و ثناء کے لائق وہی ذاتِ اقدس ہے جس نے ہمیں عزت و غلبہ دیا اور ہمیں شرافت و کرامت سے سرفراز کر کے ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہم کو باہم شفقت کرنے والا بنایا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبید بن آدم' ابی مریم رحمہما اللہ اور ابی شعیب بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ

---

[1] رسول اللہ ﷺ کے اصحاب گرامی کے بارے میں قرآن پاک کا ارشاد ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پ ۲۶ الفتح ۲۹) محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت عمر بن الخطاب ﷺ مقام جابیہ میں تھے۔ اس وقت حضرت خالد بن ولید ﷺ بیت المقدس تشریف لائے تو نصرانی راہبوں نے ان سے کہا۔ آپ کا نام کیا ہے؟

انہوں نے فرمایا: ''خالد بن ولید۔''

پھر انہوں نے پوچھا: ''آپ کے امیر کا نام کیا ہے؟''

حضرت خالد ﷺ نے فرمایا: ''عمر بن الخطاب ﷺ۔'' پھر انہوں نے امیر کی شناخت پوچھی تو حضرت خالد ﷺ نے فاروق اعظم ﷺ کی نشانیاں بیان کیں۔ جن کو سن کر راہب بولے: ''تم بیت المقدس کو فتح نہیں کر سکتے' البتہ عمر ﷺ کر سکتے ہیں کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ہر شہر دوسرے سے پہلے فتح ہو جائے گا اور ہر اس شخص کی جو جس شہر کو فتح کرے گا اس کی نشانیاں ہمیں معلوم ہیں۔ ہماری کتب مقدس میں ہے کہ بیت المقدس سے پہلے ''قیساریہ'' فتح ہوگا۔ پس جاؤ پہلے اسے فتح کرو' پھر اپنے امیر کو ساتھ لے کر آنا۔''

حضرت عثمان ذوالنورین ﷺ کا تذکرہ

طبرانی نے اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہما نے ''حلیہ'' میں مغیث اوزاعی ﷺ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب ﷺ نے حضرت کعب احبار ﷺ سے پوچھا کہ تم توریت میں میری کیا علامت پاتے ہو؟ کعب ﷺ نے جواب دیا۔ ایسا خلیفہ جو آہنی عزم کا حامل اور شدید قوت کا حامل اور احکام خداوندی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گا۔ پھر تمہارے بعد ایسا خلیفہ ہوگا جسے امت قتل کرے گی اور وہ لوگ اس خلیفہ کے حق میں ظالم ہیں۔ پھر اس کے بعد ملت مصائب میں مبتلا ہو جائے گی۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فاروق اعظم ﷺ کے مؤذن اقرع ﷺ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ حضرت عمر ﷺ نے اُسقف کو بلایا اور دریافت فرمایا: ''کیا تم اپنی کتابوں میں ہمارا بھی کچھ ذکر پاتے ہو[1] ؟'' اسقف نے جواب میں کہا:

''ہم تمہاری علامات اور اوصاف کو تو پاتے ہیں مگر ان کا ذکر نام بنام نہیں ہے۔'' حضرت فاروق ﷺ نے دریافت کیا:

''تم میرا ذکر کس طرح پاتے ہو؟'' اُسقف نے جواب دیا: ''آہن کے مانند لوہے کے مشابہ۔'' آپ نے پوچھا: ''اس کا کیا مطلب ہوا؟'' اس نے کہا: ''اصولوں کا بہت سختی سے پابند امیر' دشمنانِ دین کے لئے ''مرد آہن۔'' حضرت عمر ﷺ نے کہا صرف اللہ کے لئے بڑائی ہے ہر طرح

---

[1] ہمارے ذکر سے مراد خلفائے راشدین اور اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں۔

کی تعریف بھی اسی کے لئے ہے۔

پھر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "میرے بعد ہونے والے خلیفہ کا ذکر کس طرح ہے؟" اس نے کہا: "وہ ایک حلیم الطبع، بہت ہی باحیاء اور صالح مرد ہے۔ جو اقرباء کو دوسروں پر ترجیح دے گا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ برادرم عفان کے بیٹوں پر رحم فرمائے۔ پھر سوال کیا کہ "جو شخص ان کے بعد خلیفہ ہوگا اس کے بارے میں کیا مذکور ہے؟" اسقف نے جواب دیا: "لوہے کا میل۔" اس پر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ہائے افسوس! اسقف راہب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا قطع کلام کرتے ہوئے بولا: "اے امیر ٹھہریئے! وہ مرد تو صالح ہے لیکن انکی خلافت کا قیام خون ریزی اور کھینچی ہوئی برہنہ تلواروں کے درمیان ہوگا۔[1]

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کعب احبار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نیند میں کچھ دیکھتے ہیں؟ اس سوال پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جھڑک دیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا: میں ایک شخص کو دیکھتا ہوں جو خواب میں امت کے معاملات دکھاتا ہے۔

ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بہ سند حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے غلام افلح رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اہل مصر کے آنے سے پہلے سرداران قریش کے پاس جا کر کہتے تھے کہ حضرت امیر یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرو، وہ کہتے خدا کی قسم ہمارا قتل کرنے کا ارادہ نہیں۔ مگر انہوں نے واپس لوٹتے ہوئے کہا۔ واللہ یہ لوگ ضرور ارتکاب کریں گے۔ ایک مرتبہ پھر ان لوگوں کو متنبہ کیا اور کہا خدا کی قسم وہ چالیسویں دن فوت ہو جائیں گے۔ باغیوں نے انکار کیا اور کہا ہم شہید نہیں کریں گے۔ اس کے کچھ دنوں بعد پھر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان (محاصرین) کے پاس پہنچے اور سمجھایا (خلیفہ معصوم) کو شہید نہ کرو۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعد رضی اللہ عنہ نے طاؤس سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر لوگوں نے پوچھا: "تم اپنی کتابوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کیا اوصاف پاتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا کہ: "ہم نے پڑھا ہے کہ وہ قیامت کے روز قتل کرنے والے اور ان کے چھوڑنے والوں پر امیر ہوں گے۔"

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا کہ وہ اپنے دادا عبداللہ بن

---

[1] تاریخ اسلام شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے ایام خلافت اسی طرح گزرے۔

سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ جنگ کرنے اور اس سے باز رہنے میں کون سی بات آپ مناسب خیال کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ قیام حجت کے لئے جنگ سے ہاتھ روکنا بہتر ہے' کیونکہ ہم نے کتاب آسمانی میں پڑھا ہے کہ آپ قیامت کے دن قاتل اور آمر پر امیر ہوں گے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ سند ہی سے روایت کی کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے مصریوں سے کہا: تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے درپے نہ ہو کیونکہ وہ ماہ ذی الحجہ ختم نہ کر سکیں گے کہ ان کی وفات ہو جائے گی۔

ابو القاسم بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو لوگوں نے ذی قربات حمیری سے جو علمائے یہود میں سے تھا' پوچھا: ''اے ذی قربات! حضور ﷺ کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟''

اس نے کہا: ''الامین[1]'' (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)۔ لوگوں نے پھر پوچھا: ''ان کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟''

اس نے کہا: ''مرد آہن'' یعنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (جو قوت ارادی اور ہمت و عزیمت کا پہاڑ اور اصول و انصاف کی پابندی میں مرد آہن ہیں)۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ: ''ان کے بعد یہ خلافت و سیادت کس کی طرف منتقل ہوگی؟''

اس نے کہا: ''الازہر'' یعنی حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ (جو اپنے اخلاق اور کردار میں اتفاق اور حلم و حیا میں ازہر تھے)۔ پھر ان کے بعد کے لئے پوچھا گیا۔

اس نے کہا: ''الوضاح المنصور'' یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

ابن راہویہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھ سے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کہا کہ اب چالیس ہجری کا آغاز ہے اور عنقریب اسی سال میں صلح ہو جائے گی[2]۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو صالح رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اونٹ چرانے والا ایک روز یہ حُدی گا رہا تھا۔

اَنَّ الْاَمِیْرَ بَعْدَہٗ عَلِیٌّ   وَ فِی الزُّبَیْرِ خَلَفٌ مَرْضِیٌّ

---

1. الامین قبل بعثت رسول اکرم ﷺ کا لقب تھا اور تمام اہل مکہ آپ کو الامین ہی کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لسان رسالت سے امین کا لقب مرحمت فرمایا تھا۔

2. اس سال کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مابین ہوا۔

یعنی بلاشبہ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پسندیدہ خصلت والے پس رو ہوں گے۔

کعب رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا نہیں بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے کعب سے کہا: اے ابو اسحاق رضی اللہ عنہ یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ ابھی حضور ﷺ کے صحابہ کرام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟ انہوں نے کہا تم ہی امیر ہو گے۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند حسن ابو جزیر ازدی اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ کا ذکر ہمیں اپنی کتابوں میں اس طرح ملتا ہے کہ قیامت کے روز آپ ﷺ رب کے حضور اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ آپ ﷺ کے دونوں رخسار سرخ ہوں گے اور آپ کے بعد امت جو کارنامے انجام دے گی ان کی وجہ سے آپ ﷺ محجوب اور شرمندہ ہوں گے اور حیاء آئے گی۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا تذکرہ

طبرانی اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے محمد بن یزید ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قیس بن خرشہ اور کعب احبار رضی اللہ عنہما دونوں ہمراہ جارہے تھے یہاں تک کہ جب یہ دونوں مقام صفین پہنچے تو کعب رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور کچھ دیر اس سرزمین پر نظر ڈالی پھر فرمایا: اس خطہ سرزمین پر مسلمانوں کا اس قدر خون بہے گا کہ اتنا خون کسی اور خطہ پر نہ بہا ہو گا۔ اس پر قیس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہ بات تمہیں کس ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ حالانکہ یہ بات علم غیب سے ہے اور غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس پر کعب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ زمین کا بالشت بھر ٹکڑا بھی ایسا نہیں ہے جس کا ذکر توریت مُوسیٰ علیہ السلام میں نہ ہو۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب مختار کا سر ان کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ کعب رضی اللہ عنہ نے جو باتیں بتائی تھیں ان سب باتوں کو میں نے درست پایا سوائے اس ایک بات کے جو مجھ سے کہی کہ عنقریب ایک ثقفی شخص مجھ کو قتل کرے گا۔ اعمش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اسے نہ جان سکے کہ حجاج ثقفی کو ان کے لئے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

حجاج کے ظلم کا تذکرہ

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک ہم نسب شخص لوگوں کا خون بہائے گا اور دوسروں کے اموال کو حلال جانے گا اور بیت اللہ کے ایک ایک پتھر کو توڑے گا۔ میری حیات میں اگر اس طرح کے واقعات

رونما ہوئے تو میں دیکھ ہی لوں گا ورنہ تم ان باتوں کو ذرا یاد رکھنا۔عبد اللہ بن عمر ﷺ نے یہ بات بنی مغیرہ کی جبلِ ابوقبیس پر رہنے والی عورت سے کہی تھی۔ چنانچہ حضرت ابن زبیر ﷺ کے زمانہ میں حجاج کے مقابلہ کے دوران بیت اللہ کو منہدم ہوتے دیکھ کر اس خاتون نے کہا۔خدا عبد اللہ ﷺ پر رحم کرے کیسی درست بات کہی تھی۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

عبد اللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ''زوائد الزہد'' میں ہشام بن خالد ربعی ﷺ سے روایت کی۔انہوں نے کہا کہ میں نے توریت میں دیکھا ہے کہ حضرت عمر بن العزیز رحمۃ اللہ علیہ پر چالیس دن تک آسمان وزمین روئیں گے۔

محمد فضالہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک راہب نے کہا۔ہم عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ عادل اماموں میں پاتے ہیں۔جس طرح حرمت والے مہینوں میں رجب حرمت وامن والا ہے اسی طرح عمر کا زمانہ حرمت وامن والا زمانہ ہے۔

ولید بن ہشام بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ہم ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ایک صاحب نے کہا تم نے اس راہب کے قول کو سنا؟ وہ کہتا ہے کہ امیر سلیمان نے وفات پائی اور اس کی جگہ پیشانی پر ایک چوٹ لگا شخص امیر[1] ہوا ہے۔چنانچہ جب ہم آئے تو ایسا ہی پایا جیسا کہ راہب نے خبر دی تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر جب ہم چوتھے سال اسی مقام پر ٹھہرے تو اس شخص نے اسی راہب سے جا کر کہا: ''صاحب مَن! اس موقع پر تم نے جو خبر دی تھی ہم نے ویسا ہی پایا۔'' راہب نے جواب دیا ''خدا شاہد ہے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو زہر پلا دیا گیا ہے۔'' پھر جب ہم واپس لوٹے تو واقعی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو زہر دیا جا چکا تھا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق مغیرہ بن نعمان ایک بصری شخص سے روایت کی۔اس نے بتایا کہ میں بیت المقدس کے ارادے سے چلا تو میں ایک جگہ بارش میں گھر گیا اور میں نے ایک راہب کے صومعہ میں پناہ لی۔تو راہب نے میرے روبرو آ کر کہا:

''ہم کو اپنی کتاب مقدس میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ تمہارے دین کے کچھ لوگ مقام عذراء میں قتل کیے جائیں گے اور ان پر حساب ہوگا نہ عذاب۔''

تو کچھ ہی عرصہ گزرا کہ حجر بن عدی ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو مقامِ عذراء میں لایا گیا اور

---

[1] اس سے اشارہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے کہ آپ کی پیشانی پر نشان تھا۔

انہیں قتل کیا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کعب ﷺ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا نبی عباس کے سیاہ جھنڈے نکلیں گے یہاں تک کہ شام میں قیام کریں گے اور ان کے ہاتھوں سے ہر جابر اور ان کے ہر دشمن کو اللہ ﷻ قتل کرائے گا۔

دولابی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکنی" میں بہ روایت حماد بن سلمہ از یعلی بن عطاء از بجیر بن ابی عبید رحمہم اللہ از سرح بن یرموک جو اہل کتاب سے تھا' روایت کی۔ اس نے کہا میں کتاب آسمانی میں لکھا پاتا ہوں کہ اس امت میں بارہ رئیس ہوں گے ان بارہ میں ایک نبی ہوگا اور جب ان کی تعداد پوری ہو جائے گی تو لوگ آپس میں سرکشی و بغاوت و جنگ و جدال کرنے لگیں گے۔[1]

حضور ﷺ کے بارے میں کاہنوں کی پیشین گوئیاں

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ بہ روایت اسمٰعیل بن عیاش از یحیٰی بن ابی عمرو شیبانی از عبد اللہ بن دیمی از ابن عباس ﷺ روایت کی کہ ایک شخص ابن عباس ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ سطیح کا ذکر کیا کرتے ہیں اور آپ کا یہ خیال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں کسی کو اس کی شکل نہیں پیدا کیا۔ حضرت ابن عباس ﷺ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

اللہ ﷻ نے سطیح کو تختہ پر گوشت کا ایک لوتھڑا پیدا کیا۔ اس کی نقل و حمل تختہ ہی پر ہوتی' اس کے بدن میں ہڈی تھی نہ پٹھہ نہ اس کی کھوپڑی تھی اور نہ گردن ہتھلیاں بھی غائب تھیں۔ اس کے اس لوتھڑے کو مثل گٹھڑی کے لپیٹ لیا جاتا۔ اس کے جسم میں کوئی حس و حرکت نہ تھی صرف زبان حرکت کرتی تھی۔ اس کے کہنے پر اس کو تختہ پر رکھ کر مکہ لایا گیا تو اس کے پاس چار قرشی آئے۔ آل قصی میں سے عبد شمس' عبد مناف' احوص بن فہر اور عقیل بن ابی وقاص۔ ان چاروں نے اپنا نام اور نسبی تعارف کرایا۔ لوگوں نے کہا کہ حج والے ہیں' جو تمہاری زیارت کے لئے ہیں۔ عقیل نے ایک ہندی تلوار اور روبینہ برچھا بطور تحفہ پیش کیا اور دونوں چیزوں کو بیت الحرام کے دروازے پر رکھ دیا۔ تا کہ وہ یہ دیکھ سکیں کہ سطیح نے ان چیزوں کو اس سے پہلے دیکھا ہے یا نہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد سطیح نے کہا: "اے عقیل! اپنا ہاتھ میرے سامنے لا۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ اس کے بعد سطیح نے کہا:

---

[1] تاریخ اسلام کا مہد زریں پڑھنے والے ذرا ان اوراق کو الٹ کر بھی دیکھ لیں تو معلوم ہوگا کہ اموی اور عباسی دور میں ایک کروڑ سے زیادہ مسلمان' مسلمانوں کی تلواروں کی بھینٹ چڑھ گئے۔

""قسم ہے باطن کے جاننے والے اور خطاؤں سے درگزر کرنے والے کی قسم ہے پورا ہونے والے عہد کی اور قسم ہے بیت الحرام کی! تم نے جو تحفہ پیش کیا ہے اس میں شمشیر ہندی اور دوسرا ردینی نیزہ ہے۔""

ان قریشیوں نے کہا: ""اے بزرگ سطیح! آپ نے درست فرمایا۔"" اس کے بعد سطیح نے کہا: ""قسم ہے فرح کے ساتھ لات کی قسم ہے قوس قزح کی قسم ہے سبقت لے جانے والے گھوڑے کی قسم ہے پیشانی پر نشان والے گھوڑے کی قسم ہے تازہ کھجور کے درخت کی قسم ہے خشک و تر کرموں کی بلاشبہ کوا جس طرف اڑا مبارک ہے۔[1] اس نے بتایا ہے کہ یہ لوگ تجم سے تعلق نہیں رکھتے اور ان کا نسب ان قریش سے ملتا ہے جو پتھریلی زمین کے رہنے والے ہیں۔""

ان چاروں نے کہا: ""اے سطیح! آپ ٹھیک کہتے ہیں ہم اسی علاقے کے رہنے والے ہیں۔ ہم آپ کے پاس صرف ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ اب جب کہ ہمیں آپ کے علم کا اندازہ ہوگیا ہے تو اب ہمیں بتائیے کہ ہمارے زمانے میں اور ہمارے بعد کیا کیا واقعات رونما ہوں گے۔ اگر اس بارے میں آپ کو کچھ خبر ہے۔ سطیح نے کہا بے شک تم سچ کہتے ہو۔ اچھا اب میری باتوں کو سنو! جو اللہ نے الہام کے ذریعہ مجھے بتائی ہیں۔

""اے گروہ عرب تم بڑھاپے کے عالم میں ہو' تمہاری بصیرتیں اور عجم کی بصیرتیں برابر ہیں' تمہارے پاس علم ہے نہ سمجھ اور تمہارے بعد آنے والے لوگ انواع علم کے متلاشی ہوں گے اور بت شکنی کرتے ہوئے روم تک پہنچیں گے' عجمی طائیوں کو قتل کر کے غنائم حاصل کریں گے۔""

اس تقریر کو سن کر ان چاروں نے کہا: ""اے بزرگ محترم سطیح! وہ کون لوگ ہوں گے؟"" اس نے جواب دیا: ""رکنوں والے گھر' امن وغلبہ کی قسم! وہ لوگ تمہارے بعد تمہاری ہی اولاد میں سے ہوں گے جو بتوں کو توڑ دیں گے اور طاغوت کی بندگی چھوڑ کر اللہ کی فرمانبرداری کریں گے اور دنیا کو توحید کا سبق دیں گے اور دنیا ان کے دین پر چلیں گے' اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔ حامیوں پر سبقت لے جائیں گے۔"" انہوں نے پوچھا: ""

اے سطیح! وہ لوگ کس نسل سے ہوں گے؟"" اس نے جواب دیا: ""قسم ہے اشرف الاشراف کی قسم ہے اسراف کے نگہبانی کرنے والے کی قسم بلاد عاد کو بلا دینے والے کی اور قسم ہے کمزوروں کو قوت دینے والے کی۔ وہ ہزاروں لوگ ہوں گے جن میں عبد شمس اور عبد مناف سے بھی ہوں گے اور

---

[1] سطیح کاہن نے جو قسمیں کھائیں وہ عرب جاہلیت میں عام تھیں کوے اور کوے کی کائیں کائیں سے بھی عرب کی جاہلیت میں شگون لیا جاتا تھا جب اسلام آیا تو اس نے ان تمام شرکانہ قسموں اور رسموں کو مٹایا۔

دوسرے مختلف لوگ بھی ہوں گے۔"

چاروں قریشیوں نے کہا: "اے غیبی خبر دینے والے شیخ! ہمیں یہ بتا دیجئے کہ وہ کس شہر سے ظہور کریں گے؟" اس نے کہا: "قسم ہے ذاتِ ازل و ابد کی اور قسم ہے مددگارِ اعلیٰ کی شہرِ مقدس سے ایک ہدایت یافتہ نبی پیدا ہوگا جو سیدھی راہ دکھائے گا اور یغوث[1] و اصنام سے کنارہ کشی اختیار کر کے ان کی پرستش سے بری ہوگا۔ وہ ایک خدا کی عبادت کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اس نبی کو محمود کر کے وفات دے گا۔ وہ زمین سے مفقود اور آسمان میں حاضر و موجود ہوگا۔

اس کے بعد صدیق رضی اللہ عنہ ان کا خلیفہ ہوگا' اس کے فیصلے اور حقوق کی ادائیگی اور اس کے معاملات میں پورا اعتدال ہوگا۔ اس خلیفہ اول کے بعد دوسرا صاحبِ عدل و استقامت خلیفہ ہوگا جو اعلیٰ درجہ کا مدبر' تجربہ کار اور معاملہ شناس ہوگا۔ وہ کل ملت کا بہترین ذمہ دار' مہمان نواز اور عدلیہ کا ایک مثالی استحکام کرنے والا ہوگا۔ ان کے بعد وہ شخص خلیفہ اور نائب ہوگا جو اپنے سابقین کی طرح مستعد' زرہ پوش اور آزمودہ کار ہوگا' بایں ہمہ غدار منصوبے بنائیں گے اور یہ اشرار تعمیری مشوروں کا بہانہ بنا کر گروہ در گروہ اس کے شہر میں جمع ہو جائیں گے اور اس معصوم کو بے دردی کے ساتھ شہید کر ڈالیں گے۔ پھر اس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اکابرین و معززین امت اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ خلیفہ ہوگا جو اپنی ذاتی رائے کو فریب دینے والے کی رائے سے متفق کر دے گا۔ پھر قلم رَو میں لشکرِ عظیم مدمقابل ہوں گے۔ پھر اس کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوگا وہ جمع شدہ مال میں ہاتھ ڈالے گا کم ہی لوگ ہوں گے جو اس کو پسند کریں وہ عوام کے خزانے میں تصرف کرے گا اور آئندہ جانشین کے لئے خزانہ بھرے گا۔

اس کے بعد وہ بادشاہ والی ہو جائیں گے کہ ان کے عہد میں خون ریزی عام ہوگی۔ بعد ازاں ان کا والی ایک مفلوک الحال شخص ہوگا وہ ان کو فرش کی طرح پامال کرے گا۔ پھر ایک مضبوط گرفت والا ابوجعفر ہوگا جو حق کو دور اور منکر کو قریب کرے گا اور بہت بری طرح زمین کو فتح کرے گا۔ اس کے بعد ایک پست قد شخص والی ہوگا' اس کی پشت پر نشان ہوگا' وہ سلامتی کی موت مرے گا۔ پھر نسبتاً کم مکار شخص آئے گا اور وہ ملک کو خالی اور بے کار چھوڑ دے گا۔ پھر اس کا بھائی والی ہوگا جو اسی کی راہ پر گامزن ہوگا وہ منبر و اموال کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ اس کے بعد والی وہ شخص ہوگا جو غصہ کو ضبط نہ کر سکے گا وہ دنیا پسند اور مال دار ہوگا' اس کے معاصرین اور ہم زمانہ لوگ نیز اس کے اقارب اسے جنگ پر ابھاریں گے اور پھر اس پر چڑھائی کریں گے اور سلطنت سے معزول کر دیں گے اور پھر وہ قتل کر دیا

---

[1] یام عرب کا ایک عظیم بت۔

جائے گا۔ اس کے بعد ساتو اں شخص بر سر اقتدار آئے گا۔ وہ ملک کو قحط زدہ ویران اور پسماندہ بنا دے گا اور ملک کے اندر ایک بھوکے حریص کی طرح کھسوٹ کرے گا۔ اس وقت حالت یہ ہوگی کہ بے مایہ و حریص لوگ ملک گیری کی طمع کریں گے اور ننگے بھوکے لوگ والی بنیں گے۔ قبیلہ نزار کے لوگ بنی قحطان کو پامال کریں گے اور یہ دونوں قبیلے دمشق میں لبنان کے قریب نبرد آزما ہوں گے اس دن اہل یمن کے دو طبقے ہوں گے ایک غالب اور دوسرے مغلوب و مخذول ۔[1]

صحرا نشینوں کے خیموں کو تم بوسیدہ دیکھو گے اور ان کے جھنڈے کھلے پاؤ گے اور قیدیوں کو پا بہ زنجیر دیکھو گے۔ یہ واقعات وادی فرات اور پہاڑوں کے درمیان ہوں گے اس زمانے میں منابر ویران ہوں گے اور بیوہ خواتین لوٹی جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گریں گے اور زمزمے اور ساز کا دور دورہ ہوگا۔ وائل نامی شخص خلافت کو طلب کرے گا۔ اس وقت قوم نزار مشتعل ہو جائے گی وہ غلاموں اور شر پسندوں کو مقرب بنائے گی اور اخیار و عباد سے دور رہے گی۔ لوگ بھوکے مریں گے غلہ اور خام ضرورت کی چیزیں گراں ہو جائیں گی اور ایک موقع پر ماہ صفر میں ان جابروں کو قتل کیا جائے گا جنہوں نے خندقیں، نہریں، سرسبزی و شادابی کو عام کیا۔ ان کو بھاگنے کا موقع نہ ملے گا' حاکم وقت ان جابروں کو دن کے اول وقت ہزیمت دے گا۔ جب وہ اس حالتِ مغلوبیت کو پہنچیں گے تو وہ خوف کے باعث نہ سو سکیں گے اور نہ فرار کر سکیں گے۔ وہ کسی آبادی میں داخل ہوں گے اور پھر قضا و قدر کو پالیں گے۔ اس کے بعد تیر اندازوں کی جماعت آئے گی اور وہ صالحین کو اکٹھا کرے گی تا کہ آہن پوشوں کو قتل کریں اور ان کے حامیوں کو قید کریں اور گمراہوں کو اسیر بنائیں' اس مرحلہ پر بادشاہ کو آبی راہ سفر پالیں گے۔ پھر دین اور اس کے امور میں اختلال واقع ہو جائے گا اور زبور پوشیدہ کر دیئے جائیں گے' معبدوں کو توڑ دیا جائے گا اور کوئی محفوظ و مامون نہ ہوگا مگر وہ جو کہ جزائر البحور میں ہوگا۔ (یعنی دور دراز کے جزیروں میں چلے جائیں گے)۔

اس کے بعد جنوب کی سمت سے غبار اٹھے گا اور دیہاتی گنوار غلبہ کریں گے' ان میں کوئی بھی بدکاری' جنگ جوئی اور ہٹ دھرمی سے پاک و مبرا نہ ہوگا۔ یہ زمانہ بہت ہی خراب ہوگا' کاش قوم میں اس دن کچھ حیا ہوتی اور تمناؤں کی خواہش نہ کرتی۔

ان چاروں قرشی حضرات نے دریافت کیا: "اے سطیح! اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟"

اس نے کہا: "اس کے بعد یمن سے ایک شخص اٹھے گا وہ خوبصورت اور برف کے مانند سفید

ا۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کیجئے' خلافت راشدہ میں خلیفہ سوم و چہارم کے حالات پڑھئے اور اس کے بعد امام حسن علیہ السلام کی صلح جوئی اور ان کے بعد اموی سلاطین کی چیرہ دستیاں دیکھئے پیشین گوئی حرف بحرف صادق آتی ہے۔

ہوگا وہ صنعاء اور عدن کے درمیان میں ایک علاقے سے ظاہر ہوگا۔ اس کا نام حسین یا حسن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سر پر فتنوں کو لے جائے گا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ چند راویوں سے نقل کیا ہے کہ ربیعہ بن نصر لخمی نے ایک خوفناک خواب دیکھا جس سے وہ بہت خوف زدہ ہوگیا تو اس نے اپنی مملکت کے معبروں کے پاس لوگوں کو بھیجا اور کسی کاہن، جادوگر، شگون لینے والے اور منجم کو نہ چھوڑا سب ہی لوگوں کو طلب کرلیا اور کہا میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں خائف اور دہشت زدہ ہو گیا ہوں۔ لہٰذا مجھے اس کی تعبیر دو۔ معبروں نے کہا: "خواب کو بیان فرمائیے تاکہ ہم تعبیر دیں۔"

اس نے جواب دیا: "کہ میں خواب بیان کروں اور پھر تم اس کی تعبیر دو یہ طریقہ کار میرے لئے اطمینان کا باعث نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ صحیح تعبیر وہی کرے گا جو اس خواب کو میرے بیان کئے بغیر جانتا ہو کہ میں کیا دیکھ چکا ہوں۔"

ربیعہ کا نقطۂ نظر معلوم کر کے حاضرین میں سے کسی ایک نے کہا: "اگر آپ اس طریقہ پر تعبیر کے خواہاں ہیں تو سطیح یا شق کے پاس کسی کو بھیجنا چاہئے۔ ان دونوں سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے یہ دونوں افراد خواب اور تعبیر بتا سکتے ہیں۔"

جلی پر شق سے پہلے سطیح آ گیا۔ بادشاہ نے کہا: "اے سطیح! میں خواب دیکھ کر خوف زدہ ہوگیا ہوں تم اس کی تعبیر دو۔"

سطیح نے جواب میں کہنا شروع کیا: "اے بادشاہ! آپ نے خواب دیکھا ہے کہ تاریکی کی حالت میں ایک شعلہ برآمد ہوا وہ تہامہ کا علاقہ ہے اور اس شعلہ نے ہر کھوپڑی والے کو کھالیا ہے۔"

بادشاہ نے کہا: "اے سطیح! تم نے خواب کے بیان میں کوئی بھی غلطی نہیں کی، ہاں اب تم اس کی تعبیر کرو۔"

سطیح نے کہا: "میں قسم کھاتا ہوں دونوں حرہ کے درمیان ہر چرند اور پرند کی، تمہاری مملکت میں حبشی اتریں گے اور ابین سے لے کر جرش تک کے علاقہ پر وہ قبضہ کرلیں گے۔"

یہ سن کر بادشاہ نے کہا: "یہ بات ہمارے لئے موجب فکر والم اور خوف وہراس کا باعث ہے، بتاؤ یہ بات تمہارے زمانہ میں ہوگی یا بعد میں؟"

سطیح نے کہا: "نہیں بعد کو ساٹھ ستر سال سے زیادہ گزر جانے کے بعد واقع ہوگی۔" بادشاہ نے پوچھا: "یہ ملک ان کے قبضہ میں ہمیشہ رہے گا یا پھر نکل جائے گا؟" سطیح نے کہا کچھ اوپر ستر برس کے بعد یہ ملک ان کے قبضہ سے نکل جائے گا، پھر ان سے اکثر قتل کئے جائیں گے اور کچھ جان بچا کر

۱۔ کاہنوں کو یا دعویٰ غیب کی باتیں بتانے والے کہتے تھے۔

بھاگ سکیں گے۔"

بادشاہ نے پوچھا: "ان کو قتل کرنے اور بھاگنے پر مجبور کر دینے والا شخص کون ہو گا؟" سطیح نے جواب دیا: "ارم ذی یزن ان کا حاکم عدن سے یورش کرے گا اور پھر ان میں سے کسی ایک کو یمن میں نہ چھوڑے گا۔" بادشاہ نے پوچھا:

"حاکم عدن کی حکومت یمن میں ہمیشہ رہے گی یا ختم ہو جائے گی؟" سطیح نے جواب دیا کہ: کچھ اوپر ستر برس کے بعد اس کی حکومت بھی ختم ہو جائے گی۔ بادشاہ نے دریافت کیا: "اس کی حکومت کو پھر کون ختم کرے گا؟"

سطیح نے کہا: "ایک نبی برحق، جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت و وحی نازل ہوا کرے گی۔"

بادشاہ نے سوال کیا: "وہ نبی مکرم کس قبیلہ سے ہو گا؟" سطیح نے کہا: "غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد سے۔ اس کی امت میں حکومت آخر زمانے تک باقی رہے گی۔" بادشاہ نے پوچھا: "کیا زمانہ کا بھی آخری کنارہ ہے؟" سطیح نے کہا: "ہاں وہ، جس روز تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے۔ اس روز نیکوکار سعادت مند ہیں اور بدکار لوگ بد بخت ہیں۔" بادشاہ نے کہا: "اے واقف حالات سطیح! جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا واقعی یہ درست ہے۔"

سطیح نے کہا: "ہاں، میں قسم کھاتا ہوں شفق، غسق اور فلق [1] کی کہ جو کچھ میں نے بیان کیا وہ حق ہے۔"

جب سطیح اپنی گفتگو اور جوابات سے فارغ ہوا تو شق کو بادشاہ ربیعہ نے اپنے پاس بلایا اور کہا: "میں ایک خواب دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا ہوں۔" اور جو سوال و جواب سطیح سے ہو چکے تھے ان کو بادشاہ نے مخفی رکھا تا کہ وہ معلوم کر سکے کہ دونوں کاہنوں کے بیان اور تعبیر میں کیا اور کس قدر اتفاق یا اختلاف ہے۔

توشق نے کہا: "ہاں آپ نے تاریکی سے ایک شعلہ برآمد ہوتے دیکھا پھر وہ باغ اور پشتہ کے درمیان ٹھہرا۔ پھر اس نے ہر جان دار کو کھا لیا ہے۔" بادشاہ نے پوچھا: "اس کی تعبیر تم کیا کرتے ہو؟" اس نے کہا: "میں قسم کھاتا ہوں دونوں حرّہ کے درمیانی انسانوں کی آپ کی سرزمین میں سوڈانی یلغار کریں گے اور وہ نازک انگلیوں والوں پر غالب ہو جائیں گے اور ابین اور نجران تک قبضہ کر لیں گے۔"

---

[1] لوگ جس طرح بتوں کی قسم کھاتے تھے اسی طرح مظاہر قدرت کی بھی قسم کھاتے تھے۔

بادشاہ نے کہا: ''یہ بات ہمارے لئے موجب اشتعال بھی ہے اور باعثِ رنج وتفکر بھی' بتا سکتے ہو کہ یہ سب کچھ میرے عہد میں ہوگا یا میرے بعد؟'' شق نے جواب دیتے ہوئے کہا: ''کچھ زمانے کے بعد یہ حالات وحادثات رونما ہوں گے' اس کے بعد تم لوگوں کو ان سوڈانیوں سے ایک عظیم اور صاحب شان چھڑائے گا اور وہ ان کو ایک دردناک مزہ چکھائے گا۔'' بادشاہ نے پوچھا: ''وہ عظیم ترین شخص کون ہے؟''

تو شق نے کہا: ''وہ لڑکا نہ زیادہ کم مرتبہ ہوگا نہ زیادہ معزز ذی یزن کے گھر میں پیدا ہوگا۔''
بادشاہ نے دریافت کیا: ''اس کی حکومت ہمیشہ رہے گی یا جاتی رہے گی؟'' کاہن نے جواب دیا: ''ایک رسول مرسل اس کے اقتدار وسلطنت کو ختم کرے گا۔ وہ رسول حق اور دین وعدل کو لائے گا وہ ایک خاص نظام زندگی کا داعی اور صاحب فضل ہوگا۔ یہ حکومت اس کے صاحبوں اور متبعین میں فیصلہ کے دن تک باقی رہے گی۔''

بادشاہ نے سوال کیا: ''وہ فیصلہ کا دن کیا ہے؟'' شق نے جواب دیا: ''یہ وہ دن ہوگا جس میں حاکموں کو بدلہ دیا جائے گا آسمان سے بلانے والے کی ندا سنی جائے گی جسے ہر زندہ اور مردہ سنے گا۔ اس دن تمام لوگ میقات میں جمع ہوں گے۔ جس نے اپنی زندگی میں اللہ ﷻ سے تقویٰ اختیار کیا ہوگا وہ اس دن کامیاب اور نجات یافتہ ہوگا۔''

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ سطیح کاہن سیل عرم[1] کے زمانے میں پیدا ہوا اور حضور ﷺ کے سال ولادت میں اس کی موت واقع ہوئی۔ وہ پانچ سو سال زندہ رہا۔ اس کے علاوہ دوسرا ایک قول یہ ہے کہ تین سو سال زندہ رہا۔

ابوموسیٰ مدینی رحمۃ اللہ علیہ ''الذیل'' میں بہ روایت ابن کلبی از عوانہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمنشیوں سے پوچھا۔ کیا تم میں سے کوئی شخص زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی ایسی بات جانتا تھا اور جو اس کے سامنے واقع ہوئی ہو؟ آپ کے استفسار پر طفیل بن زید حارثی رضی اللہ عنہ نے جن کی عمر ۱۶۰ برس تھی کہا' ہاں امیر المومنین! ایک شخص مامون بن معاویہ تھا۔ جس کی کہانت کے بارے میں آپ کو علم ہے۔ وہ حضور ﷺ کے بارے میں لوگوں کو بتایا کرتا تھا۔ وہ اکثر کہتا سنا گیا۔

یَالَیْتَ اِنِّیْ اَلْحَقُهٗ وَلَیْتَنِیْ لَا اَسْبِقُهٗ — اے کاش! میں آپ (ﷺ) کے ساتھ شامل ہوتا۔
اے کاش میں آپ ﷺ سے پہلے پیدا نہ ہوا ہوتا۔

---

[1] سیل عرم اوائل جاہلیت کا عظیم سیلاب جس نے عرب کی متعدد بستیوں کو تباہ کر دیا۔

طفیل ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم تہامہ میں تھے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر ملی میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ وہی نبی ہے جس کے بارے میں مامون خبر دیا کرتا تھا۔ طفیل ؓ کہتے ہیں کہ دن گزرتے گئے' حتیٰ کہ میں ایک وفد کے ساتھ آیا اور اسلام لایا۔

قدیم پتھروں پر حضور ﷺ کا اسمِ گرامی

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ بہ طریق حسن رحمۃ اللہ علیہ' سلیمان ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے کعب ؓ سے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے وہ فضائل جو آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ظاہر ہوئے بتایئے۔ کعب ؓ نے کہا' ہاں امیر المؤمنین! میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسا پتھر دیکھا جس پر چار سطریں تحریر تھیں۔

پہلی سطر میں تھا کہ "میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں' پس میری ہی عبادت کرو۔"

دوسری سطر میں تھا کہ "بے شک میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں' محمد ﷺ میرے رسول ہیں' مژدہ ہو اسے جو ایمان لایا اور آپ ﷺ کی پیروی کی۔"

تیسری سطر میں تھا کہ "میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں' جس نے مجھے مضبوط تھاما وہ نجات پا گیا۔"

چوتھی سطر میں تھا کہ "میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ حرم میرا ہے اور کعبہ میرا گھر ہے تو جو میرے گھر میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ طریق محمد بن الاسود بن خلف بن عبد یغوث روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے باپ سے سنا کہ قریش نے مقام ابراہیم کے نچلے حصے سے ایک کتاب پائی۔ قریش نے اس کے پڑھنے کے لئے حمیر کے ایک شخص کو بلایا۔ اس نے کہا اس میں ایسے کلمات ہیں کہ اگر میں ان کو تم سے بیان کروں تو تم مجھے قتل کر دو گے۔ اس پر ہم نے گمان کیا کہ شاید اس میں محمد (ﷺ) کا ذکر ہوگا۔ پھر ہم نے اس کو نابود کر دیا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت حریش رحمۃ اللہ علیہ علقمہ ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ پہلی مرتبہ جب خانہ کعبہ منہدم ہوا تو وہاں ایک پتھر منقش پایا گیا۔ پھر ایک شخص کو بلایا گیا' اس نے اسے پڑھا تو یہ لکھا تھا:

"میرا جو بندۂ منتخب' متوکل' منیب اور مختار ہے اس کی جائے ولادت مکہ اور جائے ہجرت مدینہ ہے۔ وہ دنیا سے رخصت نہ ہوگا جب تک کہ ٹیڑھی زبانوں کو سیدھا نہ کر دے اور حام کو اسی نہ ہو

جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہوگی۔ وہ ہر فراز پر اللہ کی حمد کرے گی اور نصف کمر پر تہبند باندھے گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو پاک رکھے گی۔"

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الطیب عبد المنعم بن غلبون مقری رحمہم اللہ سے روایت کی کہ عموریہ کو جب فتح کیا گیا تو وہاں کے ایک کنیسہ پر سنہری حرفوں سے لکھا پایا گیا کہ:

"بعد میں آنے والے لوگوں میں سے وہ شخص بہت برا ہے جو سلف یعنی گزرے ہوئے لوگوں کو برا کہے کیونکہ عہد ماضی کا ایک شخص زمانہ مستقبل کے ہزار اشخاص سے بہتر ہے۔ اے صاحب غار ﷺ! تم نے افتخار کی کرامت حاصل کی اسی لئے ملک جبار نے تمہاری تعریف کی ہے کیونکہ اس نے اپنے بھیجے ہوئے نبی پر اپنی نازل کردہ کتاب میں فرمایا کہ 'ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ' (پ۱۰ التوبہ ۴۰) (دو میں کا دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے)۔ اے عمر ﷺ! تم حاکم نہ تھے بلکہ باپ تھے۔ اے عثمان ﷺ! تم ظلماً قتل کئے گئے اور قبر میں لوگ تمہاری زیارت نہ کریں گے۔ اے علی ﷺ! تم امام الابرار ہو اور رسول اللہ ﷺ کے آنے سے کافروں کو بھگانے والے ہو۔ تو وہ صاحب غار ہے اور یہ اخیار میں سے ایک اور وہ شہروں کا فریاد رس ہے اور یہ ابرار کا امام تو جو کوئی ان چاروں میں سے کسی کی تنقیص کرے اس پر جبار کی لعنت ہے۔"

ابو الطیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کنیسہ کے راہب سے پوچھا جس کی بھنویں تک بڑھاپے سے سفید ہو چکی تھیں۔ یہ عبارت تمہارے کنیسہ کے دروازے پر کب سے منقش ہے؟ اس نے جواب دیا تمہارے نبی (ﷺ) کی بعثت سے دو ہزار برس پہلے سے۔

ابو محمد جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے "امالیہ" میں یحییٰ بن الیمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ مجھے بنی سلیم کی مسجد کے امام نے بتایا کہ ہمارے بزرگوں نے روم کی طرف جہاد کیا تو انہوں نے ایک کنیسہ پر یہ شعر منقوش پایا ؎

اَتَرْجُوْ اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

یعنی جس امت نے حسین ﷺ کو قتل کیا' کیا وہ قیامت کے دن ان کے نانا کی شفاعت کی امید اور توقع رکھے گی۔

ہمارے بزرگوں نے راہبوں سے دریافت کیا۔ یہ عبارت آپ لوگ اس کنیسہ میں کب سے دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا تمہارے نبی ﷺ کی آمد کے چھ سو سال پہلے سے یہ عبارت موجود ہے۔

حضور ﷺ کے نسب و نژاد کی عصمت و عظمت

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک بذریعہ نکاح ہی منتقل ہوا ہوں' میرے اجداد کی نسل میں زنا نہیں ہوا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی جاہلیت کی بدی نے منتقل نہیں کیا اور میں ایک ایسے ہی نکاح سے جیسا اسلام میں ہے اصلاب میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے ہی متولد ہوا نہ کسی ناجائز عمل [1] سے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے "المصنف" میں محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں نکاح سے ہی پیدا ہوا اور صلب آدم علیہ السلام سے اب تک میرا نسلی جوہر پاک رہا اور میرے رشتہ نسبی کو اعمال جاہلیت سے کبھی بدی نہیں پہنچی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے نسب مبارک کو پانچ سو سال سابقہ تک تحریر کیا ہے مگر اس میں کسی جگہ بدی کو میں نے نہیں پایا اور نہ ایسی کوئی چیز جو عام طور پر جاہلیت کے لوگوں میں ہوتی ہے' اس میں پائی۔

عدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ و ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میں نکاح کے ذریعہ ظاہر ہوا اور از آدم علیہ السلام تا والدین محترم پورے سلسلہ نسل نے تخلیق اولاد میں برا طریقہ اختیار نہیں کیا اور نہ عہد جاہلیت کی بدی نے اس پیدائشی نظام کو متاثر کیا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رشتہ نسلی سے وابستہ اجداد کبھی زنا کے قریب نہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل فرمایا اور جب بھی دو گھرانے ہوئے تو مجھے ان میں اچھے گھرانے میں رکھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت کلبی' ابوصالح رحمۃ اللہ علیہما از ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا انہوں نے

---

[1] عہد جاہلیت میں زن و شوہر کے تعلقات کا ایک ناجائز طریقہ بھی تھا جو سفاح کہلاتا تھا۔ ایسے تعلقات سے پیدا ہونے والے سفاح سے پیدا ہونے والے کہلاتے تھے۔ اس طریقہ کو سفاح جاہلیت کہا جاتا تھا۔

کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عربی قبائل میں بہترین قبیلہ مضر اور مُضَر کی شاخوں میں عبد مناف کی شاخ اور عبد مناف میں بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں خاندان عبد المطلب۔ خدا کی قسم جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی اولاد کی دو شاخیں ہوئیں تو مجھے ان میں سے بہتر شعبہ میں رکھا گیا۔

بزار رحمۃ اللہ علیہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ ﷻ کے ارشاد "وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ[1] " (پ۱۹ الشعراء ۲۱۹) کی تفسیر میں روایت کی کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے اصلاب میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے تولد فرمایا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بنی آدم کے ہر دور میں یکے بعد دیگرے بہترین زمانے میں مبعوث کیا گیا' یہاں تک کہ میں اس زمانے میں تشریف لایا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ ﷻ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنو ہاشم کو اور پھر مجھ کو تمام بنو ہاشم میں برگزیدہ فرمایا۔

ترمذی نے مذکورہ بالا حدیث کو روایت کر کے اس کو حسن کہا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے مجھے پیدا فرما کر اپنی بہترین مخلوق میں شامل فرمایا اور جب انسانی مخلوق کو قبائل میں تقسیم کیا تو مجھ کو بہترین قبیلہ میں رکھا اور جب جانوں کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کے درمیان بہت بہتر جان بنایا اور جب خاندانوں کو بنایا تو مجھے ان میں بہتر خاندان میں رکھا۔ میں جان اور خاندان اور ہر لحاظ سے بہتر ہوں۔

بنی ہاشم کی فضیلت

بیہقی و طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے مخلوق کو پیدا کر کے ان میں حضرت آدم علیہ السلام کو پسند فرمایا اور بنی آدم میں سے اہل عرب کو پسند فرمایا اور اہل عرب میں مضر کو اور مُضَر میں قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم کو اور

---

[1] اور ہم آپ کو سجدہ کرنے والوں کے اصلاب میں منتقل کرتے رہے (ترجمہ کنز الایمان)

اسی بات کو فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں۔ سارے اچھوں سے اچھا کہیے جسے ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی ﷺ (ادارہ)

بنی ہاشم میں سے مجھ کو پسند فرمایا تو اس طرح میں اچھوں میں سے اچھا ہوں۔

بیہقی وطبرانی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے مخلوق کو دو قسموں میں تقسیم کیا تو مجھے ان دونوں میں بہترین قسم میں رکھا۔ پھر ان دو قسموں کو تین قسموں میں تقسیم کیا تو مجھے ان میں تیسری بہترین قسم میں رکھا پھر جب ان تین قسموں میں قبائل بنائے تو مجھے ان کے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر جب قبائل کو گھرانوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان کے بہترین گھرانے میں رکھا۔

اللہ ﷻ کے ارشاد "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا" (پ۲۲ احزاب ۳۳) اللہ ﷻ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو تم سے ہر ناپاکی کو دور کر کے خوب اچھی طرح پاک وبہتر بنائے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

بیہقی و ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہا بروایت مالک زہری ﷺ سے اور انس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لوگوں کے دو حصے ہوئے تو مجھے میرے رب نے ان میں سے بہترین قسم میں رکھا، حتی کہ میں اپنے والدین کریمین سے متولد ہوا۔ اسی لئے مجھے عہد جاہلیت سے قطعی کوئی برائی نہ پہنچی اور مجھے ازدواجی رشتہ سے پیدا کیا گیا اور آدم ﷺ سے لے کر میرے والدین تک برے طریقہ پر کبھی ذریات کی منتقلی نہ ہوئی۔ اس بناء پر ذات کے اعتبار سے بھی اور آباء واجداد کے لحاظ سے بھی تم میں بہتر ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن علی ﷺ سے روایت کی کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ ﷻ نے مخلوق میں عرب کو چنا، پھر عرب میں سے کنانہ کو چنا، پھر ان میں سے قریش کو چنا، پھر ان میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا، پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔

بیہقی وطبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے اوسط میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے حضرت جبرئیل ﷺ نے کہا میں نے زمین کے مشرق ومغرب کو چھان ڈالا لیکن محمد ﷺ سے افضل کسی شخص کو میں نے نہیں پایا اور نہ کسی اولاد کو بنی ہاشم سے افضل پایا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سے میں صلب آدم ﷺ سے باہر آیا ہوں مجھ کو کسی بدکار عورت نے منتقل نہیں کیا اور سلف میں ہمیشہ امتیں مجھ سے منازعت کرتی رہیں یہاں تک کہ میں نے عرب کے دو بہترین قبیلوں سے جو کہ بنی ہاشم اور بنی زہرہ ہیں ظہور کیا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ (پ۱۱التوبہ۱۲۸) کوفا کے زبر کے ساتھ پڑھا اور فرمایا: "اَنَا اَنْفَسُكُمْ" یعنی میں حسب ونسب اور قرابت میں تم سب سے زیادہ بہتر ہوں' اور میرے آباء و اجداد میں آدم ﷺ سے اب تک بدکاری اور زنا نہیں ہوا۔ پورا سلسلہ تولید نکاح اور رشتہ زوجین کی بنیاد پر رہا۔

ابن ابی عمر عدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "مسند" میں حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں حضرت آدم ﷺ کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے قریش نور تھے' وہ نور خدا کی تسبیح کرتا تھا اور فرشتے تسبیح میں موافقت کرتے تھے۔ پھر جب اللہ ﷻ نے حضرت آدم ﷺ کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کے صلب میں ودیعت فرما دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے مجھے آدم ﷺ کے صلب میں زمین پر اتارا' اس کے بعد صلب نوح ﷺ میں رکھا اور اس کے بعد صلب ابراہیم ﷺ میں' اسی طرح اللہ ﷻ نے مجھے پاکیزہ اصلاب اور مطہر ارحام میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے اپنے والدین کے ذریعہ ظاہر [1] فرمایا' میرے اجدادی سلسلے میں کوئی ایک مرد وعورت بھی رشتہ مناکحت کے بغیر قریب نہیں ہوئے۔

اس حدیث کی وہ روایت شاہد ہے' جسے حاکم وطبرانی رحمہما اللہ نے خزیم بن اوس ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی جناب میں غزوۂ تبوک کی واپسی کے وقت ہجرت کر کے حاضر ہوا۔ اس وقت میں نے حضرت عباس ﷺ کو کہتے سنا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میری خواہش ہے کہ میں آپ ﷺ کی مدح عرض کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ تمہارے منہ کو ٹھنڈا رکھے تو انہوں نے کہا۔

مِنْ قَبْلِهَـا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِيْ مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ

یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنے آباء واجداد کی اصلاب وارحام میں اس وقت سے پاکیزہ رہے جب تک آدم ﷺ جسم پر پتے لپیٹتے تھے۔

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ

پھر آپ ﷺ شہروں میں اس شان کے ساتھ آئے کہ اس وقت آپ ﷺ نہ انسانی جسم میں تھے اور نہ مضغہ تھے اور نہ جما ہوا خون۔

---

[1] سرکار دوعالم ﷺ کا سلسلۂ نسب مطہر و پاک اس طرح ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

بَلْ نُطْفَةً تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ اَلْجَمَ نَسْرًا وَاَهْلَهُ الْغَرَقُ

بلکہ آپ ﷺ بہ صورت نطفہ تھے اور اس کشتی میں سوار تھے جب کہ کوہ نسر اور اس کے رہنے والے غرقاب ہو رہے تھے۔

تَنَقَّلُ مِنْ صَالِبِ اِلٰی رَحِمٍ اِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَأَ طَبَقٌ

آپ ﷺ صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے جب کہ ایک جہان دنیا سے رخصت ہوتا اور دوسرے ان کی جگہ پیدا ہوتے رہے۔

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيْلِ مُسْتَعِرًا فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

آپ ﷺ حضرت خلیل علیہ السلام کے صلب میں پوشیدہ ہو کر نارِ نمرود میں اترے جب آپ ﷺ اُن کی صُلب میں تھے تو وہ آگ انہیں کیسے جلاتی؟

حَتّٰى احْتَوٰى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ خِنْدَفَ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اس شرف نے جو آپ ﷺ کے فضل پر غور ہے اس اعلیٰ شرف کو گھیر لیا جو ذی نسب خندف سے ہے اور اس کے تحت نطق یعنی بلندیاں یا قبائل ہیں۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْ اَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

اور آپ ﷺ کی شان یہ ہے کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ ﷺ کی شعاعِ نور سے افق آسمان منور اور روشن ہو گیا۔

فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِكَ الضِّيَاءِ وَفِی النُّوْرِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

اب ہم اس روشنی اس نور اور ہدایت کے راستہ میں رواں دواں ہیں۔

بیہقی اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں ان کی اولاد دکھائی' تو انہوں نے ایک کو دوسرے پر صاحب کرامت و فضیلت دیکھا۔ پھر انہوں نے ان کے درمیان میں ایک چمکتا نور دیکھا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا۔ اے میرے رب! یہ نور کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے فرزند جلیل احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں' یہی اول ہیں' یہی آخر ہیں اور یہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت کے دلائل کے منجملہ وجوہ ایک وجہ یہی نسبی فضیلت ہے اس لئے کہ نبوت' حکومت اور سیادت بھی ہے اور حکومت و سیاست ذی حسب اور صاحب عزت و شرف میں ہی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ بات رعایا کے انقیاد و اطاعت اور اس کی پیروی کرنے میں ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے تو ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان سے سوال کیا تھا کہ تم لوگوں کے

درمیان ان کی نسبی حالت کیسی ہے؟ ابوسفیان ﷺ نے جواب دیا تھا وہ ہمارے درمیان صاحب نسب ہیں۔ ہرقل نے کہا: "یہی نسبی بزرگی، نجابت و اصالت اور طہارت تمام رسولوں میں رہی ہے اور وہ اپنی قوم میں نجابت نسبی کے لحاظ سے ممتاز رہے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کا خواب

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ بروایت ابوبکر بن عبد اللہ بن ابوالجہم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو طالب سے حضرت عبد المطلب کو خواب بیان کرتے سنا۔ عبد المطلب نے کہا میں نے جب کہ میں حجر اسود کے قریب سو رہا تھا تب ایک خواب دیکھا۔ جس کی وجہ سے مجھ پر خوف طاری ہو گیا اور میں بہت بے چینی محسوس کرنے لگا۔ میں ایک قریشی کاہن کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ میں نے آج خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت اس طرح کھڑا ہے کہ اس کی اونچائی آسمان تک اور شاخیں مشرق و مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں اور اس درخت کے نور کو میں نے روشنی آفتاب سے ستر گنا زیادہ دیکھا اور اس کے سامنے عرب و عجم کو میں نے سجدہ ریز دیکھا اور میں دیکھ رہا تھا کہ وہ درخت اپنی عظمت، نور اور بلندی میں ہر آن اضافہ کر رہا ہے، ایک لحہ وہ چھپتا ہے اور دوسرے لمحے ظاہر ہو جاتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک جماعت قریش اس کی شاخوں سے چمٹ گئی ہے اور دوسری جماعت اس کے کاٹنے میں کوشاں ہے۔ یہاں تک کہ یہ جماعت اس کو کاٹنے کے قوی ارادہ سے درخت کے قریب پہنچی ہی تھی کہ مجھے ایک خوب رو، حسین و جمیل اور لطافت و خوشبو سے معطر شخص کہ اس کو دیکھنے سے پہلے میں ایسے شخص کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا، نظر آیا۔ یہ خوب رو جوان اس جماعت کے لوگوں کی کمریں توڑتا اور آنکھیں نکالتا رہا۔ پھر میں نے چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر اس درخت سے کچھ لوں، مگر کامیاب نہ ہوا۔ میں نے دریافت کیا اس درخت سے کون لوگ پھل لے سکیں گے؟ جواب ملا صرف وہ لوگ جو مضبوطی سے چمٹے ہوئے ہیں۔"

عبد المطلب نے کہا کہ کاہن کو خواب سنانے کے بعد میری نظر اس کے چہرے پر ٹھہری تو میں نے دیکھا اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ پھر کاہن نے تعبیر کرتے ہوئے کہا:

"اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہاری پشت سے ایک ایسا فرزند پیدا ہو گا جو مشرق و مغرب کا مالک ہو گا اور ایک مخلوق اس کی خوبیوں کو دیکھ کر اس سے وابستہ ہو جائے گی۔"

اس کے بعد عبد المطلب نے اپنے بیٹے ابو طالب سے کہا: "شاید وہ فرزند، یعنی میرے خواب کی تعبیر تم ہی ہو۔"

ابوطالب اس بات کو اکثر بیان کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد کہتے "خدا کی قسم! وہ درخت یقیناً حضرت ابوالقاسم الامین ہیں۔" اس پر کچھ مسلمانوں نے ان سے پوچھا: "پھر آپ ﷺ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟" ابوطالب جواب دیتے "مجھے شرم وحیاء آتی ہے کہ قریش کہیں گے طریقہ اسلاف کو چھوڑ کر بھتیجے پر ایمان لے آیا۔"[1]

ایامِ حمل کی نشانیاں

حاکم و بیہقی و طبرانی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہم نے بروایت ابوعون مولیٰ مسور بن مخرمہ ﷺ روایت کی کہ مسور ابن عباس ﷺ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالمطلب نے بیان کیا کہ موسم سرما میں ہم یمن کے سفر پر گئے تو میں ایک یہودی عالم سے ملا تو اس نے مجھ سے پوچھا: "تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے؟"

میں نے کہا: "میں بنی ہاشم سے ہوں۔"

پھر اس نے کہا: "کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے جسم کے کچھ حصوں کو دیکھوں؟" میں نے کہا: "ستر عورت کے مقامات کے علاوہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔"

اس مشروط اجازت کے بعد اس نے میری ناک کا ایک اور پھر دوسرا نتھنا کھول کر دیکھا پھر کہنے لگا: "میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں ملک اور دوسرے میں نبوت ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔" اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں "ہم اس کو بنی زہرہ میں پاتے ہیں تو یہ کیسے ہوگا؟"

میں نے کہا: "میں نہیں سمجھتا۔"

اس یہودی عالم نے پوچھا: "کیا تمہاری کوئی شاعہ ہے؟" میں نے جواب دیا: "شاعہ سے تمہاری مراد کیا ہے؟" اس نے کہا: "بیوی' زوجہ!" اس کے جواب میں میں نے کہا کہ: "فی الحال تو کوئی بیوی موجود نہیں ہے۔" اس نے کہا: "جب تم اپنے وطن واپس پہنچو تو قبیلۂ بنی زہرہ میں نکاح کرنا۔"

اس کے بعد جب عبدالمطلب مکہ واپس آئے تو جناب ہاشم نے آپ کا نکاح قیلہ نامی

---

[1] جناب ابوطالب کے ایمان لانے کے سلسلے میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے سیرت کی کتابوں میں مختلف اقوال موجود ہیں۔ حضرت محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوت میں اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ ابوطالب نے لوگوں کی ملامت کے خوف سے ایمان قبول نہیں کیا۔ اہل سنت واحناف کا یہی مسلک ہے۔

خاتون سے کر دیا قیلہ کے بطن سے حارث پیدا ہوئے' حارث ہی آپ کے سب سے بڑے فرزند تھے' قیلہ کے بعد آپ کا نکاح ہند بنت عمرو سے ہوا اور اس سے دوسرے فرزند اور صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت عبد المطلب کا تیسرا نکاح فاطمہ نامی خاتون سے ہوا جن کے بطن سے حضرت عبد اللہ ﷺ والد ماجد جناب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور جب جوان ہوئے تو آپ کا نکاح وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی جناب آمنہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا۔

اس روایت کو ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق حمید بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ' انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ حضرت عبد المطلب نے اس بات کو بیان کیا اور اسی روایت کو ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات" میں بہ طریق جعفر بن عبد الرحمٰن بن المسور بن مخرمہ ﷺ انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ عبد المطلب نے بیان کیا کہ اہل کتاب نے ان کے نتھنوں کے بالوں کو دیکھا۔

اور پھر کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ملک ہے اور نبوت ہے اور ان دونوں میں سے ایک بات بنی زہرہ میں دیکھتا ہو اور اسی روایت کے آخر میں ہے کہ چنانچہ اللہ ﷻ نے حضرت عبد المطلب کی اولاد میں نبوت اور خلافت دونوں کو رکھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن ابی الوقاص ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ اپنے زیر تعمیر مکان سے آ رہے تھے اور ان کے بدن پر مٹی اور غبار کا اثر تھا۔ ان کا گزر یعلیٰ العدویہ کی طرف ہوا۔ جب یعلیٰ کی نگاہ آپ پر پڑی تو اس نے دونوں آنکھوں کے درمیان "نور مصطفےٰ ﷺ" تاباں پایا۔ پس اس نے آپ کو جنسی خواہش کی تکمیل کی دعوت دی' اس نے کہا اگر آپ میری خواہش پوری کر دیں' تو میں آپ کو سو اونٹ پیش کروں گی۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: "ٹھہر جا میں غسل کر کے صاف ہو لوں پھر تیرے پاس آتا ہوں [1] گھر آ کر حضرت عبد اللہ نے سیدہ آمنہ اپنی بیوی سے مباشرت فرمائی اور حضور ﷺ کے ظہور ولادت کے لئے حمل کا استقرار ہوا۔

اس کے بعد حضرت عبد اللہ یعلیٰ کے پاس پہنچے اور کہا' اب تیری خواہش باقی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ عبد اللہ نے پوچھا کیوں' کیا بات ہوئی؟ یعلیٰ نے کہا: "جب تم ادھر سے گزرے تھے تو تمہاری پیشانی پر "نور نبوت" تاباں تھا' مگر اس وقت وہ موجود نہیں بلکہ منتقل ہو کر آمنہ کے رحم میں قرار پا چکا ہے۔

---

[1] یعلیٰ نے جنسی خواہش کی جس کو آپ نے مسترد کر دیا تھا اور آپ جب دوبارہ یعلیٰ کے پاس نہیں گئے بلکہ گزرگاہ میں مل گئی تھی وہ کہا کہ اب تمہاری پیشانی میں وہ نور نبوت تاباں نہیں تفصیل کے لئے دیکھئے مدارج النبوت جلد دوم۔

ایک روایت میں ہے کہ ''جس کے نور کے ساتھ تم میرے پاس سے گئے تھے' اب اس نور کے ساتھ واپس نہیں لوٹے ہو۔ اگر تم نے سیدہ آمنہ سے مباشرت کی ہے تو یقیناً وہ ایک اعلیٰ مقتدر کو تولید میں لائیں گی۔

ابونعیم' خرائطی اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہم نے بہ طریق عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو نکاح کے لئے لے کر روانہ ہوئے تو ان کا گزر اہل تبالہ یمن کی ایک کاہن خاتون پر ہوا جو کتب سماویہ کی عالمہ مشہور تھی اور اس کا نام فاطمہ بنت مر الخثعمیہ تھا۔ اس نے جب نورِ نبوت کو حضرت عبداللہ کی پیشانی میں دیکھا تو ان سے کہا

اے جوان اگر تم اس وقت میرے ساتھ مباشرت کرو تو میں تم کو سو اونٹ پیش کروں گی۔''

اس کی اس پیش کش پر حضرت عبداللہ نے کہا:

وَاَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهٗ   وَالْحِلُّ لَاحِلَّ فَاسْتَبِيْنَهٗ

فعل حرام سے تو مرجانا بہتر ہے اور فعل حلال تو میں اس کی خوبیاں نہیں بیان کر سکتا۔

فَكَيْفَ لِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ تَبْغِيْنَهٗ   يَحْمِي الْكَرِيْمُ عِرْضَهٗ وَدِيْنَهٗ

اے خاتون! حرام کاری کی جو خواہش تو میرے ساتھ رکھتی ہے۔ اس کی تکمیل کیسے ممکن ہے کیونکہ اہل تو قیر و آبرو اپنی عزت اور دین کی پاسداری کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ اپنے والد کے ساتھ روانہ ہو گئے اور انہوں نے حضرت آمنہ بنت وہب زہری کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا اور جناب عبداللہ ان کے پاس تین روز رہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس خاتون کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ جس نے دعوتِ مباشرت دی تھی چنانچہ وہ اس کے پاس آئے تو اس عورت نے ان سے پوچھا: ''میرے پاس جانے کے بعد تم نے کیا کیا۔'' جناب عبداللہ نے جواب دیا: ''میرا نکاح آمنہ بنت وہب سے ہو گیا ہے اور میں تین روز تک ان کے پاس رہا۔'' یہ جواب سن کر اس عورت نے کہا:

''اے عبداللہ! میں بدکار عورت نہیں ہوں' چونکہ میں نے تمہاری پیشانی میں نورِ نبوت کی چمک دیکھی تو مجھے تمنا ہوئی کہ وہ نور میں حاصل کروں' مگر اب اللہ ﷻ نے اسے جہاں چاہا وہاں ودیعت فرما دیا۔''

اس کے بعد فاطمہ نے حسب ذیل اشعار پڑھے۔

اِنِّيْ رَاَيْتُ مُخِيْلَةً لَمَعَتْ   فَتَلَاْلَاَتْ بِحَاتِمِ الْقَطْرِ

میں نے ایک برسنے والے ابر کی بجلی دیکھی جس کی تابنا کی نے جہان بھر کے سیاہ
کالے بادلوں کو جگمگا دیا۔

ظُلْمَا بِهَا نُوْرٌ يُضِيْئُ لَهُ مَا حَوْلَهُ كَاِضَاءَةِ الْبَدْرِ

ان کالے بادلوں میں ایک ایسا نور تھا جس نے گردو پیش کے سارے علاقے کو
روشن کر دیا جس طرح کہ چودھویں رات کی چاندنی ہوتی ہے۔

وَرَجَوْتَهُ فَخْرًا اَبُوْءُ بِهِ مَا كُلُّ قَادِحِ زَنْدَهُ يُوْرِيْ

میں نے عبد اللہ سے نکاح کر کے فخر حاصل کرنے کی تمنا کی مگر میں کامیاب نہ ہو
سکی جس طرح کہ ہر شخص چقماق سے چنگاری حاصل نہیں کر سکتا۔

لِلّٰهِ مَا زُهْرِيَّةٌ سَلَبَتْ ثَوْبَيْكَ مَا اسْتَلَبَتْ وَمَا تَدْرِيْ

ساری خوبیاں اللہ ﷻ ہی کے لئے ہیں' اس زہری عورت نے کتنی اعلیٰ چیز پائی
ہے' اے عبد اللہ! وہ تمہارے دو کپڑے ہیں' ایک نبوت دوسرا ملک' جو آمنہ زہری
نے حاصل کر لئے' حالانکہ وہ نہیں جانتی کیا چیز حاصل کی ہے۔

اس کے بعد فاطمہ نے یہ بھی کہا:

بَنِيْ هَاشِمٍ قَدْ غَادَرَتْ مِنْ اَخِيْكُمْ اَمِيْنَةُ اِذْ لِلْبَاهِ يَعْتَلِجَانِ

اے آل ہاشم! آمنہ نے تمہارے بھائی کو ایسا چھوڑا جب کہ وہ اپنی خواہش کی
سیرابی کر رہی تھیں۔

كَمَا غَادَرَ الْمِصْبَاحُ بَعْدَ خَبْوِهِ فَتَائِلَ قَدْ مِيْثَتْ لَهُ بِدِهَانِ

جس طرح کہ چراغ بتی سے اس تیل کو چوسنے کے بعد' جو اس میں ڈالا جاتا ہے'
بتی کو خالی اور خشک چھوڑ دیتا ہے۔

وَمَا كُلُّ مَا يَحْوِى الْفَتٰى مِنْ تِلَادِهٖ بِحَزْمٍ وَلَا مَا فَاتَهُ لِتَوَانِيْ

آدمی جو قدیمی اور موروثی مال جمع کرتا ہے وہ اس کی کوشش سے نہیں ہے اور جو
مال اس سے جاتا رہتا ہے وہ اس کی غفلت سے نہیں ہے۔

فَاَجْمِلْ اِذَا طَالَبْتَ اَمْرًا فَاِنَّهُ سَيَكْفِيْكَهُ جَدَّانِ يَصْطَرِعَانِ

جب تم کسی بات کی طلب کرو تو خوبی کے ساتھ کرو' کیونکہ باہم لڑنے والی دو
کوششیں تم کو کفایت کریں گی۔

سَيَكْفِيْكَهُ اِمَّا يَدٌ مُقْفَلَةٌ وَاِمَّا مَبْسُوْطَةٌ بِبَنَانِ

یا تو وہ ہاتھ جو تم سے روک دیا گیا، تمہیں کافی ہو گا یا وہ ہاتھ جو کشادہ ہے اور انگلیوں کے پوروں کے ساتھ ہے کافی ہو گا۔

وَلَمَّا قَضَتْ مِنْهُ اٰمِنَةُ مَا قَضَتْ   نَبَا بَصَرِیْ عَنْهُ وَكَلَّ لِسَانِیْ

حضرت آمنہ نے جس چیز کی خواہش کی وہ حضرت عبد اللہ سے حاصل کر چکیں تو اب میری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی اور میری زبان گونگی ہو گئی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابو الفیاض خثعمی رحمۃ اللہ علیہ سے تفصیل کے ساتھ جو روایت کی اس میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبد اللہ واپس ہو کر فاطمہ کے پاس پہنچے تو کہا: تو نے خواہش کا اظہار مجھ سے کیا تھا، اب کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ خواہش اسی روز تھی آج نہیں اور اس کا یہ قول ایک محاورہ بن گیا۔

اس روایت کے آخر میں ہے کہ جوانانِ قریش کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے فاطمہ سے استصواب کیا۔ فاطمہ نے قریش کے جواب میں فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے[1] اور اس روایت میں اس قول کے بعد کہ "انہوں نے ان کے پاس تین روز قیام کیا۔" اتنا زیادہ ہے کہ "اہل عرب میں دستور تھا کہ جب شوہر اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو تین روز قیام کرتا ہے۔" اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہب بن جریر بن حازم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو یزید مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عبد اللہ خثعمی عورت کے پاس آئے تو اس نے ان کی پیشانی سے آسمان تک نورِ نبوت کو چمکتا دیکھا تو خثعمی عورت نے ان سے کہا: "کیا تم میری خواہش پوری کر سکتے ہو؟"

انہوں نے جواب دیا: "ہاں، لیکن پہلے میں "رمی جمار" کر لوں، تو وہ گئے، رمی جمار کی پھر اپنی زوجہ سیدہ آمنہ کے پاس آئے۔ اس کے بعد خثعمی عورت کی بات یاد آئی تو وہ اس کے پاس آئے۔[2] خثعمی خاتون نے کہا: "میرے پاس سے جانے کے بعد بیوی سے ملے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں میں اپنی زوجہ آمنہ کے پاس گیا ہوں۔" خاتون نے کہا: "اب تم سے میری کوئی خواہش نہیں ہے کیونکہ جب تم میرے پاس سے گئے تھے تو تمہاری پیشانی سے آسمان تک ایک نور چمک رہا تھا۔ جب تم نے اپنی زوجہ سے صحبت کی تو وہ نور ان میں منتقل ہو گیا۔ اب تم ان کو جا کر خبر دے دو کہ تم کو استقرارِ حمل سے وہ عزت ملی ہے کہ روئے زمین پر اس درجہ توقیر افزا حمل کسی خاتون کو نہ ہوا۔

1۔ جن فی البدیہہ اشعار کی طرف اشارہ ہے وہ پیچھے گزر چکے ہیں۔

2۔ حضرت عبد اللہ کا دوبارہ خثعمی عورت کے پاس جانا اس لئے تھا کہ حقیقت حال دریافت کر سکیں۔

(اس روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا)۔

بیہقی و ابونعیم رحمہما اللہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ خثعم کی ایک خاتون ایک خاص موسم میں رونمائی و خودنمائی کرتی' بڑی ماہ رُو اور حسین تھی' وہ فرش فروخت کرنے کے لئے پھیری کرتی' اسی طرح وہ ایک روز حضرت عبد اللہ کے پاس پہنچ گئی۔ جب اس خاتون نے ان کو دیکھا تو متعجب و متاثر ہوئی اور خود کو ان کے رُوبرو پیش کرنے اور دعوتِ مباشرت دینے لگی۔ حضرت عبد اللہ نے کہا تو اسی جگہ ٹھہری رہ' جب تک میں لوٹ کر واپس نہ آؤں۔ پھر وہ اپنی بیوی کے پاس گئے اور مباشرت کی' جس کے نتیجے میں نبی ﷺ کے لئے استقرارِ حمل ہوا اور پھر اس کے بعد جب لوٹ کر اس عورت کے پاس پہنچے تو اس نے کہا' تم کون ہو؟ انہوں نے کہا تجھ سے وعدہ کرنے والا۔ اس نے کہا غلط کہتے ہو اور اگر تمہارا قول درست ہے تو وہ نور کیا ہوا جس کو میں پہلی ملاقات کے وقت تمہاری پیشانی پر نمایاں طور پر دیکھ رہی تھی۔

بیہقی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہما نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جناب عبد اللہ بڑے خوب رُو نوجوان تھے۔ ایک دن وہ قریش کی کچھ عورتوں کے پاس سے گزرے' ان عورتوں میں سے ایک نے ان سے کہا:

"تم میں سے کون ہے جو اس جوان سے نکاح کر کے اس کے نور سے دامن مراد کو بھرے جو ان کی پیشانی میں تاباں ہے؟" اس کے بعد حضرت عبد اللہ کا نکاح قبیلۂ زہرہ کی ایک خاتون آمنہ سے ہو گیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے حاملہ ہوئیں۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے عروہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کی کہ ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بنت نوفل لوگوں کو دیکھ کر شگون لیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ اس کے قریب سے گزرے تو اس نے آپ کو بلایا' تاکہ آپ سے خواہش نفس کی تکمیل کرے' اس نے جناب عبد اللہ کا دامن پکڑ لیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا صبر کر میں لوٹ کر آتا ہوں اور تیزی سے نکل کر چلے گئے' اپنے گھر آمنہ کے پاس آئے اور مباشرت کی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے حاملہ ہوئیں۔ پھر وہ اس عورت کے پاس پہنچے تو اسے انتظار کرتے پایا۔ عبد اللہ نے کہا کہو' کیا ارادہ ہے' خواہش باقی ہے؟ قتیلہ نے جواب دیا۔ بالکل نہیں کیونکہ پچھلی مرتبہ ایک نور تمہاری پیشانی پر تاباں تھا اور اب آئے ہو تو وہ رخصت ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ اس حال میں گئے کہ آپ کی پیشانی ایسی روشن تھی جیسے گھوڑے کی پیشانی میں سفیدی کی چمک ہوتی ہے اور اس حالت میں لوٹے ہیں کہ وہ چیز اب آپ کی

پیشانی میں نہیں ہے۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے بہ روایت کلبی رحمۃ اللہ علیہ' ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ وہ خاتون جس نے خود کو جناب عبداللہ پر پیش کیا' ورقہ بن نوفل کی بہن تھی۔

ابن سعد نے رحمۃ اللہ علیہ کہا' مجھے واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی اور انہوں نے کہا مجھے علی بن یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ رحمۃ اللہ علیہم سے' انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی چچی سے حدیث بیان کی' کہ ہم نے سنا ہے کہ سیدہ آمنہ جب تولید حضور ﷺ کے لئے حاملہ ہوئیں تو فرماتی تھیں کہ مجھے محسوس تک نہ ہوا کہ حاملہ ہوگئی ہوں اور نہ گرانی پیدا ہوئی جیسا کہ عام طور پر عورتیں ایامِ حمل میں خود کو بوجھل محسوس کرتی ہیں۔ بجز اس علامت کے کہ میرا حیض منقطع ہوگیا تھا اور یہ علامت بھی میرے لئے کوئی خاص وجہ حمل نہ رکھتی تھی کیونکہ اس کے بغیر بھی میرے اکثر دن چڑھ جایا کرتے تھے اور پھر حیض جاری ہو جایا کرتا تھا۔ ایک روز میری نیم خواب اور بیداری میں ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا:

"اے آمنہ! تمہیں معلوم ہے' تم حاملہ ہو؟" میں نے جواب دیا کہ "میں تو نہیں جانتی۔" پھر اس نے کہا: "تم ایک بڑی امت کے سردار اور اس امت کے نبی کی تولید کے لئے حاملہ ہوئی ہو۔"

یہ دن دوشنبہ یعنی پیر تھا۔ پھر دن اور مہینے گزرتے رہے۔ یہاں تک کہ زمانہ ولادت قریب آ گیا اور پھر وہی شخص میرے خواب میں آیا اور کہا: تم یہ پڑھا کرو:

أُعِيذُهُ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ — میں الہ واحد سے ہر حسد کرنے والے کی شرارت سے پناہ مانگتی ہوں۔

جب سے میں اس کلمہ کو برابر پڑھتی رہی اور اس کے بعد کچھ عورتوں سے میں نے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تم اپنے بازو اور گلے میں لوہا لٹکا لو[1]۔ میں نے ایسا بھی کر لیا۔ مگر وہ ہمیشہ کٹ جاتا' میں اسے باندھتی اور پھر جلد ہی کٹا ہوا پاتی۔ بالآخر میں نے اس کو لٹکانا اور باندھنا ترک کر دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت آمنہ کہتی تھیں کہ میں نے زمانہ حمل میں کسی طرح کی تکلیف اور گرانی برداشت نہیں کی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو جعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ کی والدہ آمنہ کو

---

[1] ایام جاہلیت کی رسم تھی کہ حاملہ خواتین اپنے بازو پر لوہا باندھتیں اور گلے میں لٹکا لیتیں۔

ایامِ حمل میں حکم دیا گیا کہ وہ حضور ﷺ کا نام "احمد" رکھیں۔

ابونعیم بُریدہ رحمۃ اللہ علیہا ابن عباس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے خواب دیکھا کہ ان سے کہا گیا کہ "تم خیر البریہ اور سید المرسلین سے حاملہ ہو۔ لہٰذا جب ان کی تمہارے بطن سے ولادت ہو تو ان کا نام احمد اور محمد (ﷺ) رکھنا اور اس تختی کو ان کے گلے میں لٹکا دینا پھر جب میں بیدار ہوئی تو میرے سرہانے ایک تختی موجود تھی، جس پر لکھا تھا:

"اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ، مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ، وَکُلِّ خَلْقٍ رَائِدٍ، مِنْ قَائِمٍ وَ قَاعِدٍ، عَنِ السَّبِیْلِ عَانِدٍ، عَلَی الْفَسَادِ جَاهِدٍ، مِنْ نَافِثٍ اَوْعَاقِدٍ، وَکُلِّ خَلْقٍ مَارِدٍ، یَاْخُذُ بِالْمَرَاصِدِ، فِیْ طُرُقِ الْمَوَارِدِ، اَنْهَاهُمْ عَنْهُ بِاللّٰهِ الْاَعْلٰی، وَاَحُوْطُهٗ مِنْهُمْ بِالْیَدِ الْعُلْیَا، وَالْکَفُّ الَّذِیْ لَا یُرٰی، یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ وَحِجَابُ اللّٰهِ دُوْنَ عَادِیْهِمْ، لَا یَطْرِدُوْهُ وَلَا یَضُرُّوْهُ فِیْ مَقْعَدٍ وَلَا مَنَامٍ وَلَا مَسِیْرٍ وَلَا مَقَامٍ اَوَّلُ اللَّیَالِیْ وَ آخِرُ الْاَیَّامِ۔"

حضور ﷺ کے والد ماجد کا وصال

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن کعب ﷺ وغیرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد نے شام کی تجارت سے واپسی پر مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ ان دنوں شکم مادر میں تھے۔ جناب عبد اللہ کی عمر وفات کے وقت پچیس سال تھی۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ کی وفات اور ان کی عمر کے بارے میں جس قدر روایات اور اقوال ہیں ان میں یہی قول درست ہے۔[1]

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمارے اور دوسرے تمام اہل علم کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ سیدہ آمنہ جناب عبد اللہ سے محمد ﷺ کے علاوہ کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔[2]

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

---

1 یعنی جناب عبد اللہ ﷺ کی عمر وفات کے وقت پچیس سال تھی۔

2 یعنی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جو پہلی ولادت ہوئی وہ جو گرامی محمد رسول اللہ ﷺ کا تھا اور آپ کی ولادت سے چند ماہ پہلے جناب عبد اللہ وفات پا چکے تھے۔

اصحاب فیل کی بیت اللہ پر چڑھائی

اور اللہ عزوجل کی نصرت وتائید

ابن سعد ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہم اللہ ابو جعفر بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب فیل نے وسط ماہ محرم میں مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس واقعہ اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے درمیان پچاس راتوں کا فصل تھا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اصحاب فیل نے چڑھائی کی، اور وہ مکہ مکرمہ کے نزدیک پہنچے تو حضرت عبد المطلب ان کے پاس گئے اور ان کے بادشاہ سے فرمایا: تم نے ہم پر چڑھائی کر دی، بہتر ہوتا کہ تم کسی فرستادے کو ہمارے پاس بھیج دیتے اور جو تمہارا مطالبہ ہوتا ہم اس فرستادے کے ذریعے پورا کر دیتے، اس پر اس نے کہا: "مجھے بتایا گیا ہے کہ یہاں ایک گھر ایسا ہے کہ جو کوئی بھی اس میں داخل ہو وہ امن یافتہ اور حفاظت یاب ہوا پس میں اس کے صاحبِ خانہ کو ڈرانے آیا ہوں۔"[1] جناب عبد المطلب نے بہ نظر رفعِ فساد پھر اس سے کہا:

"تم ہم سے جو مطالبہ کرو گے ہم اس کو پورا کریں گے اور تم واپس ہو جاؤ۔" مگر اس نے ان کی پیشکش کو رد کر دیا اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنے پر اصرار کیا اور اس طرف پیش قدمی بھی شروع کر دی۔

عبد المطلب لوٹ آئے اور پہاڑ پر چڑھ کر اعلان کیا: "میں کعبۃ اللہ کو ویران کرنے اور حرم مقدس کے بے خطا ساکنوں کو ہلاک کرنے والوں کے مقابلہ پر نہ جاؤں گا۔ پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ لِكُلِّ اِلٰهٍ حَلَالًا فَامْنَعْ حَلَالَكَ   لَا يَغْلِبَنَّ مَحَالُهُمْ مَحَالَكَ

اَللّٰهُمَّ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاَمْرٌ مَا بَدَا لَكَ

(یعنی اے خدا ہر معبود کے لئے ایک حل ہوتا ہے تو اب تو اپنے حل کی حفاظت فرما تیری تدبیر پر کسی کا داؤ ہرگز غالب نہیں آ سکتا۔ اے خدا اب اگر تو بچانا چاہتا ہے تو جس طرح تو بہتر سمجھتا ہے حکم فرما۔)

---

[1] اصحاب فیل کا واقعہ قرآن حکیم کی سورۃ الفیل میں بکمال ایجاز و اختصار بیان ہوا ہے، محبوب کیا تم نے نہیں دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔ کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں (فوجیں) بھیجیں کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تو انہیں کر دیا جیسے کھائی کھیتی کی پتی (بھوسہ)۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد سمندر کی جانب سے ایک غول پرندوں کا مثلِ ابر نظر پڑا وہ ابابیل تھے جو ان پر چھا گئے اور ہاتھی اذیت اور ضربوں کی تاب نہ لا کر چنگھاڑنے لگے اور سارے لشکر کو مثل چبائے ہوئے بھوسے کے کر ڈالا۔

سعید بن منصور اور بیہقی رحمہما اللہ نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے "طَيْرًا اَبَابِيْل" کی تفسیر میں روایت کی کہ سمندر کی جانب سے درندوں کے سروں کے مانند پرندے نمودار ہوئے۔ جن کو نہ اس سے پہلے دیکھا گیا اور نہ اس کے بعد۔ تو ان اصحاب فیل کے جسموں پر چیچک کے مانند آبلے پیدا ہو گئے اور پہلی مرتبہ چیچک کو ان ہی کے جسموں پر دیکھا گیا۔[1]

سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے عبید بن عمیر لیثی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا: اللہ ﷻ نے جب اصحاب فیل کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان پر پرندوں کو بھیجا جو سمندر کی جانب سے نمودار ہوئے یہ گویا ابلق ابابیلیں تھیں ہر ایک کے پاس تین پتھر تھے ایک منہ میں اور دو پنجوں میں۔ پھر وہ آئیں اور اصحاب فیل کے سروں پر چھا گئیں اور جو کچھ ان کی چونچوں اور پنجوں میں تھا وہ چھوڑ دیا۔ وہ پتھریاں ان کے جسموں پر پڑیں اور ہڈی اور گوشت کو پھاڑ کر قیمہ قیمہ کر گئیں۔ اللہ ﷻ نے ہوا کے جھکڑ چلا دیئے اور خانہ خدا کے دشمن ریزہ ریزہ ہو کر غبار اور ریت میں مل کر بے نام ونشان ہو گئے۔

بیہقی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اصحاب فیل نے جب مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی اور مقام "الصفاح" پر پڑاؤ کیا تو عبدالمطلب تشریف لائے اور ان سے کہا: "یہ بیت اللہ ہے۔ اللہ ﷻ اپنے گھر پر کسی کو غالب اور قادر نہیں ہونے دے گا۔" یہ بات سن کر انہوں نے جواب دیا: "ہم بغیر منہدم کئے نہ لوٹیں گے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ہاتھیوں کو آگے بڑھانا چاہتے تھے مگر وہ پیچھے لوٹتے تھے۔ پھر اللہ ﷻ نے پرندوں کو سیاہ رنگ کی پتھریاں جن پر مٹی تھی دے کر ایک بڑے غول کی شکل میں فوج کے سروں پر فضا میں معلق کر دیا اور ان پرندوں نے پتھریوں کو ان کے سروں پر چھوڑ دیا' جس کے اثر سے ہاتھیوں کے لشکر خارش میں مبتلا ہو گئے' ان میں سے جو بھی اپنے بدن کو کھجاتا' وہاں کا گوشت گر پڑتا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اصحاب فیل کے ساتھ ایک ہتھنی تھی' اس ہتھنی کے لگاؤ سے ہاتھی کو بڑھایا' معاً اس پر پتھر پڑا اور وہ دونوں لوٹ پڑے۔

---

[1] بہت کم مفسرین نے طیراً ابابیل کی تفسیر میں یہ بات بیان کی ہے ورنہ عام مفسرین نے یہی فرمایا کہ کنکریاں جسم میں پیوست ہو گئیں اور ان کی ضربات سے وہ ہلاک ہو گئے۔

حضرت عبد المطلب اور چاہِ زمزم

ابن اسحاق اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت علی بن ابی طالب ﷺ سے روایت کی کہ حضرت عبد المطلب حجر اسود کے قریب سو رہے تھے تو کسی نے ان سے کہا "برّہ" کو کھودو۔ انہوں نے اس سے پوچھا: برہ کیا ہے؟ مگر کہنے والا ان کے پاس سے چلا گیا۔ دوسرے دن جب وہ پھر اسی جگہ سوئے تو کسی نے ان سے کہا: "المضنونہ" کو کھودو۔ انہوں نے پوچھا مضنونہ کیا ہے؟ مگر وہ ان کے پاس سے چلا گیا۔ تیسرے دن جب وہ اسی جگہ سوئے تو کسی نے ان سے کہا: طیبہ کو کھودو انہوں نے پوچھا: "طیبہ کیا ہے؟" مگر وہ ان کے پاس سے چلا گیا۔ چوتھے دن جب وہ اسی جگہ آئے اور سو گئے تو کسی نے ان سے کہا:

"چاہ زمزم کھودو[1]!" انہوں نے پوچھا: "زم زم کیا ہے؟" اس نے بتایا اس کا پانی نہ کبھی کم ہوگا اور نہ اپنی جگہ سے ہٹے گا۔ اس کے بعد چاہِ زمزم کی جگہ انہیں بتائی۔ پھر جب اس کی بتائی ہوئی جگہ پر کھودنا شروع کیا تو قریش نے ان سے کہا: "اے عبد المطلب کیا کھود رہے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "مجھے چاہِ زمزم کھودنے کا حکم دیا گیا ہے۔" پھر جب چاہِ زمزم نمودار ہوا اور لوگوں نے ایک کنواں دیکھا تو کہنے لگے: "اے عبد المطلب اس میں ہمارا بھی حق ہے کیونکہ یہ کنواں ہمارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تصرف میں آیا ہے۔ عبد المطلب نے جواب دیا:

"اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے اس لئے کہ یہ چشمہ مجھے ہی بتایا گیا اور میرے ہی لئے مخصوص کیا گیا ہے۔" انہوں نے کہا: "کیا اس معاملہ میں ہمارے ساتھ محاکمہ کرنے کو تیار ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں بالکل۔" قریش نے کہا: "اچھا ہم اپنے اور تمہارے درمیان بنی سعد کی کاہنہ کو حکم تجویز کرتے ہیں وہ جو بھی فیصلہ کرے ہم دونوں کو منظور ہوگا۔"

کاہنہ شام کے علاقہ میں رہتی تھی۔ لہٰذا عبد المطلب اور ان کے خاندان کے چند دوسرے اصحاب نیز قریش کے مختلف قبائل میں سے ایک ایک شخص کو لے کر قافلے کی صورت میں شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ راہِ سفر میں ریگستان تھا جس میں پہنچ کر پانی ختم ہو گیا اور شدت پیاس سے تمام قافلہ کو یقین ہو گیا کہ اب مر جائیں گے۔ کچھ افراد شدتِ تشنگی سے جان بلب تھے وہ دوسروں سے پانی کی التجا

---

[1] عمرو بن حارث نے جرہمی حاکم کے ظلم سے تنگ آ کر حجر اسود کو کعبہ سے اکھاڑ کر اسماعیل علیہ السلام کی بطور تحفہ بھیجی ہوئی سونے کی مورتیں چاہ زمزم میں چھپا کر اس کو پاٹ دیا۔ جب اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی کہ چاہِ زمزم ظاہر کر دیا جائے تو حضرت عبد المطلب کو خواب میں وہ مقام دکھلایا گیا اور آپ نے اپنے فرزند حارث کی مدد سے اس کو کھودا۔ قریش مزاحم بھی ہوئے لیکن آپ باز نہ آئے۔ آخر کار تھوڑی سی محنت کے بعد آپ کو چاہِ زمزم مل گیا۔ (مدارج النبوت دوم)

کرتے' مگر وہ جواب دیتے کہ بھائیو کیا کریں؟ اب ہمارا حال بھی ویسا ہی ہونے والا ہے جو تمہارا ہو چکا ہے۔ اس اضطراب کی حالت میں عبد المطلب نے ساتھیوں سے مشورہ لیا تو انہوں نے جواب دیا: "ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا جو آپ مشورہ دیں ہم اس پر عمل کریں۔"

عبد المطلب نے جواب دیا: "میری رائے یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے لئے ایک ایک گڑھا کھودلے اور جو بھی مرتا جائے دوسرے ساتھی اس کو گڑھے میں دفن کرتے جائیں' یہاں تک کہ ہم میں سے آخری شخص رہ جائے گا اور اس طرح ایک شخص کا بے لحد ضائع ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ سب لوگ ضائع ہوں۔"

چنانچہ سب نے اپنے اپنے لئے گڑھے کھود لئے۔ اس کے بعد ساتھیوں نے کہا: "اس طرح تو ہم اپنے آپ کو خود ہی موت کی آغوش میں دے رہے ہیں' ہم ہمت کرتے ہیں اور پانی کی تلاش کرتے ہیں کیا عجب ہے کہ ہماری کوشش اور ہمت کو دیکھ کر اور ہماری بے بسی اور لاچاری پر رحم فرما کر خدا ہماری مدد فرمادے۔"

یہ سن کر عبد المطلب نے ساتھیوں سے فرمایا: "پھر اٹھ کھڑے ہو!" چنانچہ وہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب عبد المطلب اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے تو دفعتاً اس کے پیر زمین میں دھنسے' پانی نکل آیا۔ عبد المطلب نے جب یہ دیکھا تو ساتھیوں کو بتایا۔ سب نے پانی کو بافراط پیا' استعمال کیا اور برتنوں و مشکوں میں ذخیرہ کرلیا۔ ہم سفر سارے ساتھی اس خدا ساز آب رسانی کی وجہ سے متاثر تھے۔ انہوں نے کہا:

"اے محترم ہاشمی سردار! بلا شبہ اللہ نے زم زم کا فیصلہ آپ کے حق میں کر دیا[1]۔ آؤ لوٹ چلیں' چاہ زم زم آپ کا حق ہے اور اب اس معاملے میں آپ کے ساتھ ہمارا نزاع نہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ عبد المطلب کے تذکرے میں پہلا واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اکثر قریش مکہ اصحابِ فیل سے ڈر کر مکہ سے چلے گئے۔ مگر عبد المطلب نے فرمایا:

خدا کی قسم میں حرم سے ہرگز نہ نکلوں گا اور نہ خدا کے سوا کسی سے مدد چاہوں گا۔ اس کے بعد وہ بیت اللہ کے پاس بیٹھ گئے اور دعا کرنے لگے:

"اے خدا ہر ایک اپنے گھر کی حفاظت اور مدافعت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی دشمنوں سے حفاظت فرما۔"

---

[1] جب یہاں پانی آپ کے سوا کسی اور کو نہ ملا تو اب زمزم بھی یقیناً آپ ہی کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہو۔

وہ صبر واستقامت کے ساتھ بیت الحرم میں ٹھہرے رہے' حتیٰ کہ بے شمار دیو پیکر ہاتھیوں والا لشکر مالکِ حرم کی مدافعت کرنے والی چڑیوں کے ذریعہ خستہ اور خراب ہو گیا۔ اس کے بعد قریشی اپنے گھروں کو لوٹ آئے اور عبد المطلب کی عظمت ان کے اس کردار کی وجہ سے دو چند ہو گئی۔

اسی زمانے میں ان کو خواب میں الہام ہوا کہ زم زم کو کھودو جو شیخ اعظم کا پوشیدہ کیا ہوا ہے۔ پھر جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے عرض کیا: ''اے خدا! مجھے اس کنویں کا مقام ظاہر فرما دے۔'' چنانچہ پھر خواب میں رہنمائی فرمائی گئی کہ ''تم اس پوشیدہ مقام کو کھودو جو فرث اور دم کے مابین مخفی ہے اور وہ غرابِ اعظم کے چونچ مارنے کی جگہ ہے وہ جگہ قریۃ النمل میں سرخ پتھروں کی جگہ ہے۔''

اس کے بعد عبد المطلب اٹھ کر گئے اور مسجدِ حرام میں بیٹھ کر بتائی ہوئی علامات کا انتظار کرنے لگے اور مقامِ حزورہ میں گائے ذبح کی۔ ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی کہ وہ ذبح کرنے والوں کے ہاتھوں چھوٹ گئی اور پھر مسجدِ حرام کے نزدیک چاہِ زمزم کے قریب آ کر گر گئی' اس کو وہیں مکمل طور پر ذبح کیا گیا' گوشت بنایا اور اٹھایا گیا کہ دفعتہً خون اور اوجھ پر ایک کوا آیا اور قریۃ النمل کی جگہ بیٹھا' چونچ ماری۔ یہ عمل دیکھ کر عبد المطلب اٹھے اور اسی مقام پر کھدائی شروع کر دی۔ قریش آئے' دیکھا اور دریافت کیا: ''کس لئے آپ کھدائی کر رہے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''میں اس کنویں کو کھود رہا ہوں۔''

جب انہوں نے کھدائی میں غیر معمولی دشواری محسوس کی تو یہ نذر مان لی کہ میں اپنے بیٹوں میں سے ایک لڑکے کو ذبح کروں گا۔ اس کے بعد پھر کھدائی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سطح آب تک پہنچ گئے اور اس کے گرد حوض بنایا جو زمزم کے پانی سے بھر گیا اور اس سے حجاج پانی پینے لگے۔

رات کو قریش کے حاسد لوگ حوض کو توڑ دیتے تھے اور صبح کو عبد المطلب اس کو درست کر دیا کرتے تھے۔ جب حاسدوں کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو عبد المطلب نے اللہ سے دعا کی۔ جس کے جواب میں ان کو خواب میں بتایا گیا کہ تم ہم سے ان الفاظ میں دعا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَا اُحِلُّھَا لِمُغْتَسِلٍ وَلٰکِنْ ھِیَ لِشَارِبٍ حِلٌّ وَبِلٌّ ثُمَّ کَفِیْتُھُمْ

اے خدا! میں زمزم کے پانی کو نہانے والوں کے لئے حلال نہیں بناتا۔ یہ پانی صرف پینے والوں کے لئے ہی حلال ہے' یہ تیرا ہے اور تو ہی اس کی حفاظت فرما۔

اس کے بعد وہ اٹھ کر گئے اور خواب کے عین ہدایت کے مطابق منادی کرا دی۔ اس کے بعد جس کسی نے زمزم کے موضع کو خراب کیا' اللہ ﷻ نے اس کے جسم میں کوئی بیماری پیدا کر دی۔ بالآخر

وہ حوض کے خراب کرنے اور اس کے پانی میں غسل کرنے سے باز آ گئے۔

اس کے بعد عبد المطلب نے دعا کی: ''اے خدا! میں نے اپنی اولاد میں سے ایک فرزند کو قربان کرنے کی نذر مانی تھی لہٰذا میں ان میں قرعہ اندازی کرتا ہوں' پس تو جس فرزند کو پسند فرمائے' اس کی ہدایت فرما۔' بعد ازاں انہوں نے تمام اولادوں میں قرعہ اندازی کی اور جناب عبد اللہ کے نام قرعہ نکل آیا اور نسبتاً یہ فرزند ان کو زیادہ محبوب تھا۔ پھر جناب عبد المطلب نے درخواست کی ''خدایا! کیا اس کی قربانی تجھے مطلوب ہے یا اس کے بدلے میں سو اونٹوں کی قربانی؟'' انہوں نے پھر عبد اللہ اور سو اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو قرعہ سو اونٹوں پر نکل آیا اور انہوں نے عبد اللہ کی بجائے اونٹوں کی قربانی کر دی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ عبد المطلب نے زمزم کی کھدائی میں جب اپنے مددگاروں کی کمی محسوس کی تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ ﷻ مجھ کو دس لڑکے عطا فرمائے اور میں ان کو دیکھ لوں تو پھر میں ان میں سے ایک کی قربانی کروں گا پھر جب ان کے دس لڑکے ہو گئے تو ان سب کو جمع کیا اور اپنی نذر کا واقعہ بیان کیا۔ سب نے کہا مناسب ہے آپ جس لڑکے سے چاہیں نذر کی تکمیل کریں۔ مگر انہوں نے قرعہ اندازی کی اور حضرت عبد اللہ کے نام قرعہ نکل آیا۔ پس وہ ان کو ہاتھ پکڑ کر قربان گاہ کی طرف لے چلے اور ان کے ساتھ چھری تھی۔ عبد المطلب کی صاحبزادیاں رونے لگیں اور ان میں سے ایک نے کہا:

''آپ اپنے لختِ جگر کے بدلے اپنے اونٹوں کو ذبح کر دیجئے جو حرم میں چھوٹے ہوئے ہیں۔ پھر عبد المطلب نے حضرت عبد اللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا۔ اس زمانہ میں آدمی کی دیت دس اونٹ تھی۔ نتیجے میں قرعہ جناب عبد اللہ کے نام نکلا۔ اس کے بعد وہ دس دس اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ ڈالتے رہے مگر ہر مرتبہ عبد اللہ ہی کا نام نکلتا رہا۔ بالآخر دسویں مرتبہ میں سو اونٹ اور عبد اللہ کے مابین قرعہ اندازی میں اونٹوں کے نام پر قرعہ نکلا اس موقعہ پر عبد اللہ نے تکبیر بلند کی اور دوسرے افراد نے ان کے ساتھ ہمنوائی کی اور سب اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔

سو اونٹوں کی دیت کا طریقہ عرب میں پہلی بار عبد المطلب ہی نے برتا اور پھر پورے عرب میں دیت کی یہی قیمت متعین ہو گئی اور الٰہی حکم سے چونکہ ممانعت بھی نہ ہوئی' اس وجہ سے حضور ﷺ نے بھی اسے رَد نہیں فرمایا۔

حاکم' ابن جریر اور اموی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے ''مغازی'' میں بروایت صنابحی ؓ حضرت معاویہ ؓ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک دیہاتی نے آ کر کہا

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سرسبزی ناپید، پانی خشک، اہل و عیال تباہ اور مال ضائع ہو چکے ہیں۔ اے دو ذبیحوں کے فرزند! اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو جو کچھ دیا ہے، اس میں سے کچھ مجھے بھی دیجئے۔"

اس بات کو سن کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کسی ناگواری کا اظہار اور اعتراض نہ فرمایا: لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "اے امیر المؤمنین! وہ دو ذبیح کون سے ہیں؟" تو انہوں نے فرمایا: "جناب عبدالمطلب کو جب زمزم کھودنے کا حکم فرمایا گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر یہ کام مجھ پر آسان ہو گیا تو اپنے بیٹوں میں سے کسی کی قربانی دوں گا۔ پھر جب وہ اس کی کھدائی سے فارغ ہوئے تو فرزندوں کے درمیان قرعہ اندازی کی اور جناب عبداللہ کے نام قرعہ نکل آیا۔ اب انہوں نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو ان کی ممانیاں جو بنی مخزوم سے تھیں، مانع آئیں اور زور دیا کہ اپنے بیٹے کے عوض فدیہ دے کر اپنے خدا کو راضی کرو تو انہوں نے سو اونٹوں کی قربانی دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ ایک ذبیحہ ہوا اور دوسرا ذبیحہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

حضور ﷺ کے خصائصِ ولادت

بیہقی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں سات یا آٹھ سال کی عمر کا ایک ہوش و گوش والا سمجھ دار بچہ تھا۔ میں نے سنا مدینہ کا ایک یہودی صبح کے وقت اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑا ہوا اور پکار کر کہنے لگا: "اے گروہ یہود! دیکھو۔" آس پاس کے سارے یہودی جمع ہو گئے۔ میں سن رہا تھا، ان لوگوں نے اس سے کہا: "تیری خرابی ہو کیوں شور مچاتا ہے؟" یہودی نے چھت پر سے کہا: "احمد ﷺ کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے، جس کو آج رات میں کسی وقت پیدا ہونا ہے۔"

بیہقی، طبرانی، ابونعیم رحمۃ اللہ علیہم اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میری والدہ نے بتایا کہ میں اس رات میں حضرت آمنہ کے پاس تھی جس رات رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ میں گھر میں ہر طرف روشنی اور نور پاتی اور محسوس کرتی جیسے کہ ستارے قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ کیا یہ میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب آمنہ نے وضعِ حمل کیا تو ایک نور برآمد ہوا جس سے کہ ہر شئے روشن ہو گئی یہاں تک کہ میں نور کے سوا کچھ نہ دیکھتی تھی۔

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہم نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت اللہ ﷻ کا عبد اور خاتم النبیین تھا جب کہ حضرت آدم

ﷺ ہنوز اپنے خمیر میں تھے اور میں تم لوگوں پر واضح کرتا ہوں کہ میں سیدنا ابراہیم ﷺ کی دعا اور حضرت عیسیٰ ﷺ کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کی تعبیر ہوں اور انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسے ہی خواب دیکھا کرتی تھیں۔

بلاشبہ حضور ﷺ کی والدۂ ماجدہ نے ولادتِ حضور ﷺ کے وقت ایسے نور کو دیکھا جس سے ان پر شام کے محلات روشن ہو گئے۔

ابن سعد، امام احمد، طبرانی، بیہقی اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہم نے ابوامامہ ﷺ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ کسی نے دریافت کیا: "اے اللہ ﷺ کے رسول ﷺ! آپ اپنے ابتدائی حالات کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے!"

تو حضور ﷺ نے بیان کیا کہ "حضرت ابراہیم ﷺ نے میرے لئے دعا کی، حضرت عیسیٰ ﷺ نے میری بشارت دی اور میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان سے ایک نور نے طلوع فرمایا ہے۔ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ (حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بیان کیا اور صحیح کہا ہے)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت خالد بن معدان ﷺ اصحابِ رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے بارے میں ہمیں کچھ بتائیے!" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم ﷺ کی دعا، حضرت عیسیٰ ﷺ کی بشارت اور وہ خواب ہوں جسے میری والدہ ماجدہ نے زمانہ حمل میں دیکھا کہ ان سے ایک نور نے طلوع فرمایا ہے جس سے تمام علاقۂ شام منور ہو گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ "میں اس خواب کی تعبیر ہوں جسے میری ماں نے زمانہ حمل میں دیکھا۔" تو یہ خواب زمانہ حمل میں واقع ہوا لیکن شب ولادت میں حضرت آمنہ نے جو شام کے محلات دیکھے وہ بہ حالتِ بیداری عینی مشاہدہ تھا۔

جیسا کہ ابن اسحاق ﷺ نے روایت کی کہ حضرت آمنہ بیان کرتی تھیں کہ زمانہ حمل میں بشارت دینے والے آتے رہے۔ کسی نے ان سے کہا: "اے آمنہ! تم اس امت کے سردار سے حاملہ ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ تمہارے بطن سے ظہور کرے گا تو اس کے ساتھ ہی ایک نور طلوع ہوگا جس سے شام تک کے محلات روشن ہو جائیں گے اور جب وہ ماہ لقا پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد (ﷺ) رکھنا۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میں حاملہ ہوئی تو میں نے وضع حمل تک کسی قسم کی گرانی اور تکلیف محسوس نہ

کی۔ پھر جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو ساتھ ہی ایک روشنی اور نور پھیل گیا۔ جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہوگئی۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائی اس کے بعد مٹھی میں مٹی کو لے کر سر مبارک آسمان کی جانب اٹھایا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت ثور بن یزید رحمۃ اللہ علیہ' ابو العجفاء ﷺ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب والدہ نے مجھے جنم دیا تو انہوں نے ایک شعاعِ نور کی آمد سے بصرہ کے محلات تک دیکھ لئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت عطاء بن یسار' ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے حضرت آمنہ سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ شب ولادت جب مجھ سے حضور ﷺ پیدا ہوئے تو میں نے ایک نور دیکھا جس سے محلاتِ شام روشن ہوگئے اور میں نے ان (محلات) کو دیکھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت بریدہ رضی اللہ عنہ' حضور ﷺ کی دایہ[1] جو بنی سعد سے تھیں' ان سے روایت کی کہ آمنہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا' گویا میرے بطن سے ایک شعاع برآمد ہوئی ہے اور جس سے ساری زمین منور ہوگئی ہے۔ حتیٰ کہ میں نے شام کے محلات اور قصور کو دیکھ لیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت عمرو بن عاصم کلابی ﷺ روایت کی کہ ہم سے ہمام بن یحییٰ از اسحاق بن عبد اللہ ﷺ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ حضور ﷺ کی ولادت کے وقت میرے بطن سے نور کا ظہور ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے اور حضور ﷺ پاک و صاف پیدا ہوئے یعنی آپ کے ساتھ کوئی آلودگی نہ تھی اور جب آپ ﷺ کو زمین پر رکھا تو آپ ﷺ اپنے دست مبارک کے سہارے بیٹھ گئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں معاذ عنبری رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ ہم سے ابن عون رحمۃ اللہ علیہ نے' ابن قبطیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ولادتِ حضور ﷺ کے سلسلے میں یہ حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے فرمایا: کہ میں نے محسوس کیا کہ گویا مجھ سے شہاب برآمد ہوا جس سے ساری زمین روشن ہوگئی ہے۔

حسان بن عطیہ ﷺ سے ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ حضور ﷺ نے اپنی اولاد کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھا اور پھر اوپر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔

---

[1] حضور سرورِ کائنات ﷺ کی دایہ کا نام مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تھا و قبیلہ بنی سعد سے تھیں۔ حضور ﷺ کو رضاعت کے لئے جب یہ لے کر اپنے گھر پہنچیں تو گھر میں یکبارگی خیر و برکت آ گئی۔ سب لوگ حیران تھے۔ حلیمہ سعدیہ کے خشک جانور فربہ ہو گئے۔ جو دودھ نہیں دیتے تھے وہ دودھ دینے لگے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت موسیٰ بن عبید ﷺ سے اور انہوں نے اپنے بھائی سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو پیدائش کے بعد زمین پر رکھا گیا تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ ٹیکے اور سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور دست مبارک میں مٹی لی۔ جب بنی لھب کے ایک شخص کو اس بات کی خبر ملی تو اس نے کہا اگر راوی سچا ہے تو یہ نومولود روئے زمین پر غالب ہوگا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمٰن بن عوف ﷺ سے اور انہوں نے اپنی والدہ الشفاء بنت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو وہ میرے ہاتھوں میں آئے اور رونے لگے اس وقت میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا:

"رَحِمَکَ اللّٰہُ وَرَحِمَکَ رَبُّکَ۔" الشفاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ پر مشرق و مغرب کی ہر چیز روشن ہوگئی حتی کہ میں نے روم کے کچھ محلات کو دیکھا۔ وہ بیان کرتی ہیں اس کے بعد میں نے آپ کو لباس پہنایا اور لٹا دیا۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میرے جسم کے دائیں حصہ پر ایک لرزش طاری ہوگئی اور وہ تاریکی میں ڈوب گیا اس وقت میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا۔ تم حضور ﷺ کو کہاں لے گئے تھے کسی نے جواب دیا مغرب کی طرف۔ اس کے بعد میری حالت درست ہوگئی۔ مگر تھوڑی دیر بعد دوبارہ میری بائیں طرف ویسی ہی کیفیت ہوگئی جیسی دائیں طرف ہوئی تھی۔ ایک ظلمت اور ارتعاش طاری ہوگیا۔ پھر میں نے سنا تم حضور ﷺ کو کہاں لے گئے تھے؟ دوسرے نے جواب دیا مشرق کی جانب۔ الشفاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے یہ واقعہ ہمیشہ یاد رکھا یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا اور میں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن قتیبہ ﷺ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا ہے اور وہ علوم کے مخزن تھے کہ جب حضرت آمنہ کے یہاں ولادت کا وقت قریب ہوا[1] تو اللہ ﷻ نے حکم دیا: آسمانوں اور جنتوں کے تمام دروازے کھول دو اور فرشتوں کا ارتفاع بڑھ گیا سمندر کی سطح گہری اور دریا کی روانی تیز ہوگئی۔ شیطانِ ملعون کو ستر طوقوں میں جکڑ کر بحرِ عمیق میں الٹا کر کے ڈال دیا گیا اور اس کی ذریات وغیرہ سرکش جنوں کو پابہ زنجیر کر کے بند کر دیا گیا۔ آفتاب عالم تاب کو نور عظیم کا لباس پہنایا گیا اور ستر ہزار حوریں خلاء میں اس کے سر پر استادہ کی گئیں جو کہ ولادتِ رسول ﷺ کا انتظار کر رہی تھیں اور اس سال سارے جہان کی عورتوں کے لئے بہ حرمتِ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ ﷻ نے حکم دیا کہ اولادِ نرینہ سے حاملہ ہوں اور کوئی درخت ایسا نہ تھا جس میں پھل نہ آیا ہو۔ کسی قسم کا خوف نہ

---

[1] احادیث میں ہے کہ شب میلاد مبارک عالم ملکوت میں ندا کی گئی کہ سارے جہان کو انوارِ قدس سے منور کر دو اور زمین و آسمان کے تمام فرشتے خوشی سے جھوم اٹھے اور رضوان کو حکم ہوا کہ فردوس اعلیٰ کو کھول دے اور سارے جہان کو خوشبوؤں سے معطر کر دے۔

تھا اور دور دراز علاقوں میں عافیت تھی اور امن۔

جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو سعادت کی بارشیں ہونے لگیں۔ ظلمت اور تاریکیاں چھٹ گئیں اور سارا جہان نزہت وفور سے معمور ہو گیا۔ ملائکہ آپس میں مبارکیاں دینے لگے اور ہر آسمان میں ایک ستون زبرجد کا قائم کیا گیا اور ولادتِ سعادت کی بدولت نور افشاں کر دیا گیا۔ آسمانوں میں یہ ستون مشہور و معروف ہیں اور معراج کے سفرِ آسمانی میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا اور فرمایا:

کہ یہ ستون میری ولادت کی خوشی میں قائم کئے گئے اور جس رات میں سید الانبیاء ﷺ کی ولادت ہوئی' اللہ ﷻ نے حوضِ کوثر کے کناروں پر مشک اذخر سے معطر ستر ہزار درخت اگائے اور ان کے پھلوں کی خوشبو کو اہلِ جنت کے لئے بخور بنایا۔ اس روز تمام آسمان والے اللہ ﷻ سے سلامتی کی دعا مانگتے تھے اور تمام بت اوندھے گر پڑے' لیکن لات وعزیٰ کا یہ حال تھا کہ وہ دونوں اپنے مقامات سے بحکم رب اٹھ کر نکل آئے تھے اور کہتے تھے۔ قریش کا بھلا ہو ان کے یہاں امین آ گئے' ان میں صدیق تشریف لے آئے اور قریش نہیں جانتے کہ انہیں کیا مصیبت پہنچی [1] ہے۔

خانہ کعبہ کا یہ حال تھا کہ بہت دنوں تک لوگوں نے اس سے یہ آواز سنی' اب اللہ ﷻ میرے نور کو لوٹا دے گا اور جوق در جوق توحید پرست میری زیارت کو آئیں گے۔ اب اللہ ﷻ مجھ کو جاہلیت سے پاک کر دے گا۔ اے عزیٰ تو ہلاک ہو گیا اور تین شب و روز بیت اللہ کا زلزلہ نہ رکا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی علاماتِ حمل میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات قریش کا ہر پژمردہ چوپایہ گویا ہوا:

"رب کعبہ کی قسم! آج کی رات رسول اللہ ﷺ حمل میں آئے اور اہلِ دنیا کی امان اور ان کے آفتاب ہیں۔"

نہ صرف قریش کا ہن بلکہ تمام جزیرہ نمائے عرب کے کاہن اپنی کہانت اور فنی کمال سے معزو ہو گئے اور دنیاوی بادشاہوں کا کوئی تخت نہ تھا جو اوندھا نہ پایا گیا ہو اور ہر بادشاہ گونگا ہو گیا تھا اور اس دن وہ بولنے سے قاصر تھا اور مشرق کے چرند و پرند' مغرب کے جانوروں کے پاس مژدہ اور مبارکی

---

[1] قارئین کرام یہ محسوس کریں گے کہ ذکر ولادت مبارک کے بعد علامتِ حمل کے بیان کی کیا گنجائش رہتی ہے آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ حضرت مصنف علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز اور اسلوب بیان یہی رہا ہے کہ وہ ایک عنوان کے تحت تمام واقعات اور جس قدر حوالے ان کو مل جاتے ہیں۔ ان کو بیان کرتے ہوئے آگے گزر جاتے ہیں اور جب وہ ایسے تمام شواہد یا دلائل کو پیش کر چکتے ہیں تو پھر اصل موضوع پر آ جاتے ہیں۔ یہاں بھی کچھ ایسا ہوا ہے اس فصل کو آپ نے استقرارِ حمل سے شروع کیا تھا اور وہ ولادت پر بات ختم ہوئی تھی۔ لہٰذا ذکر ولادت کے بعد پھر اصل موضوع کی بقیہ روایات کو پیش کرنا شروع کر دیا۔

لے کر گئے اور یہی عمل آبی جانوروں کا تھا۔ حمل کے ہر ماہ کے اختتام پر زمین و آسمان دونوں پر یہ ندا تھی "مژدہ ہو کہ نبی آخر کی ولادت کی گھڑی نزدیک آ گئی وہ زمین پر امن و مبارک کی کے لئے ضمانت بن کر تشریف لانے والے ہیں۔

حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: حضور ﷺ حمل میں کامل نو ماہ رہے حضرت آمنہ نے اس عرصہ کوئی گرانی، تکلف، بدمزگی یا اسی طرح کی کوئی دوسری شکایت جو ان ایام میں عموماً خواتین کو لاحق ہو جاتی ہیں، محسوس نہیں کی اور حضرت عبد اللہ نے اسی دوران وفات پائی جب کہ آپ ﷺ منزل حمل ہی میں تھے۔ فرشتوں نے جناب باری میں عرض کی: "اے ہمارے معبود! انبیا علیہم السلام کا سردار اور تیرا نبی ﷺ یتیم ہو گیا۔" حق تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "ہم ان کے محافظ مددگار اور والی ہیں۔" ان پر صلوٰۃ وسلام پڑھو اور ان کے لئے برکتیں طلب کرو اور ان کے لئے دعائیں مانگو۔ وَصَلٰوۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ مَلٰئِکَتِہٖ وَالنَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بَرَکَاتُہٗ وَ سَلَامُہٗ۔

اللہ ﷺ نے میلاد شریف کی رات تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے۔

حضرت آمنہ خود ذکر کرتیں کہ مدت حمل میں جب چھ ماہ گزر گئے تو میرے پاس کوئی آیا اور اس نے بہ حالت خواب مجھے اپنے پاؤں سے دبایا اور کہا: "اے آمنہ! تمہارا حمول سارے جہان سے افضل ہے جب ولادت ہو تو محمد ﷺ نام رکھنا۔"

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ذکر فرمایا کرتیں کہ جب وقت آیا اور مجھے وہ کیفیت لاحق ہوئی جو وضع حمل کے وقت عورتوں کو ہوتی ہے اور گھر کے افراد کو بھی معلوم نہ ہوا تھا، کہ دفعتہً میں نے ایک ہیبت ناک آواز کو سنا جس کی وجہ سے میں خوف زدہ ہو گئی۔ اس کے بعد ایک عجیب شئے جس کو میں سفید پرندے کے بازو سے تشبیہ دے سکتی ہوں نمودار ہوا اور اس نے میرے دل کو ملا، جس سے وہ خوف و ہراس اور وہ جو تکلیف دے سکتی اور میں اسے پاتی تھی دور ہو گئی۔ پھر میں نے رخ پھیر کر دیکھا تو ایک دودھ کا پیالہ نمودار ہوا، مجھے پیاس تھی میں نے اسے پی لیا پھر مجھ سے ایک بلند نور چمکا اس کے بعد میں نے چند ایسی دراز قد، عورتوں کو دیکھا جیسے کہ وہ عبد مناف کی بیٹیاں ہوں۔ انہوں نے مجھے اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ میں اس پر تعجب ہی کر رہی تھی کہ میں نے دیکھا آسمان و زمین کے درمیان سفید فرش بچھایا گیا اور کسی نے کہا۔ اس نومولود کو لوگوں کی آنکھوں سے بچاؤ۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں، میں نے دیکھا کچھ مرد فضا میں اپنے ہاتھوں میں چاندی کے برتن لئے کھڑے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ پرندوں کی ایک ٹکڑی میرے روبرو آئی پھر انہوں نے میری گود کو

ڈھانپ لیا۔ ان پرندوں کی چونچ زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے۔ اس وقت اللہ ﷻ نے میری آنکھوں سے حجابات بالکل دور فرما دیئے۔ میں نے اس وقت دنیا کے مشارق و مغارب کا معائنہ کیا' میں نے دیکھا تین جھنڈے نصب کئے گئے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر نصب کیا۔ اس وقت مجھے درد زہ ہوا اور حضور ﷺ پیدا ہوئے۔ ولادت کے بعد میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ سجدے کی حالت میں ہیں اور انگلیوں کو اس طرح اٹھائے ہوئے ہیں جیسے کوئی گریہ وزاری کرنے والا اٹھاتا ہے۔ پھر میں نے سفید ابر دیکھا جو آسمان کی جانب سے آ رہا تھا یہاں تک کہ اس نے آپ ﷺ کو مجھ سے رُوپوش کر لیا۔ پھر وہ غائب ہو گیا۔ پھر میں نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا:

"محمد (ﷺ) کو زمین کے مشارق و مغارب میں لے جاؤ اور سمندروں کی سیر کراؤ تاکہ وہ سب آپ کے نام نامی' اوصاف گرامی اور صورت گرامی کو پہچان لیں اور جان لیں کہ آپ ﷺ کا اسم گرامی اور نام نامی' دریاؤں میں "ماحی" رقم کیا گیا ہے۔ کیونکہ شرک اور اس کے لوازمات و اسباب کو آپ کے زمانے میں مٹا دیا جائے گا۔"[1] پھر وہ ابر جلد ہی آپ سے ہٹ گیا اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سفید اون کے کپڑے میں ملبوس ہیں اور آپ کے نیچے سبز حریر کا بچھونا ہے اور آپ آبدار موتیوں کی تین کنجیاں ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔ اس وقت کسی کہنے والے نے کہا: "محمد (ﷺ) نے نصرت' غلبہ اور نبوت کی کنجیاں دست مبارک میں لے رکھی ہیں۔

اس کے بعد ایک اور ابر سامنے آیا۔ اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے بازوؤں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہاں تک کہ اس نے بھی آپ ﷺ کو مجھ سے پوشیدہ کر دیا اور آپ میری نظر سے اوجھل ہو گئے۔ میں نے منادی کو ندا کرتے سنا کہ "محمد ﷺ کو شرق و غرب اور انبیاء علیہم السلام کی مولدات پر لے جاؤ اور آپ کے حضور جن و انس اور وحوش و طیور کی روحوں کو پیش کرو اور آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کی صفا' حضرت نوح علیہ السلام کی رقت' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان' حضرت یعقوب علیہ السلام کی مسرت' حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال' حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز' حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر' حضرت یحیٰی کا زہد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کرم عطا کرو اور تمام نبیوں کے اخلاق حمیدہ اور فضائل جلیلہ سے آراستہ کر دو۔" علیہم السلام۔

اس کے بعد وہ ابر چھٹ گیا اور میں نے آپ ﷺ کو موجود پایا۔ آپ ﷺ لپٹے ہوئے سبز حریر

---

[1] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے سرور کائنات ﷺ کے نام ہائے نامی اور اسم ہائے گرامی اپنی تصنیف مدارج النبوت (جلد دوم) میں دیئے ہیں۔

کو تھامے ہوئے تھے۔ پھر کسی کو کہتے سنا کہ خوشی ہے خوشی ہے محمد ﷺ نے تمام دنیا کو تھامے رکھا ہے اور کوئی مخلوق نہیں جو آپ کے حلقۂ نبوت سے باہر ہو۔

بعد ازاں میں نے دیکھا کہ تین افراد ہیں' ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ' دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا۔ اس نے اس حریر کا سرا کھولا اور ایک انگوٹھی نکالی جس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ پھر اس آفتابے سے آپ ﷺ کو سات مرتبہ غسل دیا اور دونوں شانوں کے درمیان اس انگشتری سے مہر لگائی اور حریر میں آپ کو لپیٹ دیا۔ پھر آپ کو اٹھایا اور کچھ دیر اپنے بازوؤں میں رکھ کر میری طرف بڑھا دیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند ضعیف ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ میرے بھائی عبد اللہ جب پیدا ہوئے جو ہم سے چھوٹے[1] تھے تو ان کا چہرہ اس قدر نورانی تھا گویا کہ وہ ایک آفتاب تھا درخشاں اور تاباں یہ دیکھ کر حضرت عبد المطلب نے کہا: "یہ فرزند عجیب شان والا ہوگا۔" اور میں نے خواب میں دیکھا کہ "ان کے نتھنے سے ایک سفید پرندہ نکل کر اڑ رہا ہے' اور وہ مشرق و مغرب کی حدوں تک پہنچ کر واپس ہوا اور خانہ کعبہ پر آ کر بیٹھا اور تمام قریش نے اس کے آگے سجدہ کیا۔ پھر وہ آسمان و زمین کے درمیان فضا میں اور دور و دراز خلاء میں اڑتا رہا۔"

میں بنی مخزوم کی کاہنہ کے پاس گیا اور اس سے خواب بیان کیا۔ جس کو سن کر اس نے کہا اگر واقعی تمہارا خواب یہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عبد اللہ کے فرزند پیدا ہوگا اور مشرق سے مغرب تک لوگ اس کا اتباع کریں گے۔

پھر جب آمنہ نے حضور ﷺ کو تولید کیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ "تم نے حضور ﷺ کی ولادت کے موقع پر کیا کیا دیکھا؟" انہوں نے جواب دیا۔ مجھے دردِ زہ ہوا اور تکلیف زیادہ ہوگئی اس وقت میں نے ایسی آوازیں سنیں جو آدمیوں کے کلام سے مشابہ تھیں اور میں نے ایک جھنڈا دیکھا جو یاقوت کی لکڑی پر تھا جسے زمین و آسمان کے درمیان نصب کر دیا گیا اور میں نے اس کے سرے پر ایک ایسا نور دیکھا جو آسمان تک پہنچ رہا تھا اور میں نے شام کے تمام محلات دیکھے جو مثل شعلہ آتش فروزاں تھے اور میں نے اپنے قریب قطاء کا غول دیکھا' جو حضور ﷺ کو سجدہ کر رہا تھا اور آپ ﷺ پر اپنے بازوؤں کو پھیلا رہا تھا اور میں نے سعیر الدیہ کی نابعہ کو دیکھا جو کہتی گزری کہ تمہارے اس فرزند کی بدولت بت پرستی اور کہانت جاتی رہی اور یہ سعیر ہلاک ہوگئی۔ بتوں کی خرابی و رسوائی ہو۔

---

[1] حضرت عباس ﷺ حضرت عبد اللہ ﷺ سے دو سال بڑے تھے۔ اس لئے سرورِ کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر ایسے امور ان سے سرزد ہونا مثلاً کاہنہ کے پاس جانا اور خواب کی تعبیر لینا یا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے کیفیت ولادت کو دریافت کرنا ناممکن ہے کہ یہ روایات ضعیف اور صحت سے دور ہیں۔ اس قسم کے دوسرے عجائبات و مشاہدات دوسری مستند روایات سے ثابت ہیں۔

اور میں نے ایک جوان کو دیکھا جو قد کی درازی اور رنگ و روپ میں کامل ترین شخص تھا۔ اس نے مجھ سے بچہ کو لیا اور اس کے منہ میں لعاب ڈالا۔ اس کے ساتھ سونے کا طشت تھا تو اس نے اس کے سینہ کو چاک کیا اور آپ کے قلب کو نکالا پھر قلب کو بھی چاک کیا اور ایک سیاہ نقطہ اس میں سے نکال کر پھینک دیا۔ اس کے بعد سبز حریر کی ایک تھیلی نکالی اُسے کھولا اور اس میں سے سفید سفوف سا نکالا اور آپ ﷺ کے دل میں بھر دیا اس کے بعد سفید حریر کی تھیلی کھول کر اس میں سے مہر نکالی اور آپ کے دونوں شانوں کے درمیان انڈے کے مانند مہر کی اور آپ کو قمیص پہنا دی۔ یہ ہیں وہ عجیب و غریب امور جو میرے مشاہدے سے گزرے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بیان اور پہلے کے دونوں بیانات میں [1] تناقض موجود ہے اور میں نے اس کتاب میں اس سے زیادہ شدید منکر روایت کوئی بھی بیان نہیں کی ہے۔ بلاشبہ اس کو بیان اور نقل کرنے کے لئے میری طبیعت میں اِنقِبَاض تھا۔ لیکن میں نے اس موقع پر حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ [2] کی متابعت کی ہے۔

حافظ ابو زکریا یحییٰ بن عائذ رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے سلسلے میں حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب آمنہ حضور ﷺ کی ولادت کے سلسلے میں بتایا کرتی تھیں کہ میں نے بہت سے عجائب دیکھے ہیں۔ میں حیران اور متعجب ہی تھی کہ ایک مرتبہ تین اشخاص نمودار ہوئے۔ میں نے گمان کیا کہ ان کے چہروں کے درمیان آفتاب طلوع ہو رہا ہے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ دوسرے کے ہاتھ میں مشک نافہ تیسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت جس کے چار کونے تھے اور ہر کونے پر سفید موتی تھا۔ کسی کہنے والے نے کہا یہ دنیا ہے اور یہ ان کی مشرق و مغرب اور خشکی و تری ہے۔ تو اے اللہ کے حبیب اس کے جس کنارے کو آپ چاہیں تھام لیں۔ جناب آمنہ فرماتی ہیں میں نے رخ پھیرا کہ دیکھوں حضور ﷺ نے کون سا کونا پکڑا ہے۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ نے اس کے وسط میں سے پکڑا ہے۔ اس وقت کسی نے کہا قسم ہے رب کعبہ کی حضور ﷺ نے کعبہ کو پکڑا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ بلاشبہ اللہ ﷻ حضور ﷺ کے لئے کعبہ کو قبلہ اور برکت والا مسکن بنا چکا ہے۔

میں نے تیسرے شخص کے ہاتھ کو دیکھا اس پر حریر اسی طرح لپٹا ہوا تھا۔ پھر اس نے اسے کھولا تو اس میں سے ایسی مہر نکلی جس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں پھر وہ میرے پاس آیا اور طشت والے شخص کو حرکت ہوئی اور اس نے حضور ﷺ کو آفتابہ سے سات مرتبہ غسل دیا اور پھر

---

[1] ایک دوسرے سے متضاد اور خلاف ہیں

[2] کہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "حلیۃ" میں ان روایات کو بیان کیا ہے۔

حضورﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی اور حضورﷺ کو اس حریر میں لپیٹا جس میں مشک اذفر کا ڈورا تھا اور اٹھا کر ایک گھڑی اپنے بازو میں لیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ شخص رضوان محافظِ جنت تھے اور انہوں نے آپ کے کان میں ایسی بات کہی جس کو حضرت آمنہ فرماتی ہیں' میں نہ سمجھ سکی اور کہا: "اے محمدﷺ! آپ کو بشارت ہو' تمام نبیوں کے علوم آپ کو عطا کئے گئے۔ آپ اعتبارِ علم ان سے زیادہ اور بہ لحاظ شجاعت آپ ان سب سے اشجع ہیں۔ آپ کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں۔ بلاشبہ آپ کو خوف و رعب کا لباس پہنایا گیا ہے۔ جو بھی آپﷺ کا ذکر سنے گا اس کا قلب مضطرب ہو جائے گا اور اس کا دل خوف زدہ ہوگا۔ اے خلیفۃ اللہﷺ! اگر چہ اس نے آپ کو نہ دیکھا ہو۔"

ابن وحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "تنویر" میں کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ابن سعد' حاکم' بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ علیہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک یہودی تاجر مکہ میں رہتا تھا۔ حضورﷺ کی شب ولادت اس یہودی نے قریش کی مجلس میں کہا:

"اے گروہ قریش! کیا آج رات تمہارے یہاں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے؟" قریش نے جواب دیا: "ہمیں نہیں معلوم۔" اس نے کہا دریافت کرو اور میں جو بات تمہیں بتاتا ہوں اسے یاد رکھنا۔

"آج رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہونے والا ہے' اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے۔ جس پر کثرت سے بال ہیں گویا کہ وہ گھوڑے کا ایال ہے۔ وہ بچہ دو راتوں تک دودھ نہ پئے گا کیونکہ ایک عفریت جنّی نے اس کے منہ میں انگلی ڈال دی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دودھ پینے سے روک دیئے گئے ہیں۔" پھر قریش کی مجلس برخاست ہوگئی اور وہ لوگ یہودی کی باتوں پر متعجب تھے۔ وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو تقریباً سب ہی نے اس بات کا گھر والوں سے تعجب اور حیرانی کے ساتھ ذکر کیا۔ اسی طرح ہر طرف چرچا ہونے کے بعد کسی نے بتایا کہ آج رات ایک لڑکا عبداللہ مرحوم کے گھر پیدا ہوا ہے' اس کا نام انہوں نے محمدﷺ رکھا ہے۔ پھر اہل قریش نے اس یہودی سے ملاقات کی اور اس کو بتایا' یہودی نے کہا: میرے ساتھ چلو تاکہ میں اس بچہ کو دیکھ کر شناخت کروں۔

وہ آئے اور حضرت آمنہ سے عرض کیا کہ بچے کو دیکھیں گے۔ انہوں نے حضورﷺ کو ان لوگوں کی گود میں دے دیا۔ یہودی نے کپڑا اٹھا کر اس علامت کو دیکھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور جب اس کی حالت درست ہوئی تو قریش نے کہا ہم کو تمہاری تکلیف پر افسوس ہے' ہم پریشان ہیں کہ تمہیں اچانک کیا ہوگیا؟ یہودی نے کہا بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی۔

اے قبائل قریش! کیا تم اس بچہ کی ولادت سے خوش ہو رہے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ یہ فرزند تم

پر اس طرح غلبہ کرے گا کہ آفاق میں تمہارے بجائے اس فرزند کا ہر طرف شہرہ ہوگا۔

بیہقی و ابن عساکر ابوالحکم تنوخی رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کی' انہوں نے کہا: قریش میں دستور تھا کہ ان کے یہاں جب ولادت ہوتی تو صبح عورتیں نومولود بچہ کے سر پر ہانڈی رکھتیں۔اسی دستور کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو عبدالمطلب نے آپ کو عورتوں کے سپرد کر دیا کہ وہ رسم کے مطابق ہانڈی رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے ہانڈی رکھی تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ رُخ اوپر کو ہے اور آسمان کی جانب نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں۔ انہوں نے آ کر عبدالمطلب سے کہا ہم نے ایسا بچہ نہیں دیکھا کہ جس کے ساتھ ایسی صورت واقع ہوئی ہو عبدالمطلب نے جواب دیا۔ تم لوگ یاد رکھو اور مجھے امید ہے کہ یہ بچہ خیر و فلاح کو پہنچے گا۔

جب ساتواں روز ہوا اور عبدالمطلب نے (عقیقہ میں) قربانی کی اور برادری کو کھانے پر بلایا تو کھانے سے فراغت کے بعد انہوں نے کہا:

"اے سردار (مطلب!) آپ نے اپنے پوتے کا کیا نام رکھا ہے؟"

عبدالمطلب نے بتایا: "میں نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔"

قریشی مہمانوں نے کہا: "اپنے ہاں خاندانی ناموں سے آپ نے کیوں انحراف کیا؟"

فرمایا: "میری خواہش ہے کہ اللہ ﷻ نے آسمانوں میں اس کی مدح فرمائے اور زمین پر مخلوق اس کی مدح کرے۔"

ابونعیم اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے بہ روایت میتب بن شریک ﷺ روایت کی کہ شام کے علاقہ میں بمقام مرالظہران ایک راہب تھا جس کا نام عیصیٰ تھا۔ اللہ ﷻ نے اسے علم کثیر سے نوازا تھا وہ مکہ آیا اور اس نے لوگوں سے ملاقات کے دوران کہا۔ عنقریب تمہاری سرزمین سے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کی تمام عرب و عجم والے پیروی کریں گے۔ تو جو لوگ اس کے عہد اور دعوت کو پائیں اور قبول کریں' وہ راہ یافتہ اور فلاح یاب ہوں گے اور جنہوں نے اس کی مخالفت کی اور رہنمائی سے گریز کیا لاریب وہ خسران (گھاٹے) میں رہیں گے۔ میں دنیاوی راحت و آرام اور وطنی ماحول اور اپنی سرزمین کو چھوڑ کر محنت و تکلیف اور بھوک و پیاس اور اجنبی ماحول میں صرف اسی کی طلب و جستجو میں آیا ہوں۔ اس کا یہ معمول بن گیا تھا کہ مکہ میں خاندانِ قریش کے اندر جو نولود بچہ ہوتا وہ اس کے بارے میں دریافت کرتا اور جب حضور ﷺ کی علامات نہ پاتا تو اکثر کہا کرتا' وہ فرزندِ جلیل ہنوز تشریف نہیں لایا۔

جب رسالت مآب ﷺ کی جلوہ فرمائی ہوئی تو اسی صبح عبدالمطلب عیصی راہب کے صومعہ

پر آئے اور آواز دی۔ اس نے نام پوچھا اور پھر نکل کر آیا اور کہا: "اے عبد المطلب تم ہی اس فرزند ارجمند کے دادا ہو جس کی ولادت کے بارے میں میں تم سے باتیں کیا کرتا تھا۔ وہ دوشنبہ کو پیدا ہوا اسی دن بعثت کا اعلان کرے گا اور اسی دن اس جہان سے رحلت اور کوچ فرمائے گا۔ بلاشبہ آج رات ہی اس کا ستارہ طلوع ہوا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس وقت درد میں ہے اور یہ شکایت تین دن رہے گی۔ پھر وہ صحت مند ہو جائے گا۔ تم اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اس لئے کہ جس قدر حسد لوگ اس فرزند کے ساتھ کریں گے اس کی مثال نہیں ملے گی اور جیسی مخالفت اور مزاحمت لوگ اس کے ساتھ کریں گے ویسی مخالفت کسی کے ساتھ نہ ہوئی ہوگی۔"

عبد المطلب نے پوچھا: "اس بچہ کی عمر کتنی ہوگی؟"

راہب نے جواب دیا: "اس کی عمر کم ہو یا زیادہ ستر کو نہیں پہنچے گی۔ اس کی عمر کے لئے سالوں کی گنتی طاق پر ہوگی۔ اکسٹھ، اکسٹھ یا تریسٹھ برس اس کی امت کی عمریں ہوں گی۔"[1] راوی کا قول ہے کہ حضور ﷺ عاشورہ محرم کے دن حمل میں آئے اور ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی بچہ رات میں پیدا ہوتا تو اسے کسی برتن سے ڈھانپ دیتے تھے اور رات میں اس کو نہ دیکھتے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ ﷺ کو بھی ایک ہانڈی میں رکھ دیا گیا۔ صبح ہونے پر دیکھا کہ ہانڈی کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں اور آپ ﷺ کی نگاہیں آسمان کی جانب ہیں، یہ دیکھ کر سب نے تعجب و حیرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو بنی بکر کی ایک عورت کے پاس دودھ پلانے کے لئے بھیج دیا گیا۔ جب عورت نے آپ کو دودھ پلایا تو اس کے یہاں ہر طرف سے خیر و برکت داخل ہو گئی۔ اس کے یہاں کسبِ معاش کے لئے بکریاں تھیں، اللہ ﷻ نے ان میں برکت دی اور وہ بہت زیادہ ہو گئیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے داؤد بن ابی ہند ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو تمام اونچے ٹیلے روشن ہو گئے اور جب آپ ﷺ کو زمین پر رکھا گیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے زمین پر سہارا لیا اور آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھنے لگے۔ جب آپ ﷺ پر ہانڈی الٹی گئی تو وہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔

۱۔ عیسائی راہب کی یہ تمام پیشگوئیاں درست ثابت ہوئیں کہ اس نے انجیل کی پیشگوئیوں کے مطابق بیان کیں حضرت عبد المطلب کو بتائی تھیں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف فرما ہو گئے اور آپ ﷺ پر ہانڈی لوٹی گئی تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں 'میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ آپ چشم مبارک کھولے آسمان کی طرف نظارہ کناں ہیں۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر[1] میں عکرمہ ؓ سے روایت کی کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو ساری زمین نور سے منور ہو گئی اور ابلیس نے کہا آج کی رات ایک فرزند ایسا پیدا ہوا ہے جو ہمارے کاموں کو خراب کردے گا۔ اس پر اس کی ذُرِّیات نے کہا۔ جب تو اس کے پاس جائے تو اس کے فہم و دانش کو متاثر اور خراب کر دینا۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ کے قرین ہونے ہی والا تھا کہ اللہ ﷻ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے ٹھوکر رسید کی اور وہ ملکِ عدن میں جا گرا۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے معروف بن خربوذ ؓ سے روایت کی کہ ابلیس ساتوں آسمانوں میں چلا جایا کرتا تھا مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تین آسمانوں سے روک دیا گیا پھر وہ چار آسمانوں تک جاتا رہا لیکن جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو ساتوں آسمانوں سے روک دیا گیا۔ راوی حدیث معروف ؓ نے کہا کہ حضور ﷺ پیر کے دن طلوعِ فجر کے وقت پیدا ہوئے۔

بیہقی 'ابونعیم اور خرائطی رحمہم اللہ "الہواتف" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ابو ایوب ؓ ابو یعلی ؓ سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ کی شب ولادت آئی تو کسریٰ کے محل پر زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتشکدۂ ایران بجھ گیا 'جس کی آتش ہزار سال سے زائد سے فروزاں اور مشتعل تھی اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو کسریٰ سخت پریشان اور متاثر تھا مگر اس نے اخفائے حال کے لئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اس عجیب و غریب واقعہ کے بعد بس اس نے اتنا کیا کہ تاج پہن کر تختِ سلطنت پر بیٹھا اور تمام وزراء کو رات کی وہ سُدنی کیفیت بتائی۔ اسی اثناء میں ایک شخص خط لے کر آیا۔ جس میں از خود آتش خانہ کے سرد ہو جانے کی اطلاع تھی۔ اس کے بعد کسریٰ کا فکر دو چند ہو گیا۔ اس کے علاوہ موبذ ان مجوسی عالم نے کہا 'یزداں آپ کے ملک و سلطنت کو قائم و دائم رکھے۔ آج رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ:

"سخت اونٹوں کو عربی گھوڑے کھینچ رہے ہیں اور دریائے دجلہ کٹ کر اپنے شہروں میں پھیل گیا ہے۔"

کسریٰ نے پوچھا: "اے محترم موبذان! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟" اس نے جواب دیا:

---

[1] مفسرین کے تیسرے طبقے سے آپ کا تعلق ہے مگر آپ کو مفسرین میں دوسرا درجہ دیا گیا ہے۔ سنہ ۳۲۷ سالِ وصال ہے

عرب کے کسی گوشے سے کوئی غیر معمولی بات ہونے والی ہے۔

اس کے بعد کسریٰ نے نعمان بن المنذر کو خط لکھا کہ :

"میرے پاس کسی ایسے جاننے والے واقف کار کو بھیجو کہ اس سے جو کچھ میں چاہوں' دریافت کر سکوں۔" نعمان نے اس کے پاس عبد المسیح بن عمرو بن حسان غسانی کو بھیجا۔ جب وہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا "کیا تم ایک صاحب بصیرت شخص ہو؟ کہ میں تم سے سوال کروں؟"

عبد المسیح نے جواب دیا: "اے شہنشاہ فارس! دریافت کیجئے مجھے معلوم ہوا تو میں بتا دوں گا ورنہ اس شخص کی نشان دہی کر دوں گا جو اسے جانتا ہوگا۔"

اس کے بعد بادشاہ نے سارا حال بیان کیا جس کو سن کر عبد المسیح نے کہا: "اس بارے میں صحیح علم میرے ماموں کو ہے جو شام میں پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور جس کو سطیح کاہن کہتے ہیں۔"

بادشاہ نے کہا: "اچھا' اس کے پاس جاؤ اور دریافت کرو۔" پس عبد المسیح سفر دراز طے کر کے سطیح کے پاس پہنچا وہ ایک تخت پر پڑا ہوا تھا اور اس کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔

عبد المسیح نے اسے سلام کہا۔ اس نے سلام کی آواز سن کر سر اٹھایا اور کہا عبد المسیح! تیز رفتار ناقہ پر سطیح کے پاس اس حال میں آیا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ ساسانی بادشاہ نے اپنے قصر کے زلزلے' آتشکدے کے بجھ جانے' موبذان کے خواب اور دجلہ کے عرضی پھیلاؤ کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے' (تو سن لے اور ستا دے) جس وقت تلاوت کی کثرت ہوگی اور صاحب عصا کا ظہور ہوگا اور دریائے ساوہ خشک اور آتشکدہ بجھ جائے گا تو سطیح کے لئے شام' شام نہ رہے گا اور بادشاہ مرد اور بادشاہ عورتوں کی حکومت کنگروں کے گرنے کی تعداد کے برابر ہوگی۔ یعنی یکے بعد دیگرے چودہ بادشاہوں کی حکومتیں ہوں گی اور جو کچھ ہونے والا ہے ہو کر رہے گا۔

سطیح یہ بتا کر اسی وقت فوت ہو گیا۔ عبد المسیح کسریٰ کے پاس واپس آیا اور اسے سارا حال بتایا۔ کسریٰ نے کہا جب تک ہمارے خاندان میں چودہ حکومتیں ہوں گی تو بہت سے امور پیش آئیں گے۔ اس کے بعد چار سال اس کی حکومت[1] رہی اور باقی بادشاہوں نے خلافت فاروقی تک حکومتیں کیں۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو نہیں جانتے بجز مخزوم ﷺ

نوٹ ---- آتش کدہ کا پروہت موبذیا مبدان کہلاتا تھا۔ کسریٰ زرتشت مذہب کا پیرو تھا۔

ا۔ ایرانی ملوکیت کا خاتمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہو گیا۔ جب کہ جنگ قادسیہ کے معرکہ میں ایرانیوں نے شکست کھائی اور آخری تاجدار یزدجرد مارا گیا۔

کی روایت کے جو وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ابو ایوب بجلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منفرد بیان کیا ہے۔ اسی طرح ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "تاریخ" میں سطیح کاہن کے تذکرے میں بیان کیا ہے اور عبدالمسیح کے تذکرے میں انہوں نے کہا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے روایت کو اسی طریق سے بیان کیا اور اسے معروف بن خربوذ ﷺ سے روایت کر کے کہا ہے۔ "جب ولادت رسول اللہ ﷺ کی شب آئی" اس کے بعد اس کی مانند روایت بیان کی اور اسی سند سے صاحب "کتاب الصحابہ" نے اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں مرسلاً روایت کی ہے۔

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الہواتف" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ ﷺ سے روایت کی کہ ایک جماعت قریش جن میں ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل، عبید اللہ بن جحش اور عثمان بن حویرث تھے ان لوگوں کا ایک مشترکہ بت تھا جس کے پاس جمع ہوتے تھے۔ ایک رات جب یہ اس بت کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ منہ کے بل اوندھا پڑا ہے۔ انہوں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور بت کو سیدھا کر کے اس کے مقام پر درست کر دیا۔ کچھ دیر گزری ہوگی کہ وہ بت پھر منہ کے بل گر گیا۔ انہوں نے دوبارہ پھر سیدھا کر کے درست کر دیا۔ تیسری مرتبہ پھر اسی طرح گر پڑا۔

اب عثمان نے کہا کوئی خاص بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ وہی رات تھی جس میں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی۔ اس وقت عثمان نے یہ اشعار پڑھے۔

أَيَا صَنَمَ الْعِيدِ الَّذِي صَفَّ حَوْلَهُ ۔۔۔ صَنَادِيدُ وَفْدٍ مِنْ بَعِيدٍ وَمِنْ قُرْبِ

اے خوشی اور انبساط کے صنم! جس کے طواف کے لئے قریب و بعید سے بڑے بڑے لوگ آتے ہیں۔

تَنَكَّسْتَ مَقْلُوبًا فَمَا ذَاكَ قُلْ لَنَا ۔۔۔ أَذَاكَ شَيْءٌ أَمْ تَنَكَّسْتَ لِلَّعِبِ

تو منہ کے بل اوندھا ہوا تو ہمیں اس کی وجہ بتا۔ کیا یہ کسی خاص بات کی وجہ سے ہے یا یوں ہی تفریح طبع کے طور پر ہے۔

فَإِنْ كَانَ مِنْ ذَنْبٍ أَسَأْنَا فَإِنَّنَا ۔۔۔ نَبُوءُ بِإِقْرَارٍ وَنَلْوِي عَنِ الذَّنْبِ

اور اگر تو ہمارے معاصی سے بیزار ہو کر اوندھا ہے تو ہم اعتراف قصور کرتے ہیں اور معصیت سے اجتناب کا اقرار کرتے ہیں۔

وَإِنْ كُنْتَ مَغْلُوبًا تَنَكَّسْتَ صَاغِرًا ۔۔۔ فَمَا أَنْتَ فِي الْأَوْثَانِ بِالسَّيِّدِ الرَّبِّ

اور اگر تو مغلوب ہو گیا اور ذلت و رسوائی نے تجھے منہ کے بل گرا لیا ہے تو جب تو بتوں میں سرداری اور معبود ہونے کے لائق نہیں ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے پھر اس بت کو اٹھا کر اس کی جگہ پر قائم کر دیا۔ جب وہ سیدھا ہوا تو بہ حکمِ خداوندی بت کی جانب سے یہ کہتے سنا گیا۔

تَرَدِّیْ لِمَوْلُوْدٍ اَنَارَتْ بِنُوْرِہٖ ۔۔۔ جَمِیْعُ فِجَاجِ الْاَرْضِ بِالشَّرْقِ وَالْغَرْبِ

میرا گرنا اس مولود کی وجہ سے ہے جس کے نور کے طفیل کرہ زمین کے مشرق و مغرب کے تمام راستے منور اور درخشاں ہو گئے ہیں۔

وَخَرَّتْ لَہُ الْاَوْثَانُ طَرًّا وَّارْعَدَتْ ۔۔۔ قُلُوْبُ مُلُوْکِ الْاَرْضِ طَرًّا مِّنَ الرُّعْبِ

اور اس مولود کی وجہ سے تمام بت گر پڑے ہیں اور جہانِ آباد کے تمام بادشاہوں کے دل اس کے رعب سے لرزہ براندام ہو گئے ہیں۔

وَ نَارُ جَمِیْعِ الْفُرْسِ بَاخَتْ وَاَظْلَمَتْ ۔۔۔ وَ قَدْ بَاتَ شَاہُ الْفُرْسِ فِیْ اَعْظَمِ الْکَرْبِ

اور فارس کے تمام آتش کدے بجھ کر تاریک ہو گئے ہیں اور فارس کے اعلیٰ مرتبت بادشاہ کو شدید درد و تکلیف کا سامنا ہے۔

وَصُدَّتْ عَنِ الْکُھَّانِ بِالْغَیْبِ جِنُّھَا ۔۔۔ فَلَا مُخْبِرٌ مِّنْھُمْ بِحَقٍّ وَّلَا کِذْبِ

اور کاہنوں کے پاس غیبی خبریں لانے والے جنات کو روک دیا گیا' ان کے پاس اب سچی خبر ہے نہ جھوٹی۔

فَیَا اٰلَ قُصَیٍّ اِرْجِعُوْا عَنْ ضَلَالِکُمْ ۔۔۔ وَھُبُّوْا اِلَی الْاِسْلَامِ وَالْمَنْزِلِ الرَّحْبِ

تو اے اولادِ قصی! تم راہِ ضلالت اور کجروی سے لوٹ کر اسلام کی راہ اور کشادہ منزل کی طرف دوڑ کر پہنچو۔

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ روایت کی انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی دادی اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دونوں بتایا کرتے تھے کہ اصحابِ فیل کی ہلاکت کے واقعہ کے بعد ہم دونوں نجاشی شاہ حبشہ کے پاس پہنچے تو اس نے ہم سے کہا:

"اے قریشی بزرگو! مجھے بتاؤ کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا بچہ ہوا ہے جس کے باپ کو خدا کے نام پر ذبح ہونا تھا پھر قرعہ کے بعد وہ بچ گئے اور ان کے عوض بہت سے اونٹ بطور دیت قربان کر دیئے گئے۔

ہم نے جواب دیا کہ "ہاں' ایسا ہوا تو ہے۔"

اس نے پوچھا: "وہ (یعنی بچہ کے والد) پھر کہاں ہیں؟"

ہم نے بتایا: ''انہوں نے زُہری قبیلہ کی ایک شریف زادی آمنہ سے نکاح کیا اور پھر کچھ ہی دنوں بعد اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر فوت ہو گئے۔''

اس نے کہا: ''تمہیں معلوم ہے کہ اس عورت کے فرزند پیدا ہوا یا نہیں؟''

ورقہ نے جواب دیا: ''اے بادشاہ! میں ایک شب کا واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنے مخصوص بت کے قریب ہی بیٹھے تھے کہ اس کے اندر سے غیبی طور پر سنایا گیا' وہ کہہ رہا تھا:

وُلِدَ النَّبِيُّ فَذَلَّتِ الْاَمْلَاکُ وَنَأَى الضَّلَالُ وَاَدْبَرَ الْاِشْرَاکُ

اس کے بعد وہ بت سر کے بل گر پڑا۔ پھر زید نے کہا: ''اے عزت مآب بادشاہ! اسی نوعیت کی ایک اطلاع میرے پاس بھی ہے۔ میں اس رات گھر سے نکل کر جبلِ ابوقبیس پر آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آسمان سے اتر رہا ہے اس کے دو سبز بازو ہیں وہ ابوقبیس پر اتر کر ٹھہرا۔ پھر اس نے مکہ کی سمت رخ کیا اور کہا۔

شیطان رسوا ہوا' بت پرستی کا بُطلان ہو گیا اور الامین آج پیدا ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے کپڑے کو پھیلایا جو اس کے ساتھ ہی تھا اور وہ از شرق تا مغرب محیط ہو گیا اور پھر میں نے ایک ایسا تیز نور دیکھا کہ میں ڈرا کہیں یہ میری بصارت نہ سلب کر لے میں نے جو کچھ مشاہدہ کیا میں اس سے خوف زدہ ہو گیا۔ پھر وہ شخص اپنے بازو پھیلا کر اڑا اور خانہ کعبہ پر اترا اور وہاں سے بھی روشنی اور نور پھیلا جس سے تہامہ کا وسیع علاقہ منور ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کرہ ارض پاک ہو گیا اور اس سے تاریکی اور ظلمت دور ہو گئی اور کعبہ میں جس قدر بت تھے اس نے ان کی طرف اشارہ کر کے دیکھا وہ سب کے سب گر پڑے۔''

نجاشی نے کہا' تمہارا بھلا ہو جو کچھ مجھے اس رات درپیش آیا۔ اب اس کو میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ اس رات میں جس کا تم ذکر کر رہے تھے' میں محل کے ایک کمرے میں بیٹھا تھا کہ دفعتہً میرے سامنے زمین کی طرف سے ایک سر گردن کے مقام تک ابھرا اور کہا' اصحابِ فیل پر بلاکت نازل ہوئی۔ ان کو ابابیل نے ''بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ[1]'' سے ہلاک کر دیا۔ اشرم جو مجرم و سرکش تھا مر گیا اور وہ نبی امی جو حرمی اور مکی ہے پیدا ہو گیا۔ پس جس نے اس کی دعوت کو قبول کیا وہ نجات یافتہ ہوا اور جس کسی نے انکار کیا وہ سراسر نقصان وزیاں میں ہے۔ اس کے بعد وہ سر غائب ہو گیا۔

پھر دوسرے دن کی صبح ہوئی اور میں نے بات کرنے کی کوشش کی مگر میں نے محسوس کیا کہ ''قوتِ ناطقہ'' مفقود ہے۔ میں نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد میرے پاس

[1] اشارہ ہے سورۃ الفیل کی طرف' جس میں ابرہہ کا انجام بتلایا گیا ہے۔

گھر والے آئے۔ میں نے ان سے کہا: ''حبش کے باشندوں کو میرے پاس نہ آنے دو۔'' تو انہوں نے لوگوں کو آنے سے روکا۔ اس کے بعد میری قوتِ گویائی اور قوتِ رفتار ازخود بحال ہو گئے۔

حضور ﷺ کی بعض طبعی و جسمانی خصوصیات

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اوسط'' میں اور ابونعیم و خطیب اور ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بہ روایت مختلفہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے رب کا مجھ پر جو انعام و اکرام ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور میرے ستر کو کسی نے نہ دیکھا۔

(اس روایت کو ضیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ''المختارہ'' میں بیان کیا اور صحیح کہا)۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمیں یونس بن عطاء رضی اللہ عنہ نے اور انہیں حکم ابن ابان رضی اللہ عنہ نے اور انہیں عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہوں نے اپنے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عبد المطلب بتاتے تھے کہ حضور ﷺ مختون و مسرور پیدا ہوئے اور اس حالت پر انہوں نے تعجب کیا اور فرمایا: یقیناً میرے اس فرزند کی بڑی شان ہوگی۔

(اس روایت کو بیہقی، ابونعیم اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہم نے بھی بیان کیا ہے)۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت عطاء رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت ختنہ شدہ حالت میں ہوئی۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''المستدرک'' میں کہا ہم نے اپنی کتاب میں پایا ہے کہ ابوالآباء حضرت آدم مختون پیدا ہوئے پھر ان کی اولاد میں سے بارہ انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا کیے گئے۔ ان میں آخری نبی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کو بہ حالتِ مختون پیدا کیا گیا اور جن کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے۔ حسب ذیل ہیں۔

حضرت شیث، حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت سام، حضرت لوط، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان، حضرت شعیب، حضرت ہود اور حضرت صالح۔ ان سب برگزیدہ انبیاء پر سلام ہو۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اوسط'' میں اور ابو نعیم و ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی ختنہ اس وقت کی جب انہوں نے حضور ﷺ کے قلب مطہر کی تطہیر کی تھی۔[1]

حضور ﷺ کا گہوارہ میں چاند سے باتیں کرنا

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المائتین'' میں اور خطیب و ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب تاریخ میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے تو آپ کی نبوت کی نشانیوں نے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی میں نے دیکھا کہ آپ گہوارے میں چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور جس طرف اشارہ فرماتے چاند جھک جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور اس کے عرشِ الٰہی کے نیچے سجدہ کرتے وقت، میں اس کی تسبیح کرنے کی آواز کو سنا کرتا ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اس کی سند میں احمد بن ابراہیم حبلی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو کہ منفرد ہے اور مجہول بھی ہے اور صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث غریب الاسناد ہے اور متن معجزات میں حسن ہے۔

حضور ﷺ کا گہوارہ میں کلام فرمانا

حافظ ابو الفضل ابن حجر رضی اللہ عنہ ''شرح بخاری'' میں فرماتے ہیں کہ سیر واقدی میں ہے کہ حضور ﷺ نے اوائلِ عمر میں پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا اور ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے ''الخصائص'' میں بیان کیا کہ آپ کے گہوارے کو فرشتے ہلاتے تھے اور سب سے پہلا کلام جو آپ نے کیا وہ یہ تھا ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْراً۔''

حضور ﷺ کے ایامِ رضاعت

ابن اسحاق، ابن راہویہ، ابو یعلیٰ، طبرانی، بیہقی، ابو نعیم رحمہم اللہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد

[1] آپ کے مختون پیدا ہونے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کی شرمگاہ پر غیر کی نظر نہ پڑے۔

اللہ بن جعفر بن ابی طالب ؓ کی سند سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حلیمہ بنت حارث جو رسول اللہ ﷺ کی رضائی والدہ ہیں۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ساتھ مکہ مکرمہ آئی۔ ہم سب عورتیں خشک سالی میں شیر خوارانی کے لئے بچوں کی جستجو کرنے لگیں۔ میں ایک گدھی پر آئی تیز میرے ساتھ ایک بچہ اور ایک اونٹنی بھی تھی اور وہ ایک قطرہ دودھ نہ دیتی تھی اور ہم تمام رات اس بچہ سمیت سو نہ سکتے تھے اور میری چھاتی میں اتنا دودھ نہ تھا جس سے بچہ شکم سیر ہو سکتا' نہ اونٹنی کے دودھ تھا کہ جس سے مدد لے سکتے۔ ہم مکہ پہنچ گئے اور مجھے یقین ہے کہ خواتین سعدیہ میں سے ہر ایک کو موقع دیا گیا کہ وہ محمد (ﷺ) کو دودھ پلائے' مگر جب اسے پتہ چلتا کہ یہ بچہ یتیم ہے تو وہ دودھ پلانے سے انکار کر دیتی۔ حسن اتفاق سے میری ساتھی تمام عورتوں کو بچے مل گئے اور اب میرے لئے سوائے حضور ﷺ کے کوئی بچہ نہ تھا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا: ''میں اس بات کو ناپسند کرتی ہوں کہ تمام عورتیں دودھ پلائی کے لئے بچے لے کر لوٹیں اور میرے پاس کوئی بچہ ہی نہ ہو لہٰذا میں جاتی ہوں اور اسی کو لیتی ہوں۔''[1]

بہر حال میں گئی اور بلا تردد حضور ﷺ کو لے کر اپنے پڑاؤ پر آ گئی۔ میری چھاتی میں جو کچھ بھی دودھ تھا میں نے بہر طور اپنا پستان حضور ﷺ کے منہ میں دیا اور آپ ﷺ سیر ہو گئے اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بھی پیا' وہ بھی سیر ہو گئے۔ میرے شوہر نے اونٹنی کا دودھ دوہا اور ہم نے خوب سیر ہو کر پیا اور آرام سے رات بسر ہوئی۔ پھر میرے شوہر نے کہا: ''حضور اکرم ﷺ کو سب سے پہلے دودھ پلانے والی غیر عورت ثویبہ ابولہب کی کنیز تھی۔ جس شب حضور اکرم ﷺ تولد ہوئے تو ثویبہ نے ابولہب کو خوشخبری پہنچائی کہ تمہارے بھائی عبد اللہ کے گھر فرزند تولد ہوا ہے ابولہب نے اس مژدہ پر اس کو آزاد کر دیا اور اس نے جا کر حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔ شب دوشنبہ کو ابولہب پر حضور کی ولادت پر خوشی اور مسرت کے باعث عذاب کم ہو جاتا ہے ہر چند کہ وہ کافر تھا اور عذاب شدید میں مبتلا ہے لیکن چونکہ میلاد النبی پر خوش ہوا اور لونڈی کو آزاد کر دیا اس لئے اس پر انعام ہوا۔'' اے حلیمہ! میں محسوس کرتا ہوں کہ تم بڑے خوش نصیب اور برکت والے صاحبزادے کو حاصل کر لائی ہو' کیا تم نے اندازہ نہیں کیا؟''

پھر ہمارا چھوٹا سا قافلہ اپنے علاقہ بنو سعد کے قریہ کی طرف واپس ہوا۔ راہ سفر میں میری گدھی تو اتنی تیز رفتار ہو گئی کہ اس نے قافلہ کی تمام سواریوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ جس پر ساتھی عورتوں نے کہا۔ کیا یہ وہی گدھی ہے جس پر آتے میں تم سوار تھیں؟ میں نے کہا ہاں یہ وہی گدھی ہے۔ انہوں نے

---

[1] اس واقعہ کا مطلب یہ نہیں کہ ان عورتوں نے حضور ﷺ کو قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ خود نبی اکرم ﷺ ان کو یہ سعادت عطا نہ فرمانا چاہتے تھے۔ (ادارہ)

کہا اب تو اس گدھی کی بڑی شان ہے۔ اب ہم اپنے قبیلے اور علاقہ میں آ گئے اور ہم اپنے اس علاقہ کو سارے علاقوں سے خشک اور قحط زدہ جانتے تھے مگر اب یہ حال تھا کہ ہماری بکریاں چرنے جاتیں اور شام کو شکم سیر اور دودھ سے لبریز آتیں، ہم ان سے دودھ اپنی ضرورت کے مطابق نکال لیتے اور دوسرے لوگوں کی بکریوں کا یہ حال کہ وہ دودھ سے قطعی طور پر خشک، باوجودیکہ دونوں کی چراگاہ ایک تھی۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں اس طرف کیوں نہیں چراتے؟ اس کے بعد وہ اپنی بکریوں کو میری بکریوں کے ساتھ ہی رکھتے مگر اس کے باوجود ان کی بکریاں بھوکی رہتیں اور دودھ نہ دیتیں۔ ہم اس خیر و برکت کو محسوس کرتے اور اس کی وجہ بھی جانتے تھے۔

اسی طرح دو سال گزر گئے اور حضور ﷺ کی نشوونما دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ رہی اور دو سال کی عمر میں آپ کھانے پینے والے لڑکے ہو گئے اور پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائے اور جو خیر و برکت ہم کو حضور ﷺ کی وجہ سے میسر ہوئی تھی اس کے اظہار و بیان میں ہم نے بخل کیا۔ ایک روز آپ ﷺ کی والدہ سے ہم نے کہا:

"اے بی بی! اجازت دو کہ ہم بیٹے کو اپنے ساتھ لے جائیں کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ شہر مکہ کی وبا ان پر اثر انداز نہ ہو جائے۔" ہمارا اصرار جاری رہا اور اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہمیں مطلوب تھا اور محترمہ نے حضور ﷺ کو ساتھ واپس لے جانے کی اجازت دے دی۔

شقِ صدر یا شرح صدر

ہم حضور ﷺ کو لے کر واپس آ گئے۔ دو یا تین ماہ گزرے ہوں گے ایک روز ہمارے مکان کے پیچھے آپ ﷺ اور رضاعی بھائی بکریوں کے ساتھ تھے کہ دفعتہً آپ ﷺ کا ساتھی برادر رضاعی دوڑتا بھاگتا اور بدحواسی کے عالم میں آیا اس نے کہا:

"قریشی بھائی کے پاس سفید کپڑے پہنے دو آدمی آئے اور انہوں نے لٹا کر ان کا سینہ چاک کر دیا۔" یہ سن کر میں اور حضور ﷺ کے رضاعی والد دوڑ کر پہنچے تو ہم نے حضور ﷺ کو کھڑا ہوا پایا۔ آپ ﷺ کا رنگ فق تھا آپ کے رضاعی والد نے حضور ﷺ کو سینے سے لگا لیا اور دریافت کیا کہ اے بیٹے تمہارا کیا حال ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس سفید کپڑے پہنے دو آدمی آئے۔ پھر انہوں نے مجھ کو لٹا کر سینہ چاک کیا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی اور پھر ویسا ہی کر دیا جیسا کہ پہلے تھا۔" ہم حضور ﷺ کو گھر پر لے آئے۔ پھر ان کے رضاعی والد نے کہا: "اے حلیمہ! مجھے تو ڈر ہو گیا کہ محمد (ﷺ)

کو کوئی مصیبت نہ پہنچ جائے لہٰذا میرے خیال میں انہیں ان کے گھر والوں کے پاس پہنچا دینا چاہئے۔''

حضرت حلیمہ کہتی ہیں ہم آپ ﷺ کو مکہ میں آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے آئے۔ سیدہ آمنہ نے کہا تم انہیں کس وجہ سے لے آئیں باوجود یہ کہ تم ان کو اپنے پاس رکھنے کی بڑی مشتاق تھیں؟ میں نے جواب دیا کہ ہمیں ان کے تلف ہو جانے اور کسی نئی بات کے رونما ہونے کا خوف ہے؟ انہوں نے پوچھا: ''کیا بات ہوئی؟ ٹھیک ٹھیک پوری بات بتاؤ؟'' ہم نے ساری صورتِ حال کہہ سنائی۔ انہوں نے کہا' شاید تمہیں اندیشہ لاحق ہوا کہ حضور ﷺ پر شیطان کا اثر ہوا ہے واللہ' شیطان کا ہاتھ آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ میرا بیٹا بڑی شان والا ہے۔ وہ بات میں تمہیں بھی بتادوں جس کی خبر مجھ کو دے دی گئی ہے؟ ہم نے کہا ضرور بیان کیجئے۔ تب انہوں نے کہنا شروع کیا:

''میں اسی بچہ کے لئے حاملہ ہوئی تو دورانِ حمل کسی طرح کی گرانی اور بدمزگی محسوس نہ کی اور خواب میں دیکھا کہ میرے جسم سے نور برآمد ہوا ہے۔ جس کی ضو (روشنی) سے محلاتِ شام روشن ہو گئے اور آپ ﷺ کی پیدائش ایک نادرہ روزگار ہے اور عجیب شان سے ہوئی ہے۔ آپ ﷺ ہاتھوں پر ٹیک لگائے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ رہے تھے۔

بیہقی وابن عساکر رحمہما اللہ نے محمد بن زکریا غلابی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ یعقوب بن جعفر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے' انہوں نے علی بن عبد اللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ حلیمہ سعدیہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بولنا شروع کیا تو آپ ﷺ کا سب سے پہلا کلام ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْراً' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا' وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلاً۔'' تھا اور جب چلنے پھرنے کی عمر میں آئے تو باہر جاتے مگر بچوں کے ساتھ کھیلنے سے اجتناب فرماتے۔

ایک دن آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''اے امی! کیا وجہ ہے کہ میں دن بھر (دودھ شریک) بھائی کو موجود نہیں پاتا۔'' میں نے جواب دیا: ''جانِ من! وہ بکریاں چرانے اندھیرے سے جاتے ہیں اور رات کو واپس آتے ہیں۔'' آپ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے ان کے ساتھ کیوں نہیں بھیجا کرتیں؟''

اس کے بعد آپ ﷺ بکریاں چرانے کے لئے جانے لگے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آدھا دن گزرنے کے بعد میرا لڑکا ضمرہ روتا پیٹتا اور دوڑتا ہوا آیا۔ اس کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ اس نے پکارا: ''اے ابو! اے امی! محمد ﷺ قریشی بھائی کے پاس جلد جاؤ۔ وہ مر جائیں گے۔'' ہم نے پوچھا

حضور ﷺ کو کیا ہوا؟ تو اس نے بتایا کہ ہم کھڑے تھے کہ اچانک ایک شخص نظر آیا پھر اس نے محمد ﷺ کو پکڑا اور پہاڑ پر لے گیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اس نے سینہ چاک کیا۔ پھر میں آپ کو خبر دینے آ گیا ہوں۔

اس کے بعد میں اور اس کے باپ دونوں دوڑے' ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ پہاڑ پر بیٹھے ہیں' نظر اوپر آسمان کی جانب ہے اور تبسم فرما رہے ہیں۔ پھر میں حضور ﷺ پر جھکی اور آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا میری جان تم پر فدا ہو' تمہیں کیا مصیبت پہنچی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اے امی! بالکل خیریت ہے۔ پھر فرمایا: اس وقت ہم کھڑے تھے کہ تین اشخاص نمودار ہوئے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ' دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت برف سے لبریز تھا انہوں نے پکڑا اور اس پہاڑ کی بلندی پر لے آئے اور مجھے نرمی کے ساتھ سیدھا لٹا دیا' پھر میرا سینہ ناف تک چیرا۔ میں ان کو دیکھتا رہا مجھ کو کوئی گھبراہٹ ہوئی نہ درد و تکلیف' اس کے بعد انہوں نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کیا اور آنتوں کو نکال کر برف سے انہیں غسل دیا اس کے بعد جسم میں اپنے مقام پر رکھ دیا۔ دوسرا شخص میرے قریب آیا اور اپنا ہاتھ ڈال کر میرے دل کو نکالا شق کیا اور اس کے اندر سے خون آلود گوشت کا سیاہ نقطہ نکال کر پھینک دیا' اور کہا:

"اے حبیب اللہ! یہ آپ کے دل میں شیطان کا حصہ تھا۔" پھر اسے اس شئے سے بھرا جو اس کے پاس تھی اور اس کی جگہ پر رکھ دیا اور نور کی انگشتری سے اس پر مہر لگا دی۔ اس وقت بھی میں اس مہر کی ٹھنڈک اور طراوت اپنے جسم میں محسوس کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ تیسرا شخص جو کھڑا تھا اس نے کہا:[1]

"اب تم ہٹ جاؤ! تم کو خدا نے جو حکم دیا تھا اسے پورا کر لیا۔" اب وہ میرے قریب آیا اور اس نے اپنے ہاتھ کو میرے سینہ کے جوڑ سے ناف تک پھیرا اور کہا" آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ تو انہوں نے مجھ کو وزن کیا اور میں ان دس پر وزنی رہا پھر کہا انہیں چھوڑ دو۔ اگر تم ان کو ساری امت کے ساتھ وزن کرو گے تو یقیناً حضور ﷺ سب سے بھاری رہیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے نہایت نرمی کے ساتھ پکڑ کر اٹھایا اور وہ سب مجھ پر جھک پڑے اور میرے سر اور پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا:

"اے اللہ کے حبیب ﷺ! آپ خوف نہ کریں۔ اگر آپ کو ادراک ہوتا کہ اللہ ﷻ آپ

---

[1] حضور اکرم ﷺ کے شق صدر کا مرحلہ متعدد بار پیش آیا۔ بیان مرحلوں میں سب سے پہلے تو حلیمہ سعدیہ کے یہاں ایک اس وقت جب کہ عمر شریف چھ سال تھی کی ہوئی دوسرے موقع شب معراج میں بھی شق صدر واقع ہوا ہے۔

ﷺ پر کس درجہ مہربان ہے تو بلاشک آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔"

انہوں نے مجھے اس جگہ بیٹھا چھوڑ دیا اور خود فضا میں اڑتے اور بلند ہوتے رہے حتیٰ کہ آسمان کی پہنائیوں میں مستور ہو گئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں۔ پھر میں آپ ﷺ کو اٹھا کر بنی سعد کی بستی میں لے آئی۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ ان کو کاہن کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ دیکھ بھال کر کے اس مرض کا علاج وغیرہ کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جس خیال کے پیشِ نظر تم یہ مشورہ دے رہے ہو وہ حالت اس میرے واقعہ میں نہیں ہے میں ہر لحاظ سے ٹھیک ہوں۔ کچھ دوسرے لوگوں نے کہا ان کو ضرور کوئی اذیت پہنچی ہے یا کسی جن کا اثر ہے۔ غرض کہ لوگوں کی رائے میرے کہنے پر غالب رہی اور میں حضور ﷺ کو کاہن کے پاس لے کر پہنچی اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا: "خاتون آپ خاموش رہیں میں بچہ سے سننا چاہتا ہوں اس لئے کہ یہ اپنے معاملہ سے زیادہ واقف ہے۔"

پھر اس نے کہا: "اے بچے! تم اپنی رُوداد بیان کرو!"

اس کے بعد حضور ﷺ نے از اول تا آخر پوری بات بیان کی۔ جس کو سن کر کاہن اچھل کھڑا ہوا اور بآوازِ بلند کہنے لگا:

"اے اہلِ عرب! "مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ" تم اس بچہ کو قتل کر دو اور اس کے ساتھ ہی مجھے بھی قتل کر دو۔ کیونکہ اگر تم نے اس کو زندہ چھوڑا تو یہ تم لوگوں کے فہم و فراست کو رسوا کر دے گا اور تمہارے ادیان کی تکذیب کرے گا اور تم کو ایسے خدا کی طرف بلائے گا جس کو تم نہیں جانتے اور ایسے دین کی دعوت دے گا جس کا تمہیں علم نہیں۔"

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو میں نے حضور ﷺ کا ہاتھ کاہن کی گرفت سے چھڑا لیا اور کسی قدر پُرزور الفاظ میں میں نے کاہن سے کہا: "تو خاصا پاگل ہے اگر میں جانتی کہ تو ایسی بکواس کرے گا تو میں ہرگز اپنے بچے کو تیرے پاس نہ لاتی تو کسی اور کو اپنے قتل کے لئے بُلا لے۔ میں ہرگز محمد ﷺ کو قتل نہ ہونے دوں گی۔"

پھر میں حضور ﷺ کو اپنے گھر پر لے آئی۔ اس کے بعد میں آپ ﷺ کو قبیلہ سعد کے گھروں میں لے جاتی اور آپ کے جسم سے مجھ کو مشک کی طرح خوشبو آتی تیز روزانہ دو شخص گورے رنگ کے آپ کے پاس آسمان سے اُترتے اور آپ کے کپڑوں میں غائب ہو جاتے[1] ظاہر نہ ہوتے۔ جب

---

[1] حضرت عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ روزانہ ایک نور آفتاب کی مانند آپ پر اترتا اور آپ کو ڈھانپ لیتا پھر آپ جلی ہو جاتے۔ روایات کثیرہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ روزانہ دو سفید مرغ آپ کے گریبان میں داخل ہو کر روپوش ہو جاتے تھے لیکن آپ کی طمانیت میں قطعی فرق نہیں آتا تھا نہ آپ گھبراتے تھے اور نہ روتے اور نہ شور کرتے تھے۔

کچھ لوگ واقف ہوئے تو انہوں نے مشورہ دیا: ''اے بی حلیمہ! محمد ﷺ کو ان کے دادا کے پاس پہنچا دو اور تم اپنی امانت سے سبکدوش ہو جاؤ۔''

حلیمہ فرماتی ہیں جب میں نے اس مشورہ پر عمل کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے کسی منادی کو پکارتے سنا:

''اے سرزمین مکہ آج تمہیں مبارک ہو آج تم پر نور دین عزت حرمت اور کمال بخشا جا رہا ہے جو تمہیں پہلے حاصل تھا مگر اب دوامی حیثیت سے حاصل رہے گا۔

حضرت حلیمہ بیان کرتی ہیں' میں نے یہ سارا ماجرا عبد المطلب سے بیان کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ اے حلیمہ! بلاشبہ میرا یہ فرزند بڑی شان والا ہے میری آرزو ہے کہ میں اس کے اس زمانے کو پاؤں جس میں اس کی شان و شوکت کا ظہور ہو۔''

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دادا عبد المطلب کی آغوش میں تھے تو بنی سعد کی ایک عورت نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا اور وہ عورت حضور ﷺ کو ''سوق عکاظ'' میں لے کر پہنچی۔ ایک کاہن کی نظر آپ ﷺ پر پڑ گئی اس نے بہ غور دیکھا اور پھر بولا:

''اے عکاظ والو! اس بچہ کو قتل کر دو کیونکہ یہ ایک انقلاب کا بانی ہوگا۔ حلیمہ نے جب یہ سنا تو پھرتی کے ساتھ کاہن سے دور لے گئیں اور اللہ نے آپ ﷺ کو اس کے شر سے بچا لیا۔

حضور ﷺ حلیمہ کے ہاتھوں پلتے بڑھتے رہے بی بی حلیمہ کی لڑکی شیما آپ کو کھلایا کرتی تھی' ایک دن اس رضائی بہن نے آکر کہا: ''اے اماں جان! میں نے دیکھا چند آدمی اترے اور انہوں نے قریشی بھائی کو پکڑا اور پیٹ پھاڑ ڈالا''[1] حضرت حلیمہ شور مچا کرتی ہوئی دوڑتی بھاگتی حضور ﷺ کے پاس آئیں۔ آپ ﷺ بیٹھے تھے اور چہرہ کا رنگ فق تھا اور کوئی پاس نہ تھا۔

وہ اب حضور ﷺ کو لے کر سیدہ آمنہ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں۔ ''آپ اپنے بچے کو اپنے پاس ہی رکھیے کیونکہ مجھ کو اس کے بارے میں اندیشہ معلوم ہوتا ہے۔'' سیدہ نے فرمایا نہیں' نہیں جس چیز سے تم اندیشہ کرتی ہو وہ میرے بچے پر نہیں ہے' ایام حمل میں بہ کثرت اچھی خوابیں میں دیکھتی رہی ہوں اور وہ اس شان سے پیدا ہوا کہ آپ اپنے ہاتھوں پر سہارا لئے اور نظریں آسمان پر جمائے ہوئے تھا۔

پھر عبد المطلب نے آپ ﷺ کو واپس لے لیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کی والدۂ محترمہ وفات پا گئیں اور آپ کے لئے صرف دادا کی آغوشِ تربیت باقی رہ گئی۔

---

[1] انہی شیما کا بیان ہے کہ اکثر جنگل میں ایسا ہوتا کہ جب شدت کی گرمی پڑتی تو ابر دل آپ پر سایہ کر لیتا اور مجھے بھی اس میں پناہ مل جاتی۔

زمانہ خورد سالی میں آپ ﷺ آتے اور دادا جان کی مسند پر بیٹھ جاتے اور وہ آپ ﷺ کے لئے جگہ دے دیتے۔ جب بڑے ہوئے تو خادم یا لونڈی جو دادا کے ساتھ ہوتی تو کہتی۔ حضور ﷺ دادا کی مسند سے ہٹ جایئے۔ عبد المطلب اس کی یہ بات سن کر کہتے میرے بیٹے سے کچھ نہ کہو' کیونکہ اس کو خیر و بھلائی کا شعور ہے کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ کے دادا کا بھی انتقال ہو گیا حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔

حضور ﷺ کے جوانی کے زمانے میں ابوطالب تجارت کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کو بھی ساتھ لیا۔ اثنائے سفر میں جب مقام تیمار پر اترے تو ایک یہودی عالم نے حضور ﷺ کو دیکھ کر ابوطالب سے پوچھا: ''کیا یہ تمہارا فرزند ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔'' اس نے پوچھا: ''کیا آپ اس پر بہت مہربان ہیں؟'' ابوطالب نے جواب دیا: ''ہاں۔'' اس نے کہا: ''اگر تم اس کو شام لے گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ یہود اس کو قتل کر دیں گے کیونکہ وہ ان (علامات کے حامل شخص) کے دشمن ہیں۔'' اس کے بعد ابوطالب حضور ﷺ کو لے کر مکہ واپس آ گئے۔

ابویعلیٰ' ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے شداد بن اوس ؓ سے روایت کی کہ بنو عامر کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کے بارے میں حقیقت امر کیا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: میری شان کی ابتداء یہ ہے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا اکلوتا فرزند ہوں۔ میری پیدائش کے سلسلے میں جب والدہ حاملہ ہوئیں تو طریقہ عام کے مطابق بوجھ محسوس نہیں کیا نہ اپنی سہیلیوں سے اس کی شکایت کیا کرتی تھیں۔ پھر انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ حمل ایک نور ہے۔ وہ بیان کرتیں کہ میں اپنی نگاہوں کو اس نور کے پیچھے دوڑاتی تھی مگر وہ نور میری نگاہ سے آگے بڑھتا جاتا یہاں تک مجھ پر زمین کے مشارق و مغارب روشن ہو گئے پھر انہوں نے مجھے تولد کیا اور میں نشوونما پانے لگا۔ جب میں کچھ بڑا ہوا تو مجھے قریب میں قریش کے جو بت تھے بُرے معلوم ہونے لگے اور شعر گوئی سے مجھے نفرت ہو گئی۔

اس وقت میں بنی لیث بن بکر میں دودھ پیا کرتا تھا۔ اسی زمانے میں ایک دن میں اپنے گھر سے دور ہم عمر بچوں کے ساتھ صحرا میں تھا کہ یکا یک تین اشخاص نمودار ہوئے ایک کے ہاتھ میں سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے میرے ساتھیوں کے درمیان سے مجھے پکڑ لیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے نرمی کے ساتھ مجھے زمین پر لٹا دیا اس کے بعد سینہ کے جوڑ سے ناف تک چیرا۔ میں اس عمل کو دیکھ رہا تھا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ اس نے میرے پیٹ سے ہر شئے کو باہر نکال کر برف کے پانی سے غسل دیا اس نے جسمانی نظام کو حسب سابق درست کر دیا پھر دوسرے کھڑے ہوئے

شخص نے اس سے کہا: اب تم ہٹ جاؤ پھر اب اس نے ہاتھ ڈال کر میرے دل کو نکالا میں دیکھ رہا تھا کہ اس نے دل کو چیر کر سیاہ گوشت کے لوتھڑے کو نکال کر پھینک دیا اس کے بعد اس نے دونوں جانب دیکھا جیسے وہ کسی شئے کا متلاشی ہو۔ دفعتہً میں نے اس کے ہاتھ میں انگوٹھی دیکھی بڑی چمکدار اور منور اس نے اس کے ذریعہ دل پر مہر کی اور اسے نور سے بھر دیا پھر دل کو اس کے خاص مقام پر رکھ کر بڑی ہی چابکدستی سے سی دیا۔ اس کے بعد تیسرا شخص آگے بڑھا اور اس نے اپنا ہاتھ سینے کے جوڑ سے ناف تک پھیرا تو شگاف بھر کر بے نشان ہوگیا اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا گیا۔ پھر کہا آپ ﷺ کا وزن ان کی امت کے دس افراد سے کرو۔ چنانچہ کیا گیا اور میں دسوں پر بھاری رہا۔ پھر کہا سو آدمیوں کے وزن ساتھ کرو' وزن کیا گیا اور میں پھر بھی بھاری رہا۔ اس کے بعد اس نے کہا چھوڑو اگر تم ساری امت کے ساتھ بھی وزن کرو گے جب بھی آپ ﷺ ہی بھاری رہیں گے۔ پھر انہوں نے مجھ کو اپنے سینہ سے لگایا اور میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا یا حبیب اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ خوف نہ کریں اگر آپ ﷺ کو معلوم ہو جاتا کہ اللہ ﷻ آپ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو یقیناً آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ پھر میں قبیلہ میں آیا اور ان کو خبر دی۔ قبیلہ کے کچھ لوگوں نے کہا اس بچہ کو یا تو اذیت پہنچی ہے یا جن کا اثر ہوا ہے۔ لہٰذا ان کو کاہن کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ مداوا کرے۔ میں نے کہا جس بات کا تم اندیشہ کر رہے ہو وہ نہیں ہے' میں تندرست ہوں اور میرا دل درست ہے یہ سن کر میرے رضائی باپ نے کہا' غور کرو یہ کس قدر صحیح بات کہہ رہا ہے اور میری خواہش ہے کہ بیٹے کو کوئی زحمت نہ پہنچے۔ پھر قبیلے کے لوگ مجھے کاہن کے پاس لے گئے اور میرے ساتھ جو کچھ گزرا تھا اس کو بیان کیا۔

کاہن نے ان لوگوں سے کہا: "میں اس بچے کو پیش آمدہ حالات اور قلبی واردات خود اس کی زبانی سننا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ وہ اس کی آپ بیتی کیفیت ہے اور وہ دوسروں سے زیادہ بہتر طور پر جانتا ہے۔"

اس کے بعد میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ جب میں اپنی باتیں ختم کر چکا تو کاہن جست لگا کر کے میری طرف آیا اور اپنے سینہ کی طرف مجھ کو کھینچا اور پھر بہ آواز بلند کہنے لگا:

"اے گروہ عرب! اے اولادِ سعد! اس بچہ کو قتل کر دو۔ قسم ہے لات و عزیٰ کی اگر تم نے اس کو زندہ چھوڑ دیا اور تمہاری عمریں اس کے عہد (تبلیغ دعوت) تک رہیں تو یہ ضرور تمہارے دین و مذہب کو بدل دے گا یہ تم کو اور تمہارے اسلاف کو بے وقوف بتائے گا اور ایک ایسا دین لائے گا جو بالکل ہی انجانا غیر عرفی طریقوں پر مشتمل ہوگا۔"

میری رضاعی ماں نے مجھے کاہن کی گرفت سے چھڑا لیا اور کہنے لگیں تو فاتر العقل معلوم ہوتا ہے۔ کاش میں تیرے پاس نہ آتی۔ وہ مجھے واپس لے آئیں اور پھر مکہ میں مجھے والدہ کے پاس پہنچا گئیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے کہا میں نے حمل کا بوجھ محسوس کیا حالانکہ دوسرے آثار میں اس کی نفی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ استقرار حمل کے ابتدائی دنوں میں گرانی اور بوجھ محسوس کیا ہو اور استمرار حمل یا بعد ایام میں خفت محسوس کی ہو اور یہ دونوں حالتیں عرف و عادت سے خارج ہیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بریدہ ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بنی سعد میں شیر خوارگی کے زمانے میں تھے حضرت آمنہ نے حلیمہ سے کہا: "میرے بیٹے کا خیال اور نگہداشت کرنا اس لئے کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ میرے بطن سے شہاب کے مانند برآمد ہوئے جس سے ساری فضا روشن ہوگئی۔ یہاں تک کہ میں نے شام کے محلات دیکھے۔"

پر جس دن آپ ﷺ کا شق صدر کا معاملہ پیش آیا تو آپ کو حلیمہ کاہن کے پاس لے گئیں اور لوگ کاہن سے حضور کے بارے میں دریافت کرنے لگے تو اس نے حضور ﷺ کو دیکھا اور قمیص پکڑ کر کہنے لگا:

"اے لوگو! اسے قتل کر دو۔" حلیمہ کہتی ہیں کہ میں جلدی سے گئی اور حضور ﷺ کو بانہوں میں لے لیا اور ہمارے ساتھ جو لوگ گئے تھے وہ کاہن سے جھگڑتے رہے اور حضور ﷺ کو لے کر واپس آ گئے۔

ابن سعد، ابو نعیم رحمہما اللہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن یزید سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ بنی سعد بن بکر کی دس عورتیں دودھ پلائی کے لئے بچے لینے آئیں تو سب عورتوں کو بچے مل گئے صرف حلیمہ کو بچہ نہ ملا۔ ان کے پیش نظر اب صرف رسول اللہ ﷺ ہی تھے وہ سوچتی تھیں اگر میں اس بچہ کو لے لوں تو وہ بے باپ کا ہے اور اس کی ماں بے چاری مجھ کو کیا صلہ دے سکے گی؟[1]

حلیمہ کے شوہر نے کہا۔ تم اسی بچہ کو لے لو شاید اللہ ﷻ ہمیں اس میں برکت دے تو انہوں نے حضور ﷺ کو لے لیا اور اپنی چھاتی آپ کے منہ میں دی، جس سے آپ نے اور آپ کے رضاعی بھائی نے دودھ پیا۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ ﷺ کے رضاعی بھائی دودھ کی کمی کی وجہ سے سوتے تک نہ تھے۔ حضرت آمنہ نے کہا:

[1] انسان کا یہ سوچنا ایک فطری عمل تھا۔ (ادارہ)

"اے حلیمہ! اس بچہ کے بارے میں اطمینان رکھ' یہ برکتیں اور سعادتیں ساتھ لانے والا ہو گا۔" نیز جو واقعات دیکھ چکی تھیں اور جو کچھ آپ ﷺ کی ولادت کے سلسلے میں کہا گیا تھا' ان کو بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ مجھ سے تین راتوں سے کہا جا رہا ہے کہ اپنے فرزند کو بنو سعد بن بکر کے ابو ذویب کی اولاد سے دودھ پلوانا۔[1]

حلیمہ نے کہا: "میرے ہی باپ کا نام ابو ذویب ہے۔" پھر وہ گدھی پر اور ان کا شوہر اونٹنی پر سوار ہو اور دونوں وادی سرور میں اپنے ہمراہیوں میں آئے۔ وہ لوگ تفریح میں مشغول تھے کہ یہ دونوں پہنچ گئے۔ عورتوں نے پوچھا: حلیمہ! کیا تجھ کو کوئی بچہ ملا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ایسی خیر و برکت والا بچہ لیا ہے جو فَقِیْدُ الْمِثَال ہے۔ ہم ابھی پڑاؤ ہی پر تھے کہ میں نے دیکھا کچھ عورتیں حسد کرنے لگی ہیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واحدی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عبد الصمد بن محمد سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مجھ سے حلیمہ سعدیہ کے پڑوسی اور ساتھی چرواہوں نے بیان کیا کہ وہ حلیمہ کی بکریوں کو اس طرح پر چرتے دیکھتے کہ وہ سر نہ اٹھاتیں اور ہماری بکریاں بیٹھی رہا کرتیں اور خشک ڈاب تک نہ پاتیں جس سے وہ پیٹ بھر لیں۔

عبد الصمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ حلیمہ کی رضاعت میں دو سال رہے پھر دودھ چھوٹ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی جسامت سے دوگنی عمر کا اندازہ ہوتا۔ اسی زمانے میں وہ آپ ﷺ کو والدہ کے پاس ملانے کے لئے مکہ لے گئیں۔ اثناءِ راہ میں جب وادی صدر میں پہنچیں تو حبشہ کے کچھ لوگ مل گئے اور حلیمہ ان کے ہم سفر ہو گئیں۔ ان لوگوں نے خاص توجہ سے حضور ﷺ کو دیکھا' حالات پوچھے شانوں کے درمیان مُہرِ نبوت اور آنکھوں میں سُرخ ڈوروں کو دیکھ کر حلیمہ سے پوچھا کہ ان کی آنکھوں میں کچھ تکلیف ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ ان کی آنکھوں میں یہ ڈورے اور یہ کیفیت قدرتی اور دائمی ہے۔ یہ جواب سن کر انہوں نے کہا یقیناً یہ بچہ نبی ہوگا۔ پھر انہوں نے مکہ پہنچ کر آپ ﷺ کو والدہ سے ملایا اور پھر واپس لے آئیں۔

ایک دن ذی المجاز کی طرف ان کا گزر ہوا وہاں ایک عراف تھا۔ جس کے پاس لوگ بچوں کو دکھانے کے لئے لاتے تھے جب اس عراف نے آپ ﷺ کی چشمانِ مبارک کی سرخی اور مہر نبوت کو

---

[1] حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صاحب خصائص کبریٰ کا یہ اسلوب و انداز ہے کہ ایک واقعہ کے ضمن میں آپ کو جس قدر روایات یا اخبار و احادیث ملتی ہیں۔ خواہ اس کے طرق متعدد ہوں آپ سب کے سب بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ رضاعت کے سلسلہ میں آپ نے تمام روایات کو جمع کر دیا ہے۔

دیکھا تو چیخ پڑا اور کہنے لگا۔ اے عرب کے لوگو! اس بچہ کو قتل کر دو یہ تمہارے دین والوں کو قتل کرے گا' تمہارے بتوں کو توڑ دے گا اور اس کے عقائد تم سب کو ماننے پڑیں گے۔ اس کی چیخ و پکار سن کر حلیمہ فوراً ہی آپ کو وہاں سے کہیں دور لے گئیں۔

ان حالات کے پیش نظر وہ حضور ﷺ کو کسی کے رُوبرو لانے سے پرہیز کرنے لگی تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے قبیلہ میں اتفاقاً عراف آ کر ٹھہرا۔ قبیلہ کے لوگ بچوں کو اس کے پاس لے گئے۔ مگر حلیمہ نے حضور ﷺ کو لے جانے سے انکار کیا۔ ایک روز آپ ﷺ جھگی سے باہر تھے کہ عراف کی نظر پڑ گئی۔ اس نے آپ ﷺ کو بلایا مگر آپ ﷺ نہ گئے اور اندر حلیمہ کے پاس آ گئے۔ عراف نے دیکھنے اور ملنے کی خواہش کی مگر حلیمہ نے انکار کر دیا۔ عراف نے بتایا مجھ کو اس بچہ میں نبوت کی علامات نظر آ رہی تھیں۔

ابن سعد اور حسن بن طرح رحمۃ اللہ علیہما نے ''کتاب الشعراء'' میں زید بن اسلم ؓ سے روایت کی کہ حلیمہ سعدیہ نے جب حضور ﷺ کو رضاعت میں لے لیا تو حضور ﷺ کی والدہ نے ان سے کہا۔

تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کس قدر عالی شان بچہ کو لیا ہے؟ واللہ جب یہ حمل میں آیا تو مجھ پر کوئی بھی کیفیت حمل کی طاری نہیں ہوئی۔ ایک روز کسی آنے والے نے بتایا۔ تم جلد ہی ایک فرزند پیدا کرو گی' وہ سید العالمین ہے' اس کا نام تم احمد رکھنا۔ پھر جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کر آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا دیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو حلیمہ اپنے شوہر کی قیام گاہ پر لے کر آئیں' سارے حالات بیان کئے تو وہ خوش ہوئے۔ پھر ہم اپنے علاقہ کی طرف لوٹنے کے خیال سے گدھوں اور اونٹوں کی طرف آئے تو ہماری اونٹنی میں دودھ اتر آیا تھا تو ہم اس سے صبح و شام دودھ نکالا کرتے اور

حضرت حلیمہ کا کہنا ہے کہ پہلے میرا بچہ دودھ کم ہونے کی وجہ سے رات میں مجھے سونے نہ دیتا مگر حضور ﷺ کے دودھ میں شریک ہونے کے بعد وہ اور حضور ﷺ دونوں خوب سیر ہو جاتے میرا خیال ہے کہ اگر ان دونوں کے علاوہ ایک تیسرا بچہ اور ہوتا تو وہ بھی میرے دودھ پر پل جاتا۔ بنی ہزیل میں ایک عراف تھا۔ حلیمہ اس کے پاس گئیں' جب اس نے آپ ﷺ کو دیکھا تو بلند آواز سے کہنے لگا:

''اے عربو! اس بچہ کو قتل کر دو ورنہ یہ تمہارے تمام ہم عقیدہ لوگوں سے جہاد کرے گا اصنام کو توڑے گا اور اس کی جماعت غالب ہو جائے گی۔'' اس کے بعد حلیمہ نہ رکیں اور حضور ﷺ کو لے کر چلی آئیں۔''

ابن سعد اور ابن طراح رحمۃ اللہ علیہما نے عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ

شیخ الہذلی بنی ہذیل اور ان کے بڑے بت[1] کے آگے فریاد کرتا اور کہتا تھا کہ یہ بچہ آسمان سے کسی بات کے نازل ہونے کا انتظار کر رہا ہے اور اس طرح وہ حضور ﷺ کی طرف سے لوگوں کو بدگمان کرتا اور آپ کے پیغمبرانہ مستقبل سے ان کو ڈراتا مگر کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہ شیخ الہذلی دماغی توازن کھو بیٹھا' پاگل اور فاتر العقل ہو کر بہ حالت کفر مر گیا۔

ابن سعد اور ابن طراح رحمۃ اللہ علیہما نے اسحاق عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے جب آپ ﷺ کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد فرمایا تو ان سے کہا میرے بچے کی حفاظت کرنا' اور گذشتہ حالات بہ تفصیل تمام وکمال ان سے بیان کر دیئے تھے۔

حلیمہ سعدیہ بچے کو لے کر جب اپنے قبیلہ کی طرف واپس ہوئیں تو ان کا گزر یہود کی بستیوں کے قریب سے ہوا۔ پس یہودیوں سے کہا: مجھے میرے اس نومولود بچے کے بارے میں بتاؤ اور حضرت آمنہ کی زبانی سنے ہوئے حالات اپنی ذات کی طرف منسوب کر کے بیان کر دیئے واقعات کو سننے کے بعد یہودی آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کرنا چاہتے تھے کہ ان کو کچھ خیال آیا اور انہوں نے سوال کیا تمہارے اس بچے کا باپ فوت ہو چکا ہے؟''

حلیمہ نے کہا: ''نہیں' وہ ہے اس کا باپ اور میں اس کی ماں ہوں۔'' حلیمہ کا یہ جواب سن کر انہوں نے کہا: ''اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اسے ضرور قتل کر دیتے۔''

ابن سعد' ابونعیم' ابن طراح اور ابن عساکر' عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہم کی سند کے ساتھ ابن عباس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حلیمہ سعدیہ حضور ﷺ پر نظر رکھتی تھیں کہ کہیں فاصلہ پر نہ نکل جائیں۔ ایک مرتبہ وہ اتفاقاً غافل ہو گئیں اور حضور ﷺ اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ دوپہر کو چراگاہ چلے گئے حلیمہ تلاش میں نکلیں اور انہوں نے حضور ﷺ کو رضاعی بہن کے ساتھ موجود پایا انہوں نے شیما سے کہا۔ ان کو ایسی گرمی میں لے کر یہاں آ گئی؟ شیما نے جواب دیا۔ ''امی جان! بھائی کو گرمی نہیں لگتی۔ میں نے دیکھا ہے کہ ابر کا ایک ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ کئے رہتا ہے اور جب آپ ٹھہرتے ہیں تو وہ ابر بھی رک جاتا ہے اور جب آپ ﷺ چلنے لگتے ہیں تو وہ بھی آگے بڑھنے لگتا ہے' اسی کے سائے میں اس وقت بھی وہ یہاں تک آئے ہیں۔

حلیمہ نے کہا: ''اے بیٹی! کیا تو سچ کہہ رہی ہے؟ اس نے جواب دیا: ''ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں۔''

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ بنی ہوازن[2] کا وفد رسول اللہ ﷺ

---

[1] عہد جاہلیت میں اکثر قبیلوں نے اپنے اپنے بت بنا کر مخصوص کر لئے تھے۔ لات' ہُبل' منوت' عزیٰ اور منات قبائل عرب کے مشہور بت تھے۔

[2] بنی ہوازن عرب کا مشہور قبیلہ تھا۔ ۸ ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوا۔

کے پاس آیا۔ اس میں حضور ﷺ کے رضاعی چچا ابوزردان بھی تھے۔ انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ ﷺ کو دودھ پیتا بھی دیکھا ہے اور میں نے آپ ﷺ سے بہتر کسی دودھ پیتے بچے کو نہیں دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو جوان دیکھا اور کسی جوان کو بھی میں نے آپ سے بہتر نہیں دیکھا' اس میں شبہ نہیں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ میں تمام خوبیاں جمع کر دی ہیں۔ بلاشبہ آپ ﷺ کا دنیا سے پردہ فرمانا بھی ایک بہتر فال ہی میں ہوگا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی پراثر و پر کیف لوری

ابن طراح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبد اللہ محمد بن معلیٰ ازدی رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب الترقیص" میں دیکھا ہے کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا وہ شعر جس کو گنگنا کر وہ حضور ﷺ کو بہلایا کرتی تھیں یہ ہے۔

يَا رَبِّ اِذَا اَعْطَيْتَهُ فَابْقِهِ وَاعْلُهُ اِلَى الْعُلَاءِ وَارْقِهِ

وَادْحِضْ اَبَاطِيْلَ الْعِدٰى بِحَقِّهِ

یعنی اے پروردگار کائنات! جب تو نے مجھ کو (حضور ﷺ جیسا بچہ) عطا فرما دیا ہے تو (براہ کرم) اس عطیہ کو دوام و بقا بھی عطا فرما اور (آپ ﷺ کے درجات و مقامات میں مزید) ترقی فرما کر بلندیوں کی انتہائی منزل پر فائز کر دے اور دشمنوں کے کید (سازش اور معاندانہ رویہ) کو آپ ﷺ کی سچائی' راست بازی اور حق کی تاثیر سے بے اثر لایعنی اور باطل بنا دے۔

ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے "الخصائص" میں ذکر کیا کہ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کو اپنی داہنی چھاتی پیش کرتی اور آپ ﷺ اس سے دودھ پیا کرتے پھر بائیں چھاتی پیش کرتی تو آپ نہ لیتے اور یہ بات اس عدل وانصاف کی وجہ سے تھی کہ رضاعت میں ایک شریک اور بھی تھا۔

مُہرِ نبوت کا بیان [1]

بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] مہر نبوت کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے اور ہر ایک نے اس کا اقرار کیا ہے' اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ مہر نبوت کس جگہ تھی' اس میں موّرخین نے اختلاف کیا ہے' نیز مہر نبوت کی ہیئت اور جسامت میں بھی موّرخین اور سیرت نگار حضرات کے یہاں اختلاف آراء موجود ہے۔ حضرت محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ بین کتفیہ" یعنی حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے بیچ وسط میں مہر نبوت تھی۔ مہر نبوت ابھری ہوئی صاف اور نورانی تھی۔

پشت کی جانب کھڑا ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان چکور کے انڈے کی مانند مُہر نبوت کو دیکھا۔

مسلم و بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کی مانند مہرِ نبوت کو دیکھا اس کا رنگ آپ کے جسم اقدس کے مشابہ تھا۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو کبوتر کے انڈے "سرخ غدہ" کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔

مسلم نے عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت پر نظر ڈالی تو اسے بائیں شانے کی ہڈی کی چپنی پر ہتھیلی کے برابر ابھری ہوئی مسوں کے مانند دیکھا۔"

امام احمد و بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مجھے مہر نبوت کی زیارت کرائیں گے؟ فرمایا تم اپنا ہاتھ داخل کر کے دیکھ لو۔ تو میں نے اسے شانے کی چپنی ہڈی کے اوپر انڈے کی مانند دیکھا۔

امام احمد، ابن سعد اور بیہقی رحمہم اللہ نے متعدد سندوں کے ساتھ ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو میری نظر آپ کے دونوں شانوں کے درمیان ایک مسہ نما چیز پر پڑی اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں سیب نما آیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں کبوتر کے انڈے کی مانند آیا ہے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ مہر نبوت جو رسول اللہ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی وہ ایک اُبھرا ہوا گوشت تھا'

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ: "حضور ﷺ کی پشت مبارک پر گوشت کا ابھار تھا۔"

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے روایت کی کہ: "دونوں شانوں کے درمیان بلند گوشت تھا۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے اپنی چادر اتھادی اور فرمایا: اسے دیکھ لو جس کی بابت تم سے کہا گیا ہے۔ تو

1 "مشعر وف" "تم ہڈی جس کو چبایا جاسکے۔

میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کی مانند مہر نبوت ہے۔

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے ہرقل کے قاصد تنوخی سے روایت کی' اس نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے تنوخ کے بھائی جس بات کا تجھ کو حکم دیا گیا ہے تو اس کی بجا آوری کر۔ تو میں حضور ﷺ کی پشت کی جانب آیا تو میں نے شانے کے غضروف[1] پر پچھنے لگی ہوئی جگہ کی مانند مہر نبوت کو دیکھا۔ ہشام کہتے ہیں راوی کا مطلب یہ ہے کہ جسم پر بند سنگھی کے استعمال سے ابھری ہوئی شکل بن جاتی ہے۔ اسی طرح مہر نبوت ابھری ہوئی تھی۔

ترمذی و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کا ذکر فرماتے ہوئے کہا کہ "آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی

اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت کی کہ مہر نبوت حضور ﷺ کے شانے کے نچلے حصہ کے غضروف[1] میں سیب کی مانند تھی۔

امام احمد و ترمذی و حاکم رحہم اللہ نے روایت کی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حدیث صحیح کہا اور ابویعلیٰ و طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے علباء بن احمر رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ ابوزید ﷺ سے روایت کی کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے قریب آؤ اور پشت پر ہاتھ پھیرو۔ تو میں پاس آیا اور آپ ﷺ کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور انگلیوں کو مہر نبوت پر رکھ دیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ مہر نبوت کیسی تھی؟ تو انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کے شانے کے پاس بہت سے بالوں کا گچھا تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان فارسی ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے داہنے شانے کے غضروف کے پاس انڈے کے مانند مہر نبوت تھی اور اس کا رنگ وہی تھا جو سارے جسم کا رنگ تھا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے مجھے اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا تو میں نے اپنے چہرے کو مہر نبوت پر رکھ دیا' جس کی مشک جیسی خوشبو سے میں محظوظ ہوا۔

طبرانی و ابن عساکر رحمہما اللہ نے ابوزید بن اخطب ﷺ سے روایت کی' انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوت کو دیکھا جو پچھنے لگے ہوئے ابھرے گوشت کی طرح تھی اور ایک روایت میں ہے کہ گویا انسان نے اپنے ناخن سے اس پر مالش کی ہے گویا مہر لگائی ہے۔

ابن عساکر اور حاکم رحمہما اللہ نے "تاریخ نیشاپور" میں حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت کی کہ

---

[1] غضروف گوشت کے اس حصہ کو کہتے ہیں۔ جس کے نیچے پتلی ہڈی ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کی پشت مبارک پر بادام کے مثل مہر نبوت تھی اس کی سطح گوشت پر تحریر تھا۔

''محمد رسول اللہ (ﷺ)''

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان ؓ سے روایت کی کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان بیضۂ کبوتر کے مانند ابھار تھا۔ باطنی سطح پر ''اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' لکھا ہوا تھا اور اس کے ظاہر پر لکھا تھا ''تَوَجَّہْ حَیْثُ شِئْتَ فَاِنَّکَ الْمَنْصُوْرُ''۔

طبرانی وابو نعیم رحمہما اللہ نے ''المعرفہ'' میں عباد بن عمرو ؓ سے روایت کی کہ مہر نبوت بائیں شانے کے کنارے پر تھی۔ گویا کسی گوسفند کا کاسۂ زانو تھا اور رسول اللہ ﷺ (بوجہ حیاء) مہر نبوت دکھانے کو پسند نہ فرماتے تھے۔

ابن ابی خیثمہ ؓ نے اپنی ''تاریخ'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ سیاہ مسہ کی مانند مہر نبوت تھی جس میں زردی کی جھلک تھی اور اس کے گرد گھنے بال تھے۔ جیسے کہ گھوڑے کی ایال۔[1]

علمائے کرام اس سلسلہ میں کہ مہر نبوت کی ہیئت و مقام وغیرہ میں راویوں کا اختلاف ہے فرماتے ہیں کہ اس اختلاف کو بنظر غائر اگر دیکھا جائے تو مابین اختلاف کوئی بنیادی فرق موجود نہیں ہے مختلف روایتوں میں صرف تشبیہات یا امثال کا فرق ہے۔ ایک راوی نے اس کو بیضۂ کبک سے تشبیہ دی۔ ایک نے ایسے گوشت سے جس کو گودا کیا گیا یا پھیلا گیا ہے سے مشابہ بتایا۔ تیسرے راوی نے بیضۂ کبوتر سے مشابہ اس کو ٹھہرایا' کسی نے سیب سے تشبیہ دی اور کسی نے دل دار گوشت کے ابھار کو اس کا ہمشکل بتایا۔ بالوں کا اظہار بھی چونکہ ساتھ ساتھ مقصود تھا لہٰذا میش کے کاسۂ زانو سے تشبیہ دی گئی۔ بایں ہمہ اختلافات روایات و تمثیلات و تشابیہ کا مقصد صرف ایک ہے کہ لوگوں کے ذہن میں مہر نبوت کا تصور پیدا کر دیا جائے تاکہ لوگ شبیہ سے اس کا اندازہ اور قیاس کر لیں اور اس کی ہیئت کے تصور سے محروم نہ رہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ''المفہم'' میں فرماتے ہیں کہ احادیث ثابتہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ مہر نبوت سرکار دو عالم ﷺ کے بائیں شانۂ مبارک کے نیچے سرخ رنگ کی ایک ابھری ہوئی چیز تھی۔ جن راویوں نے اس کی ہیئت کا چھوٹا پن ظاہر کیا تو انہوں نے اس کو بیضۂ کبوتر سے مشابہ ہونا بیان کیا اور جس راوی نے اس کی جسامت کی بزرگی بیان کی ہے تو اس کو مٹھی کی جسامت کا سہارا لینا پڑا اور مٹھی کو اس کا مشبہ بہ قرار دیا۔

---

[1] گھوڑے کی ایال۔ اس طرح مختلف روایتیں بیان کی گئی ہیں۔

سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ مہر نبوت حضور ﷺ کے بائیں شانے کی نرم ہڈی کے پاس تھی کیونکہ آپ ﷺ وسوسۂ شیطان سے محفوظ تھے اور یہ جگہ شیطان کے داخل ہونے کی تھی۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مہر نبوت آپ کی پیدائش کے وقت موجود تھی یا بعد ولادت دیکھی گئی؟ قائلین نے دوسرے قول کے ساتھ تمسک کیا۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جو رضاعت کے باب میں شداد بن اوس ﷺ سے مروی ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ مہر نبوت وفات کے وقت اٹھالی گئی؛ جس کا ذکر بیانِ وفات میں ہم کریں گے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "المستدرک" میں وہب بن منبہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ اللہ نے ہر نبی کو اس شان کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ ان کے داہنے ہاتھ میں مہر نبوت ہوتی تھی۔ بجز ہمارے نبی ﷺ کے کیونکہ آپ ﷺ کی مہر نبوت آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی۔

معجزہ چشم ہائے مبارک

اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ۝ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

(پ ۲۷ النجم ۱۷) (ترجمہ کنزالایمان)

ابن عدی، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ تاریکی میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح تمام لوگ روشنی اور نور میں دیکھتے ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اندھیری اور سیاہ رات میں اسی طرح دیکھتے جیسے روشنی میں دیکھا جاتا ہے۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا خیال ہے کہ میں صرف سامنے ہی دیکھتا ہوں؟ خدا کی قسم تمہارے رکوع اور سجدے مجھ سے مخفی نہیں ہیں بلاشبہ میں پس پشت سے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں، تم مجھ سے پہلے رکوع اور سجدوں میں سبقت نہ کرو۔ بلاشبہ میں آگے اور پیچھے دونوں جانب سے دیکھتا ہوں۔

عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں اور حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں اپنی پشت کی جانب سے ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا

کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
میں اپنی پشت کی جانب سے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔

حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند میں اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد ﷺ سے آیۃ کریمہ اَلَّذِیْ یَرٰاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ۔ (پ۱۹ الشعراء ۲۱۸) کی تفسیر میں بیان کیا کہ حضور ﷺ اپنے پیچھے کی صفوں کو ایسے ہی دیکھتے جیسے اپنے سامنے کی طرف دیکھتے تھے۔

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی یہ ہمہ جہتی بصارت دراصل ایک حقیقی مشاہدہ کی صلاحیت تھی جو بطور معجزہ آپ کو ودیعت فرمادی گئی تھی۔ اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ مشاہدہ کے لئے باعتبار روایت' مقابل ہونا ناگزیر اور لازمی نہیں ہے۔ اس نکتہ سے علمائے کرام نے اس پر بھی اتفاق کیا ہے کہ آخرت میں رویت الٰہی وقوع پذیر ہوگی اور رویت الٰہی محال و ناممکن نہیں ہے۔"

ایک قول یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی چشمِ پشت سے مشاہدہ کرتے تھے جو اہل جہاں کی نظروں سے پنہاں تھی۔

ایک دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان دو آنکھیں سوئی کے ناکہ کے مانند تھیں اور ان کے عملِ دید (دیکھنے) میں کوئی کپڑا مانع تھا نہ کوئی دوسری شئے۔

حضور ﷺ کے دہن اور لعابِ دہن کا اعجاز

امام احمد و ابن ماجہ' بیہقی و ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت وائل بن حجر ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ڈول میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس کا پانی پیا پھر کنوئیں میں کلی فرمادی جس کے بعد کنوئیں سے مُشک جیسی خوشبو آنے لگی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر کے کنوئیں میں دہن مبارک کا لعاب ڈال دیا' جب سے مدینہ طیبہ میں اس کنوئیں سے زیادہ شیریں پانی کسی جگہ کا نہ تھا۔

بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی باندی رزینہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے یومِ عاشورہ مکہ کے شیر خوار بچوں کو اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شیر خوار بچوں کو بلایا اور ان کے دہنوں میں

اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کی ماؤں سے فرمایا: رات تک انہیں دودھ نہ پلانا گویا ان کو رات تک دودھ کی ضرورت نہ ہوگی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمیرہ بنت مسعود ﷺ سے روایت کی کہ وہ خود اور ان کی بہنیں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوئیں اور ہم پانچ بہنیں تھیں' تو انہوں نے حضور ﷺ کو قدید[1] کھاتے پایا۔ آپ نے چبایا ہوا تھوڑا سا قدید مجھ کو عنایت فرمایا۔ ہم سب نے اس میں سے بانٹ کر کھا لیا' بجز میرے وہ سب بہنیں اگر چہ وفات پا چکی ہیں کسی کے منہ میں کبھی بدبو نہ پائی گئی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو امامہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک مرتبہ ایک بدزبان عورت حضور ﷺ کے پاس آئی' حضور ﷺ اس وقت قدید تناول فرما رہے تھے۔ اس عورت نے کہا کیا آپ ﷺ مجھے عنایت فرمائیں گے؟ حضور ﷺ نے اپنے برتن میں سے لے کر اس کی طرف بڑھایا۔ عورت نے کہا یہ مجھے نہ چاہئے بلکہ منہ کے اندر سے دیجئے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے دیا۔ اس نے منہ میں رکھا اور نگل گئی۔ اس کے بعد کبھی ناشائستہ بات اس عورت کی زبان سے کسی نے نہ سنی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شیبہ ﷺ کی سند کے ساتھ ابو عبید نخوی ﷺ سے روایت کی کہ عامر بن کریز ﷺ اپنے پانچ سالہ بیٹے عبد اللہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ حضور ﷺ نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا' جس سے ایسی کرامت ان کو ملی کہ وہ جس پتھر پر ضرب لگاتے پانی نکل آتا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن ثابت ﷺ سے روایت کی کہ ان کے والد نے جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی کو چھوڑ دیا تھا اور محمد بن ثابت ان کے حمل میں تھے۔ جب محمد کی ولادت ہوئی تو جمیلہ نے قسم کھائی کہ وہ بچہ کو دودھ نہ پلائے گی۔ تو حضور سرور کائنات نے نومولود محمد کو منگا کر لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال دیا اور روزانہ لانے کی ہدایت کی اور فرمایا اللہ اس کا رازق ہے۔[2] لہٰذا حضور ﷺ کی خدمت میں ان کو دوسرے یا تیسرے دن لایا جاتا۔ اچانک عرب کی ایک خاتون ثابت بن قیس کو دریافت کرتی ہوئی آئی۔ میں نے اس سے مقصد دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ثابت کے بچے کو جس کا نام محمد ہے دودھ پلا رہی ہوں۔ ثابت نے اسے بتایا کہ یہ میرا ہی نام ہے اور یہ میرا بچہ محمد ہے۔

[1] "قدید" سکھلایا ہوا گوشت۔

[2] لعاب دہن شریف کے اس قسم کے متعدد واقعات کتب سیر میں موجود ہیں' جن کو بیہقی' طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے اپنی تصنیفات میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت حسن رضی اللہ عنہ موجود تھے کہ انہیں پیاس لگی اور تشنگی بڑھتی ہی گئی' پانی اس وقت موجود نہ تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی' انہوں نے اس کو چوسا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے اور تشنگی رفع ہو گئی۔

طبرانی و ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستے کے ایک جانب سے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی' وہ دونوں اپنی ماں کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ تیز چل کر ان کے قریب پہنچے اور فرمایا یہ کیوں رو رہے ہیں؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پیاسے ہیں۔ پھر آپ نے پانی منگایا لیکن کہیں سے دستیاب نہیں ہوا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک بچہ کو مانگا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بموجب ارشاد ایک بچے کو آپ کی گود میں دے دیا۔ آپ نے لے کر سینے سے چمٹایا مگر وہ برابر چیختے رہے اور خاموش نہ ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی وہ چوسنے لگے اور قرار آ گیا۔ اس کے بعد دوسرے بے قرار روتے بچے کو حضور ﷺ نے طلب فرمایا اور ان کے ساتھ وہی عمل کیا حتیٰ کہ دوسرا فرزند بھی خاموش ہو گیا۔

حضور ﷺ کے دندانِ مبارک

دارمی و ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے "شمائل" میں اور بیہقی و طبرانی رحمہما اللہ نے "اوسط" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دونوں دانت کشادہ تھے۔ دورانِ کلام ان کے درمیان سے نور نکلتا محسوس ہوتا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابی قرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اور میری ماں اور خالہ نے حضور ﷺ سے بیعت کی۔ جب ہم لوٹ رہے تھے تو میری ماں اور خالہ نے کہا: "اے بیٹے! ہم نے حضور ﷺ سے بہتر کسی شخص کو نہ دیکھا' آپ نظافتِ جسم' لطافتِ لباس' شیریں گفتار ہیں۔ باتیں کرتے وقت دہن مبارک سے گویا نور نکلتا ہے۔[1]

حضور ﷺ کے پُرنور چہرے کا اعجاز

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے

[1] ہند بنت ابی ہالہ کہتی ہیں۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا یَتَلَأْلَأُ وَجْھُہٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ۔

فرمایا: میرے پاس جبرئیل ؑ آئے اور انہوں نے کہا اللہ ﷻ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے۔ اے میرے حبیب ﷺ! میں نے حضرت یوسف ؑ کے حسن کو کرسی کے نور کا لباس پہنایا۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ سند مجہول ہے اور یہ حدیث منکر ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ بہت تلاش کی مگر نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو آپ کے چہرۂ انور کی روشنی سے سوئی نظر آ گئی۔ پھر میں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا۔ آپ نے فرمایا: اے حمیرا[1] افسوس ہے' پھر فرمایا: افسوس ہے (تین مرتبہ فرمایا) اس شخص پر جس نے نظر کو میرے چہرے کی طرف دیکھنے سے حرام کیا۔ (یعنی مجھے نہیں دیکھا)۔

حضور ﷺ کی بغل شریف کا ذکر

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا کے وقت اس قدر ہاتھ اٹھائے دیکھا ہے کہ آپ کی بغل کی سفیدی نظر آ گئی تھی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر ؓ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو آپ کے بغل کی سفیدی نظر آ جاتی۔

طبری رحمۃ اللہ نے کہا کہ حضور ﷺ کی خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے بغل کا رنگ جسم کے دوسرے رنگ سے مختلف نہ تھا۔ حالانکہ تمام انسانوں کا مختلف ہوتا ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے اور اتنا اضافہ کے ساتھ کہ اس میں بال نہ تھے۔

حضور ﷺ کی گفتگو کی لطافت و بلاغت

ابو احمد غطریف رحمۃ اللہ علیہا نے اپنی تصنیف میں اور ابن مندہ' ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بریدہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ ہم سے زیادہ فصیح ہیں باوجود یہ کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان سے کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت اسماعیل ؑ کی لغت پرانی ہو کر ذہنوں سے محو ہو چکی تھی' اس کو جبرئیل ؑ لائے اور مجھے یاد کرا گئے۔

حضرت بریدہ ؓ سے بعض روایتوں میں منقول ہے کہ میں نے حضرت عمر ؓ کو فرماتے سنا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ......تا آخر حدیث[2]" اور اس حدیث کو علمائے حدیث نے مُسنِد

[1] حضور ﷺ انتہائی شفقت و محبت کے عالم میں حضرت عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کو حمیرا فرمایا کرتے تھے۔

[2] اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جو حضرت عمر ؓ کے حوالے سے اوپر بیان ہوئی۔

برید ﷺ سے گردانا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الایمان" میں اور ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب المطر" میں اور ابن ابی حاتم و خطیب نے "کتاب النجوم" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ سے زیادہ کسی کو فصیح نہ دیکھا اس کا کیا سبب ہے؟ ارشاد فرمایا میرے لئے کون سی چیز فصاحت سے مانع ہو سکتی ہے جب کہ صورتِ حال یہ ہے کہ قرآن حکیم میری زبان اور "عربی مبین" کے ساتھ مجھ پر نازل ہوا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبد الرحمٰن زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! "اَیُدَالِکُ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَہٗ" حضور ﷺ نے فرمایا: "نَعَمْ اِذَا کَانَ مُلْفِجًا" حضرت صدیق اکبر ؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس شخص نے آپ سے کیا کہا؟ اور آپ نے کیا جواب دیا؟ ہم نہیں سمجھ سکے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس نے دریافت کیا: "اَیُمَاطِلُ الرَّجُلُ اَھْلَہٗ" یعنی شوہر اپنی بیوی کا کسی وقت قرض دار ہوتا ہے؟ تو میں نے جواب دیا: "نَعَمْ اِذَا کَانَ مُفْلِسًا" یعنی ہاں جب وہ نادار ہو (جس کی بنا پر ان کے حقوق ادا کرنے میں تاخیر کرے) حضرت ابو بکر ؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں عرب کے اکثر علاقوں میں گیا ہوں اور بڑے بڑے مدعیانِ فصاحت کے کلام سنے ہیں مگر کسی کا کلام بھی آپ ﷺ کی طرح فصیح میں نے نہیں سنا۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میرے رب نے مجھے سکھایا اور بنو سعد بن بکر میں میری ابتدائی پرورش اور تربیت ہوئی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح[1] ہوں۔ میں قریش کی ایک محترم شاخ میں پیدا ہوا اور پھر بنو سعد میں میری پرورش ہوئی تو ظاہر ہے کہ میرے کلام میں سقم خامیانہ انداز اور بیکلی کہاں سے راہ پائے گی۔

کیفیتِ شرحِ صدر

اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۝ کیا ہم نے آپ کا شرح صدر نہیں فرمایا؟

(پ۳۰ الم نشرح) (ترجمہ کنز الایمان)

1 حدیث میں سرورِ کائنات ﷺ کا یہ ارشاد ہے: اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ میں تمام عربوں اور عجمیوں سے زیادہ فصیح ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن طہمان ﷺ کی سند سے روایت کی کہ میں نے حضرت سعد ﷺ سے ارشاد باری "اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ" کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔

حضور انور ﷺ کے بطنِ اقدس کو آپ کے سینۂ اقدس سے اسفل بطن تک چیر کر اس سے قلب اطہر کو نکالا گیا۔ پھر اسے سونے کے طشت میں غسل دیا گیا اور اسے ایمان وحکمت سے بھر کر اس کی جگہ واپس رکھ دیا گیا۔

امام احمد و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دن جبرئیل ﷺ آئے اور آپ ﷺ بچوں کے ساتھ سیاحت فرما رہے تھے' انہوں نے حضور ﷺ کو پکڑ کر لٹا دیا' قلب کے پاس سے سینہ کو کھول کر دل نکالا اور پھر اس میں شگاف دیا اور جما ہوا کچھ خون نکالا اور کہا یہ آپ ﷺ میں شیطان کا حصہ تھا۔ پھر سونے کے طشت میں آب زمزم کے ساتھ اسے غسل دیا۔ پھر اسے درست کر کے اس کے مقام پر رکھ دیا۔ آپ کے ساتھی بچے دوڑ کر آپ ﷺ کی دایہ والدہ کے پاس آئے اور کہا "محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا۔" یہ سن کر وہ آئیں تو دیکھا کہ آپ ﷺ کا رنگ فق تھا۔ حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر شگاف کی سلائی کا اثر دیکھا تھا۔

احمد' دارمی اور حاکم رحمہم اللہ نے روایت کی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا۔

بیہقی' طبرانی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے بھی عتبہ بن عبد ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قبیلہ بنو سعد میں زیر پرورش تھا تو میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ چراگاہ گیا۔ ہم کھانا لے کر نہیں گئے تھے چنانچہ میں نے بھائی سے کہا والدہ سے کھانا لے آؤ' وہ چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس ٹھہرا رہا۔ کچھ دیر کے بعد میرے سامنے گدھ کی مانند دو سفید پرندے آئے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا: "کیا یہ وہی ہے؟" اس نے جواب دیا: "ہاں۔"

اب وہ دونوں بہت ہی نزدیک آ گئے اور جھپٹ کر مجھے پکڑ لیا اور شانے کے بل مجھے لٹا دیا' میرا پیٹ چاک کیا' دل کو نکالا اور اسے بھی چیرا اور اس سے دو سیاہ گوشت کے لوتھڑے نکالے اور ایک نے دوسرے سے کہا برف کا پانی لاؤ' انہوں نے برف سے میرے پیٹ کو دھویا پھر ٹھنڈے پانی سے میرے دل کو غسل دیا' پھر سکینہ میرے دل پر چھڑ کا' پھر اس کو سی دیا اور مہر نبوت اس پر لگا دی' پھر مجھ کو امت کے ایک ہزار آدمیوں سے وزن کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ نیچے ہیں اور خیال ہوا ان میں سے کوئی مجھ پر نہ گر پڑے' گویا میں ان سب سے زیادہ وزنی تھا۔ اس کے بعد دونوں نے کہا:

"اگر آپ ﷺ کا ساری امت کے ساتھ وزن کیا جائے تو یقیناً آپ ﷺ ان سب پر بھاری

رہیں گے اور آپ کا ہی وزن زیادہ ہوگا۔"

اس کارروائی کے بعد وہ دونوں چلے گئے اور مجھ کو ڈر اور خوف کی حالت میں چھوڑ گئے۔ میں اپنی رضاعی ماں کے پاس پہنچا اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ جس کو سن کر وہ دردمند ہو گئیں' انہوں نے دیکھا کہ میرے حالات عجیب پہلو اختیار کر رہے ہیں' انہوں نے میرے لئے خدا سے پناہ مانگی' اونٹ پر کجاوہ رکھا' سوار ہوئیں' مجھے اپنی آغوش میں آگے بٹھایا اور ہم مکہ میں والدہ کے پاس پہنچ گئے' حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"میں آپ کی امانت سے دست کش ہوتی ہوں۔" اور تمام روداد جو مجھ پر بیتی تھی' سنائی۔ جس کو میری والدہ سن کر کچھ بھی متاثر نہ ہوئیں۔ انہوں نے فرمایا: "بلاشبہ میں نے دیکھا ہے کہ مجھ سے نور برآمد ہوا جس سے شام کے محلات روشن[1] ہو گئے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یحیٰ بن جعدہ ﷺ سے (مرسلاً) روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس دو فرشتے کُلنگ کی صورت میں آئے۔ ان کے ساتھ برف اور ٹھنڈے پانی کا انتظام تھا۔ ان میں سے ایک نے میرے سینے کو چاک کیا اور دوسرے نے اپنی چونچ سے پانی ڈالا اور اس کو غسل دیا۔

عبد اللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "زوائد المسند" میں اور ابن حاکم' ابن حبان' ابونعیم' ابن عساکر اور اصیاء رحہم اللہ نے "المختار" میں بہ سند معاذ بن محمد بن معاذ بن ابی کعب ﷺ سے روایت کی کہ ابوہریرہ ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! امور نبوت میں کیا بات سب سے پہلے آپ ﷺ کو پیش آئی؟ ارشاد فرمایا: میں دس برس کی عمر میں صحرا کی طرف جا رہا تھا کہ یکا یک دو آدمیوں کو میں نے اپنے سر کے اوپر دیکھا' انہوں نے آپس میں پوچھا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں۔ تو اس نے مجھ کو پکڑ لیا' آہستگی سے لٹا دیا۔ پھر میرے بطن کو چاک کیا' اس کو غسل دیا' پھر میرے سینے کو کھولا مگر مجھے قطعاً درد یا تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ پھر میرے قلب کو شگاف دیا گیا اور کہا اس کے اندر سے حسد و کینہ کو نکال دو۔

پس دوسرے شخص نے اس میں سے ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا۔ آواز آئی رافت و رحمت کو بھر دو تو انہوں نے چاندی کی مانند کوئی شئے داخل کی پھر ایک سفوف اس پر چھڑک دیا۔ بعد ازاں میرے انگوٹھے کو ہلایا اور کہا' جاؤ۔ چنانچہ میں اس حال میں واپس ہوا کہ بچپن میں میرے دل کے اندر نہایت درجہ رحمت اور بڑا ہو جانے کے بعد بحد کمال رافت کے جذبات موجود تھے۔

[1] ولادت شریفہ کے وقت جو نورانی کیفیات طاری ہوئی تھیں ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(ابونعیم نے اس مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں کہا۔ سعاف ﷺ اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں اور نیز حُسن کے بیان میں منفرد ہیں۔ یعنی ۷۰ سال کی عمر صرف سعاف ﷺ کی روایت میں ہے۔)

دارمی، بزار، ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر ﷺ سے روایت کی کہ انہوں نے بیان کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی ہیں؟ فرمایا: میں بطحائے مکہ میں تھا کہ دو آنے والے آئے اور ان میں ایک تو زمین پر اتر گیا اور دوسرا زمین و آسمان کے درمیان رہا۔ ایک نے دوسرے سے کہا: ان کو ایک شخص کے ساتھ وزن کرو۔ تو اس نے مجھے وزن کیا اور میں اس سے وزنی رہا۔ پھر کہا ان کو دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ تو اس نے میرا وزن کیا اور میں ان پر بھی وزنی رہا۔ پھر کہا ان کو سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ تو اس نے وزن کیا اور میں ان پر بھی بھاری رہا۔ پھر کہا ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ تو اس نے وزن کیا اور میں ان پر بھی بھاری رہا اور جو لوگ میرے ساتھ تولے گئے تھے وہ ترازو کے پلڑے سے مجھ پر گرنے لگے پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا بطن چاک کرو تو اس نے میرا بطن چاک کیا اور اس میں سے شیطان کے دخل کی چیز اور خون کا لوتھڑا نکال پھینکا۔ پھر کہا ان کے بطن کو اس طرح دھوؤ جیسے برتن کو دھوتے ہیں اور ان کے قلب کو اس طرح غسل دو جیسے چادر کو دھوتے ہیں۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کے بطن کو سی دو تو اس نے سی دیا اور میرے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگائی' جیسی کہ اس وقت موجود ہے اور دونوں چلے گئے اور گویا کہ میں مہر نبوت کو معائنہ کر رہا ہوں۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یونس بن میسرہ بن حلبس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتہ سونے کا طشت میرے پاس لایا اور اس نے میرے بطن کو چاک کیا اور اس کو دھویا پھر سفوف چھڑک دیا اور کہا اب یہ دل مضبوط ہے اور جو چیز اس میں اترے گی اسے محفوظ رکھے گا۔ آپ ﷺ کی آنکھیں دیکھتی اور کان سنتے ہیں اور آپ ﷺ محمد رسول اللہ ﷺ المقفی اور الحاشر ہیں۔ آپ کا قلب سلیم ہے۔ آپ کی زبان صادق' نفس مطمئن' تخلیق مستحکم ہے اور آپ ﷺ بہت بخشش کرنے والے ہیں۔

دارمی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے ابن غنم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کا بطنِ اقدس چاک کیا اور کہا یہ دل مضبوط ہے اس میں دو کان ہیں جو سنتے ہیں' دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول' المقفی' الحاشر ہیں۔ آپ ﷺ کی تخلیق مستحکم' آپ ﷺ کی زبان صادق اور نفس مطمئن ہے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے

گھر پر تھا کہ فرشتہ آیا اور چاہِ زمزم پر لا کر میرا شرح صدر کیا' پھر آبِ زمزم سے غسل دیا۔ پھر سونے کا طشت لائے جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا' پھر ان دونوں چیزوں کو میرے سینے میں داخل کیا۔ انس ﷺ کہتے ہیں آپ شرح صدر کا اثر دکھلایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے وہ فرشتہ آسمان دنیا کی جانب لے گیا اور معراج کی حدیث بیان فرمائی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہو سکتا ہے کہ شرح صدر ایک سے زیادہ مرتبہ ہوا ہو۔ ایک حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں شیر خوارگی میں' دوسری مرتبہ بعثت کے وقت' تیسری مرتبہ شب معراج میں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شرح صدر کا واقعہ بہ زمانہ شیر خوارگی بہت سی سندوں کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے اور بعثت و اسراء کی حدیثوں میں بھی آئے گا کہ ان حدیثوں کی جمع و تحقیق سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ متعدد بار واقع ہوا ہے' یعنی تین مرتبہ ہوا ہے اور جن علماء نے دو مرتبہ واقع ہونا بیان کیا ہے ان میں سہیلی' ابن وحیہ اور ابن المنیر رحمہم اللہ ہیں۔

اور جنہوں نے تین مرتبہ واقع ہونے کی تصریح کی ہے ان میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور انہوں نے اس کی توجیہ کے سلسلے میں لطیف معنی پیدا کئے ہیں۔ وہ یہ کہ تین کی تطہیر میں مبالغہ مقصود ہے جس طرح شریعت میں تین مرتبہ دھونا مشروع ہے اور اسے تین مختلف اوقات کے ساتھ مختص کرنا اس وجہ سے ہے تا کہ عہد طفولیت میں نشو نما و ارتقاء کے دور میں وساوسِ خناس سے محفوظ رکھا جائے اور بعثت کے وقت شرح صدر اس لئے تھا کہ وحی کا لینا' اس کا پھیلانا اور زندگی کے لئے رہنما بنانا حضور ﷺ کے لئے آسان ہو جائے اور اسرار کے وقت شرح صدر کا مقصد مناجات کے لئے مستعد کرنا ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ شرح صدر کی خصوصیت آپ کے لئے تھی یا یہ عمل کسی اور نبی کے لئے بھی ہوا ہے؟ ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "حضور ﷺ کے لئے شرح صدر ایک ابتلاء کی قبیل سے ہے جس طرح سیدنا حضرت ذبیح اللہ ﷺ آزمائے گئے۔ بلکہ حضور ﷺ کا شق صدر بار بار ہونے اور اپنی حقیقی نوعیت سے آپ ﷺ پر طاری ہونے نیز ماحول اور سن اور اجنبی نو واردوں کے ذریعہ انشقاق ہونے کے اعتبار سے بہت ہی اہم ہو جاتا ہے۔[1]

حضور ﷺ طبعی طور پر جماہی سے منزہ تھے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ میں' ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن الاصم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی جماہی نہیں آئی۔ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمہ بن عبد الملک بن مروان ﷺ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے کبھی جماہی نہیں لی۔

---

[1] ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ اس صراحت میں منفرد ہیں۔ متعدد بار شرح صدر کی صراحت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے خوب بیان کی ہے۔

حضورﷺ کی سماعت کا اعجاز

ترمذی و ابن ماجہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ تم آسمان کے چرچرانے کی آواز نہیں سنتے اور آسمان کا چرچرانا درست ہے کیونکہ اس میں چند انگل بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں فرشتہ پیشانی رکھے سجدہ نہ کر رہا ہو۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم بن حزام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: تم سنتے ہو جس آواز کو میں سن رہا ہوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم تو کوئی آواز نہیں سن رہے ہیں۔ فرمایا میں آسمان کے چرچرانے کی آواز کو سن رہا ہوں اور چرچرانے میں اس کو ملامت نہیں، کیونکہ آسمان میں بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جس پر فرشتے قیام و سجود نہ کر رہے ہوں۔

حضور ﷺ کی آواز کا اعجاز

بیہقی و ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو آپ کے اس خطبہ کو تمام اجتماع کے آخر میں پس پردہ عورتوں نے سنا یعنی آپ ﷺ کی آواز مبارک اس دور دراز جگہ پر پہنچ گئی۔ جہاں عورتیں بیٹھی تھیں۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد رخ انور پھیر کر وعظ فرمایا تو اس وعظ کو بہت دور پس پردہ بیٹھی ہوئی عورتوں نے سنا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے اور ایسی آواز سے ہمیں خطبہ دیا کہ پیچھے پردہ نشین عورتوں نے سنا۔

بیہقی و ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ تو آپ کی آواز حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سنی، ابھی وہ بنی غنم میں تھے تو وہ وہیں بیٹھ گئے۔

ابن سعد و ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن معاذ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منیٰ میں خطبہ دیا تو ہمارے کان کھل گئے۔ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ہمارے کان کھول دیئے تو جو کچھ حضور ﷺ فرماتے تھے، ہم اپنے گھروں میں بلاشک و شبہ اسے سنتے تھے۔

ابن ماجہ و بیہقی رحمہا اللہ نے حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا کہ ہم آدھی رات کو خانہ کعبہ سے نبی کریم ﷺ کی قرائت کی آواز کو سنا کرتے تھے اور ہم اپنے مکانوں میں خاصے فاصلے پر ہوتے تھے۔

حضور ﷺ کی عقلی برتری

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے اکہتر کتابیں پڑھی ہیں۔ ان سب میں میں نے پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے تمام لوگوں یعنی کل مخلوق و بنی آدم کو رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں ایک ذرہ حقیر کے برابر فہم و دانش عطا فرمائی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ عقل و حکمت میں سب سے زیادہ ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے پسینہ کی عطر بیزی

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا: جب آپ کو پسینہ آیا تو میری والدہ ایک شیشی لائیں اور اس کو پونچھ کر جمع کرنے لگیں اسی دوران آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے پوچھا اے ام سلیم رضی اللہ عنہا تم یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا میں حضور ﷺ کے پسینہ کو جمع کر رہی ہوں تا کہ ہم خوشبو کے طور پر استعمال کریں کیونکہ یہ سب خوشبوؤں میں سب سے زیادہ لطیف خوشبو ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں جا کر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے لئے بستر بچھا دیتیں اور حضور ﷺ کو پسینہ بہت آتا ام سلیم رضی اللہ عنہا اس کو جمع کر لیا کرتیں ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا میں پسینہ کو خوشبو کے لئے جمع کر رہی ہوں۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ میرے یہاں چمڑے کے بستر پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کو پسینہ آتا تو میں اس کو سُک[1] میں ملا لیتی تھی۔

دارمی، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ میں چند مخصوص علامتیں تھیں۔ جب کوئی راستہ حضور ﷺ طے فرماتے تو وہ جسم اطہر کی خوشبو سے مہک جاتا اور لوگ جان لیتے کہ آپ اس راہ سے گزرے ہیں اور کسی پتھر یا درخت کے پاس سے

---

[1] سُک! چند خوشبوؤں کا مرکب۔

گزرتے تو وہ سجدہ کرتے۔

ابن سعد و ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آنے سے پہلے ہی خوشبو سے ہم آپ کو پہچان لیتے تھے۔

بزار و ابویعلےٰ رحمہما اللہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ مدینہ کے راہ گیر راستوں کی خوشبو سے جان لیتے کہ حضور ﷺ ادھر سے گزرے ہیں۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کہ کہ رسول اللہ ﷺ کو رات کی تاریکی میں ہم ان کی خوشبو سے پہچان لیتے تھے۔

خطیب بغدادی' ابن عساکر' ابونعیم اور دیلمی رحمہم اللہ نے دو سندوں کے ساتھ محمد بن اسماعیل بخاری ﷺ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں سُوت کات رہی تھی اور حضور ﷺ جوتہ کو سی رہے تھے۔ آپ کی پیشانی پر پسینہ آ گیا اس سے ایسا نور پیدا ہوا کہ میں حیران ہو گئی۔ حضور ﷺ نے میرے بشرہ سے اندازہ کر کے حیرانی کی وجہ پوچھی تو میں نے پسینہ اور نور کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ابوکبیر ہذلی کا یہ شعر آپ ﷺ پر صادق آتا ہے۔

وَمُبَرَّاً مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ ۔۔۔ وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُغْيَلِ

وہ ہر بچے ہوئے حیض اور دودھ پلانے والی کے فساد اور جلد ہلاک کرنے والے مرض سے پاک ہے۔

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰى اَسِرَّةِ وَجْهِهٖ ۔۔۔ بَرَقَتْ بُرُوْقُ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

اور جب تم اس کے چہرے کی شکنوں کو دیکھو گے تو وہ یوں چمکیں گی جیسے برسنے والے بادل کی بجلی چمکتی ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے جوتہ رکھ کر کھڑے ہوئے اور میرے پاس آ کر میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: اللہ تمہارا بھلا کرے مجھے یاد نہیں کہ مجھے کبھی ایسی خوشی ہوئی ہو' جیسی اس وقت ہوئی ہے۔

ابوعلی صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' مجھے معلوم نہیں کہ ابوعبیدہ ﷺ نے ہشام بن عروہ ﷺ سے کوئی حدیث روایت کی ہو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں یہ حدیث حسن ہے کیونکہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو قبول کیا ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ حسین و خوب رُو تھے۔ آپ ﷺ کے رنگ میں نورانی کیفیت تھی اسی لئے صفت خواں ہمیشہ ماہ

کامل سے آپ کے چہرے کو تشبیہ دیتے' آپ کے چہرے کا پسینہ موتی کے مانند اور خوشبو میں مثلِ مشکِ ختن تھا۔

ابویعلیٰ اور طبرانی رحمہما اللہ نے "اوسط" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوں' آپ اس میں میری مدد فرمائیں۔ آپ نے کہا اس وقت تو کچھ موجود نہیں ہے' لیکن تم کھلے منہ کی شیشی اور درخت کی ٹہنی لاؤ۔ وہ دونوں چیزیں لایا۔ حضور ﷺ نے دونوں کلائیوں سے پسینہ پونچھ کر شیشی کو بھر دیا۔ آپ نے فرمایا اپنی بیٹی کو دو اور کہو کہ یہ لکڑی شیشی میں ڈبو کر خوشبو لگائے۔ چنانچہ لڑکی نے ایسا ہی کیا اور اس وجہ سے اس کے گھر کی شہرت "بیت المطیبین" (خوشبوؤں کا گھر) کے نام سے ہوگئی۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بنی حریش کے ایک شخص سے روایت کی کہ جب میں نے ماعز بن مالک کو سنگسار ہوتے دیکھا تو خوف کی بنا پر میں لرزنے لگا۔ جب حضور ﷺ کی نظر پڑی تو آپ نے مجھے چمٹا لیا اور آپ کے بغل کا پسینہ جو مشک کی خوشبو کی مانند تھا مجھ پر بہنے لگا۔

بزار رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے فرمایا: میرے قریب آؤ تو میں قریب ہو گیا اور ایسی تیز مہک اور لطیف خوشبو آپ کے جسم سے خارج ہو رہی تھی کہ مشک و عنبر کی خوشبو بھی ایسی نہ ہوتی۔

قدِ زیبائے محمد ﷺ

ابن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی "تاریخ" میں اور بیہقی و ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نہ طویل القامت تھے نہ پستہ قد' لیکن جب لوگوں کے ہمراہ ہوتے تو آپ ﷺ کا قد ان سب پر طویل اور اونچا معلوم ہوتا۔ اکثر آپ کے دونوں جانب طویل القامت اشخاص ہوتے' مگر بایں ہمہ آپ ﷺ ان سے اونچے نظر آتے۔

مذکورہ بالا حدیث کو ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے "الخصائص" میں اس قدر اضافہ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ کا شانہ مبارک مجلس میں تمام بیٹھنے والوں سے اونچا نظر آتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے جسمِ انور کا سایہ نہ تھا

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ دھوپ میں نظر آتا تھا نہ شعاعِ ماہ میں اور ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی خصوصیات کے بیان میں کہا کہ آپ کا سایہ

دھوپ اور چاندی دونوں میں اس وجہ سے نہ ہوتا کہ آپ ﷺ سرتاپا نور تھے۔ بعض علماء نے کہا اس کی شاہد یہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ کی اس دعا کا ذکر ہے۔ "وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا" یعنی اے رب مجھ کو سراپا نور بنا دے۔

حضور ﷺ کے جسم اور لباس پر مکھی نہیں بیٹھی تھی

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الشفاء" میں اور عزفی نے اپنی کتاب "المولد" میں بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ حضور ﷺ کے جسم اقدس پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔

ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے "الخصائص" میں اسے ان لفظوں سے بیان کیا کہ حضور ﷺ کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہ بیٹھتی تھی اور حضور ﷺ کے خصائص میں اتنا زیادہ کیا کہ جوں آپ ﷺ کو نہ کاٹتی تھی۔ (یعنی کپڑوں میں جوں نہ پڑتی تھی)

حضور ﷺ کے موئے مبارک

سعید بن منصور اور ابن سعد و ابویعلےٰ و حاکم و بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے عبدالحمید بن جعفر علیہ الرحمۃ سے روایت کی کہ حضرت خالد بن ولید ﷺ جنگِ یرموک کے موقع پر ٹوپی اوڑھے ہوئے تھے۔ (اتفاق سے وہ کہیں گر گئی) آپ نے اسے تلاش کر کے حاصل کیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے عمرہ کر کے حلق[1] کیا تو لوگوں نے بالوں کے حاصل کرنے میں جلدی کی اور میں ان کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان بالوں کو میں نے اس ٹوپی میں محفوظ کر لیا تھا اور تمام جہادوں میں اس ٹوپی کو استعمال کیا حتیٰ کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہر حالت اور ہر موقع پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔

حضور ﷺ کے خونِ مقدس کا اعجاز

بزار ابویعلےٰ، طبرانی، حاکم و بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ پچھنے لگوا رہے تھے، جب فارغ ہوئے تو فرمایا: اے عبداللہ ﷺ اس خون کو لے جاؤ اور کسی ایسے مقام پر رکھ دو کہ کوئی نہ دیکھے۔ وہ خون کو لے گئے اور پی لیا۔ واپس آئے تو آپ نے دریافت کیا۔ عبداللہ ﷺ! خون کا کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا، میں نے ایسی پوشیدہ جگہ رکھا ہے کہ وہ ہمیشہ لوگوں سے مخفی رہے گا۔ حضور ﷺ نے جواب دیا میرا خیال ہے تم نے اسے پی لیا۔ میں نے کہا ہاں۔ ارشاد فرمایا: تم سے لوگوں کے لئے افسوس ہے اور لوگوں سے تمہارے لئے افسوس ہے۔[2]

---

[1] صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موہائے سر مبارک کو ذوق و شوق کے ساتھ جمع کیا تھا۔

[2] صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خیال تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ کی طاقت و قوت کا سبب یہی خون مصطفیٰ ﷺ تھا۔

حضور ﷺ کے مبارک نقشِ قدم کا ذکر

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ زمین پر پورا قدم رکھ کر چلتے اور آپ ﷺ کا نقشِ قدم ناتمام نہ رہتا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا نقشِ قدم ناتمام نہ رہتا کیونکہ آپ ﷺ پورا قدم رکھ کر چلتے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک کی انگشت کوچک (چھوٹی انگلی) دوسری انگلیوں سے بلند تھی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قریش ایک کاہن کے پاس گئے اور اس سے کہا: ہمیں بتاؤ کہ ہمارے اندر کون شخص صاحبِ نبوت ہوسکتا ہے؟ اس نے جواب دیا: زمین کو اپنی چادر سے صاف اور بےنشان کر کے اس پر چلو میں نقشِ قدم کو دیکھ کر بتادوں گا تو انہوں نے زمین کو صاف کیا پھر اس پر چلے تو کاہن نے حضور ﷺ کے نشانِ قدم کو دیکھ کر کہا کہ یہ شخص نبوت کا زیادہ مستحق ہے۔ اس کے بعد وہ انتظار کرتے رہے چنانچہ تقریباً بیس سال بعد رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔

حضور ﷺ کی رفتار کا اعجاز

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اور میں ایک جنازے کے ساتھ جارہے تھے۔ جب میں قدم بڑھاتا تو حضور ﷺ حسب معمول مجھ سے سبقت لے جاتے۔ میرے برابر جو شخص چل رہا تھا میں نے اس سے کہا: بلاشبہ حضور ﷺ کے قدموں کے نیچے زمین لپٹتی جاتی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن مرثد رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب چلتے تو آپ ﷺ کی رفتار تیز ہوتی حتیٰ کہ آپ کے پیچھے لوگ دوڑنے پر مجبور ہوجاتے۔

حضور ﷺ کے خواب اور سونے کی کیفیت

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے محوِ خواب ہوجاتے ہیں۔ جواب دیا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل جاگتا رہتا ہے۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیا علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل جاگتا ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت عطا رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم گروہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل بیدار رہتے ہیں۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ کی چشم مبارک سویا کرتی اور دل بیدار رہا کرتا تھا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہودیوں کی ایک جماعت آئی تو ان سے فرمایا: میں تمہیں اس رب کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی' کیا تم شناخت کرتے ہو' یہ نبی ہیں ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: "بخدا درست ہے۔" فرمایا اے خدا تو شاہد رہ۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے اسے صحیح کہا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی چشم ہائے مبارک سوتی تھیں اور آپ کا قلب مطہر جاگتا تھا۔

حضور ﷺ کی قوتِ باہ اور مجامعت کا ذکر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت قتادہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ دن اور رات کی ایک ساعت میں تمام ازواج مطہرات پر دورہ کر لیتے تھے اور ان کی تعداد گیارہ تھی۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آپ میں اتنی طاقت تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کی لونڈی سلمیٰ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک شب میں نو ازواج پر دورہ فرمایا کرتے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے خبر دی' ان کو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے' ان کو صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ایک ہانڈی لائے میں اس میں سے کھایا تو مجھ کو چالیس مردوں کے برابر قوت مجامعت[1] مل گئی۔

---

[1] اس روایت پر اصول حدیث کے اعتبار سے تنقید کی گئی ہے اور روایت کو غیر صحیح بتایا ہے۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت سلام بن سلیمان نہشل ﷺ سے روایت کی انہوں نے ضحاک ﷺ سے انہوں نے ابن عباس ﷺ سے مرفوعاً روایت کی لیکن پہلی سند مرسل ہونے کے باوجود بہتر ہے اور یہ سند کمزور ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ان سے موسیٰ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کے ذریعہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ میں عام لوگوں سے طاقت مجامعت کم تھی۔ پھر اللہ ﷻ نے (بذریعہ فرشتہ) ایک ہانڈی کے گوشت کے ذریعہ وہ قوت عطا فرمادی کہ جب میں ارادہ کرتا ہوں تو اس قوت کو محسوس کرتا ہوں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا' ہمیں واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی اور انہوں نے ایک سلسلہ رواۃ کے ناموں کے بعد اسی (مذکورہ بالا) حدیث کی مانند روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس ہانڈی لائی گئی' میں نے اس میں سے کھایا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا اور جب سے کھایا ہے۔ جس گھڑی چاہتا ہوں ازواج کے پاس جاتا ہوں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد اور طاؤس رحمہما اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو چالیس مردوں کے برابر طاقتِ مجامعت دی گئی تھی۔

حارث بن ابو اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کچھ اوپر چالیس جنت کے مردوں کے مساوی قوت دی گئی۔ نیز حارث ﷺ نے ابن عمر ﷺ کے ذریعہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گرفت اور نکاح میں چالیس مردوں کی طاقت مجھے دی گئی ہے۔

طبرانی اور اسماعیلی رحمہما اللہ نے "معجم" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے پہلے لوگوں پر چار باتوں میں فضیلت دی گئی۔ داد و دہش' شجاعت' کثرتِ جماع اور دشمن پر قابو پانا۔"

حضور ﷺ احتلام سے محفوظ تھے

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سندِ عکرمہ ﷺ ابن عباس ﷺ سے اور دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے "مجالست" میں بہ سندِ مجاہد ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی احتلام نہیں ہوا' چونکہ احتلام شیطان کے وسوسے سے ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کے بول و براز کا اعجاز

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سندِ حسین بن علوان' ہشام اور عروہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے

حوالہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا تشریف لے جاتے تو اس کے فوراً ہی بعد میں وہاں جاتی تو بجز پاکیزہ خوشبو کے کچھ بھی نہ پاتی۔ میں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا:

''تم واقف نہیں ہو' ہمارے اجسام کی نشوونما جنتی ارواح پر ہوتی ہے اور جو چیز ہمارے جسموں سے خارج ہوتی ہے اسے زمین نگل لیتی ہے۔''

(بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث ابن علوان کی موضوعات میں سے ہے)۔

میں جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال درست نہیں کیونکہ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ جو اسماعیل' عتبہ' محمد' ام سعد رحمہم اللہ چار سلسلہ رواۃ کے ذریعہ بیان ہوئی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! آپ رفع حاجت کے لئے تو جاتے ہیں مگر میں بول و براز کا اثر نہیں دیکھتی؟ ارشاد فرمایا: تم کو کیا خبر کہ انبیاء علیہم السلام کا اخراج زمین نگل لیتی ہے' اس کے نظر آنے کا سوال ہی نہیں۔

(اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے)۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس حدیث کی ایک تیسری سند اور بھی ہے جو محمد' علی' زکریا' شہاب' عبدالکریم اور ابوعبداللہ رحمہم اللہ اور (راوی عائشہ رضی اللہ عنہا) کے لیئے سات واسطوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچتی ہے۔ متن اس حدیث کا بھی وہی ہے۔

اسی متن سے ملتی جلتی روایت وہ ہے۔ جس کو حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''مستدرک'' میں بیان کیا ہے اور یہ چوتھی سند ہے جو مخلد' محمد' موسیٰ' ابراہیم' المنہال رحمہم اللہ اور (راوی عائشہ رضی اللہ عنہا) لیلیٰ رضی اللہ عنہا چھ واسطوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچتی ہے۔ اس کا متن بھی الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ وہی ہے۔ یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے داخل ہوئے اس کے بعد میں گئی تو میں نے وہاں کچھ نہ دیکھا البتہ مشک کی خوشبو پائی۔ اس پر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے تو بیت الخلا میں کچھ نہ دیکھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے یعنی گروہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسے چھپا لے۔''

اس حدیث کی پانچویں سند اور ہے وہ یہ کہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الافراد'' میں کہا کہ ہم سے محمد بن سلیمان باہلی ﷫ نے' ان سے محمد بن حسان اموی ﷫ نے' ان سے عبدہ بن سلیمان ﷫ نے' ان سے ہشام بن عروہ ﷫ نے' ان سے ان کے والد نے' ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ ﷺ کو بیت الخلاء جاتے دیکھا۔ پھر آپ

کے بعد میں گئی تو میں نے خارج ہونے والی چیز کا کوئی نشان تک نہ دیکھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تم نہیں جانتیں۔ اللہ ﷻ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو فضلہ خارج ہو وہ اسے کھا جائے۔

سند کے اعتبار سے یہ حدیث اعلیٰ ہے۔ ابن وحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے الخصائص میں اس سند کو لانے کے بعد فرمایا: یہ سند ثابت ہے۔ محمد بن حسان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ اور صالح شخص ہیں اور عبدہ رحمۃ اللہ علیہ شیخین (بخاری ومسلم) کے راویوں میں سے ہیں۔

اس حدیث کی چھٹی سند مرسل بھی ہے۔ وہ یہ کہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمٰن بن قیس زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ عبد الملک بن عبد اللہ بن ولید رضی اللہ عنہ سے انہوں نے ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ آفتاب میں دیکھا جاتا نہ چاند کی روشنی میں اور قضائے حاجت کا نشان بھی نہ ہوتا۔

(اس حدیث کے ساتویں سند بھی ہے جو جناب کے وفد کے باب میں آئے گی)۔

حضور ﷺ کے بول سے انسدادِ مرض

حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند میں ابو یعلیٰ، حاکم، دار قطنی رحمہم اللہ سے اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ رات میں گھر کے ایک کوشے میں رکھے ہوئے پیالے کی جانب گئے اور اس میں بول فرمایا: پھر رات میں مجھے پیاس لگی، میں اٹھی اور پیالے میں جو کچھ تھا، پی لیا۔ صبح کو اتفاقاً رات کی بات کا میں نے ذکر کیا۔ جس پر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا آج سے تمہارے پیٹ میں کوئی بھی بیماری یا شکایت نہ ہوگی۔

عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لکڑی کے پیالے میں پیشاب کرتے تھے پھر اسے چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور دیکھا کہ پیالے میں کچھ نہیں ہے تو آپ نے برکت نامی عورت سے فرمایا: (یہ عورت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھی اور اس کو وہ اپنے ساتھ حبشہ سے لائی تھیں)۔ پیالہ کے اندر کا پیشاب کیا ہوا؟ اس نے بتایا میں نے پی لیا۔

آپ نے فرمایا تم ہمیشہ کے لئے صحت مند ہوگئیں اے ام یوسف! (اس خادمہ کی کنیت تھی) تو وہ کبھی بیمار نہ ہوئیں، صرف مرض الموت ان کو لاحق ہوا۔ ابن وحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ واقعہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے علاوہ ہے۔

حضور ﷺ بڑے صاحبِ جمال تھے

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و خوب رُو اور خلقت میں سب سے احسن اور میانہ قد تھے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سے کسی نے دریافت کیا: ''حضور ﷺ کا چہرۂ انور شمشیر کی مانند تھا؟'' براء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں' بلکہ قمر کی مانند۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی' ان سے کسی نے پوچھا: ''کیا رسول اللہ کا چہرۂ انور طویل تھا؟'' کہا نہیں' بلکہ چاند و سورج کی مانند مستدیر تھا۔

دارمی و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی راتوں میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ سرخ لباس میں تھے تو کبھی میں آپ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو تو بلاشبہ آپ میری آنکھوں کو چاند سے زیادہ حسین معلوم ہوئے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو چہرۂ انور چمک اٹھتا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس بات کو آپ کی شادمانی کی علامت سمجھتے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی' آپ ﷺ نے فرمایا: حضور ﷺ کا چہرہ چاند کی مانند مدور یعنی گول تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے ایک ہمدانی عورت رضی اللہ عنہا سے روایت کی' اس نے کہا میں نے حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: آپ ﷺ کی مشابہت کیسی تھی؟ اس نے جواب دیا چودھویں رات کے چاند کے مانند میں نے کسی کو آپ کی مانند نہ پہلے دیکھا نہ بعد کو۔

دارمی' بیہقی' طبرانی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی' انہوں نے کہا میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ہر اکرم رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان فرمایئے۔ انہوں نے کہا اگر تم حضور ﷺ کو دیکھتے تو کہتے کہ سورج نے طلوع کیا ہے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ان سے کسی نے پوچھا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کچھ بتایئے۔ انہوں نے کہا آپ ﷺ سفید اور ملیح چہرے والے تھے۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی' انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ لوگوں میں میانہ قد تھے' کھلتا ہوا رنگ' سیاہ نہ سفید' موئے مبارک گھنے تھے نہ چھدرے لٹکے ہوئے تھے

نہ گھونگھریالے بلکہ ایسے تھے جیسے کنگھی کر کے بنائے گئے ہوں۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ؓ سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے صبیح تھے کہ اس میں سرخی کی جھلک تھی۔

ابن سعد' ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کی' انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہ دیکھا۔ محسوس ہوتا کہ آپ ﷺ کے چہرۂ انور میں آفتاب رو رہا ہے اور میں نے رفتار میں کسی کو حضور ﷺ سے زیادہ تیز نہ دیکھا گویا کہ زمین آپ ﷺ کے لئے لپیٹی تھی۔ ہم آپ کے ساتھ چلنے کے دوران کوشش کرتے اور آپ ﷺ کی عام رفتار بے پروائی کے ساتھ ہوتی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ ؓ سے اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند قتادہ ؓ حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ اللہ ﷻ نے ہمیشہ ہر نبی کو حسنِ خلق' حسنِ صورت اور حسنِ آواز کے ساتھ مبعوث فرمایا' آخر کار اللہ ﷻ نے ہمارے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ ﷺ کو بھی حسنِ اخلاق' جمالِ صورت اور دل پذیر آواز سے نوازا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: اللہ ﷻ نے کبھی کسی نبی کو مبعوث نہ فرمایا مگر یہ کہ وہ خوب رُو صاحبِ حسب ونسب اور خوش آواز ہوتا اور بلاشبہ تمہارے نبی صبیح ووجیہہ' نجیب وشریف اور دل نشین آواز والے تھے اور یہ تمام خوبیاں آپ میں بدرجۂ کمال موجود تھیں۔ دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کی' انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بہادر' سخی اور خوبصورت نہیں دیکھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے روایت کی' انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا دہن کشادہ' چشمانِ مبارک میں سرخی کی جھلک اور پیروں کی دونوں ایڑیاں پر گوشت اور بھری ہوئی تھیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ؓ سے روایت کی' انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی چشم ہائے مبارک بڑی بڑی تھیں۔ جن میں سرخی کی جھلک تھی اور آپ کی مژگاں (پلکیں) دراز تھیں۔

ترمذی وبیہقی رحمہما اللہ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی ؓ سے روایت کی[1] انہوں نے

---

[1] حضرت علی ؓ نے اجمالاً اوصاف سراپائے رسول اکرم ﷺ بیان فرما دیے ہیں۔ تفصیل کی اس روایت میں گنجائش نہ تھی۔ یہاں شیدائے رسول اللہ ﷺ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ چند اشعار بیساختہ نوک قلم پر آ گئے ہیں۔ غور فرمایئے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا	فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ
فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا	يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ
وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ	غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ

یعنی تمام انبیاء ومرسلین جو نشانی لے کر بھی یہاں آئے وہ سب آپ ہی کے نور وجمال وجلال کا پرتو ہیں۔ بلاشبہ آپ ہی فضل کے آفتاب ہیں اور وہ سب آپ کے ستارے ہیں جن کے انوار تاریکی میں لوگوں کے لئے مشعل راہ ہے وہ تمام انبیاء علیہم السلام رسول اللہ ﷺ کے خوشہ چیں ہیں اور آپ کے دریائے فضل کا ایک گھونٹ اور سمندر کا ایک قطرہ ہیں۔

فرمایا: رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے۔ سر کے بال نہ گھنگریالے نہ لٹکے ہوئے چہرے کا گوشت نرم اور لٹکا ہوا نہ تھا اور چہرے میں گولائی تھی۔ رنگ نکھرا ہوا' کشادہ پیشانی' مژگاں سیاہ و دراز' جسم و اندام کی ہڈیاں چوڑی پر گوشت' شانے چوڑے' جسم پر بال نہ تھے البتہ از سینہ تا ناف ایک بالوں کی لکیر تھی' دونوں ہتھیلیاں اور قدم قوی و مضبوط تھے' انگلیاں فربہ تھیں' پورا قدم رکھ کر قوت کے ساتھ چلتے گویا فراز سے نشیب میں آ رہے ہیں' التفات بے دلی سے نہ ہوتا [1] اور دونوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند کے ساتھ انہی سے روایت کی' فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی پتلیاں سیاہ اور مژگاں (پلکیں) دراز تھیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی' انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک چوڑی اور پلکیں لمبی تھیں۔

(طیالسی اور ترمذی رحمہما اللہ نے اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی' انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ طویل القامت تھے نہ پستہ قد' آپ کا سر مبارک بڑا اور ریش مبارک بھی بڑی تھی' ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں فربہ اور جوڑ مضبوط تھے اور ہڈیوں کے سرے یعنی گھٹنے' کہنی اور مونڈھے چوڑے اور مضبوط تھے۔

طیالسی' احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی کلائیاں چوڑی اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا اور آپ کی مژگاں دراز تھیں۔ آپ ﷺ بازاروں میں شور مچانے والے فحش گو اور لغویات کہنے والے نہ تھے۔ کسی کے روبرو ہوتے یا پشت پھیرتے دونوں صورتوں میں پوری طرح عمل فرماتے تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سیاہ تھی اور دندان مبارک حسین تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سے کسی نے پوچھا: کیا نبی کریم ﷺ پر بڑھاپا آیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: "اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر بڑھاپے کا عیب نہ لگایا۔ آپ ﷺ کی ریش مبارک میں بس ستر یا اٹھارہ بال سفید تھے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا قد میانہ تھا اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا اور سر کے بال کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔ بہر حال آپ ﷺ سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہ دیکھا۔

---

[1] یعنی کسی کی طرف توجہ کرتے تو بے دلی کے ساتھ نہ فرماتے۔ (ادارہ)

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے محرش کعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مقام جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ کی نیت کی اتفاقاً میری نظر آپ ﷺ کی پشت مبارک پر پڑی تو وہ گویا ایک سیم پارہ[1] تھا۔

طیالسی ابن سعد طبرانی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے شکم مبارک کو (بغور) نہیں دیکھا مگر مجھے یاد ہے کہ وہ کاغذ کی تہوں کی مانند تھا۔ (یعنی بہت زیادہ شکنیں پڑی ہوئی تھیں)

ترمذی و بیہقی نے رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایسے صبیح تھے گویا چاندی سے بنائے گئے تھے اور آپ کے بال گھونگر والے تھے نہ لٹکے ہوئے شکم ہموار شانوں کی ہڈیاں چوڑی اور چلنے کے دوران پورا قدم رکھ کر چلتے تخاطب کے سلسلے میں پورے طور پر روبرو ہوتے اور جب رخ تبدیل فرماتے تھے تو پورے طور پر فرماتے تھے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک اور پائے مبارک بزرگ (بڑے) اور کف ہائے دست (ہتھیلیاں) کشادہ تھے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم بڑے اور چہرہ زیبا ایسا تھا کہ میں نے کسی دوسرے کا نہ دیکھا۔

طبرانی و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور میں پیر کے انگوٹھے سے متصل انگلی کی درازی کو نہیں بھولی ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بلعدویہ کے ایک صحابی ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ آپ ﷺ خوبصورت متناسب جسم چوڑی پیشانی کھڑی بلند ناک اور ملی ہوئی عمدہ ابرو والے شخص تھے اور میں نے دیکھا تھا کہ آپ کی گردن کے پاس سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نہ طویل القامت تھے نہ پستہ قد بلکہ قدرے درازی مائل جسم تھا اور ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں بھری ہوئی سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی آپ ﷺ کا پسینہ موتی کے مانند ہوتا اور جب چلتے تو جھکے ہوئے معلوم ہوتے گویا چڑھائی سے اتر رہے ہیں۔

عبداللہ بن احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ

۱۔ یعنی چاندی کی ڈلی کی طرح روشن۔

ﷺ طویل القامت نہ تھے اور درمیانہ قد سے نیچے نہ تھے مگر لوگوں کے ساتھ ہوتے تو دراز قد نظر آتے۔ آپ ﷺ کا گورا رنگ اور سر مبارک بڑا تھا' رنگ وروپ روشن و چمکدار تھا' پلکیں باریک اور ابرو کشادہ' ہاتھ پیر کی انگلیاں بھری ہوئی اور دراز تھیں۔ روانگی کے دوران قوت سے قدم بڑھاتے جیسے نشیب میں اتر رہے ہوں آپ ﷺ کی پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند ہوتا اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھنے سے پہلے یا بعد آپ ﷺ کا ہمسر نہ دیکھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ شفاف اور حضور ﷺ کا پسینہ موتی کی مانند تاباں تھا آپ جس وقت چلتے تو اس طرح چلتے کہ جھکے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

بزاز و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ میانہ قد کے لوگوں میں حسین ترین تھے' قد مائل بہ طول تھا' دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا' رخسار مبارک نرم و دراز' بال خوب سیاہ' آنکھیں سُرگیں' پلکیں دراز تھیں' قدم پورا رکھتے' پیروں کے تلوؤں میں گڑھا نہ تھا۔ جب شانوں پر چادر ڈال لیتے تو پھر آپ ﷺ کا سراپا' جسم سیمیں[1] معلوم ہوتا۔ تبسم سے دیواریں روشن ہو جاتیں اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھنے سے قبل یا بعد کسی کو حضور کا ہمسر نہ پایا۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ملائم' ریشم و دیبا کو بھی نہ پایا اور رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ خوشبو سے زیادہ' مشک و عنبر کی خوشبو کو بھی نہ سونگھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے جابر بن سمرہ ؓ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے رخساروں پر دست مبارک پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ کی لطیف خنکی اور خوشبو کو محسوس کیا جیسے کہ آپ نے خوشبو دان سے اپنا دست مبارک نکالا ہو۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن اسود ؓ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک مجھے دیا تو میں نے آپ کے ہاتھ میں برف سے زیادہ ٹھنڈک اور مشک سے زیادہ خوشبو محسوس کی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مستورد بن شداد ؓ سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے آپ ﷺ کا دستِ مبارک اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ برف سے زیادہ سرد اور حریر (ریشم) سے زیادہ نرم تھا۔

---

[1] چاندی کی شکل۔

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا میں مکہ میں بیمار ہوا اور رسول اللہ ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا نیز میرے چہرے' سینے اور پیٹ پر پھیرا تو میں آج تک سرور کائنات ﷺ کے دست مبارک کی اس خنکی کو محسوس کرتا ہوں جو اس وقت میں نے محسوس کی تھی۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہا اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سرخی مائل گورے تھے۔ انگلیوں کے پورے بھرے ہوئے طویل القامت تھے نہ پستہ قد' بال گھنگریالے نہ لٹکے ہوئے۔ جب آپ ﷺ چلتے تو لوگ ہمراہی قائم رکھنے کے لئے دوڑتے اور میں نے آپ کے مانند کسی کو نہ دیکھا۔

ابوموسیٰ مدینی رحمتہ اللہ علیہ نے ''کتاب الصحابہ'' میں امد بن ابد حضرمی ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ کے بعد میں نے کسی کو آپ ﷺ کی مانند نہ دیکھا۔

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن بریدہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ قدم مبارک میں احسن البشر تھے۔[1]

ابن سعد وابن عساکر رحمہا اللہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی آپ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ کا رنگ سرخ سفید' پتلیاں سیاہ' سینہ سے ناف تک بالوں کا خط' ناک بلند' رخسار دراز و بلند داڑھی گھنی اور بال کان کی لو تک تھے۔ گردن مبارک گویا چاندی کی صراحی تھی۔ پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند چمکتا اور پسینہ کی خوشبو مشک سے زیادہ پاکیزہ اور لطیف تھی۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہا اللہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی جانب بھیجا۔ تو میں ایک دن لوگوں کو خطاب کر رہا تھا اور احبار یہود ہاتھ میں کتاب لئے کھڑے تھے اور اس کی عبارت کسی مقام سے دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے میری طرف دیکھ کر کہا:

''ابو القاسم ﷺ کا وصف بیان کیجئے۔'' میں نے کہا آپ ﷺ طویل القامت ہیں نہ پست قد' بال نہ گھنگریالے ہیں نہ لٹکے ہوئے' سیاہ رنگ کے ہیں' سر مبارک بڑا آپ کا رنگ مائل بہ سرخی ہے' مضبوط اندام' انگلیاں بھری ہوئی' حلق سے ناف تک بالوں کی سیدھی لکیر ہے' پلکیں دراز دونوں ابرو ملی ہوئی' پیشانی چوڑی اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ ہے' ان کی رفتار کے دوران جسم میں جھکاؤ سا

---

1 یعنی آپ کے مبارک قدم سب سے خوبصورت تھے۔ (اردو)

معلوم ہوتا ہے جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں۔

حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور ﷺ کے یہ اوصاف بیان کئے تو ایک یہودی نے کہا کہ ہماری کتاب میں بھی یہی اوصاف موجود ہیں۔ پھر یہودی عالم نے کہنا شروع کیا کہ حضور ﷺ جب آنکھ کھولتے ہیں تو اس میں سرخ ڈورے نظر آتے ہیں' ریش مبارک اور دہن اقدس خوبصورت اور دونوں کان مکمل ہیں اور جب تخاطب فرماتے ہیں تو پوری طور پر متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب اختلاط ختم ہو جاتا ہے یعنی رابطہ اور میل کے بعد تو پھر (سن گن لینے کی خاطر) توجہ اور نظر نہیں رکھتے۔"

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: ہاں یقیناً آنحضرت ﷺ کی یہی شان ہے۔ یہودی عالم نے کہا ایک بات اور ہے۔ میں نے کہا وہ کون سی؟ اس نے کہا آپ ﷺ میں خمیدگی ہے۔ میں نے کہا یہ وہ بات ہے جو میں نے تم سے بیان کردی ہے کہ آپ ﷺ چلتے وقت جھکے معلوم ہوتے ہیں کہ جیسے نشیب میں اتر رہے ہیں۔ یہودی عالم نے کہا میں نے حضور ﷺ کے یہ اوصاف اپنے اسلاف کی کتابوں میں پائے ہیں اور ہم نے پڑھا ہے کہ آپ خدا کے گھر اس کے حرم' مقام امن سے مبعوث ہوں گے پھر آپ اس حرم کی جانب ہجرت کریں گے جس کو آپ نے حرم قرار دیا ہوگا۔ اس کی حرمت ایسی ہی ہے جیسے اللہ کے حرم کی۔ اس نئے حرم کے لوگ جہاں آپ ہجرت کر کے پہنچیں گے آپ کے انصار ہوں گے اور وہ لوگ عمرو بن عامر کی نسل سے ہوں گے جو باغات اور زمینوں کے مالک ہوں گے اور ان سے پہلے یہود ان چیزوں کے مالک ہوں گے۔

حضرت علی ﷺ نے کہا یہی صورت واقعہ ہے۔ یہودی عالم نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نبی برحق ﷺ ہیں اور پوری نوع انسانی کی طرف ان کی ہدایت کے لئے آئے ہیں۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر ﷺ سے روایت کی کہ چند یہودی آئے حضرت علی ﷺ کو بلایا اور ان سے کہا: "ہمیں اپنے چچا کے بیٹے کے اوصاف بتایئے۔"

حضرت علی ﷺ نے بیان کیا: محمد ﷺ نہ طویل القامت تھے نہ پست قد آپ کا رنگ وروپ سرخی مائل گورا تھا۔ آپ کے بال گھنگریالے تھے مگر بالکل پیچیدہ نہ تھے۔ سر کے ابرو ملے ہوئے' مژگاں دراز اور بینی شریف باریک اور درمیان میں ابھی ہوئی۔ حلقوم سے ناف تک بالوں کی سیدھی لکیر تھی' سامنے کے دانت چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی۔ گردن گویا چاندی کی صراحی تھی اور آپ کی ہنسلیوں میں گویا سونا رواں تھا۔ مذکورہ جگہوں کے علاوہ باقی جسم پر کہیں بال نہ تھے اور دونوں شانوں کے درمیان ماہ کامل کی مانند ایک دائرہ تھا جس میں نورانی حروف میں دو سطریں تحریر تھیں۔ اوپر کی سطر میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور نیچے کی سطر میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بیت المقدس کے علماء یہود میں سے کوئی ایک عالم حضرت علی ﷛ کے پاس آیا اور ان سے کہا حضور ﷺ کے ذاتی اوصاف مجھ سے بیان فرمائیے۔

حضرت علی ﷛ نے جواب میں فرمایا: ''سنو حضور ﷺ طویل القامت تھے نہ پستہ قد' رنگ سرخی مائل گورا' بال قدرے خم دار کانوں کی لو تک' پیشانی کشادہ' رخسار واضح' ابرو ملے ہوئے' پتلیاں سیاہ' پلکیں دراز' ناک باریک درمیان سے قدرے اٹھی ہوئی' سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی' سامنے کے دانت چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی' گردن شریف گویا چاندی کی صراحی اور حلقوم میں سونا بہتا معلوم ہوتا تھا' پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند معلوم ہوتا تھا' ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں فربہ تھیں' حلقوم سے ناف تک بالوں کی لکیر کے سوا جو شاخ کی مانند تھی آپ کے جسم پر اور کہیں بال نہ تھے۔ آپ کے جسم سے مشک سے زیادہ خوشبو مہکتی تھی۔ کھڑے ہوتے تو دوسرے لوگوں سے اونچے نظر آتے اور جب چلتے تو گویا پتھر سے ہیرا اکھاڑ رہے ہیں۔ جب کسی کی جانب رخ انور پھیرتے تو پورے گھوم جاتے اور جب پلٹتے تو پوری طرح پلٹتے تھے۔''

یہودی نے کہا: ''آپ نے تمام اوصاف صحیح بیان کئے اور میں توریت میں آپ ﷺ کے یہی اوصاف پاتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دین سچا اور آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔''

بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ ﷻ نے حضرت عیسیٰ ﷤ کو وحی بھیجی کہ تم میرے اوامر (احکام) کے اجراء میں پوری جدوجہد کرو اور مذاق کرنے والوں کو برداشت نہ کرو۔ اے کنواری پاک بتول کے فرزند! میرا حکم سنو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ میں نے تم کو بغیر مرد کے پیدا کیا اور سارے جہان کے لئے اپنی قدرت کا تم کو نشان بنایا۔ پس میرا ہی حکم مانو اور مجھ ہی پر بھروسہ رکھو اور اہل سوران کی طرف جا کر ان کو میرے احکام پہنچا دو کہ میں وہ خدائے حی القیوم ہوں جسے کبھی زوال نہیں اور اس نبی امی کی تصدیق کرو جو عربی شتربان (اونٹ) اور عمامہ والا ہے' وہ نبی موصوف نعلین پہنے گا اور ہاتھ میں عصا رکھے گا[1] اس کا سر بڑا ہو گا' پیشانی چوڑی' بھنویں ملی ہوئی' پتلیاں سیاہ' آنکھیں سو حسین و کشادہ' مژگاں دراز' ناک باریک اور درمیان سے اٹھی ہوئی' رخسار واضح طور' ریش مبارک گھنی' پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند ہو گا جس سے خوشبو مہک جائے گی' اس کی گردن گویا صراحی سیمی اور حلقوم میں سونا بہتا معلوم ہو گا اور از سینہ تا

---

[1] حضرت عیسیٰ ﷤ نے جو اوصاف رسول اکرم ﷺ کے بیان فرمائے وہ صفحات گزشتہ میں بحوالہ روایات بیان کئے جا چکے ہیں۔ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ ﷤ کی زبان سے اس طرح کہلوایا: وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ O (پ۲۸ الصف۶) ''یعنی میرے بعد ایک رسول تشریف لائیں گے ان کا نام نامی احمد ہو گا۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

ناف بالوں کی لکیر ہوگی مگر اس کے علاوہ کہیں بال نہ ہوں گے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں فربہ ہوں گی' وہ لوگوں کے درمیان سب سے بلند نظر آئے گا' چلنے کے دوران قدموں کی نشست و برخاست کچھ اس انداز پر ہوگی جیسے وہ قدموں سے پتھروں کی ناہمواری کو مسلتا چل رہا ہے اور ایک صاحب قوت نشیب کی طرف پہنچ رہا ہے' اس محترم و محسن عالم کی رفتار کڑی کمان کے تیر کی طرح تیز ہوگی۔

ابن سعد اور ترمذی رحمۃ اللہ نے "شمائل" میں اور بیہقی' طبرانی' ابونعیم اور ابن السکین رحمہم اللہ نے "المعرفۃ" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن علی ﷺ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ ﷺ سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا اور وہ حضور ﷺ کے اوصاف بیان کرنے میں مشہور تھے۔ انہوں نے اس طرح حالات بیان کئے۔

"حضور ﷺ صاحب عظمت لوگوں میں برگزیدہ تھے۔ آپ ﷺ کی پیشانی ماہ تمام کی مانند چمکتی' آپ ﷺ کا قد زیادہ میانہ قامتی سے کسی قدر متجاوز مگر طویل قامتی سے کم تھا۔ آپ ﷺ کا سر بڑا اور بال قدرے خمیدہ تھے جو اکثر کانوں کی لو سے متجاوز ہوتے' رنگ نکھرا ہوا چمکدار' پیشانی کشادہ' ابرو باریک اور بڑی جن میں بالوں کی کثرت تھی نیز دونوں ابرو کے درمیان رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر آتی' ناک باریک درمیان سے اٹھی ہوئی اور نورانی تھی۔ ریش مبارک گھنی' آنکھوں کی پتلیاں سیاہ' رخسار دراز' دہن مبارک فراخ' دانت آبدار اور سامنے سے کشادہ تھے' سینہ پر بالوں کی لکیر تھی' گردن ہاتھی دانت یا چاندی کی طرح صاف تھی۔ تمام اعضاء میں تناسب اور حسن تھا' فربہ اور قوی تھے' پیٹ اور سینہ ہموار تھا۔ سینہ چوڑا' ابھرا ہوا تھا۔ اندام قوی تھے کل جسم پر نور تھا' سینہ پر بالوں کے علاوہ کہیں بال نہ تھے' کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں چوڑی' تمام انگلیاں فربہ تھیں۔ تلوؤں میں گڑھا نہ تھا۔ دونوں تلوے صاف رہتے پھٹے نہ ہوتے پانی پڑنے پر فوراً بہہ جاتا۔ آپ ﷺ قدرے جھک کر متانت اور وقار کے ساتھ چلتے' رفتار میں تیزی اور سرعت تھی۔ ایسا محسوس ہوتا کہ ایک صاحب قوت شخص اپنے جوتوں سے پتھروں کی ناہمواری کو مسلتا ہوا نشیب کی طرف اتر رہا ہے۔ جب التفات فرماتے تو پوری توجہ کے ساتھ' نگاہیں نیچی سوئے زمیں رہتیں' دیکھنے کا انداز گوشہ چشم سے تھا۔ اپنے اصحاب ﷺ کے پیچھے چلتے اور ہمیشہ لوگوں سے السلام علیکم کہنے میں سبقت فرمایا کرتے۔

اس کے بعد میں نے ہند بن ابی ہالہ ﷺ سے عرض کیا: برائے کرم! اب حضور ﷺ کی گفتار کے بارے میں کچھ بیان کیجئے۔ تو انہوں نے کہا:[1]

---

[1] حضرت علی ﷺ حضور ﷺ کے تکلم کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَخْزِنُ لِسَانَہٗ اِلَّا فِیْمَا یَعْنِیْہِ یعنی رسول اللہ ﷺ اپنی زبان مبارک بند رکھتے اور اس کی حفاظت فرماتے مگر اس چیز میں اور اس بات میں جو مفید و سود مند ہوتی کلام فرماتے۔

''حضورﷺ کے حزن وملال کی کیفیت دائمی تھی' ہمیشہ فکر مند رہتے' کسی لمحہ آپ ﷺ کو چین و انبساط نہ تھا بغیر ضرورت کلام نہ فرماتے' خاموشی طاری رہتی۔ خوش کلامی سے کلام کی ابتداء کرتے اور خوش کلامی ہی پر اختتام فرماتے' گفتگو ٹھوس با مقصد'' جچا تُلا انداز' سوچی سمجھی رائے' جامعیت اور اختصار کے ساتھ ہوتی نہ اس میں تشنگی رہتی اور نہ غیر ضروری الفاظ ہوتے۔ آپ ﷺ نعمت کی قدر اور شکر کرتے اگر چہ وہ قلیل ہو۔ کھانے کی اشیاء کی نہ برائی کرتے نہ تعریف میں مبالغہ کرتے۔ حق کی مدافعت کے لئے غضبناک ہوتے تو باطل پرست تاب برداشت نہ رکھتا' اپنی ذات کے لئے کبھی تُرش رُو اور خفا نہ ہوتے نہ اپنے کارناموں پر داد و تحسین کو پسند کرتے نہ گوارا فرماتے۔ جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے مکمل طور پر اشارہ کرتے' اظہار حیرت کے لئے ہاتھ کو پلٹ کر اشارہ فرماتے۔ کبھی دوران گفتگو میں ہاتھ کو ملا لیتے اور سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے۔ بری اور نازیبا بات کو دیکھ کر یا سن کر اعراض فرماتے۔ جس سے لوگوں کو حضور ﷺ کی ناپسندیدگی اور ناراضگی کا فوراً اندازہ ہو جاتا۔ مسرت و انبساط کے وقت نگاہیں جھکا لیتے اور حضور ﷺ کی ہنسی تبسم سے زیادہ نہ ہوتی۔ تبسم کے دوران دندان مبارک اولوں کی مانند صاف اور چمکدار نظر آ جائے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ اصحابہ وبلیتہ اجمعین۔

حضور ﷺ کے اسمائے صفاتی

بعض علماء کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک ہزار نام ہیں۔ کچھ قرآن کریم مذکور ہیں اور کچھ احادیث اور کتب سابقہ میں ہیں۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہا اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا میرے بہ کثرت نام ہیں۔ میں محمد ہوں' میں احمد ہوں' میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ ﷻ کفر کو نابید کرے گا۔ میں وہ حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور میں عاقب ہوں اس وجہ سے کہ میں سب سے پیچھے آیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

احمد و طیالسی رحمہا اللہ نے اپنی مسانید میں اور ابن سعد حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جبیر ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا: میں محمد' میں احمد' میں حاشر' میں ماحی اور خاتم و عاقب ہوں۔ (ﷺ)

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اوسط'' میں نیز ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے

روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں محمد میں احمد میں حاشر اور ماحی ہوں۔ (ﷺ)

امام احمد و مسلم رحمہما اللہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بہت سے نام بتائے۔ ان میں سے کچھ تو ہمیں یاد ہیں اور کچھ نہیں رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں محمد، میں احمد و مقفی، حاشر، نبی التوبہ، نبی الملحمہ اور نبی الرحمہ ہوں۔ (ﷺ)

امام احمد، ابن ابی شیبہ اور ترمذی رحمہم اللہ نے "شمائل" میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے مدینہ کے ایک کوچہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی، آپ نے فرمایا: میں محمد، میں احمد، میں نبی الرحمہ، میں نبی التوبہ، میں المقفی، میں الحاشر اور نبی الملاحم ہوں۔ (ﷺ)

ابونعیم و ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں، دیلمی رحمۃ اللہ علیہ مسند الفردوس میں حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب کے نزدیک میرے دس نام ہیں۔ میں محمد، میں احمد، فاتح، خاتم، ابوالقاسم، حاشر، عاقب، ماحی، یٰسین اور طٰہٰ ہوں۔ (ﷺ)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: میں محمد، احمد، رسول الرحمہ، رسول الملحمہ، المقفی اور الحاشر ہوں۔ مجھے جہاد کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔ (ﷺ)

ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن کریم میں میرا نام محمد، انجیل میں احمد، توریت میں احید ہے۔ میرا نام احید اس لئے رکھا گیا کہ میں اپنی امت کو جہنم کی آگ سے دور کرتا ہوں۔ (ﷺ)

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کتب سابقہ میں احمد، محمد، ماحی، المقفی، نبی الملاحم، حمطایا، فارقلیطا اور ماذ ماذ کے ناموں سے مخاطب کیا جاتا تھا۔

ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: توریت میں میرا نام "احمد الضحوک القتال" ہے جو اونٹ پر سواری کرے گا، عمامہ باندھے گا اور کاندھے پر تلوار لٹکائے گا۔ (ﷺ)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے اسمائے شریفہ کی شرح میں ایک کتاب مرتب کی ہے۔ جس میں تین سو چالیس ناموں کو قرآن کریم، احادیث نبوی اور کتب سابقہ سے اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

حضور ﷺ کے ناموں کا اسمائے خداوندی سے انتساب

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو تقریباً اپنے تیس ناموں سے مخصوص فرمایا: وہ اسماء حسب ذیل ہیں۔

۱۔ الاکرام ۲۔ الامین ۳۔ الاول ۴۔ الآخر ۵۔ البشیر ۶۔ الجبار ۷۔ الحق ۸۔ الخبیر ۹۔ ذوالقوہ ۱۰۔ الرؤف ۱۱۔ الرحیم ۱۲۔ الشہید ۱۳۔ الشکور ۱۴۔ الصادق ۱۵۔ العظیم ۱۶۔ العفو ۱۷۔ العالم ۱۸۔ العزیز ۱۹۔ الفاتح ۲۰۔ الکریم ۲۱۔ المبین ۲۲۔ المھیمن ۲۳۔ المومن ۲۴۔ المقدس ۲۵۔ المولیٰ ۲۶۔ الولی ۲۷۔ النور ۲۸۔ الھادی ۲۹۔ طٰہٰ اور ۳۰۔ یٰسین۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان تیس ناموں کے سوا اور بھی بہت سے اسماء قرآن کریم میں ملتے ہیں' جو یہ ہیں۔

۱۔ الاحد ۲۔ الاصدق ۳۔ الاحسن ۴۔ الاجود ۵۔ الاعلیٰ ۶۔ الآمر ۷۔ الناھی ۸۔ الباطن ۹۔ البر ۱۰۔ البرھان ۱۱۔ الحاشر ۱۲۔ الحافظ ۱۳۔ الحفیظ ۱۴۔ الحسیب ۱۵۔ الحکیم ۱۶۔ الحلیم ۱۷۔ الحی ۱۸۔ الخلیفہ ۱۹۔ الداعی ۲۰۔ الرفیع ۲۱۔ الواضع ۲۲۔ رفیع ۲۳۔ الدرجات ۲۴۔ السلام ۲۵۔ السید ۲۶۔ الشاکر ۲۷۔ الصابر ۲۸۔ الصاحب ۲۹۔ الطیب ۳۰۔ الطاھر ۳۱۔ العدل ۳۲۔ العلی ۳۳۔ الغالب ۳۴۔ الغفور ۳۵۔ الغنی ۳۶۔ القائم ۳۷۔ القریب ۳۸۔ الماجد ۳۹۔ المعطی ۴۰۔ الناسخ ۴۱۔ الناشر ۴۲۔ الوفی ۴۳۔ حم ۴۴۔ اور نون۔ (۱)

حضور ﷺ کے مبارک ناموں کا اسمائے خداوندی سے اشتقاق

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں حسب ذیل اشعار پڑھے۔

اَغَرُّ عَلَیْہِ لِلْنُّبُوَّۃِ خَاتَمٌ ۔۔۔ مِنَ اللّٰہِ مِنْ نُوْرٍ یَلُوْحُ وَیَشْھَدُ

آپ ﷺ حسین ہیں' آپ ﷺ پر مہر نبوت ہے جو اللہ ﷻ کی جانب سے ہے' وہ مہر نور ہے چمکدار ہے اور گواہی دیتی ہے۔

وَضَمَّ الْاِلٰہُ اسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اسْمِہٖ ۔۔۔ اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْھَدُ

اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا۔ جب موذن پانچوں وقت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا بھی اظہار و اعلان کرتا ہے۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ   فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ" وَ هٰذَا مُحَمَّدٌ

اللہ ﷻ نے اپنے نام سے حضور ﷺ کا نام نکالا تا کہ آپ ﷺ کی عزت و عظمت کا اظہار ہو تو مالک عرش کا نام محمود ہے اور آپ ﷺ کا نام محمد۔ (ﷺ)

بیہقی و ابن عساکر رحمہما اللہ نے سفیان بن عیینہ ﷺ کی سند سے حضرت علی بن زید بن جدعان ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا: لوگوں نے ایک اجتماع میں مذاکرہ کیا کہ عرب میں کون سا شاعر بہتر ہے اور اس کے کلام میں وہ کون سا بہترین شعر ہے جو اس نے حضور ﷺ کی منقبت میں کہا ہے؟ چنانچہ متفقہ طور پر کہا گیا کہ

"وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ الخ" سب سے بہتر ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے ایک دُنبہ کا عقیقہ کیا اور حضور ﷺ کا نام محمد ﷺ رکھا اس موقع پر کسی نے ان سے کہا: "اے ابو الحارث! کیا وجہ ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کا نام محمد (ﷺ) رکھا اور اپنے آباء و اجداد کے ناموں پر نام نہ رکھا؟"

عبدالمطلب نے جواب دیا: "میں نے چاہا کہ آسمانوں میں اللہ ﷻ میرے پوتے کی مدح فرمائے اور زمین پر ساکنانِ خاک آپ کی تعریفیں کریں اور اللہ ﷻ نے عبدالمطلب کی اس آرزو کو اس طرح پورا کر دیا کہ آج آفاق اس نام نامی سے گونج رہا ہے۔

مدینہ منورہ میں بعالم صغر سنی قیام کے دوران رونما ہونے والے آثار

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن عمرو بن قتادہ ﷺ سے روایت کی۔ اس روایت میں مختلف احادیث کے الفاظ خلط ملط ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا جب رسول اللہ ﷺ چھ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ اپنی بہنوں سے ملنے کے لئے مدینہ منورہ میں بنی عدی اور بنی نجار آئیں پہلے نابغہ کے گھر اتریں اور ان کے یہاں ایک ماہ تک قیام

کیا ان کے ہمراہ آپ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

حضور ﷺ کو جب کبھی اس مکان کو دیکھنے کا اتفاق ہوتا تو آپ کو اپنے زمانہ قیام کی یاد تازہ ہو جاتی۔ آپ ﷺ فرماتے میں اپنی والدہ کے ہمراہ یہاں ٹھہرا تھا اور میں نے بنی عدی کے حوض میں تیرنا شروع کیا تھا۔ یہود کی نگاہیں جب آپ ﷺ پر پڑتیں تو وہ بہ غور آپ ﷺ کو دیکھتے۔ ام ایمن کا کہنا ہے میں نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: "یہ بچہ اس امت کا نبی ہے اور یہ مقام اس کی ہجرت گاہ ہے۔" میں نے ان باتوں کو یاد رکھا' کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ والدہ کے ساتھ مکہ واپس آ رہے تھے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا مقام ابواء پہنچنے پر انتقال ہو گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ان کے مشائخ اور راویوں سے مذکورہ حدیث کی مانند روایت کی اور یہ مزید کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس زمانے میں اس یہودی کو میں نے نظر بھر کر دیکھا جو بار بار میری جانب دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا:

"اے بچے! "تمہارا نام احمد ہے؟"

میں نے جواب دیا: "میرا نام احمد ہے۔"

پھر اس نے میری پشت کی جانب دیکھا۔ تو میں نے سنا وہ یہودی کہہ رہا تھا: "یہ اس امت کا نبی ہے۔" پھر میں اپنی والدہ کی بہنوں کے پاس آیا اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے والدہ کو بتایا تو وہ میرے بارے میں اندیشہ کرنے لگیں اور پھر مجھ کو ساتھ لے کر مکہ روانہ ہو گئیں۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا ہمیں بتایا کرتی تھیں کہ دوپہر کے وقت میرے پاس مدینہ کے قیام کے دوران دو یہودی آئے اور انہوں نے کہا: "ہم احمد (ﷺ) کو دیکھیں گے۔" میں نے دکھا دیا۔ پھر انہوں نے آپ کو اوندھا کر کے پیٹھ دیکھی' پھر انہوں نے آپس میں کہا: "یہ اس امت کا نبی ہے اور یہ شہر اس کی ہجرت کا مقام ہے۔ عنقریب اس شہر میں قتل و غارت' قید و بند اور دوسرے اہم امور ظہور میں آنے والے ہیں۔" ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ان کے یہ الفاظ یاد رکھے۔

حضور ﷺ کی والدہ کی وفات

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند زہری رحمۃ اللہ علیہ ام سماعہ بنت ابی رہم سے اور انہوں نے اپنی اُمہات (ماں) سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس مرض کے زمانے میں جس میں ان کی وفات ہوئی' موجود تھی اور حضور ﷺ جن کی عمر صرف ۵ سال تھی' بالیں پر بیٹھے تھے اور مریضہ ماں اپنے صاحبزادے کو دیکھ رہی تھیں۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ

عنہا نے یہ اشعار پڑھے۔

بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکَ مِنْ غُلَامٍ   یَا ابْنَ الَّذِیْ مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامِ

اے میرے بیٹے! اللہ ﷻ تمہاری عمر میں برکت دے' اے اس شخص کے فرزند جو (میرا شوہر ہے اور وہ) وفات پا چکا ہے۔

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْمُنْعَامِ   فُوْدِیَ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ

جس نے انعام واکرام کرنے والے خدا کی مدد سے اس وقت نجات پائی تھی۔ جب قرعہ اندازی میں ان کا نام نکلا۔

بِمِائَةٍ مِنْ اِبِلٍ سِوَامٍ   اِنْ صَحَّ مَا اُبْصِرْتُ فِی الْمَنَامِ

پھر ان کی دیت میں چھوڑے ہوئے سو اونٹ ذبح کئے گئے اور جو خواب میں' میں نے دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو۔

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ   مِنْ عِنْدِیْ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

یقیناً آپ لوگوں کی طرف عظمت وجلالت والے خدا کی جانب سے مبعوث ہوں گے۔

تُبْعَثُ فِی الْحِلِّ وَ فِی الْحَرَامِ   تُبْعَثُ بِالتَّحْقِیْقِ وَالسَّلَامِ

آپ حل[1] وحرم میں مبعوث ہوں گے' بلاشبہ اسلام کے ساتھ آپ ﷺ کی بعثت ہوگی۔

دِیْنُ اَبِیْکَ الْبَرِّ اِبْرَاهَامُ   فَاللّٰہُ اَنْهَاکَ عَنِ الْاَصْنَامِ

اَنْ لَا تُوَالِیْهَا مَعَ الْاَقْوَامِ

اسلام' بلاشبہ تمہارے نیکوکار والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اب اللہ ﷻ آپ کو بتوں سے محفوظ رکھے کہ آپ لوگوں کے ساتھ ان کی پیروی نہ کریں۔

ان اشعار کے بعد حضرت آمنہ نے فرمایا: "ہر جینے والے کو مرنا ہے' ہر جدید کو قدیم اور ہر بڑھاپے کے لئے موت ہے۔ اب میں مرنے والی ہوں مگر میری یاد باقی رہنے والی ہے۔ بلاشبہ میں نے آپ کو خیر کے ساتھ چھوڑا اور عظمت وطہارت کے ساتھ تولید کیا۔ پھر وہ وفات پا گئیں اور ہم نے جنات کو ان پر روتے سنا اور ہم نے ان کے نوحہ کے چند اشعار یاد رکھے' جو یہ ہیں۔

نَبْکِی الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْاَمِیْنَةَ   ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَّةِ الرَّزِیْنَةِ

ہم اس جوان محترمہ عورت کی موت پر روتے ہیں' جو نیکوکار' امانت دار' صاحب جمال' عفیفہ اور وقار والی ہے۔

---

[1] حل وحرم سے مراد بیت الحرام ہے۔

زَوْجَةِ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْقَرِيْنَةِ   اُمِّ نَبِيِّ اللّٰهِ ذِی السَّكِيْنَةِ

وہ حضرت عبد اللہ کی بیوی محترم اور ان کی رفیقہ حیات اور صاحب سکینہ اللہ کے نبی کی اولاد ماجدہ ہیں۔

وَصَاحِبِ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِيْنَةِ   صَارَتْ لَدٰى حُفْرَتِهَا رَهِيْنَةِ

وہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں صاحب منبر ہوگا' ان کی والدہ اپنی قبر میں مدفون ہوگئیں۔

اہل مکہ کی طلب بارش کے لئے حضور ﷺ کے دادا کے وسیلے سے دعا

ابن سعد' ابن ابی الدنیا' بیہقی' طبرانی' ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے متعدد سندوں کے ساتھ مخرمہ بن نوفل سے انہوں نے اپنی والدہ رقیقہ سے جو کہ عبد المطلب کی ہم عمر تھیں' روایت کی کہ قریش کو مسلسل خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کی بنا پر بے چاروں کی ہڈیاں تک چیخ گئیں۔ چنانچہ میں ایک روز سو رہی تھی یا غنودگی کی حالت تھی کہ دفعتہً ایک غیبی آواز سنی کہ

> ''اے گروہ قریش! وہ نبی جو تمہارے درمیان مبعوث ہونے والا ہے' اس کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ تم لوگ بارش اور خوش حالی کے لئے دعا کیوں نہیں مانگتے۔ لہٰذا تم ایسے شخص کو مخصوص کرو جو حسب ونسب میں بہتر اور جسامت میں عظیم' رنگ میں صاف وسفید اور جلد میں نازک ولطیف ہو' اس کی پلکیں دراز و کثیر اور رخسار شاداب وحسین ہوں اور اس کی ناک ستوتی ہوئی درمیان سے مرتفع ہو۔ اسے وہ فخر حاصل ہے کہ اس پر لوگوں کی حاجتیں موقوف ہیں۔ اس قحط اور خشک سالی سے نجات کا یہ طریقہ ہے کہ مذکورہ علامات کا حامل شخص اس کے بیٹے' پوتے دعاؤں کے لئے مخصوص ہو جائیں اور تمام قبائل عرب سے ایک ایک افراد ان کے ساتھ آ کر شریک ہو اور تمام افراد پانی سے غسل کریں' خوشبو ملیں' رکن کعبہ کو بوسہ دیں' سات مرتبہ طواف کعبہ کریں پھر سب لوگ جبل ابوقبیس پر چڑھیں بعد ازاں وہ مذکورہ علامات کا حامل شخص اللہ ﷺ سے بارش کے لئے التجا ودعا کرے' باقی تمام لوگ آمین کہیں۔ اس کے بعد تم لوگوں کو حسب ضرورت سیراب کیا جائے گا۔''

میں بیدار ہوئی تو صبح تھی اور میرا دل خوف زدہ اور اندام لرزاں' دماغ چکرا رہا تھا' میں نے اپنے خواب کا ذکر کیا اور مکی خانوادوں[1] میں آئی' ہر شخص نے یہی کہا کہ جو علامات تم بیان کر رہی ہو وہ

---

[1] خانوادے کہ مکہ میں رؤسائے قریش کے بہت سے گھرانے تھے انہی خانوادوں میں ایک گھرانا حضرت عبد المطلب بھی تھا۔

سردار عبدالمطلب کے سوا کسی میں نہیں۔ پس اہل قریش اور دیگر قبیلوں میں سے ایک ایک فرد بہ طور نمائندہ مجتمع ہو کر عبدالمطلب کی خدمت میں آئے، غسل کئے خوشبوئیں لگائیں، استلام کے بعد طواف کیا۔ پھر جبل ابوقبیس پر آئے، عبدالمطلب پہاڑ کی چوٹی پر پہلو میں کمسن پوتے یعنی رسول اللہ ﷺ کو لے کر کھڑے ہوئے۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے ان الفاظ میں دعا کے لئے لب کشائی کی:

"اَللّٰهُمَّ سَادِ الْخِلَّةَ وَ كَاشِفِ الْكُرْبَةَ اَنْتَ عَالِمٌ" غَيْرُ مُعَلَّمٍ وَ مَسْئُوْلٌ غَيْرُ مُبْخَلٍ وَ هٰذِهٖ عُبْدَاُوْكَ وَ اَمَاؤُكَ بِعَذَرَاتِ حَرَمِكَ، يَشْكُوْنَ اِلَيْكَ سَنَتُهُمْ اَذْهَبَتِ الْخُفَّ وَالظِّلْفَ اَللّٰهُمَّ فَاَمْطِرَنَّ غَيْثًا مُغْدِقًا وَ مُرِيْعًا۔[1]

دعا کے بعد وہ ابھی لوٹے بھی نہیں تھے کہ آسمان ابر آلود ہوا بارش ہونے لگی اور پوری وادی اور نالے بھر گئے۔ میں نے دو بوڑھے قریشیوں کو کہتے سنا: "اے عبدالمطلب، اے ابوالبطحا! یہ استجاب[2] مبارک ہو کیونکہ اس کے سبب اہل بطحا میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔" اس موقع پر رقیقہ نے حسب ذیل اشعار کہے۔

بِشَيْبَةِ الْحَمْدِ اَسْقَى اللّٰهُ بَلْدَتَنَا   لَمَّا فَقَدْنَا الْحَيَاءَ وَاجْلَوَّذَ الْمَطَرُ

یعنی شیبۃ الحمد عبدالمطلب کے وسیلے سے اللہ نے ہمارے شہروں کو پانی بخشا جب کہ ہماری زندگیاں خشک سالی کے سبب تنگی میں تھیں۔

فَجَاءَ بِالْمَاءِ جُوْنِيٌّ لَهٗ سَيْلٌ"   سَحًّا فَعَاشَتْ بِهِ الْاَنْعَامُ وَالشَّجَرُ

تو موسلا دھار بارش ہوئی جس سے دریا اور نالے بھر گئے، چوپائے اور درخت زندہ ہو گئے۔

مَنًّا مِنَ اللّٰهِ بِالْمَيْمُوْنِ طَائِرُهٗ   وَخَيْرُ مَنْ بُشِّرَتْ يَوْمًا بِهٖ مُضَرُ

ہم سب کی سیرابی اللہ ﷻ کا احسان ہے یہ اس کے وسیلے سے ہے جس کا نصیبہ برکت والا ہے اور وہ اس سے بہتر ہے۔ جس کی بشارت ایک دن مضر نے دی تھی۔

مُبَارَكُ[3] الْاَمْرِ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِهٖ   مَا فِي الْاَنَامِ لَهٗ عَدْلٌ" وَلَا خَطَرُ

بابرکت ہے وہ نام جس کے وسیلے سے بادل کے ذریعہ پانی مانگا گیا وہ ایسی ذات ہے جس کی ہمسر اور ہم مرتبہ ذات لوگوں میں کوئی نہیں۔

---

[1] اے خدا ہماری حاجات کو پورا فرمانے اور ہمیں غموں سے نجات دینے والے تجھے بلا بتائے سب خبر ہے اور سب تجھ سے سوالی ہیں۔ عطا نہ فرمانا تیری عادت نہیں ہے تیرے حرم میں تیرے بندے حاضر ہیں۔ خشک سالی کی وجہ سے ہمارے مویشی اور زمین تباہ حال ہے۔ اے معبود برحق ہم پر اپنی بارش فرما جو ہر طرف سرسبزہ کر دے۔

[2] استجاب، دعا مانگتے ہی بارش شروع ہو گئی۔ اس پر مبارکباد دی گئی۔

[3] مبارک نام۔

حضورﷺ اپنے دادا کے جس کام کو اپنے ذمہ لیتے وہ پورا ہوتا

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابویعلیٰ طبرانی ' ابن عدی اور حاکم رحمہم اللہ نے روایت کر کے صحیح کہا ہے اور بیہقی ' ابونعیم اور ابن مندہ رحمہم اللہ نے کندیر بن سعیدؓ کی سند سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ زمانہ جاہلیت میں زیارت بیت اللہ کو میرا جانا ہوا' میں نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو یہ پڑھ رہا تھا۔

رُدَّ اِلَیَّ رَاکِبِیْ مُحَمَّدًا   یَا رَبِّ رُدَّہٗ وَاصْطَنِعْ عِنْدِیْ یَدًا

اے میرے رب! مجھ پر سواری کرنے والے محمد کو مجھے لوٹا دے' اے میرے رب اسے پلٹا دے اور میرے ہاتھ مضبوط کر دے۔

میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے جو مناجات کر رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ عبدالمطلب ہیں۔ انہوں نے اپنے فرزند (محمدﷺ) کو تلاش شتر کے لئے بھیجا ہے اور وہ عبدالمطلب کے جس کام کی انجام دہی کے لئے جاتے ہیں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس وقت ان کو واپسی میں کچھ دیر ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وہ دعا کر رہے ہیں۔ اس بات کو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ حضورﷺ اونٹ لے کر آ گئے۔

بیہقی و ابن عدی رحمہما اللہ نے بہز بن حکیمؓ سے روایت کی کہ (میرے جد امجد) حیدہ نے عہد جاہلیت میں عمرہ کیا۔ انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو طواف کے دوران یہ دعا کرتے سنا۔

رُدَّ اِلَیَّ رَاکِبِیْ مُحَمَّدًا   یَا رَبِّ رُدَّہٗ وَاصْطَنِعْ عِنْدِیْ یَدًا

میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے بتایا۔ یہ سردار قریش عبدالمطلب ہیں۔ ان کے بہت سے اونٹ ہیں' جب ان میں سے کوئی گم ہو جاتا ہے تو اپنے بیٹے کو بازیابی کے لئے بھیجتے ہیں اور جب بیٹے تلاش میں ناکام ہو جاتے ہیں تو پھر اپنے پوتے کو روانہ کرتے ہیں۔ اس وقت انہوں نے اپنے پوتے کو روانہ کیا ہوا ہے کیونکہ ان کے بیٹے اونٹ کی تلاش میں ناکام ہو چکے تھے۔ اس گفتگو کو کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ رسول اللہﷺ اونٹ کو لے کر آ گئے۔

حضرت عبدالمطلب کو معرفتِ رسول اللہﷺ حاصل تھی

ابن اسحاق' بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے اپنی سند سے روایت کی کہ ہم سے عبداللہ بن عباس بن معبدؓ نے اور ان سے ان کے بعض گھر والوں نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبدالمطلب کے لئے سایۂ خانہ کعبہ میں مسند لگائی جاتی اور مسند پر کوئی بھی ان کی اولاد میں سے نہ بیٹھتا مگر جب رسول اللہ

ﷺ تشریف لاتے تو آپ اسی مسند پر بیٹھ جاتے۔ کوئی چچا جب یہ دیکھ لیتا اور حضور ﷺ کو مسند سے ہٹنے کے لئے کہتا تو پھر حضرت عبد المطلب فرماتے:

"میرے بیٹے سے کچھ نہ کہو۔" پھر آپ ﷺ کی پشت پر شفقت اور پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے فرماتے:

"بلاشبہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔"

جب حضرت عبد المطلب کی وفات ہوئی تو حضور ﷺ آٹھ سال کے تھے۔ حضرت عبد المطلب نے وفات سے پہلے حضور ﷺ کے لئے ابو طالب کو وصیت کر دی تھی۔[1]

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند روایت کی۔ البتہ اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ "میرے بیٹے کو چھوڑ دو کہ وہ مسند پر بیٹھا رہے وہ اپنی ذات کے بارے میں شعور اور معرفت رکھتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ ایسے مرتبہ اعلیٰ پر پہنچے گا کہ نہ اس سے پہلے کوئی پہنچا نہ بعد میں پہنچ سکے گا۔"

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہا اللہ نے زہری، مجاہد اور نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ مسندِ حضرت عبد المطلب پر بیٹھ جایا کرتے، کوئی چچا آتا اور آپ ﷺ سے ہٹ جانے کو کہتا۔

تو عبد المطلب فرماتے "میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو کیونکہ اس میں شاہانہ صفات ہیں۔"

بنی مدلج نے حضرت عبد المطلب سے کہا: "آپ محمد ﷺ کی حفاظت کیجئے کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشانِ قدم کے مشابہ (جو مقام ابراہیم میں ہے) کسی کا قدم نہیں دیکھا۔ مگر محمد ﷺ کا نشانِ قدم اس سے بہت مشابہ ہے۔"

حضرت عبد المطلب نے ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "اے کنیز! اس فرزند سے بے پروا نہ ہونا، اس لئے کہ اہل کتاب میرے اس بیٹے کو نبی بتاتے ہیں۔"

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ ان کے مشائخ سے روایت کی کہ ہم ایک روز حجر اسود کے قریب حضرت عبد المطلب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور نجران کا پادری جو ان کا دوست تھا ان سے باتیں کر رہا تھا کہ ہم ایک نبی کی خبر پاتے ہیں۔ جو بنی اسماعیل سے ہوگا یہ شہر مکہ اس کی ولادت گاہ ہے اور اس کی یہ علامات ہیں۔

اتفاقاً اسی وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ پادری نے آنکھوں، پشتِ اقدس اور

---

[1] اس بنا پر بعض ارباب علم وفضل یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب کو اپنے نبیرہ محترم کی ان خصوصیات سے منجانب اللہ آگہی حاصل تھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات میں ودیعت فرمادی تھیں۔

قدم شریف کو بہ غور دیکھا اور کہنے لگا وہ نبی یہی ہیں۔ اس نے پوچھا آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا: "یہ میرا فرزند ہے۔"

پادری نے کہا: "نہیں ان کے بارے میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس نبی کے والد حیات نہ رہیں گے۔"

حضرت عبدالمطلب نے کہا: "دراصل یہ میرا پوتا ہے اور اس کے باپ نے اس وقت وفات پائی جب کہ یہ حمل میں تھے۔" پادری نے کہا آپ نے سچ فرمایا' اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کو آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے ہدایت کی۔

بیہقی' ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے عفیر بن زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی کہ جب سیف بن ذی یزن کا تسلط حبشہ پر ہوا۔ (یہ واقعہ آنحضور ﷺ کی ولادت کے دو سال بعد ہوا تھا) تو عرب کے وفود اسے مبارک باد دینے آئے جن میں قریش کے وفد کے سربراہ حضرت عبدالمطلب بھی تھے' ان سے سیف نے کہا:

"اے عبدالمطلب! میں اسرار علمی کی ایک بات تم سے بیان کرتا ہوں اس کا ایک تعلق تم سے بھی ہے' جو اس کے وجود کا تعلق ہے۔ مگر میرا بیان اس شرط پر ہوگا کہ آپ اسے بدون حکم خداوندی کسی پر ہرگز ظاہر نہ کریں گے۔ اس میں کچھ لوگوں کے لئے خیر اور کچھ کے لئے خطرہ ہے۔ اس میں دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات ہے اور جس کے اثرات کا دائرہ وسیع ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا: "ایسی کون سی بات ہے؟"

سیف نے کہا: "اس زمانہ میں تہامہ کی سرزمین پر ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک دائرہ ہے' اس فرزند جلیل کو شرف امانت و ہدایت حاصل ہے اور تم سب اور ساری نوع انسانی کے لئے اس کی پیشوائی اور ہدایات قیامت تک کے لئے مخصوص ہے۔ اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا یہی وہ زمانہ ہے' جس میں اس کو پیدا ہونا ہے' یا وہ پیدا ہو چکا ہے' نام اس کا محمد ﷺ ہے۔ اس کے والدین فوت ہو جائیں گے اور اس کے دادا اور اس کے چچا کفالت کریں گے' اس کا حکم غالب ہو کر رہے گا اور ہم میں سے اس کے لئے مددگار پیدا ہوں گے۔

اس کے ذریعہ دشمن دوست بنیں گے اور سچائی کے مخالفوں کو ذلیل و خوار کریں گے' ہلاکت کے گہرے غاروں سے لوٹ کر لوگ سلامتی کی راہ پر گامزن ہوں گے' ان کے لئے مادی وسائل فراہم کرنا آسان ہوگا وہ زمین کے خزانوں سے اپنے ارادہ کی قوت باہر نکال لیں گے۔ وہ صرف رحمان ﷻ کی عبادت کریں گے اور طاغوت کی قوت اور سرکشی کو توڑ دیں گے' آتش کدے سرد اور بتکدے تباہ

ہوں گے اس کے عدل اور انصاف گستری کا انعام خویش و بیگانہ سب کو پانی ہوا اور سورج کی شعاع کی طرح یکساں ملے گا۔ اے عبد المطلب! تم اس کے دادا ہو یہ بات جھوٹ نہیں ہے۔ تو اے خوش قسمت بوڑھے سردار! اور پاسبانِ حرم! تو کیا تم نے سمجھ لیا جو میں کہہ رہا تھا؟"

انہوں نے کہا: "ہاں اے واقف حال بادشاہ! میں نے اپنے محبوب ترین فرزند کا نکاح ایک شریف خاندان شریف خصلت زہری خاتون سے کیا ہے جس کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد ﷺ رکھا گیا۔ بچے کے والدین وفات پا گئے لہٰذا میں اور اس کا چچا اب اس کے کفیل ہیں۔"

سیف نے کہا: "میری باتوں کو یاد رکھنا بچے کو یہودیوں سے محفوظ رکھنا کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں اگرچہ ان کی رسائی بچے تک نہیں ہوگی۔ بلاشبہ میرے زمانہ اقتدار میں وہ مبعوث ہو جاتے ہیں تو میں سوار اور پیادوں سے ان کی مدد کرتا۔"

ابونعیم خرائطی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بہ طریق کلبی ابو صالح رحمتہ اللہ علیہ سے انہوں نے ابن عباس ؓ سے روایت کی ہے۔ جو مندرجہ بالا حدیث ہی کے مطابق ہے۔

واقدی اور ابونعیم رحمہا اللہ نے حضرت عبد اللہ بن کعب ؓ سے روایت کی کہ مجھ سے میری قوم کے بزرگوں نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ حضرت عبد المطلب کی حیات میں ہم اپنے علاقہ سے عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ تیماء کا ایک یہودی بغرض کاروبار تجارت ہمارے ساتھ ہو گیا۔ مکہ پہنچ کر اس نے حضرت عبد المطلب کو دیکھا تو اس نے کہا کتب سماوی میں ہے کہ اس شخص سے ایک نبی پیدا ہوگا جو ہماری قوم کو عاد کی طرح قتل کرے گا۔

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ نے ابو حازم ؓ سے روایت کی کہ ایک کاہن مکہ آیا۔ اس نے حضور ﷺ کو حضرت عبد المطلب کے ہمراہ دیکھ کر کہا: "اے قریش! اس بچہ کو مار ڈالو یہ تمہارے طریقوں کو ختم کرے گا اور تمہاری مزاحمت بے سود اور بے نتیجہ رہے گی۔"

حضور ﷺ کا اعجاز ابوطالب کے زمانہ کفالت میں

ابن سعد ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ ابوطالب کے بچے عام بچوں کی طرح گندے منہ اور آنکھوں کے ساتھ سو کر اٹھتے اور حضور ﷺ صاف اور ستھرے۔ ابوطالب سب کے سامنے کھانا لاتے تو وہ بے صبری اور حرص اور طلب زیادتی کا مظاہرہ جیسے بچوں کی عادت ہوتی ہے کرنے لگتے مگر حضور ﷺ پروقار طریقہ پر خاموش بیٹھے رہتے۔ ابوطالب نے یہ صورتِ حال دیکھ کر ان سے علیحدہ آپ ﷺ کا انتظام کر دیا۔

ابن سعد' ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ ابو طالب اور ان کے دوسرے اہل خانہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دستر خوان پر کھانا تناول فرماتے تو شکم سیری اور لطف محسوس کرتے۔ اتفاقاً کھانے کے وقت حضور ﷺ موجود نہ ہوتے تو ابو طالب گھر والوں سے کہتے:

ٹھہر جاؤ محمد ﷺ کے آ جانے کے بعد شروع کریں گے۔ اگر غذا میں دودھ ہوتا تو پھر ابو طالب شیر نوشی کی ترتیب اس طرح رکھتے کہ پہلے حضور ﷺ کو پلاتے پھر دوسرے گھر والوں کو اور بعد میں خود لیتے۔ اکثر کہا کرتے میرا یہ بیٹا بڑی برکت والا ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کی ہو۔ صبح کو اٹھ کر تھوڑا آپ زمزم پی لیتے اور صبح کو ناشتے میں کچھ نہ لیتے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو دوسری سند سے "طبقات" میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے بچپن اور بڑھاپے میں کبھی بھوک اور پیاس کی شکایت نہ کی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قطیہ ﷺ سے روایت کی کہ ابو طالب کے لئے بڑا تکیہ بنایا جاتا تھا اور وہ حسب عادت اس پر ٹیک لگا لیتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور تکیہ کو کھول کر بچھا دیا اور اس پر دراز ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ابو طالب آئے اور دیکھ کر کہنے لگے: "حل حجا کی قسم امیر یہ بھتیجا ذوق نعمت رکھتا ہے۔

(ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی ایک اثر عمرو بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت کیا ہے۔)

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمار ﷺ سے روایت کی ایک مرتبہ ابو طالب اہل مکہ کے لئے کھانا تیار کرا رہے تھے اور ضروری سامان کے پاس بیٹھے تھے۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کو آتے دیکھا تو کچھ شئے پہلو کے نیچے کر لی۔ مگر حضور ﷺ نے چچا کے اس اخفاء کو سمجھ لیا۔ ابو طالب نے کہا میرا یہ بھتیجا بذریعہ کرامت معلوم کر لیتا ہے۔

حضور ﷺ کے بارے میں بحیرا راہب کی پیش گوئی اور چچا کو مشورہ

بیہقی' ابونعیم اور خرائطی رحمہم اللہ نے "الھواتف" میں ابو موسیٰ اشعری ﷺ سے روایت کی ہے کہ جناب ابو طالب رسول اکرم ﷺ اور قریش کے چند دوسرے بوڑھے افراد کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے' ایک مقام پر پڑاؤ کیا' اس پڑاؤ پر ایک راہب آیا حالانکہ اس سے قبل ان کے پاس کبھی

کوئی راہب ملنے نہیں آیا تھا۔ یہاں پہنچ کر راہب کی نظریں کسی کو تلاش کرنے لگیں۔ پھر یکبارگی اس نے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہنے لگا کہ یہ فرزند! سارے جہانوں کا سردار ہے۔ یہ رب العالمین کا رسول ہے۔ اس کو اللہ ﷻ رحمت للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ یہ سن کر قریش کے بڑے بوڑھوں نے کہا کہ تم کو یہ سب کس طرح معلوم ہوا؟

راہب نے کہا کہ تمہاری جماعت جب گھاٹی سے نمودار ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس فرزند کے سامنے ہر پتھر اور ہر درخت سجدے میں گر جاتا تھا اور یہ نبی کے سوا کسی غیر نبی کو سجدہ نہیں کرتے' میں نے ان کو شناخت اس طرح کیا کہ ان کے شانوں کے نچلے حصہ میں سیب کی طرح مہر نبوت ہے۔ راہب نے اس جماعت کے لئے کھانے کا بندوبست کیا اور رسول اللہ ﷺ پر بادلوں کا سایہ کرنا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ قریش کے قیام کے دوران بحیرا بار بار تاکید کرتا رہا کہ اس بچے کو روم نہ لے جاؤ کیونکہ ان مخصوص علامات کو دیکھ کر وہاں کے لوگ پہچان لیں گے اور اندیشہ ہے کہ قتل نہ کر دیں۔ حسنِ اتفاق سے نو رومی اشخاص نمودار ہوئے۔ بحیرا جا کر ان سے ملا اور مقصد سفر دریافت کیا انہوں نے جواب دیا:

"ہم اس نبی کی تلاش میں آئے ہیں جو عنقریب مبعوث ہوا چاہتا ہے' ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ظہور سے پہلے قتل کر دیا جائے۔"

بحیرا نے ان سے کہا: "تم نے کبھی سنا یا دیکھا ہے کہ حکم خداوندی اور ارادۂ باری کو ٹالنے اور روکنے کی کوشش کسی نے کی ہو اور وہ کامیاب ہوا ہو؟"

انہوں نے جواب دیا: "سنا نہ دیکھا۔"

راہب نے مشورہ دیا: "تم کو چاہئے کہ اس نبی کی اطاعت کرو' اور اس کے کاموں میں شریک بن جاؤ۔"

بحیرا راہب اس کے بعد قریشیوں کے پاس آیا اور کہا کہ آپ لوگوں میں ان (محمد ﷺ) کا اصل والی کون ہے؟ لوگوں نے ابوطالب کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہیں ان کے والی! بحیرا نے حضرت ابوطالب کو نزاکت حال سے آگاہ کیا اور ان نے بلال حبشی ؓ کو حضور کے ہمراہ جانے پر آمادہ کر لیا روانگی کے وقت زیتون کے کاک بطور توشہ ساتھ کر دیئے۔ (بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اہل مغازی کے نزدیک بہت مشہور ہے۔)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس واقعہ کے متعدد شواہد ہیں۔ جن کو آگے بیان کروں گا اور جو اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس قول کی بنا پر ضعیف کہا کہ

"حضرت ابوبکرؓ نے بلال کو حضورﷺ کے ساتھ بھیج دیا۔" وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اس وقت تک نہ تو متاہل تھے اور نہ ہی بلالؓ کو خریدا تھا اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں فرمایا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی منکر بھی نہیں ہے بجز اس فقرے کے تو اس فقرے کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ خلط الفاظ کا نتیجہ ہے۔ گویا ہم سند دوسری حدیث کے الفاظ اس حدیث سے مخلوط ہو گئے ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاقؓ سے روایت کی کہ آپﷺ کے چچا ابوطالب قافلہ کے ہمراہ حضورﷺ کو ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر بصریٰ پر پڑاؤ کیا وہاں بحیرا راہب اپنی خانقاہ میں مقیم تھا۔ اس کی علمائے نصاریٰ میں بڑی قدر تھی اس خانقاہ کی موروثی الہامی کتاب راہبوں کے سردار کے پاس منصبی اعتبار سے پشت سے چلی آ رہی تھی بحیرا بھی اس کا عالم تھا۔ عرب اور قریشی قافلے اسی منزل پر ٹھہرتے اور گزرتے رہتے مگر راہب قطعی طور پر التفات نہ کرتا۔ اس مرتبہ قافلے کے ٹھہراؤ کے بعد اس نے مہمانی کے لئے کھانے تیار کرائے۔ اس نے اپنے صومعہ سے دیکھا کہ قافلہ پر سفید ابر سایہ فگن ہے۔ پھر یہ قافلہ اور نزدیک پہنچ کر ایک درخت کے سایہ میں فروکش ہوا تو دیکھا کہ وہ سفید ابر درخت کے اوپر سایہ کر رہا ہے اور درخت کی شاخیں رسول اللہﷺ پر جھکی ہوئی ہیں۔ جب بحیرا نے یہ منظر دیکھا تو وہ خانقاہ کی چھت سے اترا اور کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور کہلوایا:

"اے گروہ شعب قریش! میری خواہش ہے کہ آپ تمام حضرات میری مہمانی میں کھانا کھائیں۔" قریشیوں میں سے کسی ایک نے کہا: "بحیرا اسے کہو آپ نے آج خلاف عادت نوازش فرمائی اور پورے قافلہ کو دعوتِ طعام نہ دی ہے۔"

"بحیرا نے جواب میں دوبارہ کہلایا: آپ لوگوں نے صحیح کہا۔ مگر میری یہ پیش کش پر خلوص ہے اور آپ کے احترام میں ہے۔"

چنانچہ معزز بحیرا' جو کہ علم و فضل' عبادت و زہد اور بصریٰ کے مشہور خانقاہ کا متولی ہونے کی وجہ سے احترام رکھتا تھا' قریشی مسافر اس کی دعوت کیسے مسترد کر سکتے تھے' وہ سب خانقاہ جانے لگے اور محمدﷺ کو قیام گاہ پر حفاظت سامان کے خیال سے چھوڑ گئے۔

بحیرا نے سب مہمانوں پر نظر ڈالی مگر وہ علامات نہ دیکھیں۔ تب اس نے کہا: "اے محترم قریشی مہمانو! میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ سب لوگ تشریف لائے ہوں گے اور مجھے سب کی مہمانی کا شرف مل رہا ہے؟"

مہمانوں میں سے ایک نے کہا: "ہم اپنی عزت افزائی کے لئے شکر گزار ہیں ہم سب حاضر

ہیں۔ بجز ایک لڑکے کے اور اس کو مستقر پر سامان کے پاس چھوڑ دیا ہے۔“

بحیرا نے کہا یہ تو میری خواہش کے خلاف ہے۔“ بحیرا کے اس پر خلوص التفات کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا:

”قسم لات وعزیٰ کی! ہمارے لئے غیرت وشرم کی بات ہے کہ ہم سے محترم میزبان کو بار بار کہنے کی ضرورت پڑے۔“

اب ہم میں سے کسی کو مستقر پر جا کر محمد ﷺ کو اس دعوت میں لے آنا چاہئے۔

راوی کا بیان ہے وہ شخص اٹھا اور جا کر حضور ﷺ کو لے آیا۔ بحیرا حضور ﷺ کو بہ غور دیکھتا رہا' حتیٰ کہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے۔ بحیرا نے حکمتِ عملی سے حضور ﷺ کو ساتھیوں سے تھوڑا الگ لے جا کر عرض کیا: ”اے فرزندِ ارجمند! میں آپ ﷺ کو لات وعزیٰ کی قسم دے کر چند باتیں پوچھتا ہوں آپ مجھے ان کا جواب دیں۔“

بحیرا نے بتوں کا نام لے لیا تھا کہ قریش ان کی پرستش کرتے تھے۔ مگر بتوں کا نام حضور ﷺ کو بہت ہی ناگوار گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے گفتگو میں بتوں کا نام نہ لیجئے' میں ان سے نفرت کرتا ہوں اور میں بت پرستی سے بیزار ہوں۔

بحیرا نے کہا: ”میں خدا کو درمیان میں لا کر کہتا ہوں کہ آپ میرے سوالات کا جواب دیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں آپ کی امید پوری ہوگی۔“

چنانچہ خانقاہ بصریٰ کا یہ عابد وعالم آپ کی عام حالت' بیداری اور خواب' آپ کے خیالات اور وجدانیات کے بارے میں پوچھتا اور جواب پاتا رہا۔ پھر اس نے پشت پر مہر نبوت کو دیکھا اور ملاقات کا یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

راوی ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد بحیرا راہب' ابوطالب کے پاس آیا اور پوچھا کہ:

”کیا یہ تمہارا لڑکا ہے؟“ ابوطالب نے جواب دیا: ”جی ہاں۔“ بحیرا نے کہا: ”میرا خیال تو یہ ہے کہ ان کے والد فوت ہو چکے ہیں۔“ ابوطالب نے کہا: ”یہ میرے بھائی کا بچہ ہے۔“ بحیرا نے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟“

ابوطالب نے جواب دیا: ”وہ لڑکے کی ولادت سے کچھ پہلے ہی فوت ہو چکے۔“ اب بحیرا نے کہا' ہاں یہ درست ہے۔ پھر اس نے ابوطالب سے کہا تم اپنے اس بھتیجے کو وطن واپس لے جاؤ اور

یہودیوں کے شر سے بچاؤ وہ اس کو مخصوص علامات سے شناخت کر سکتے ہیں اور یہ بات خطرے کی وجہ بن سکتی ہے۔

اس کے بعد ابو طالب نے جلد جلد معاملات اور ضروریات سفر کو نمٹایا اور مکہ لوٹ آئے۔

واپس آ کر تمام واقعات سفر بحیرا کے مشورے اور یہود کے تجسس و تلاش وغیرہ کے تمام بیتے حالات پر غور کیا ایک ایک کر کے تمام باتیں آپ کو یاد آئیں اور اس تاثیر کے تحت ابو طالب نے یہ چند محبت بھرے اشعار نعت میں کہے۔

فَمَا رَجَعُوْا حَتّٰی رَأَوْا مِنْ مُحَمَّدٍ　　اَحَادِیْثَ تَجْلُوْ غَمَّ کُلِّ فُؤَادٍ

وہ یہود اس وقت تک نہ لوٹے جب تک کہ انہوں نے محمد ﷺ میں وہ باتیں نہ دیکھ لیں جن سے دلوں کا غم غلط ہوتا ہے۔

حَتّٰی رَأَوْا اَحْبَارَ کُلِّ مَدِیْنَۃٍ　　سُجُوْدًا لَّہٗ مِنْ عُصْبَۃٍ وَّفُرَادٍ

انہوں نے یہاں تک دیکھا کہ ہر شہر کے اہل علم جمع ہو کر اور فرداً فرداً ان کو سجدہ کرتے ہیں۔

زُبَیْرًا وَ تَمَامًا وَقَدْ کَانَ شَاھِدًا　　دَرِیْسًا وَ ھَمُّوْا کُلُّھُمْ بِفَسَادٍ

زبیر اور تمام لوگ جو ان کے ساتھ تھے دریس وغیرہ ان سب نے برائی کا قصد کیا۔

فَقَالَ لَھُمْ قَوْلًا بُحَیْرًا وَّاَیْقَنُوْا　　لَہٗ بَعْدَ تَکْذِیْبٍ وَ طُوْلِ بُعَادٍ

بحیرا نے ان سے ایک بات کہی جس کی تکذیب اور طویل بحث کے بعد انہوں نے ان کو تسلیم کر لیا۔

کَمَا قَالَ لِلرَّھْطِ الَّذِیْنَ تَھَوَّدُوْا　　وَجَاھَدَ ھُمْ فِی اللّٰہِ کُلَّ جِھَادٍ

جس طرح بحیرا نے یہودیوں سے پر زور گفتگو کی اور بحیرا نے اللہ ﷻ کے لئے ان کے ساتھ جدوجہد کی کہ اس کا حق ادا کر دیا۔

فَقَالَ وَلَمْ یَتْرُکْ لَہُ النُّصْحُ رَدَّہٗ　　فَاِنَّ لَہٗ اِرْصَادَ کُلِّ مَصَادٍ

تو بحیرا نے آپ کی خیر خواہی میں سب ہی کچھ کہا اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا کیونکہ ہر گھات میں ان کے لئے خطرہ ہی خطرہ تھا۔

فَاِنِّیْ اَخَافُ الْحَاسِدِیْنَ وَاِنَّہٗ　　لَفِی الْکُتُبِ مَکْتُوْبٌ بِکُلِّ مِدَادٍ[1]

بحیرا نے کہا میں حاسدوں سے ڈرتا ہوں کیونکہ آپ کی (علامات اور) رفعتِ شان کتب آسمانی میں درج ہے۔

---

[1] ان تمام اشعار میں حضرت ابو طالب نے پورے واقعہ کو بڑی خوبی سے نظم کر دیا ہے جس میں جذبہ محبت بھی ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ بحیرا مُرتاض حضور ﷺ کی سرخی چشم کے باعث بار بار چہرۂ مبارک کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے قریش سے پوچھا۔ آپ کی آنکھیں ہمیشہ سرخ رہتی ہیں یا کبھی ٹھیک ہو جاتی ہیں؟ ابو طالب نے جواب دیا۔ یہ پیدائشی حالت ہے کوئی آشوب یا مرض کی علامت نہیں ہے۔

بحیرا راہب نے نیند کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھا: تو فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں' مگر دل بیدار رہتا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ؓ سے روایت کی کہ ابو طالب' چند قریشیوں کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے حضور ﷺ بچے تھے اور آپ ﷺ کو بھی ساتھ لے لیا۔ گرمیوں کی تپتی دوپہر میں بصریٰ کے مقام پر پہنچنے ہی والے تھے کہ خانقاہ کی چھت پر سے بحیرا کی نظروں نے یہ عجوبہ دیکھا کہ ایک چھوٹا سا قافلہ آگے بڑھ رہا ہے اور ان میں سے ایک فرد پر بادل سایہ کئے ہوئے ہے۔ پس بحیرا نے کھانا بنوایا اور مسافرانِ نو وارد کو خانقاہ کے دستر خوان پر بلایا۔ جب حضور ﷺ صومعہ میں داخل ہوئے تو وہ منور ہو گیا۔ بحیرا نے کہا یہی وہ نبی مذکور ہیں جن کی تمام دنیا کے لئے عرب سے عنقریب بعثت ہوگی۔

ابن سعد نے اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے عبد اللہ بن محمد بن عقیل ؓ سے روایت کی کہ ابو طالب شام کی طرف روانہ ہوئے' حضور ﷺ ان کے ہمراہ تھے۔ پھر وہ ایک دیر کے قریب اترے' دیر کے راہب نے پوچھا:

"اے اجنبی عرب مسافر! یہ بچہ تمہارا ہے؟" ابو طالب نے جواب دیا: "اے راہب اعظم! یہ میرا بیٹا ہے۔" راہب نے کہا: "اے عرب مسافر! یہ تمہارا بیٹا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بات انہونی اور بعید از قیاس ہے کہ اس کا باپ ہنوز زندہ ہو۔"

بحیرہ راہب' واقفِ اسرار تھا' کہنے لگا: "یہ چہرہ ایک نبی کا چہرہ اور یہ آنکھ ایک نبی کی آنکھ ہے۔"

ابو طالب نے پھر سوال کیا: "نبی کون ہوتا ہے؟"

راہب نے جواب دیا: "نبی وہ ہوتا ہے جس کی آسمان سے رہنمائی ہوتی ہے' فرشتہ ہدایت لے کر پہنچتا ہے اور وہ اس ہدایت کو انسانوں تک پہنچاتا ہے۔

ابو طالب نے کہا: "خدا ہی برتر ہے' تم کیسی باتیں کرتے ہو؟"

آخر میں راہب نے متنبہ کیا کہ لڑکے کو یہودیوں کے شر سے بچانا۔

عبداللہ ﷺ راوی نے بیان کیا۔[1] اس کے بعد وہ ایک اور راہب کی خانقاہ پر اترے اس کا پہلا سوال یہی تھا "یہ بچہ کس کا ہے؟" انہوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے کہا: "نہیں یہ تمہارا بیٹا نہیں ہوسکتا یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کا باپ زندہ ہو؟" ابو طالب نے پوچھا: یہ کس لئے؟ راہب نے جواب دیا اس لئے کہ اس کا چہرہ نبی کا چہرہ اور اس کی آنکھ نبی کی آنکھ ہے۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ! اللہ ہی برتر ہے جو تم بیان کرتے ہو۔

پھر ابو طالب نے حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہا: "اے میرے بھتیجے تم سن رہے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟" حضور ﷺ نے جواب دیا: "اے چچا انکار نہ کیجئے اللہ کی بڑی قدرت ہے۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن عبدالرحمٰن ﷺ سے روایت کی کہ ایک راہب نے ابو طالب سے کہا۔ اپنے بھتیجے کو آگے نہ لے جایئے کیونکہ یہودی جس امت سے دشمنی رکھتے ہیں یہ اسی امت کا نبی ہے اور چونکہ یہ بنی اسرائیل سے نہیں ہے۔ اس لئے یہود اس کے ساتھ شدید تعصب سے پیش آئیں گے۔

ابن سعد و ابن عساکر رحمہا اللہ نے ابی مجاز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابو طالب نے شام کا سفر کیا اور رسول اللہ ﷺ کو ہمراہ لے لیا تو وہ ایک منزل پر قیام کے لئے اترے وہاں ایک راہب ان کے پاس آیا اور کہا تمہارے اندر کوئی برگزیدہ ہستی ہے۔

پھر کہا اس بچے کا ولی کون ہے ابو طالب نے کہا: میں موجود ہوں۔ اس نے کہا اس بچے کی حفاظت کیجئے اور اسے شام نہ لے جایئے چونکہ یہود حسد کرتے ہیں اور میں ان سے خوف زدہ ہوں تو انہوں نے حضور ﷺ کو واپس بھیج دیا۔

ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سندِ ضعیف ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سال کی عمر سے رہے اور حضور ﷺ کی عمر بیس سال تھی۔ دونوں حضرات بہ غرض تجارت شام کے لئے سفر پر روانہ ہوئے۔ سفر کے دوران ایک منزل پر بیری کے درخت کے سائے میں حضور ﷺ بیٹھ گئے اور ابوبکر ﷺ بحیرا راہب کے پاس چلے گئے۔ بحیرا نے حضرت صدیق ﷺ سے پوچھا:

"درخت کے سایہ میں کون شخص بیٹھا ہے؟" ابوبکر ﷺ نے جواب دیا: "وہ محمد ابن عبداللہ بن عبدالمطلب (ﷺ) ہیں۔" اس نے کہا:

"یقیناً وہ نبی ہوں گے اور اس درخت کے سائے میں عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے بعد بجز اس محمد ﷺ

---

[1] واقعہ ایک ہی ہے اس سلسلہ کی تمام روایات کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کر دیا ہے۔

کے کوئی نہ بیٹھا۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں فرمایا اگر یہ اثر صحیح ہے تو پھر یہ دوسرا سفر ہوا ابو طالب کے سفرِ شام کے بعد۔

حضور ﷺ کے وسیلے سے ابو طالب کا بارش کی دعا مانگنا

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں مکہ مکرمہ آیا تو اہل مکہ شدید قحط میں مبتلا تھے۔ ایک روز قریش نے مجاورِ حرم ابو طالب سے کہا "وادیاں خشک ہوگئیں اور لوگ بھوکوں مر رہے ہیں آؤ چلو بارش کے لئے دعا کریں۔"

چنانچہ ابو طالب اپنے ساتھ ایک بچے کو لے کر روانہ ہوئے۔ مطلع صاف اور آفتاب روشن تھا۔ ابو طالب نے بچے کا ہاتھ تھاما اور اس کی پشت خانہ کعبہ سے ملادی اور اپنی انگلیوں سے بچہ کو تھام لیا۔ دفعتۃً افق سے بادل اٹھے اور برسنے لگے اتنی موسلا دھار بارش ہوئی کہ وادی اور نالے بھر گئے۔ اس موقع پر ابو طالب نے آپ کی ثناء میں حسب ذیل اشعار کہے۔

وَاَبْيَضُ يَسْتَسْقِى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

آپ ﷺ ایسے حسین و جمیل ہیں کہ بادل آپ کے چہرۂ انور سے پانی مانگتا ہے اور آپ تیموں اور بیواؤں کے پناہ گاہ ہیں۔

يَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهٗ فِىْ نِعْمَةٍ وَ فَوَاضِلٍ

ہلاک ہونے والے ہاشمیوں کی اولاد آپ کے دامن میں پناہ کی تلاش کرتی ہے۔ تو وہ لوگ آپ ﷺ کے دامن میں نعمتوں اور برکتوں سے مستفید ہیں۔

حضور ﷺ کو دیکھ کر ابو طالب کے پاس سے یہود کا فرار

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند ابن عون عمرو بن سعید ﷺ سے روایت کی کہ کچھ یہودی ابو طالب کے پاس سامان خریدنے آئے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کم سنی میں اپنے چچا کے پاس آگئے۔ جب یہود کی نظر آپ ﷺ پر پڑی تو وہ خریداری چھوڑ کر فرار ہوگئے۔ ابو طالب نے تعاقب میں ایک شخص کو روانہ کیا اور کہا جب ان تک پہنچ جاؤ تو تالی بجا کر کہنا۔ ہم نے تمہارے طرز عمل میں عجیب بات دیکھی پھر سننا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

وہ شخص گیا اور ایسا ہی کیا۔ یہود نے جواب دیا۔ ہم نے جو کچھ دیکھا وہ اس سے کہیں زیادہ عجیب ہے۔ اس نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ یہود نے کہا۔ ہم نے محمد ﷺ کو چلتے پھرتے دیکھ لیا۔

ابولہب کے دل میں حضور ﷺ کی طرف سے کینہ پیدا ہونے کی ابتداء

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الزنا د رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابو طالب اور ابولہب کے درمیان کشتی ہوئی تو ابولہب نے ابوطالب کو پچھاڑ دیا اور ان کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ابولہب کی زلفوں کو پکڑ کر کھینچا۔ ابولہب نے کہا اے لڑکے! ہم دونوں تمہارے چچا ہیں پھر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ آپ نے جواب دیا اس لئے کہ میں اُن سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔

ابوطالب کی وفات اور آخرت میں ان کا انجام

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے عبد المطلب کے بیٹوں کو بلایا اور کہا۔ تم لوگ ہمیشہ خیر و برکت میں رہو گے جب تک محمد ﷺ کی بات سنو گے اور ان کے حکم کی پیروی کرو گے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا ہے؟ کیونکہ انہوں نے ہمیشہ آپ کی مدافعت کی اور آپ کو ان کی حمایت اور تعاون حاصل رہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب سے ہر خیر اور کرم کی امید رکھتا ہوں۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن العاص ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ میرے دل میں ابو طالب کے لئے خیر خواہی ہے اور جب تک مجھے روکا نہ گیا' میں ان کے لئے استغفار کروں گا۔

تمام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فوائد میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن اپنے ماں' باپ' چچا ابوطالب اور اپنے بھائی جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہوئے شفاعت کروں گا۔

(تمام کی اس روایت کی سند میں ولید بن سلمہ ہے جو منکر الحدیث ہے)۔

خطیب اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں نے ان لوگوں کے لئے استغفار کی ہے یعنی اپنے والدین' ابوطالب اور رضاعی بھائی۔ امید ہے یہ لوگ پریشان حال نہ ہوں گے۔

(خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند کو ضعیف اور ساقط بتایا ہے)۔

حضورﷺ کو ابوطالب کے لئے استغفار کی ممانعت

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق حسن بن عمارہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی ﷺ قبر ابوطالب پر گئے تاکہ ان کے لئے استغفار کریں۔ اس موقع پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ. (پ ۱۱ التوبہ ۱۱۳)

نبی (ﷺ) اور ایمان والوں کو یہ لائق نہیں کہ وہ مشرکوں کی بخشش چاہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ابوطالب کا کفر کی حالت میں مرنا نبی ﷺ پر بہت شاق گزرا تو اس بارے میں اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (پ ۲۰ القصص)

آپ ﷺ جس کو چاہیں (یعنی ابوطالب وغیرہ کو) اسے راہِ ہدایت پر نہیں لا سکتے۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے راہِ ہدایت پر لے آتا ہے۔

ابوطالب نے قریش کی گستاخی کو روکا

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن جعفر ﷺ سے روایت کی کہ جب ابوطالب فوت ہوگئے تو ایک بدبخت قریشی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا اور اس نے آپ ﷺ پر مٹی اُچھالی۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی آئیں وہ مٹی صاف کرتیں اور روتی جاتیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے بیٹی نہ رو کیونکہ اللہ ﷻ تمہارے باپ کا مدافعت کرنے والا اور محافظ ہے۔

حضورﷺ قبلِ بعثت بھی تمام نازیبا اور جاہلانہ رسوم و روایات سے محفوظ رہے

شیخین (بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ تعمیر خانہ کعبہ کے لئے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور تہبند باندھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت عباس ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اپنے تہبند (ازار) کو کھول کر کندھے پر رکھ لو تا کہ کندھا چھلنے سے محفوظ رہے چنانچہ حضرت عباس ﷺ نے جیسے ہی یہ عمل کیا حضور زمین پر آرہے اور آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں اور آپ ﷺ نے اسی حالت میں فرمایا: "میرا تہبند کہاں ہے۔" حضرت عباس ﷺ نے تہبند جب آپ کو دیا اور آپ نے اس کو باندھ لیا تب آپ زمین سے اٹھے۔ اس موقع کے علاوہ آپ ﷺ کبھی بھی عریاں نہ ہوئے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عباس ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا میں اور میرا بھتیجا کندھوں پر رکھ کر پتھر لا رہے تھے اور ہم نے تہبند پتھر اور کاندھے کے درمیان رکھ لیا۔ محمد ﷺ آگے اور میں پیچھے تھا۔ جوں ہی آپ نے تہبند کاندھے پر رکھا کہ زمین پر گر پڑے۔ میں اٹھانے دوڑا تو آپ ﷺ کی آنکھیں آسمان پر جمی تھیں' میں نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ آپ ﷺ نے اٹھ کر تہبند باندھا اور پھر فرمایا مجھے عریاں ہو کر چلنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ مگر میں نے اس بات کو اس خوف سے پوشیدہ ہی رکھا کہ لوگ آپ ﷺ کو مجنون نہ کہیں (اسمرعانہ بجھیں)

حاکم' بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے روایت کی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا ہے کہ جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو وہ نواحی پہاڑوں سے پتھر لاتے تھے۔ حضور ﷺ بھی سنگ برداری میں مصروف تھے۔ آپ کا ستر کھل گیا تو آپ کو غیب سے ندا آئی "اے محمد ﷺ! ستر پوشی کیجئے۔ یہ ندائے اولین تھی جو آپ ﷺ کو کی گئی اور اس سے پہلے یا بعد آپ کا ستر نہیں دیکھا گیا۔

ابن سعد' ابن عدی اور حاکم رحمہم اللہ نے روایت کی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عکرمہ ﷺ کی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ ابو طالب چاہ زمزم کی مرمت کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپ ﷺ اس وقت کم سن تھے تو انہوں نے تہبند اتار کر پتھر کے نیچے شانے پر جسم کو رگڑ سے محفوظ کرنے کے لئے رکھ دیا تو حضور ﷺ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے' ہوش آنے پر ابو طالب نے پوچھا تو فرمایا: سفید لباس میں ایک فرشتہ نمودار ہوا اس نے مجھ سے کہا ستر ڈھکیئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کا ستر کبھی نہیں دیکھا۔

ابن راہویہ ﷺ نے اپنی مسند میں اور ابن اسحاق 'بزار' بیہقی' ابو نعیم اور عساکر رحمہم اللہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں جاہلیت کی رسوم بد اور لہو ولعب کی طرف کبھی بھی متوجہ نہیں ہوا بجز دو راتوں کے اور ان دو راتوں میں اللہ تعالیٰ ﷻ نے مجھے خطا اور معصوم رکھا۔

ایک رات کا واقعہ تو یہ ہے کہ مکہ کے چند نوجوان اور میں اپنے گھر کی بکریوں کے ریوڑ میں تھے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: "ذرا میری بکریوں کی نگرانی کرنا تاکہ میں مکہ جا کر نوجوانوں کا شغل دیکھوں۔ اس نے کہا اچھا' پھر میں آبادی کی طرف آیا اور پہلے ہی گھر میں موسیقی کی آواز میں نے سنی۔ پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ کسی نے بتلایا کہ شادی کا سلسلہ ہے۔ میں موسیقی سننے کے لئے بیٹھ

گیا۔ اللہ ﷻ نے میرے کانوں کو تھپتھپایا اور میں سو گیا حتیٰ کہ دوسرے روز سورج کی آمد پر اس کی شعاعوں نے مجھے بیدار کیا۔ میں اٹھ کر ساتھی کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا اتنے لمبے وقت تک کیا کرتے رہے؟ میں نے اس کو پوری آپ بیتی سنائی۔"

دوسری رات پھر میں نے ساتھی سے کہا کہ میری بکریوں کا خیال رکھنا کہ میں جا کر کچھ شغل کروں اس نے اقرار کر لیا اور میں مکہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں آ کر میں نے موسیقی کی ویسی آواز سنی جیسی کہ میں نے گزشتہ رات سنی تھی۔ میں دیکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ پھر قدرت نے میرے کانوں کو تھپتھپایا اور میں سو گیا یہاں تک کہ دوسرے دن دھوپ نے مجھے جگایا۔ پھر میں لوٹ کر اپنے ساتھی کے پاس آیا۔

اس نے پوچھا' کیا کیا؟ میں نے کہا کچھ بھی نہیں اور اسے ساری صورتِ حال بتائی۔ اس کے بعد میں نے نہ کبھی ایسا ارادہ کیا اور نہ ہی مجھے رغبت ہوئی۔ یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے مجھے نبوت سے سربلند و سرفراز فرمایا: (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند متصل اور اس کے تمام راوی عدالت' صداقت اور حفاظت میں معتبر ہیں)۔

طبرانی' ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے عمار بن یاسر ﷺ سے روایت کی کہ صحابہ ﷺ نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے ایامِ جاہلیت میں عورتوں کے کھیل تماشے میں حصہ لیا تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں' البتہ میں نے دو مرتبہ اس کا ارادہ کیا تھا۔ جس میں ایک مرتبہ تو نیند مجھ پر غالب آ گئی اور دوسری مرتبہ میرے اور ان کے درمیان قومی واقعات کی کہانی حائل ہو گئی۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ جب آیۂ کریمہ "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ" (پ۱۹ الشعراء۲۱۴) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ایک ایک خاندان کو بلایا اور پھر ان کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے برادرانِ قریش! اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب سے سواروں کی ایک جماعت تم پر حملہ کرنے والی ہے تو کیا تم میری اطلاع پر یقین کرو گے؟ سب نے کہا ہاں' کیونکہ ہم نے آپ سے کبھی جھوٹی بات نہیں سنی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تو میں تمہیں پیش آنے والے عذابِ شدید سے ڈراتا ہوں۔"

ابو لہب نے کہا: "تبا لک[1]" کیا اسی لئے آپ ﷺ نے ہمیں جمع کیا ہے۔ اس پر اللہ ﷻ نے سورہ "تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ" (پ۳۰ تبت۱) نازل فرمائی۔

---

[1] عرب کا ایک کوسنا جو سخت غیظ کے وقت مرد بھی استعمال کرتے ہیں' "تیرے ہاتھ ٹوٹیں۔"

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
میں نے زید بن عمرو بن نفیل (موحد) سے جب سے سنا کہ وہ اللہ ﷻ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانور کو نادرست کہتے ہیں تو میں نے کسی استھان پر ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کبھی نہ چکھا یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے مجھے رسالت سے سرفراز فرمایا۔

ابونعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا: ''کیا آپ نے کبھی بت کی پرستش کی ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کبھی نہیں۔ پوچھا ''کبھی شراب پی ہے؟'' ارشاد فرمایا: کبھی نہیں۔'' اور فرمایا میں جانتا تھا کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ کافر ہیں' حالانکہ مجھے معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟

ابن سعد ابونعیم اور ابن عساکر رحہم اللہ نے بطریق عکرمہ ؓ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بوانہ میں ایک بتکدہ تھا جہاں قریش سال کے سال جایا کرتے تھے' ابوطالب بھی اپنے خاندان اور قوم کے ساتھ جایا کرتے تھے چنانچہ ایک بار ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ سے بوانہ کی عید میں شرکت کے لئے کہا مگر حضور ﷺ نے صاف انکار کر دیا۔ حتی کہ ابوطالب پر ناراض بھی ہوئے ام ایمن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس روز آپ کی تمام پھوپھیاں بھی بہت شدت سے آپ پر ناراض ہوئیں اور شدید خفگی کا اظہار کیا اور کہا کہ اے برادر زادے ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے معبودوں کی بیزاری سے تم پر کوئی آفت نہ آئے! تم آخر کوئی وجہ بتاؤ کہ تم ہمارے قومی تہوار میں شرکت کیوں نہیں کرتے؟

ان کے اس اصرار پر رسول اکرم ﷺ بتکدہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن اللہ ﷻ نے آپ کو راستہ ہی سے جب تک چاہا غائب رکھا اور آپ گھر پر کسی کو نظر نہیں آئے' جب چند روز کے بعد آپ واپس ہوئے تو آپ ﷺ کے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ پھوپھیوں نے پوچھا: اے برادر زادے! تم کو یہ کیا ہو گیا! حضور ﷺ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ مجھے کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ انہوں نے کہا کہ تم ایسے نہیں' کہ اللہ ﷻ شیطان کے ذریعہ تم کو آزمائش میں ڈالے! تمہارے کردار کی نادر و مخصوص خوبیاں ہیں۔ آخر یہ تو بتاؤ کہ صدمہ پہنچنے کا احساس تم کو کیوں ہے؟

آپ نے فرمایا کہ جب میں صنم کدہ میں ایک بت کے قریب گیا تو ایک گوری شکل کے طویل القامت شخص نے زور سے مجھ سے کہا کہ اے محمد ﷺ! اس کو نہ چھوؤ!

ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ متذکرہ بالا واقعہ کے بعد حضور ﷺ بوانہ[1] کے تہوار پر کبھی

---

[1] جس طرح بوانہ میں بتوں کی پرستش اور عرس کے سالانہ دیا اکا میلہ ہوتا تھا اسی طرح عکاظ کے مقام پر ایک بازار لگا کرتا تھا جس کو سوق عکاظ کہتے تھے۔ یہ بازار ایام جاہلیت میں شراب نوشی' ثقافت کے مظاہرے اور شاعری میں مسابقت کے لئے لگتا تھا۔

نہ گئے۔ یہاں تک آپ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا۔

ابونعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بہ طریق عطاء بن ابی رباح ؓ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ اساف کے قریب کھڑے ہوئے اور ایک ساعت خانہ کعبہ کی دیوار پر نظر ڈال کر لوٹ آئے۔ بھائیوں نے پوچھا: اے محمد ﷺ! کیا بات ہوئی کہ آپ ﷺ لوٹ آئے؟ فرمایا: مجھے اس بت کے پاس کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

ابونعیم و بیہقی رحمہما اللہ نے زید بن حارثہ ؓ سے روایت کی کتانبے کا ایک بت تھا جس کا نام اساف یا نائلہ تھا اور جس کو مشرکین طواف کے وقت چھوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے طواف کیا اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ جب میں اساف کے سامنے سے گزرا تو اسے چھوا۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے چھونے سے منع فرمایا: زید ؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ساتھ طواف جاری رکھا اور سوچا کہ میں ضرور ہاتھ لگاؤں گا تا کہ دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ لہٰذا میں نے اسے چھوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے اس کو چھونے سے تمہیں منع نہیں کیا؟ زید ؓ کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو منصب نبوت سے سرفراز کیا اور آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔ میں نے اسے نہ چھوا یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو اس سے مکرم بنایا جس سے آپ مکرم ہوئے اور آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ بن زبیر ؓ سے روایت کی کہ مجھ سے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہمسائے نے حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔

''اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! خدا کی قسم میں لات کو کبھی نہ پوجوں گا اور عزیٰ کی کبھی پرستش نہ کروں گا۔

ابویعلیٰ، ابن عدی، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت جابر ؓ سے روایت کی، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ مشرکین کے کسی اجتماع میں تشریف لے گئے تھے، وہاں آپ نے دو فرشتوں کو کہتے سنا: ''چلو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوں۔'' دوسرے نے جواب دیا یہ کیسے ممکن ہے جب کہ ان کی نیت استلامِ اصنام کے قریب ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ مشرکوں کے کسی مذہبی اجتماع میں نہیں گئے۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمانہ جاہلیت میں دیکھا اپنی قوم کے آگے اونٹ پر سوار تھے عرفات میں توقف فرمایا اور بس ان کے ساتھ لوٹ آئے یہ توفیق الٰہی تھی جس کے باعث حضور ﷺ نے یہ عمل فرمایا۔

شیخین (بخاری و مسلم) رحمہا اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ قریش اور چند ان کے ہم مذہب دوسرے لوگ اور دوسرے قبیلوں کے افراد مزدلفہ میں ٹھہرے وہ کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں۔

حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم" میں اور ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے الصحابہ میں ربیعہ بن عبد شی ﷺ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بعثت سے قبل عرفات میں کھڑا دیکھا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے جان لیا کہ اللہ ﷻ نے اس امر کی توفیق اور ہدایت اپنے فضل و کرم سے آپ ﷺ کو دی ہے۔

حضور ﷺ کی بعثت اور اعلانِ دعوت سے قبل آپ ﷺ کی تکریم کی جاتی تھی

یعقوب بن سفیان اور بیہقی رحمہا اللہ نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ قریش نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور حجر اسود کو اپنی جگہ نصب کرنے کا وقت آیا تو لوگوں میں نزع شروع ہو گیا۔ ہر قبیلہ کا سردار یہی چاہتا کہ میں نصب کروں۔

چنانچہ انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ جو شخص اب ہمیں سب سے پہلے نظر آئے وہ اس معاملہ میں ہمارا حکم ہوگا۔ پس رسول اللہ ﷺ نظر پڑے حالانکہ آپ صغیرُ السن تھے تو ان سب نے آپ ﷺ کو حکم مان لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کو چادر میں رکھا اور چاروں کونے مختلف چار سرداروں سے پکڑوا کر اس کی جگہ پر لائے پھر آپ ﷺ نے خود اٹھا کر اس کو نصب فرما دیا[1]

ابو نعیم اور ابن سعد رحمہا اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ اور محمد بن جبیر ﷺ سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ نے رکن کو نصب فرما دیا تو ایک نجدی شخص آگے بڑھا اور چاہا کہ آپ ﷺ کو پتھر دے تا کہ حجر اسود کو مستحکم کر سکیں۔ مگر حضرت عباس ﷺ نے منع کر دیا اور خود قریب جا کر پتھر دے دیا۔ پھر آپ ﷺ نے مستحکم کر کے اس کو جما دیا۔ اس پر نجدی نے اعتراض کیا کہ تجربہ کار بوڑھے اور قبائل کے

---

[1] حضور ﷺ کی عمر ۳۵ سال تھی کہ قریش نے عمارت کعبہ کی جو سیلاب سے خراب ہو گئی تھی تجدید کا ارادہ کیا پرانی دیواروں کو گرانے کی ہمت کسی کو نہ ہوتی تھی۔ بالآخر ولید بن مغیرہ نے ابتداء کی اور جب مشاہدہ کر لیا کہ اس پر کوئی آفت نہیں آئی تو پھر انہدام میں سب شریک ہو گئے۔ جن بنیادوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دیوار یں بنائی تھیں وہاں تک توڑ کر بنیادوں کو تہ تک کھودنے کے بعد چنائی کی لکڑی کی ضرورت کے لئے ساحلی جدہ پر رومی جہاز ٹوٹا پڑا تھا۔ اس کی لکڑی خریدی گئی اور باقوم رومی کو لکڑی کے کام پر مقرر کر دیا گیا باقی تمام کام خود قریش نے رضا کارانہ طور پر کرتے تھے۔ آخر میں فراہم کردہ سرمایہ کافی ہونے کی وجہ سے مجبوراً عمارت کو بنیاد ابراہیمی سے شمال کی جانب تقریباً چھ گز کم کر دیا گیا۔ حجر اسود کی تنصیب کے موقع پر قریشی قبائل اور ان کے سرکش سرداروں میں خود غرضی کی بنا پر اختلافِ رائے پیدا ہو گیا تھا جس کا انتظام ہوا اور حضور ﷺ نے اس قدر حکمت و دانائی سے فرمایا کہ سب کی تسکین ہو گئی اور باہمی جنگ و جدال سے محفوظ رہے۔

دانشور سردار ہوتے ہوئے' ایک کم حیثیت نوعمر لڑکے کو اس قدر آگے بڑھا دیا گیا ہے۔ متنبہ ہو جاؤ یہ تم پر سبقت کر کے تمہارے اتحاد کو ختم کر دے گا۔

(کہا جاتا ہے یہ نجدی شخص کے روپ میں ابلیس ملعون تھا)

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت داؤد بن حسین ﷺ سے روایت کی کہ متفقہ طور پر ہر ایک کو اعتراف تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم میں اس طرح جوان ہوئے کہ مروت میں ان سے افضل' اخلاق میں ان سے احسن' میل جول میں ان سے اکرم' رفاقت میں ان سے اچھے' حلم میں ان سے اعظم' امانت و دیانت میں ان سے اصدق اور فحش اور بری بات کہنے سے بالکل پاک تھے۔

آپ ﷺ کو ایسی حالت میں کبھی نہ دیکھا گیا کہ آپ ﷺ نے کسی کے ساتھ جنگ و جدال' خصومت اور دشنام طرازی کی ہو۔ آپ ﷺ کو ساری قوم ''امین'' کہتی تھی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ مجھ سے میرے مولیٰ عبد اللہ بن سائب ﷺ نے حدیث بیان کی' کہ میں زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کا (کاروبار میں) شریک تھا۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھے پہچانا؟'' میں نے عرض کیا: ''ہاں آپ ﷺ میرے ساتھ شریک تجارت تھے اور آپ کی شراکت بہت ہی مفید اور معتبر بھی۔''

ابو داؤد' ابو یعلےٰ اور ابن مندہ رحمہم اللہ نے ''المعرفہ'' میں' خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مکارم الاخلاق'' میں حضرت عبد اللہ بن ابی الحماء ﷺ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے قبل بعثت خرید و فروخت کا ایک معاملہ کیا اور میرے ذمہ کچھ باقی رہ گیا تو میں نے کہا آپ ﷺ ذرا یہیں ٹھہریں میں ابھی لا کر دیتا ہوں۔ لہٰذا میں آپ ﷺ کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا اور بالکل بھول گیا' تیسرے دن مجھے یاد آیا تو میں پہنچا' آپ اسی مقام پر میرا انتظار فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بس اتنا فرمایا کہ تمہارے سبب مجھے بہت تکلیف پہنچی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع بن خثیم ﷺ سے روایت کی کہ قبلِ اسلام' جاہلیت میں لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس مقدمات کا فیصلہ کرانے آتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ آپ ﷺ کا سفرِ شام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے سرمایے سے تجارت کی پیشکش کی۔ آپ ﷺ نے قبول کر لی اور ان کے غلام میسرہ کو ہمراہ لے کر شام پہنچے' درخت کے سایہ میں آرام فرمایا: وہیں ایک صومعہ تھا۔ جس کا راہب میسرہ کے پاس آیا اور حضور

ﷺ سے تعارف کرانے کی درخواست کی میسرہ نے کہا:

"اہل حرم اور قریشی ہیں۔" اس کے بعد راہب نے کہا: "اس درخت کے سائے میں کبھی غیر نبی نے قیام نہیں کیا۔"

جب دوپہر ہوئی' سورج سر پر آیا اور دھوپ کی تمازت بڑھ گئی تو دو فرشتوں کو آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے دیکھا۔

جب تجارتی کاروبار سے فارغ ہو کر مکہ آئے اور اسباب تجارت کی فروخت کے بعد منافع کا حساب کیا گیا تو وہ غیر معمولی تھا۔ پھر میسرہ نے راہب کی باتیں اور فرشتوں کی سایہ فگنی کا تمام ماجرا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتایا۔ یہ تمام باتیں سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت متاثر ہوئیں اور ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ آپ ﷺ کی رفیقہ حیات بن جائیں۔

(بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہی سے روایت کیا ہے)۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہا اللہ نے یعلیٰ بن منیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف پچیس سال ہوگئی تھی اس زمانہ میں بھی اہل مکہ عموماً آپ ﷺ کو "الامین" ہی کہتے۔ اسی دوران آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر شام روانہ ہوئے ساتھ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی تھا۔ دوران سفر بصریٰ میں ایک درخت کے زیر سایہ پڑاؤ کیا۔ نسطورا راہب نے میسرہ سے ملاقات کی اور کہا کہ اس درخت کے نیچے نبی کے سوا کوئی اور شخص نہیں بیٹھتا۔ پھر میسرہ غلام سے راہب نے پوچھا: "کیا ان کی چشم مبارک میں سرخی ہے؟"

میسرہ نے جواب دیا: "ہاں ان کی چشم مبارک میں سرخی ہے"

راہب نے اس علامت کو پا کر کہا: "وہ نبی ہیں آخر الانبیاء ہیں۔"

شام میں پہنچ کر حضور ﷺ نے مال فروخت کیا۔ اسی دوران ایک شخص الجھ پڑا اور حضور ﷺ سے کہا۔ آپ لات وعزیٰ کی قسم کھائیے۔ فرمایا: میں نے کبھی لات وعزیٰ کی قسم نہیں کھائی ہے اور میں تجھے بھی مشورہ دیتا ہوں کہ ان کی قسموں سے اجتناب کر۔ اس شخص نے کہا۔ آپ کا مشورہ درست ہے۔ پھر اس نے میسرہ سے کہا کہ یقیناً یہ نبی آخر الزماں ہیں' ہمارے علماء نے آسمانی کتابوں میں آپ کے یہ اوصاف پڑھے ہیں اور ہم کو یہ اوصاف بتائے ہیں۔

جب دوپہر کا وقت ہوا اور سورج کی تمازت میں اضافہ ہوا تو میسرہ نے مشاہدہ کیا کہ دو فرشتے اپنے پروں سے آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے ہیں' اسی طرح جب آپ ﷺ تجارت سے فارغ ہو کر مکہ واپس تشریف لائے تو اتفاق سے دوپہر کا وقت تھا' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے مکان کے

بالائی حصے پر تھیں انہوں نے دیکھا کہ محمد (ﷺ) اونٹ پر تشریف لا رہے ہیں اور ان کو تمازت آفتاب سے محفوظ رکھنے کے لئے دو فرشتے اپنے پروں سے آپ پر سایہ فگن ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دوسری عورتوں کو بھی اس حال کا مشاہدہ کرایا وہ عورتیں بھی حیران رہ گئیں۔ پھر میسرہ نے اپنے تمام مشاہدات اور روداد سفر اور تفصیل کے ساتھ سارے حالات اپنی معزز مالکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتائے۔

حضور ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا غیبی حکم؟

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مکہ کی عورتوں کے درمیان عید میں اختلاف ہوگیا' رجب میں ان کی عید ہوتی تھی۔ وہ عورتیں ایک بت کے روبرو فیصلہ کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے رُوبہ رُو مرد کی صورت میں فرشتہ نمودار ہوا اور بہ آواز بلند ان کو مخاطب کر کے کہا:

''اے تیما کی عورتو! عنقریب تمہارے شہر میں ایک نبی کی بعثت ہوگی۔ جس کا نام احمد ﷺ ہے اللہ ﷻ اپنی رسالت کے ساتھ اسے مبعوث فرمائے گا تو تم میں جو کوئی استطاعت رکھے اس کی زوجہ بن جائے اور نکاح کر لے۔''

یہ سن کر اکثر خواتین اس کو کنکریاں مارنے اور بُرا بھلا کہنے لگیں۔ لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سکوت اختیار کیا اور ناگواری کا اظہار نہ کیا[1]

رسول اللہ ﷺ کے معجزات قبل بعثت

شیخین (بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے از قبیل وحی جو بات سب سے پہلے معرض ظہور میں آئی وہ رویائے صادقہ تھیں' رات میں آپ ﷺ جو کچھ خواب کی حالت میں دیکھتے وہ دن میں ظہور میں آجاتا۔ آپ ﷺ گوشہ نشینی کو پسند کرنے لگے۔ غار حراء میں تشریف لے جاتے مسلسل کئی کئی دن اور راتیں وہاں عبادت میں گزار دیتے اور مدت قیام کے لئے کھانا ہمراہ لے جاتے۔ سامان خورونوش ختم ہو چکنے پر پہاڑ سے اتر

---

[1] حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا میسرہ سے آپ کے بارے میں بہت کچھ سن چکی تھیں اور آپ سے بہت متاثر تھیں ان کو اپنا کاروبار چلانے کے لئے ایک پاکیزہ اخلاق اور امین شوہر کی ضرورت تھی۔ اب جو یہ غیبی اشارہ پایا تو انہوں نے اپنی معتمد کنیز کے ذریعہ حضور ﷺ سے شادی کی درخواست کی۔ آپ نے منظور فرمایا اور ابو طالب نے پانچ سو طلائی درہم پر نکاح پڑھا دیا۔ حضور ﷺ کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چالیس سال۔

آتے۔ پھر بیوی صاحب توشہ تیار کر دیتیں اور آپ ﷺ پھر چلے جاتے' حتیٰ کہ آپ پر وحی الٰہی کا نزول ہوا۔ رسول اللہ ﷺ حسب معمول غار حرا میں تھے کہ فرشتے نے آ کر کہا:

"اِقْرَأْ" (یعنی پڑھیے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے فرشتے سے کہا: "مَا اَنَا بِقَارِئٍ" (یعنی میں پڑھا لکھا نہیں ہوں)۔"

پھر اس نے مجھے پکڑا اور اپنے ساتھ چمٹایا' یہاں تک کہ مجھے شدت گرفت محسوس ہوئی اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ "اقرأ" یعنی پڑھیے۔ میں نے اس سے کہا' میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ پھر اس نے مجھے دوبارہ پکڑا' اپنے ساتھ چمٹایا' یہاں تک کہ مجھے شدت گرفت محسوس ہوئی۔ اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ "اقرأ" یعنی پڑھیے۔ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑا' اپنے ساتھ چمٹایا' یہاں تک کہ مجھے شدت محسوس ہوئی۔ اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ:

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔"
(پ العلق ۱تا۵)[1]

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اس سورت کو لے کر واپس آئے۔ آپ ﷺ کا دل کانپ رہا تھا۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: "زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ" یعنی مجھے چادر اڑھاؤ' مجھے چادر اڑھاؤ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو چادر اڑھائی' حتیٰ کہ وہ خوف جاتا رہا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ساری کیفیت بتائی اور کہا کہ مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ اس پر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"آپ ﷺ ہرگز خوف نہ کیجئے اللہ ﷻ آپ ﷺ کو ہرگز بے سہارا نہ چھوڑے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے' سچی بات فرماتے اور مصیبتیں برداشت کرتے ہیں۔ مہمانوں کو کھانا کھلاتے' حق دار کو اس کا حق دلانے میں امداد فرماتے ہیں۔"

بعد ازاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ عہد جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے۔ انجیل کی عربی میں کتابت کرتے تھے۔ جس قدر خدا نے چاہا انہوں نے لکھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا:

"اے برادر عم[2] ! مہربانی کر کے اپنے بھتیجے کی بات سنو!"

---

[1] "پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب وہی سب سے بڑا ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔" (ترجمہ کنزالایمان)

[2] ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کے چچازاد بھائی تھے۔

ورقہ نے پوچھا: ''آپ ﷺ نے کیا دیکھا؟'' حضور ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا اسے بیان کیا۔ ورقہ نے پورے بیان کو بغور سننے کے بعد کہا:

''یہ وہ ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آتا تھا۔ کاش کہ میں اس وقت جوان ہوتا' یا اس موقع تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔''

رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: ''کیا وہ مجھے نکالیں گے؟''

ورقہ نے جواب دیا: ''ہاں' آپ ﷺ کی طرح جو کوئی بھی ہدایت و اصلاح کا پروگرام لے کر آیا ہے' اس سے ضرور دشمنی کی گئی۔ اگر میں نے آپ ﷺ کے عہد نبوت کو پایا تو میں ضرور آپ ﷺ کی امکان بھر مدد کروں گا۔''

اس کے بعد ورقہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے اور وفات پا گئے۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے بہ طریق زہری رحمۃ اللہ علیہ' عروہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی کے مانند روایت کی ہے۔ اس روایت کے آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ ''اس کے بعد عرصہ تک سلسلہ وحی بند رہا اور فترت وحی سے حضور ﷺ کی طبیعت پر بڑا حزن و ملال طاری رہتا۔''

بعض روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے کہ چند بار حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیں۔ مگر جب بھی آپ ﷺ اس ارادہ سے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے اور خود کو گرانے کا ارادہ فرمایا: معاً حضرت جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے: ''اے محمد ﷺ! یقیناً آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔''

اس ندا سے آپ ﷺ کو صبر و قرار آ جاتا اور آپ واپس تشریف لے آتے۔ پھر سلسلہ انتظار وحی طویل[1] ہوتا۔ پھر پہاڑ سے گرنے کا ارادہ فرماتے اور ایسی ہی شہادت آمیز ندا سن کر حضور ﷺ طمانیت حاصل کر لیتے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں فرمایا: کہ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ بھینچنے اور چمٹانے کا جو عمل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نزول وحی کے پہلے موقع پر ہوا ہے' وہ صرف آپ ﷺ ہی کی خصوصیت ہے کیونکہ کسی نبی کے حالات میں اس طرح کا واقعہ مذکور نہیں ہے' جیسا کہ ابتدائے وحی کے وقت آپ ﷺ کو پیش آیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ وحی کے علاوہ ہر طرف سے توجہ ہٹ جائے اور شدت وحی کا احساس دے کر اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ جس چیز کا تم پر نزول فرمایا جا رہا ہے وہ تم پر

[1] فترت وحی یا پہلی اور دوسری وحی کے درمیانی وقفہ کے بارے میں محدثین و حضرات رواۃ کے درمیان اختلاف ہے یہ حضرات کسی ایک مدت پر متفق نہیں ہیں۔ بعض کے خیال میں یہ زمانہ تین سال کا ہے ابن اسحاق کا یہی قول ہے مواہب لدنیہ میں اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ پہلی وحی کے بعد تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام نبوت سے قریب رہے پھر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔

بھاری ذمہ داری ڈالنے والے احکام ہیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ تخیلات اور وساوس کو رفع کرنا مقصود تھا کیونکہ تخیل اور وسوسہ مادی اجسام کے عوارض ہیں۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فترت وحی کے بارے میں ارشاد فرما رہے تھے کہ میں جا رہا تھا' دفعتہً آسمان سے ایک آواز سنی' میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ فرشتہ جو میرے پاس غار میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میرا دل کانپ گیا اور فوراً گھر پر لوٹ آیا۔ میں نے کہا مجھے چادر اڑھا دو۔ پس اس وقت اللہ ﷻ نے سورۃ المدثر کی یہ آیات نازل فرمائیں:

''يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَأَنذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○'' (پ۲۹ المدثر ۱ تا ۵)

''اے بالاپوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد مسلسل نزول وحی ہونے لگا۔

امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن سفیان رحمہما اللہ اپنی اپنی تصانیف میں اور ابن سعد و بیہقی رحمہما اللہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ کی نبوت کے ساتھ تین سال تک اسرافیل علیہ السلام رہے وہ آپ ﷺ کو چند کلمے اور کوئی چیز سکھاتے تھے۔ قرآن نازل نہیں ہوتا تھا۔ جب تین سال گزر گئے تو آپ ﷺ کی نبوت کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام رہے اور آپ ﷺ کی زبان میں قرآن نازل ہوا۔ دس سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی بن حسین ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے پہلے رویائے صادق عطا ہوئے تھے۔ آپ ﷺ جو کچھ خواب میں دیکھتے' ویسا ہی حقیقت میں ظہور پذیر ہوتا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ بن قیس ﷺ سے روایت کی کہ جو چیز سب سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو ودیعت ہوئی وہ سچے خواب تھے۔ جب ان کے دل متحمل ہو جاتے تو وحی نازل ہوتی۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق موسیٰ بن عقبہ' ابن شہاب رحمہما اللہ سے روایت کی کہ انہوں نے یہ روایت کی کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو رویا دکھائے اور وہ آپ ﷺ پر بہت شاق گزرے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ''آپ ﷺ کو مبارک ہو اللہ

ﷺ آپ ﷺ کے لئے بھلائی فرمائے گا۔" اس کے بعد آپ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے اٹھ کر آئے مگر پھر واپس ہوئے اور ان کو بتایا کہ "میں نے دیکھا ہے کہ میرا پیٹ چاک کیا گیا ہے اور پھر صاف کر کے اسے غسل دیا گیا ہے۔ اس کے بعد درست کر کے حالت سابقہ کی مانند کر دیا گیا ہے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "یہ اچھا خواب ہے آپ ﷺ کو مبارک ہو۔" اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام ظاہری طور پر یعنی بے حجابانہ صورت میں آئے۔ انہوں نے آپ کو ایک عجیب و غریب عزت بخش مسند پر بٹھایا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ مجھے درنوک یعنی ریشمی جھالروالے فرش پر بٹھایا۔ اس فرش میں موتی اور یاقوت جڑے تھے۔ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے بشارت رسالت دی۔

اور آپ سے کہا پڑھئے آپ نے کہا کیسے پڑھوں؟ جبرئیل علیہ السلام السلام نے کہا:

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (الی قوله) مَا لَمْ یَعْلَمْ۔" (پ العلق ۱تا۵)

اس طرح آپ ﷺ منصب رسالت سے سرفراز ہو کر واپس لوٹے۔ راہ کے شجر و حجر آپ ﷺ کو سلام پیش کرتے تھے۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جس خواب کے بارے میں میں نے تم سے ذکر کیا تھا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے وہ بلا حجاب میرے روبرو منصب رسالت لے کر آئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اللہ ﷻ آپ کے ساتھ خیر و بھلائی ہی فرمائے گا۔ مبارک ہو کہ یقیناً آپ ﷺ رسول برحق ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عتبہ کے غلام کے پاس آئیں۔ جس کا نام عداس اور مذہباً نصرانی تھا۔ خاتون اعظم زوجۂ نبی مکرم ﷺ نے کہا۔

"اے عداس! میں تجھے خدا کو یاد دلاتی ہوں یعنی قسم دیتی ہوں۔ مجھے بتا کیا تیرے پاس جبرئیل علیہ السلام کا علم ہے؟"

عداس نے جواب میں کہا: "قدوس، قدوس! جبرئیل علیہ السلام کی یہ شان نہیں کہ بت پرستوں کے علاقے میں اس کا ذکر کیا جائے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ علم تجھے ہے وہ بے کم و کاست میرے سامنے بیان کر دے۔"

عداس نے کہنا شروع کیا: "بلاشبہ وہ خداوند تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان امین ہے اور وہ حضرات موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا خلوت نشین ہے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا واپس آ گئیں اور پھر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور سارے حالات اور پیش آمدہ عجائبات کو بیان کیا۔ جن کو بہ غور سننے کے بعد ورقہ نے کہا:

"ہو سکتا ہے کہ تمہارے شوہر ہی وہ نبی ہوں جن کا انتظار اہل کتاب کر رہے ہیں اور جن کا

تذکرہ وہ کتب سماوی توریت وانجیل میں پڑھتے ہیں۔" اس کے بعد ورقہ بن نوفل نے اللہ کی عظمت و جلال کی قسم کھا کر کہا:

لَئِنْ ظَهَرَ دُعَاءَهُ وَاَنَا حَيٌّ لَاُبْلِيَنَّ اللّٰهَ فِي طَاعَةِ رَسُوْلِهٖ وَحُسْنِ مُوَازَرَتِهٖ فَمَاتَ وَرَقَةُ.

"اگر آپ ﷺ کی جانب سے اعلانِ نبوت پہنچا اور میں بقیدِ حیات ہوا تو اطاعت کروں گا اور مزاحمت کرنے والوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کی بھر پور مدد کروں گا" مگر نیک دل ورقہ نے وفات پائی۔

بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مذکور بالا واقعہ کی مانند روایت کی ہے جس کے شروع میں ہے کہ حضور ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں ہیں۔ ایک آدمی آپ ﷺ کے مکان کی چھت پر آیا اور اس نے ایک ایک کر کے کڑی نکالی۔ جب سوراخ ہو گیا تو اس نے چاندی کی ایک سیڑھی لگائی اور اس کے ذریعہ دو شخص آپ کے پاس اترے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو مدد کے لئے پکاروں تو اس نے بات کرنے سے روک دیا۔ پھر ایک شخص میرے سرہانے اور دوسرا پہلو میں بیٹھ گیا۔

اس کے بعد اس نے اپنا ہاتھ میرے پہلو میں داخل کیا اور میری دو پسلیاں نکال لیں۔ پھر اس نے ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کیا تو اس نے میرے قلب کو نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ مرد صالح کا کس قدر اچھا دل ہے پھر دل کو اس کی جگہ پر رکھ کر وہ دونوں پسلیاں لگا دیں۔ اس کے بعد وہ دونوں اوپر چلے گئے اور سیڑھی اٹھالی۔ جب میں بیدار ہوا تو چھت اپنے حال پر تھی۔ میں نے خواب کا ذکر خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے کہا اللہ ﷻ آپ کے ساتھ بھلائی ہی فرمائے گا۔ پھر میں ان کے پاس سے باہر گیا' اور پھر لوٹ کر آیا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مزید بتایا کہ اس نے تو میرا پیٹ چاک کیا پھر غسل وصفائی کے بعد اس کو درست کر دیا۔ روایت مذکورہ بالا کی مانند یہ ما روایت بھی ہے

البتہ آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ "جبرئیل علیہ السلام نے زمین سے چشمہ جاری کیا اور وضو کیا اور محمد ﷺ دیکھتے رہے۔ انہوں نے اپنا چہرہ' کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے' سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر وضو کے بعد قبلہ کی طرف رخ کر کے دو سجدے کئے سمت قبلہ کی نہ تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا۔"

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری سند سے بہ روایت زہری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور

انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی روایت کو اضافہ آخریں کے ساتھ بیان کیا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی کہ جب اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو کرامت اور نبوت سے سرفراز فرمایا تو آپ جس شجر و حجر کے پاس سے گزرتے' وہ سلام کرتا۔ آپ ﷺ یہ اعلیٰ کلمات سلامتی سن کر ہر طرف دیکھتے مگر وہاں کوئی بھی نہ ہوتا۔ وہ منصب نبوت کو خطاب کے ساتھ اس طرح پیش کرتے:

''السلام علیک یا رسول اللہ۔''

رسول اللہ ﷺ ہر سال غار حرا میں ایک ماہ کے لئے تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت کرتے۔ بالآخر وہ زمانہ' وہ وقت' وہ سال اور وہ مہینہ آیا جس کو رمضان کہتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ حسب معمول تشریف لے گئے۔ حتیٰ کہ قیامِ حراء کے دوران منصب رسالت کی ذمہ داری سونپے جانے کا وقت مقررہ آ گیا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں میں سو رہا تھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا۔ ''اقراء'' یعنی پڑھو۔ میں نے جواب دیا۔ ''ما اقرا'' یعنی میں پڑھنا نہیں جانتا۔

اس کے بعد فرشتے نے مجھ کو اپنے ساتھ اس شدت سے چمٹایا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں میری جان نہ نکل جائے۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر کہا: ''پڑھو'' میں نے جواب دیا۔ میں نہیں پڑھ سکتا۔ اس نے پھر پہلے کے مانند چمٹایا' پھر چھوڑ دیا اور کہا: ''پڑھو'' میں نے جواب دیا میں نہیں پڑھ سکتا۔ اس کے بعد اس نے کہا:

''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (الی قولہ) مَا لَمْ یَعْلَمْ'' فرشتہ اب چلا گیا اور میں بھی نیند سے بیدار ہو گیا۔[1] میں نے دل میں کہا' اس واقعہ کو قریش سے بیان نہ کروں گا۔ میں اپنے کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر دوں گا۔ تو میں اس ارادہ سے روانہ ہوا میں ایسا کرنے ہی والا تھا کہ میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا:

''اے محمد ﷺ! تم اللہ کے رسول ہو اور میں جبرئیل ہوں۔'' یہ سن کر میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام ایک مرد کی صورت میں کھڑے ہیں اور ان کے دونوں قدم آسمان کے افق میں ہیں۔ میں ہلاکت کے ارادہ سے رُک گیا' مجھ پر ایک طرح کا سکتہ اور سکوت طاری ہو گیا اور حیرت' اس لئے میرے اندر آگے بڑھنے یا پیچھے ہٹنے کی مجال نہ رہی۔ دیر زیادہ ہو چکی تھی اور دن ڈھل چکا تھا' میں اپنے گھر لوٹ آیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قریب بیٹھ گیا۔ انہوں نے سوال کیا: ''آپ ﷺ

---

[1] ارباب سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ عالم بیداری کا ہے عالم نوم سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

اتنی دیر سے کہاں تھے؟" میں نے کہا: "یہ تو ناممکن ہے کہ میں شاعر یا مجنون ہوں؟"

انہوں نے میری بات سن کر کہا: "اس بات میں آپ ﷺ کے لئے خدا سے پناہ مانگتی ہوں' کہ خدا آپ کے ساتھ ایسا کرے۔ البتہ میں خوب جانتی ہوں کہ آپ اعلیٰ درجہ کے راست باز بڑے امانت دار بہت ہی پاکیزہ اخلاق اور دائمی طور پر صلہ رحمی فرمانے والے ہیں۔" (اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے پورا واقعہ ان کو سنایا۔ جس کو توجہ اور ہمدردی سے سن کر انہوں نے کہا:

'اے ابن عم[1]! میں یہ سب حقائق سننے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں خوشخبریاں اور تہنیت و مبارک بادیاں پیش کرتی ہوں' میں آپ سے ان حالات' مستقبل کے واقعات اور پیش آمدہ مشکلات کے مقابلے میں صبر و ثبات کی توقع رکھتی ہوں۔ میں (خوش فہمی کی بنا پر نہیں' بلکہ ضمیر و روح کی ہم آہنگی سے انسان پر جو حقیقت منکشف ہوتی ہے اس کی بنا پر عرض کرتی ہوں کہ) آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔"

پھر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں' سارا حال سنایا جس کو سن کر انہوں نے کہا:

"اگر تم نے واقعات کا اندازہ' مشاہدہ اور میرے سامنے نقل کرنے میں غلطی نہیں کی ہے تو یقیناً محمد (ﷺ) اس امت کے نبی ہیں۔ ان کے پاس آنے والا فرشتہ وہ ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی کہ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: "اے ابن عم! چونکہ آپ ﷺ صبر و استقامت رکھنے والے ہیں' کیا آپ کے لئے ممکن ہے کہ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آنے والا آئے تو مجھے بھی بتائیے؟" حضور ﷺ نے فرمایا: "ہاں!" پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو بتایا۔

انہوں نے پوچھا آپ ﷺ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: "ہاں۔" پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو اپنے داہنے پہلو میں بٹھا کر پوچھا' آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں' میں اب بھی دیکھ رہا ہوں۔" اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بائیں پہلو میں بٹھا کر دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں نظر آ رہے ہیں۔" اس کے بعد مشیر رسول خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر سے دوپٹہ اتارا' بال بکھیر دیئے اور حضور ﷺ سے وہی سوال کیا۔ اب آپ ﷺ نے انکار میں

---

[1] ابن عم باعتبار محاورہ عرب کہا ہے ویسے بھی رسول اللہ ﷺ کا سلسلہ نسب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب قصی پر جا کر مل جاتا ہے۔

جواب دیا۔ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ شیطان نہیں ہے بلکہ فرشتہ ہے۔ آپ ﷺ مطمئن اور ثابت قدم رہئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ پر اسی وقت ایمان لے آئیں۔[1]

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابومیسرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''میں تنہائی کے موقعوں پر غیبی ندا ءسنا کرتا ہوں اس وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی خاص بات وقوع پذیر نہ ہو۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ:

''خدا کی پناہ! اللہ ﷻ ایسا نہیں کرے گا' کیونکہ آپ ﷺ امانت میں دیانت کرنے والے صلہ رحمی کرنے اور راست گوئی سے کام لینے والے ہیں۔''

ایک روز حضرت ابوبکر صدیق ؓ آئے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے حضور ﷺ کا حال بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ حضور ﷺ کو ورقہ کے پاس لے جائیں' لہٰذا دونوں حضرات ورقہ کے پاس گئے اور انہیں سارا حال سنایا' حضور ﷺ نے بیان کیا:

''اے بزرگ! جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو مجھے پیچھے سے آواز آتی ہے' اے محمد ﷺ! اے محمد ﷺ! یہ سن کر میں زمین پر دوڑ اچلا جاتا ہوں۔''

ورقہ نے کہا: ''ایسا نہ کیجئے' بلکہ جب آپ ایسی ندا ءسنیں تو استقلال و اطمینان کے ساتھ توجہ سے سنئے کہ قائل کیا کہتا ہے اس کے بعد آ کر مجھے بتایئے۔''

ایک مرتبہ جب کہ حضور ﷺ خلوت میں تھے تو کہنے والے نے کہا: ''یَا مُحَمَّدُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔'' اس کے بعد اس نے کہا پڑھئے: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (تا آخر سورہ) وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔'' پھر اس نے کہا پڑھئے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔''

آپ پھر ورقہ کے پاس آئے اور ان سے سارا حال بیان کیا' ورقہ نے کہا:

''آپ ﷺ کو بشارت ہو اور مبارک ہو' میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ وہی نبی ہیں جس کی بشارت حضرت عیسٰی ابن مریم ؑ نے دی ہے۔ آپ بلاشبہ نبی ہیں اور یقیناً آپ ﷺ کو جلدی جہاد کا حکم دیا جائے گا۔ اگر مجھ کو وہ دن میسر آ گئے تو میں انشاء اللہ ﷻ ضرور آپ ﷺ کی کوششوں میں شریک ہو کر جہاد میں حصہ لوں گا۔''

---

[1] حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خواتین میں سب سے پہلی خاتون ہیں جو حضور ﷺ پر ایمان لائیں' آپ کے ایمان لانے اور رسول اکرم ﷺ کی تصدیق کرنے کا تفصیلی واقعہ بہ تغیر چند الفاظ اسی طرح ہے جس طرح علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش فرمایا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جب تک حیات رہیں' حضور ﷺ نے دوسرا عقد نہیں فرمایا۔

جب ورقہ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں نے ورقہ کو دیکھا وہ حریر کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ نیک بہادر بزرگ مجھ پر ایمان[1] لائے اور میری تصدیق کی۔"

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن شداد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ورقہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، کیا تمہارے شوہر نے اپنے صاحب یعنی فرشتہ کو سبز لباس میں دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ ورقہ نے کہا: جب تو مجھے یقین ہے کہ آپ کے شوہر نبی ہیں اور جلد ہی لوگ ان کو مصائب میں مبتلا کر دیں گے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت عروہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب ورقہ سے فرشتہ کا ذکر کیا تو ورقہ نے کہا: "سُبُّوحٌ سُبُّوحٌ" جبرئیل کی یہ شان نہیں کہ ایسی سرزمین میں ان کا ذکر کیا جائے کہ جس میں بتوں کو پوجا جاتا ہے۔ جبرئیل تو اللہ ﷻ کے امین ہیں جو خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان ذریعہ ہیں۔ اے اچھی خدیجہ اپنے شوہر کو اس جگہ لے جاؤ جہاں انہوں نے یہ سب کچھ دیکھا مگر جب آئندہ وہ ان کو نظر آئے تو تم اپنے سر سے چادر اتار دینا۔ اگر وہ اللہ ﷻ کی جانب سے ہے تو پھر وہ ان کو نظر نہ آئے گا۔

انہوں نے ورقہ کی ہدایت پر عمل کیا وہ کہتی ہیں کہ جب میں نے سر سے دوپٹہ اتارا تو جبرئیل علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضور ﷺ کو نظر نہ آئے۔ پھر میں ورقہ کے پاس آئی اور انہیں بتایا تو انہوں نے کہا، یقیناً ان کے پاس "ناموسِ اکبر" آیا ہے۔ اس کے بعد ورقہ اعلانِ نبوت اور دعوتِ اسلام کا انتظار کرنے لگے۔

ورقہ نے مندرجہ ذیل اشعار اس سلسلہ میں کہے ہیں۔

لَجَجْتُ وَكُنْتُ فِي الذِّكْرَى لُجُوْجًا ... لِهَمٍّ طَالَ مَا بَلَغَ النَّشِيْجَا

میں نے تکرار کی اور میں ذکر میں تکرار کرنے کا عادی تھا، ان سے یہ تکرار جب کی جب کہ میر اگلا گھٹنے کے قریب پہنچ گیا۔

وَوَصْفٌ مِنْ خَدِيْجَةَ بَعْدَ وَصْفٍ ... فَقَدْ طَالَ انْتِظَارِيْ يَا خَدِيْجَا

اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یکے بعد دیگرے اوصاف بیان کئے تو اے خدیجہ رضی اللہ عنہا میرے انتظار نے طول کھینچا۔

بِبَطْنِ الْمَكَّتَيْنِ عَلَى رَجَائِيْ ... حَدِيْثَكَ أَنْ أَرَى مِنْهُ خُرُوْجَا

[1] ورقہ بن نوفل کے ایمان لانے پر جمہور علما کا اتفاق نہیں ہے صرف بعض کا قول ہے۔

میرا انتظار شہر مکہ میں صرف اس امید پر تھا کہ جو بات اے خدیجہ رضی اللہ عنہا تم نے کہی' میں اس کے ظہور کو دیکھ لوں۔

بِمَا اَخْبَرْتِنَا مِنْ قَوْلِ قِسٍّ　　مِنَ الرُّهْبَانِ اَكْرَهُ اَنْ يَّعُوْجَا

مجھ کو یہ انتظار تمہاری اس بات کے بتانے سے ہوا جو تم نے راہبوں میں سے ایک قس کا قول کہا تھا اور میں اچھا نہیں سمجھتا کہ اس قس کی بات اُلٹی ہو۔

بِاَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُوْدُ قَوْمًا　　وَيَخْصَمُ مَنْ يَّكُوْنُ لَهٗ حَجِيْجَا

اس قس نے کہا تھا کہ محمد ﷺ قوم کے سردار ہوں گے اور جو شخص بھی ان کی طرف جائے گا' لوگ اس سے جھگڑا کریں گے۔

وَيَظْهَرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءُ نُوْرٍ　　تُقَامُ بِهِ الْبَرِيَّةُ اَنْ تَعُوْجَا

حضور ﷺ کے ذریعہ آبادیوں میں نور اور روشنی کی تابانی ہوگی اور لوگ آپ ﷺ کے ذریعہ کجروی چھوڑ کر صراط مستقیم پر آ جائیں گے۔

فَيَلْقِيْ مَنْ يُّحَادُ بِهٖ خَسَارًا　　وَيَلْقِيْ مَنْ يُّسَالِمُهٗ فَلُوْجَا

جو حضور ﷺ کے ساتھ جنگ کرے گا وہ خسارے میں رہے گا اور جو صلح و آشتی سے رہے گا' وہ کامیاب وکامران رہے گا۔

فَيَالَيْتَنِيْ اِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ　　شَهِدْتُّ وَكُنْتُ اَوَّلَهُمْ وُلُوْجَا

کاش میں اس مرحلے پر موجود ہوتا جب لوگ آپ ﷺ سے برسرِ پیکار ہوں گے اور میں مدد کرنے والوں میں سب سے پہلے ہوتا۔

وُلُوْجًا فِي الَّذِيْ كَرِهَتْ قُرَيْشٌ　　وَلَوْ عَجَّتْ بِمَكَّتِهَا عَجِيْجَا

میں (پوری عزیمت کے ساتھ) بالیقین ان لوگوں میں شامل ہوتا جسے قریش برا جانتے ہیں اگرچہ وہ کتنا ہی ہنگامہ کرتے اور شور مچاتے۔

اُرَجِّيْ بِالَّذِيْ كَرِهُوْا جَمِيْعًا　　اِلَى ذِي الْعَرْشِ اِنْ سَفَلُوْا عُرُوْجَا

میں اس سے امید وابستہ کرتا ہوں جس کو سب برا سمجھتے ہیں۔ مجھ کو سہارا اور امید عرش والے خدا سے ہے اگر چہ اشجار لوگ کتنا ہی مادی عروج حاصل کر لیں۔

وَهَلْ اَمْرُ السَّفَاهَةِ غَيْرُ كُفْرٍ　　بِمَنْ يَّخْتَارُ مَنْ سَمَكَ الْبُرُوْجَا

اس شخص کے لئے جس نے اس ذات کو اختیار کیا کہ جس نے برجوں کو بلند کیا۔ کفر کے سوا کسی بات میں حماقت نہیں ہے۔

فَـاِن یَّـبْقُـوْا وَاَبْـقَ تَـكُـنْ اُمُوْرًا   یَـضُـجُّ الْـكَـافِـرُوْنَ لَهَا ضَجِیْجًا[1]

اگر وہ لوگ زندہ رہے اور میں بھی باقی رہا تو بلاشک ایسے امور ہوں گے جن کی (تاب برداشت) نہ لاکر کافر لوگ دہائی دیں گے۔

وَاِنْ اَهْـلَکْ فَـکُـلُّ فَتًی سَیَلْقٰی   مِـنَ الْاَقْـدَارِ مُـتْـلِـفَةٍ خُـرُوْجًـا

اور اگر میں فوت ہوگیا تو (ذہن نشین کرلو کہ) ہر جوان کو ان اقدار کا سامنا کرنا ہوگا۔ (جن سے کسی انقلابی تحریک کا ظہور و نمود وابستہ ہوتا ہے۔

تیسرے شعر میں جو "بَطْنِ الْمَكَّتَیْنِ" مذکور ہے۔ اس سلسلے میں عینی رحمۃ اللہ علیہ "شواہد الکبریٰ" میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ کے دونوں یعنی اعلیٰ اور اسفل حصے مراد ہیں۔

طیالسی، حارث بن ابی اسامہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے نذر مانی کہ آپ ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں غار حرا میں اعتکاف کریں گے تو یہ اتفاق ماہ رمضان میں ہوا۔ ایک رات حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے "اَلسَّلَامُ عَـلَـیْـکَ" کی آواز سنی۔ آپ ﷺ کو گمان ہوا کہ یہ جن کی آواز ہے اور تیزی کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ گئے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے۔ آپ نے حال بیان کیا انہوں نے کہا آپ کو مسرور ہونا چاہئے کیونکہ "السلام" خیر کا کلمہ ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ دیر بعد میں دوسری مرتبہ باہر آیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام آفتاب پر کھڑے ہیں اور ان کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ میں یہ منظر دیکھ کر خوف زدہ ہوگیا اور جلدی سے واپس ہوا تو میرے اور دروازے کے درمیان حائل ہوگئے اور انہوں نے مجھ سے کلام کیا یہاں تک کہ میں جبرئیل علیہ السلام سے مانوس ہوگیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ لیا۔ پھر میں حسب وعدہ وہاں پہنچا مگر جبرئیل علیہ السلام نے تاخیر کر دی۔ میں نے لوٹ آنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ دفعتہً میری اوپر نگاہ ہوئی، میں نے دیکھا جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام آسمان و زمین کے درمیان موجود رہے، پھر جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر نرمی کے ساتھ شانے کے بل لٹا دیا اور سینہ کو چاک کر کے دل نکالا اور مشیت خداوندی کے بموجب اس سے کوئی شئے خارج کی بعد ازاں آب زمزم سے اس کو دھویا پھر اسے سینہ میں رکھ کر شگاف زدہ حصہ درست[2] کر دیا۔ بعد ازاں پشت پر مہر نبوت ثبت کر دی۔ اس کے بعد حلق کے قریب میری گردن کو پکڑا۔

---

1 ورقہ بن نوفل کے اس قصیدہ بائیہ قصیدہ کو عینی نے شواہد الکبریٰ میں پیش کیا ہے۔

2 یہ واقعہ تفصیل دیگر احادیث کے ساتھ گزشتہ اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اور کہا پڑھئے میں امی تھا اس لئے نہ پڑھ سکا' دوبارہ کہا پڑھئے! میں نے جواب دیا "میں نہیں پڑھ سکوں گا۔ پھر انہوں نے کہا: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ" اور پانچ آیتیں پوری کیں[1]۔

اس کے بعد مجھے ایک شخص کے ساتھ وزن کیا اور میں اس پر وزنی رہا۔ پھر دو آدمیوں کے ساتھ اور اسی طرح میرے ساتھ تُلنے والوں کی تعداد بڑھاتے گئے۔ حتیٰ کہ سو آدمیوں کے ساتھ مجھے وزن کیا اور میں وزنی رہا۔ پھر میکائیل علیہ السلام نے کہا۔ ان کی امت نے ان کی متابعت کر لی۔ اس کے بعد تو یہ عام ہو گیا کہ میرا گزر جس درخت اور پتھر کے قریب سے ہوتا' اس میں سے آواز آتی: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔"

امام احمد' ابن سعد اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں ایک آواز سنتا ہوں اور ایک روشنی دیکھتا ہوں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر ورقہ سے کیا تو انہوں نے کہا: "یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔

اب اگر محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور میں اس وقت تک زندہ رہا تو اُن کے فرائض منصبی کی انجام دہی میں ان کی مدد کروں گا۔"

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو درنوک کی مانند ایک فرش پر بٹھایا جس میں موتی اور یاقوت کی مُرَصَّع کاری تھی۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کہا:

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ o"

(پ ۳۰ العلق ۱ تا ۵)

اس کے بعد کہا: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ خوف نہ کیجئے اس لئے کہ آپ اللہ ﷻ کے رسول (ﷺ) ہیں۔" پھر آپ ﷺ لوٹ آئے' راہ میں شجر و حجر کہتے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" اس صورتِ حال کے بعد آپ ﷺ مطمئن ہو گئے اور خوف جاتا رہا۔

طبرانی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب ورقہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: "آپ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام کس طرح آتے ہیں؟" آپ ﷺ نے جواب دیا آسمان کی جانب سے آتے ہیں۔ ان کے دونوں بازو موتیوں کے ہیں اور ان کے پاؤں

---

1 اس امر پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ پہلی وحی انہی پانچ آیتوں پر مشتمل تھی۔

کے نکوے سبز رنگ کے ہیں۔

ابن رستہ رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب المصادف" میں زہری ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ حراء میں تشریف فرما تھے کہ جبرئیل علیہ السلام دیباج کا کپڑا لائے جس پر تحریر تھا۔

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (الیٰ قولہ) مَا لَمْ یَعْلَمْ."

ابن رستہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبید بن عمیر ﷺ سے روایت کی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کپڑا لائے اور کہا پڑھئے! حضور ﷺ نے جواب دیا میں پڑھا لکھا نہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ."

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اجیاد میں اپنی حالتِ عبودیت میں مستغرق تھے کہ آپ ﷺ نے فرشتہ کو دیکھا کہ وہ اُفق آسمان میں ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھے ہوئے کہہ رہا ہے: "اے محمد ﷺ! میں جبرئیل علیہ السلام ہوں۔"

حضور ﷺ اس عجیب وغریب آواز اور خطاب کو سن کر بہت متاثر ہوئے اور کئی بار فضا میں نگاہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایا: ہر بار فضا میں ایک فرشتہ کو موجود پایا۔ آپ ﷺ یہاں سے اٹھ کر اپنی غمگسار اور رفیقہ حیات کے پاس تشریف لائے اور صورت حال بیان فرمائی، مزید فرمایا کہ:

"اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! اللہ ﷻ شاہد وعلیم ہے کہ میں نے بتوں اور کاہنوں سے ہمیشہ نفرت کی ہے اور اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں کاہن نہ بن جاؤں۔"

انہوں نے جواب دیا (لہجہ اور الفاظ دونوں میں اعتماد وصداقت کی وجہ سے زور وشدت پیدا ہو گیا تھا) "ہرگز نہیں۔ اے محترم! آپ ﷺ اس طرح نہ سوچئے، یقیناً خدا آپ ﷺ کے ساتھ اس طرح ہرگز بھی نہ ہونے دے گا، کیوں؟ اس لئے کہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے، راست بازی اختیار کرتے اور امانت میں دیانت اور حفاظت کرتے ہیں، آپ ﷺ کا اخلاق اور کردار حسن وپاکیزگی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے، بھلا خدا ایسے شخص کو ضائع کرے گا۔"

حضور ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر اپنے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ حالات بیان کئے، ورقہ نے کہا: "واللہ یہ صادق ہیں اور یہ رسالت کے ابتدائی مراحل ہیں اور وہ آنے والا ناموس اکبر ہے۔" جو سابقہ پیغمبروں پر نازل ہوتا رہا ہے، اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! محمد ﷺ سے کہہ دو وہ خیر کے سوا کچھ نہ سوچیں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ پر جب غار حراء میں وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ چند روز وہیں پر مقیم رہے۔ مگر جبرئیل علیہ السلام نظر نہ آئے۔ اس وجہ

سے آپ ﷺ کو شدید طور پر حزن و ملال ہوا جس نے ایک بے چینی اور اضطراب کی صورت اختیار کر لی۔ آپ کبھی جبلِ خبیر پر جاتے اور کبھی جبلِ حراء پر اور کبھی ارادہ کرتے کہ خود کو ان پہاڑوں کی بلندی سے گرا دیں۔ ایک موقع پر ایسے ہی ارادہ پر عمل کرنے ہی والے تھے کہ ایک آواز کا احساس ہوا نظر اٹھائی تو جبرئیل علیہ السلام نظر آئے وہ کہہ رہے تھے:

"اے محمد (ﷺ) آپ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔"

یہ ندائے شہادت سننے کے بعد آپ ﷺ واپس آ گئے۔ دل کو سکون حاصل ہو چکا تھا اور اس کے بعد سلسلہ احکام ووحی شروع ہو گیا۔

ورقہ بن نوفل کے اشعار نعتِ رسول ﷺ میں

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کے حالات ورقہ سے بیان کرتی تھیں ان سے متاثر ہو کر اس موحد عالم و کاتب انجیل و تورات نے یہ اشعار کہے۔

يَا لِلرِّجَالِ وَ صَرْفُ الدَّهْرِ وَ الْقَدَرِ   وَ مَا لِشَيْءٍ قَضَاءُ اللّٰهُ مِنْ غَيْرِ

لوگوں کا حوادثِ زمانہ کا اور قضاء و قدر کا عجیب اور حیرت فزا حال ہے حالانکہ کسی بھی شئے کے لئے اللہ ﷻ کی قضاء میں تبدیلی نہیں ہے۔

حَتّٰى خُلَيْجَةَ تَدْعُوْنِيْ لِاُخْبِرَهَا   وَ مَا لَهَا بِخَفِيِّ الْغَيْبِ مِنْ خَبَرٍ

حتیٰ کہ (حضرت سیدہ ام المؤمنین) خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھے بلاتی ہیں کہ میں ان کو بتا دوں درا صل انہیں غیب کی خبر کی کچھ بھی خبر نہیں۔

جَاءَتْ لِتَسْأَلَنِيْ عَنْهُ لِاُخْبِرَهَا   اَمْرًا اَرَاهُ سَيَأْتِي النَّاسَ مِنْ اٰخَرَ

(حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا میرے پاس اس مقصد سے آئیں کہ میں ان کو اس بارے میں بتاؤں جو کہ حضور ﷺ نے دیکھا۔ عنقریب وہ نبیٔ آخر کی حیثیت سے آئیں گے۔

وَ خَبَّرَتْنِيْ بِاَمْرٍ قَدْ سَمِعْتُ بِهٖ   فِيْمَا مَضٰى مِنْ قَدِيْمِ الدَّهْرِ وَ الْعَصَرِ

(حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے ایسے امر کی اطلاع دی جس کو میں زمانہ قدیم سے سنتا آ رہا ہوں۔

بِاَنَّ اَحْمَدَ يَاْتِيْهِ وَ يُخْبِرُهٗ   جِبْرِيْلُ اَنَّكَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْبَشَرِ

مجھے (حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کی خبر دی ہے کہ (حضور) احمد ﷺ کے پاس

جبرئیل یعنی ناموس اکبر آئے ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ تمام کائنات (مخلوق) اور تمام انسانوں کی طرف رسول ہیں۔

فَقُلْتُ عَلَی الَّذِیْ تَرْجِیْنَ یُنْجِزُهٗ　　لَکِ اِلٰهُ فَرَجِیْ الْخَیْرَ وَانْتَظِرِیْ

میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: جس چیز کی تم امید رکھتی ہو اللہ ﷻ تمہارے لئے پوری کر دے گا تو تم بھلائی کی امید رکھو اور انتظار کرو۔

وَاَرْسَلَتْهُ اِلَیْنَا کَیْ نُسَائِلَهٗ　　عَنْ اَمْرِهٖ مَا یَرٰی فِی النَّوْمِ وَالسَّهَرِ

اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو ہمارے پاس بھیجا تا کہ ہم ان سے وہ احوال دریافت کریں جو آپ ﷺ خواب اور بیداری میں دیکھتے ہیں۔

فَقَالَ حِیْنَ اَتَانَا مُنْطِقًا عَجَبًا　　یَقِفُ مِنْهُ اَعَالِی الْجِلْدِ وَالشَّعْرِ

حضور ﷺ جب ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے ایسی عجیب بات سنائی جس سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَمِیْنَ اللّٰهِ وَاجَهَنِیْ　　فِیْ صُوْرَةٍ اُکْمِلَتْ مِنْ اَهْیَبِ الصُّوَرِ

(رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا: میں نے اللہ کے امین کو روبرو دیکھا ایسی صورت میں جو ہیبت ناک صورتوں میں کامل تھی۔

ثُمَّ اسْتَمَرَّ فَکَانَ الْخَوْفُ یَذْعَرُنِیْ　　مِمَّا یُسَلِّمُ مَا حَوْلِیْ مِنَ الشَّجَرِ

پھر وہ اللہ کا امین مجھے مسلسل نظر آتا رہا اور اردگرد کے درختوں کے سلام کرنے سے میں خوف وہراس کھاتا رہا۔

فَقُلْتُ ظَنِّیْ وَمَا اَدْرِیْ اَیَصْدُقُنِیْ　　اَنْ سَوْفَ تُبْعَثُ تَتْلُوْ مُنَزَّلَ السُّوَرِ

میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: میرا گمان ہے اور جو میں جانتا ہوں وہ میری تصدیق کرتی ہے کہ عنقریب آپ مبعوث ہوں گے اور نازل شدہ سورتوں کی تلاوت کریں گے۔

وَسَوْفَ آتِیْکَ اِنْ اَعْلَنْتَ دَعْوَتَهُمْ　　مِنَ الْجِهَادِ بِلَا مَنٍّ وَّلَا کَدَرِ

اور میں نے کہا عنقریب میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوں گا اگر آپ نے جہاد کا اعلان کیا۔ میرا آنا بغیر احسان اور بغیر کدورت کے ہوگا۔

پتھر کا رسول اللہ ﷺ کو سلام

طیالسی، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن سمرہ ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جس رات میں مبعوث ہوا وہ پتھر مجھے سلام کرتا تھا۔ بے شک میں اس کو پہچانتا ہوں جب میں اس کے پاس سے گزرتا ہوں۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح روایت کی ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ کو بعثت سے پہلے سلام کرتا تھا اور میں اب بھی اسے پہچان سکتا ہوں۔

طبرانی ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت علی ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھے۔ آپ ﷺ ایک روز نواحی علاقہ میں تشریف لے گئے تو جو چٹان پتھر اور درخت ہم کو قریب راہ ملتا وہ آپ ﷺ سے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" کہتا۔

بزار اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ ﷻ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی تو میں جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتا اس سے آواز آتی:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ"

ابن سعد اور ابونعیم رحمہما اللہ نے بطریق بنت ابی تجراۃ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ جب اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو منصب نبوت عطا فرمایا۔ اس زمانے میں قضاء حاجت کے لئے آپ ﷺ دور تشریف لے جاتے تو راہ کے درختوں اور پتھروں سے آپ ﷺ یہ کلمات سنتے

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ"

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے جس کے آخر میں مزید یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ ان کو جواب سلام "وعلیک السلام" کے الفاظ سے عنایت فرماتے۔

یہ جواب آپ ﷺ کو جبرئیل علیہ السلام نے سکھلایا تھا۔

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ نے طلحہ بن عبید اللہ ؓ سے روایت کی کہ میں بصرہ کے بازار میں گیا ہوا تھا وہاں کے صومعہ کے راہب کو میں نے یہ کہتے سنا: "ان نو وارد سوداگروں سے پوچھو کہ ان میں کوئی حرم مکہ کا رہنے والا ہے؟"

میں (یعنی طلحہ) نے جواب دیا: "جی ہاں میں حرم کا رہنے والا ہوں۔"

راہب نے پوچھا: "کیا سرزمین حرم میں احمد نے ظہور کیا ہے؟"

میں نے راہب سے وضاحت چاہی کہ: "احمد کون؟"

راہب نے بتایا: "ابن عبد اللہ بن عبد المطلب کیونکہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور ہونا ہے اور وہ آخری نبی ہیں۔ ان کے ظہور کا مقام حرم اور ہجرت کی جگہ نخلستانی پتھریلی اور شور کی زمین

ہے۔تم کو چاہئے کہ ان پر ایمان لانے میں سبقت کرو۔"

طلحہ ؓ کا بیان ہے مجھ پر راہب کی بات کا اثر ہوا میں مکہ آ کر ابوبکر صدیق ؓ کے پاس گیا۔راہب نے بصرہ میں جو کچھ بیان کیا تھا انہیں بتایا حضرت ابوبکر صدیق ؓ میرے ساتھ ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے طلحہ ؓ کا واقعہ بیان کیا۔آپ ﷺ سن کر مسرور ہوئے اور طلحہ ؓ نے اسلام قبول کیا۔نوفل بن عدویہ کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت ابوبکر ؓ اور طلحہ ؓ کو پکڑ کر ایک رسی سے دونوں کو باندھ دیا۔اسی وجہ سے ان دونوں حضرات گرامی کا لقب عام طور پر "قَرِیْنَیْنِ" پڑ گیا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: میں ایک قافلہ کے ساتھ بغرض تجارت یمن گیا۔اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے تو ایک خط حنظلہ بن ابوسفیان کا پہنچا' جس میں لکھا تھا:

"محمد (ﷺ) ابطح میں کھڑے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں اور تم سب کو اللہ کی توحید کی طرف بلاتا ہوں۔"

یہ اطلاع اب پورے یمن میں پھیل گئی۔جس کو سن کر ایک یہودی عالم میرے پاس آیا' اور اس نے کہا:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے قافلے میں اس شخص کا چچا ہے جس نے حرم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔"حضرت عباس ؓ نے جواب دیا: "ہاں' میں اس کا چچا ہوں۔" اس کے بعد یہودی عالم نے کہا:

"میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں' کیا تمہارے بھتیجے میں جوانی کی خودسری یا عقل و دانش کی کمی ہے؟"

میں نے جواب دیا: "واللہ بالکل بھی نہیں' وہ نہ جھوٹے ہیں نہ خائن' اسی وجہ سے تمام قریش ان پر اعتماد کرتے اور "الامین" کہہ کر پکارتے ہیں۔"

پھر یہودی نے سوال کیا: "کیا وہ لکھنا جانتے ہیں؟"

عباس ؓ کہتے ہیں' میرا ارادہ ہوا کہ میں کہہ دوں کہ لکھنا جانتے ہیں مگر پھر خیال ہوا ابوسفیان سنے گا' کہیں مجھے جھٹلا نہ دے۔

اس لئے میں نے جواب دیا: "نہیں' وہ لکھنا نہیں جانتے۔" میرے جواب کو سن کر وہ یہودی اچھل پڑا اور اپنی ردا چھوڑ کر تیزی سے روانہ ہو گیا۔وہ کہتا جاتا کہ اب یہودی قتل کر دیئے جائیں گے۔

پھر جب ہم اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو ابوسفیان نے کہا: "اے ابوالفضل! یہودی تو تمہارے بھتیجے سے مرعوب ہیں۔" میں نے کہا' تم نے دیکھ ہی لیا۔ تو کیا ابوسفیان بہتر نہ ہوگا کہ تم ان پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ اگر وہ حق پر ہیں تو تم قبولِ حق میں سبقت لے جاؤ گے اور اگر وہ باطل پر ہیں تو تمہارے ساتھ اور بھی لوگ ہوں گے' جو انجام ان کا ہوگا' وہی تمہارا ہوگا۔"

ابوسفیان ﷺ نے کہا: "میں تو محمد ﷺ پر اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک میں مقام کداء میں گھوڑے نمودار ہوتے نہ دیکھ لوں گا۔"

میں نے کہا: "تم کیا کہہ رہے ہو؟"

ابوسفیان ﷺ نے جواب دیا: "کچھ نہیں' یہ کلمہ تو میری زبان پر یونہی آ گیا' ورنہ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ ﷻ ہرگز کداء پر گھوڑے نہیں نمودار ہونے دے گا۔"

حضرت عباس ﷺ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) بیان کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے روز ہم نے دیکھا کہ گھوڑے مقام کداء پر نمودار ہو رہے تھے۔ چنانچہ میں نے ابوسفیان ﷺ سے کہا تمہیں اپنی وہ بات یاد ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا۔ ہاں' اسی کو یاد کر رہا ہوں۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاویہ ﷺ سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت ابوسفیان ﷺ سے روایت کی کہ میں اور امیہ بن ابی الصلت شام گئے۔ تو امیہ نے مجھ سے کہا۔ نصرانی علماء میں سے کسی کو تم جانتے ہو کہ جو علومِ کتبِ ساویہ کا ماہر ہو؟ تا کہ ہم اس سے مل کر کچھ سوالات کریں۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے تو ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ امیہ میرا جواب سن کر چلا گیا اور پھر واپس آ کر اس نے مجھ سے کہا:

"میں فلاں عالم کے پاس گیا تھا اور میں نے اس سے بہت سی باتیں پوچھیں اور میں نے اس سے "نبی منتظر" کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا وہ عربی نژاد ہے۔ میں نے پھر سوال کیا: "وہ عرب کے کس علاقے سے ہوگا؟" اس نے جواب دیا: "وہ ساکنانِ حرم قریشیوں میں سے ہوگا۔"

پھر میں نے نبی منتظر کے اوصاف بیان کرنے کو کہا تو اس نے بتایا: "وہ ہنوز نوجوان ہیں جب کہولت (ادھیڑ عمر) میں داخل ہوں گے تو نبوت و بعثت سے سرفراز ہوں گے۔ وہ مظالم و محارم[1] سے بیزار ہوں گے۔ حسنِ عمل اور صلہ رحمی ان کا مشرب[2] ہوگا' نسباً نجیب الطرفین ہوں گے اور ان کو تائید و

[1] خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔ (پ۹ الاعراف ۱۹۹)

[2] لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ۱۱ التوبہ ۱۲۸)

نصرت خداوندی حاصل ہوگی۔"

میں نے کہا: "ان کے ظہور و بعثت کے آثار کیا ہوں گے؟"

اس نے بتایا: "جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے گئے ہیں' ملک شام میں تمیں زلزلے آ چکے ہیں جن میں ہر زلزلہ ایک بڑی مصیبت تھی۔ اب صرف ایک زلزلہ باقی ہے جس کے اثرات عام ہوں گے۔"

ابوسفیان رضی اللہ عنہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے امیہ سے کہا: "یہ سب باتیں افسانہ اور غلط ہیں اور ان پر یقین کر لینا سادہ لوحی ہے۔"

امیہ نے جواب دیا: "قسم ہے اس ذات کی کہ جس کی سوگند اور قسم کھائی جاتی ہے۔ یہ باتیں وقوع پذیر ہوئی ہیں اور جن کا تعلق آنے والے دنوں سے ہے وہ رونما ہو کر رہیں گی۔"

پھر ہم واپس آنے لگے تو اچانک ہمارے پیچھے ایک سوار یہ کہتا ہوا آیا کہ تمہارے بعد شام میں ایسا زلزلہ آیا کہ اہل شام ہلاک ہو گئے اور ایک ابتلائے عام میں گرفتار ہیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امیہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تم نے نصرانی کی بات کو کیا پایا؟ میں نے کہا واللہ اس کی بات حق ہے۔ جب سامان تجارت فروخت کر کے مکہ واپس آیا تو لوگ میرے پاس آئے اور سب سے پہلے اپنے مال کے بارے میں انہوں نے استفسار کیا پھر میرے پاس محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے مجھے خوش آمدید کہا میرے سفر اور قیام کے بارے میں دریافت کیا لیکن اپنے مال تجارت کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جس پر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ مجھے محمد ﷺ پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنے مال کے بارے میں کچھ نہ پوچھا ہندہ نے کہا کہ تم ان کی شان کو نہیں جانتے وہ گمان کرتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ہندہ نے یہ باتیں کچھ اس طرح کہیں کہ میں قائل سا ہو گیا۔ اس وقت مجھے اس نصرانی کی بات یاد آ گئی۔ میں نے ہندہ سے کہا کہ محمد گمان سے زیادہ عاقل ہیں کہ وہ یہ فرمائیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

ہندہ نے کہا کہ ہاں واللہ وہ یہی کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا درازی عمر کے حسن و قبیح کے سلسلہ میں امیہ اور میرے درمیان بات چھڑی ہوئی تھی۔

امیہ نے کہا: "ابوسفیان! قطع کلام نہ کرو میری بات تمام ہونے دو۔ ہاں تو میں نے اپنی کتاب میں ایک نبی کا ذکر پڑھا ہے جو ہمارے علاقہ میں پیدا ہوگا اور یہیں مبعوث ہوگا میرا گمان خود اپنے بارے میں بھی تھا کہ شاید یہ منصب مجھ کو مل جائے۔ میں نے پھر مزید معلومات اور تحقیق کی تو

معلوم ہوا کہ وہ نبی اولادِ عبد مناف سے ہوگا۔ پھر میں نے ان سب کا پوری احتیاط سے فرداً فرداً جائزہ لیا تو میری نظر سب برادری پر سے گزرتی ہوئی عتبہ بن ربیعہ پر ٹھہری۔ اب جب تم نے عتبہ کی عمر کے بارے میں وضاحت کی تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ نبی عتبہ بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس کی عمر چالیس سے زیادہ ہو چکی ہے۔

ابوسفیان ﷺ نے بیان کیا جب میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ پر نزولِ وحی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ میں امیہ کے پاس پہنچا اور استہزاء کے طور پر کہا۔ جس نبی کے بارے میں تم ذکر کرتے تھے وہ ظاہر ہو گیا ہے۔

امیہ نے جواب میں کہا' آگاہ ہو جاؤ وہ نبی برحق ہے اس کی پیروی کرو اور گواہ رہو کہ میں اس کی پیروی کرتا ہوں۔

حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں عکرمہ بن خالد ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے دنوں میں قریش کے کچھ لوگ سمندری سفر پر تھے' طوفانی ہواؤں نے کشتی کو ساحلِ جزیرہ پر لگا دیا۔ جزیرہ کے ایک شخص نے اہلِ کشتی سے پوچھا: ''تم کون لوگ ہو؟''

انہوں نے بتایا: ''ہم قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتے ہیں۔'' اس نے پوچھا:

''قریش کون لوگ ہیں؟''

اہلِ کشتی نے جواب دیا: ''ساکنانِ حرم۔'' جب اس نے پہچان لیا تو کہا: ''اہلِ حرم تو ہم ہیں' تم اہلِ حرم نہیں ہو سکتے۔'' اس وقت معلوم ہوا کہ وہ قدیم قوم جرہم سے تعلق رکھتا تھا جو اس وادی غیر ذی زرع کے اولین آباد کار تھے۔ اس نے کہا تم جانتے ہو کہ کس وجہ سے گھوڑوں کا نام اجیاد رکھا گیا؟ پھر خود ہی کہا اس لئے کہ وہ تیز رفتار تھے۔

اس کے بعد قریشیوں نے اس سے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا کہ ہم میں ایک شخص اس طرح دعوائے نبوت کرنے لگا ہے۔ جرہمی شخص نے کہا تم سب اس کی پیروی کرو اگر میں اس قدر بوڑھا نہ ہوتا تو ان کی خدمت میں ضرور پہنچتا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ عبد الرحمٰن بن حمید رحمۃ اللہ علیہ کے دادا سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ کی بعثت کے سالِ اول میں یمن کا سفر کیا اور عسقلان حمیری کے پاس قیام کیا۔ وہ بہت بوڑھا اور کمزور تھا اور ثقلِ سماعت بھی تھا۔ اس کی اولاد در اولاد کا سلسلہ طویل تھا۔ صبح کو مسند پر اس کو بٹھایا گیا اور سب بیٹے پوتے اور پرپوتے وغیرہ سلیقہ کے ساتھ اس کے روبرو بیٹھے۔ مجھ کو بھی مہمان کی حیثیت سے بٹھایا گیا۔ حمیری بزرگ نے مجھ سے کہا:

"قریشی مہمان! اپنا نسب بیان کرو۔"

میں نے دوبارہ سلام کیا اور کہا: "میرا نام عبد الرحمٰن ہے اور میں عوف بن عوف بن عبد عوف بن عبد الحارث بن زہرہ کا بیٹا ہوں۔" اس نے کہا: "اے معزز زہری مہمان! بس کافی ہے کیونکہ باقی سے میں واقف ہوں کیا میں تم کو ایک ایسی اچھی خبر نہ دوں جو تمہارے لئے تجارت کے فائدوں سے زیادہ نفع بخش ہے؟" میں نے کہا: "ضرور بتایئے۔"

اس نے کہا میں تم کو تعجب میں ڈالنے والی اور رغبت وشوق پیدا کرنے والی بشارت سناتا ہوں۔ "گذشتہ ماہ تمہاری قوم میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے' جس کے خصائل پسندیدہ ہیں اور اس پر کتاب نازل ہوئی ہے اور اس کے لئے ثواب مقرر کیا گیا ہے۔ وہ اصنام پرستی سے روکتا اور اسلام کی طرف بلاتا ہے' حق کی تلقین کرتا اور اس پر عمل پیرا رہتا ہے۔"

میں نے دریافت کیا: "وہ کس قبیلہ سے ہے؟"

انہوں نے کہا: "وہ بنی ہاشم سے ہے اور تم لوگ اس کے "ننہالی" ہو۔ تو عبد الرحمٰن تم قیام کو مختصر کردو اور جلد لوٹ جاؤ' جا کر اس کے کاموں میں تعاون کرو اور اس کی تصدیق کرو اور ان اشعار کو لے جا کر ان کی بارگاہ میں پیش کرو۔

اَشْھَدُ بِاللّٰہِ ذِی الْمَعَالِیْ وَفَالِقِ اللَّیْلِ وَالصَّبَاحِ

میں اس اللہ کی گواہی دیتا ہوں جو بلندیوں والا اور سلسلہ روز وشب کا قائم رکھنے والا ہے۔

اِنَّکَ فِی السِّرِّ مِنْ قُرَیْشٍ یَا ابْنَ الْمُفَدّٰی مِنَ الذِّبَاحِ

بے شک آپ ﷺ جواں مردی میں قریش ہیں اور اس شخص کے فرزند جس کا ذبیحہ سے فدیہ دیا گیا۔

اُرْسِلْتَ تَدْعُوْ اِلٰی یَقِیْنٍ تُرْشِدُ لِلْحَقِّ وَالْفَلَاحِ

آپ ﷺ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور (تذبذب وریب سے نکال کر) یقین کی منزل کی طرف لے جاتے ہیں اور حق وفلاح کی راہ دکھاتے ہیں۔

اَشْھَدُ بِاللّٰہِ رَبِّ مُوْسٰی اِنَّکَ اُرْسِلْتَ بِالْبِطَاحِ

میں اس اللہ ﷻ کی گواہی دیتا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام کا رب ہے' بلاشبہ آپ ﷺ بطحا میں رسول اللہ ہو کر تشریف لائے ہیں۔

فَکُنْ شَفِیْعِیْ اِلٰی مَلِیْکٍ یَدْعُوْ الْبَرَایَا اِلَی الْفَلَاحِ

اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ بارگاہ خداوندی میں میری شفاعت فرمایئے' کیونکہ حق

تعالیٰ لوگوں کو فلاح کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ان اشعار کو (جن میں شہادت رسالت، مدح نبوت فلاح کی دعوت اور منصب شفاعت کا مضمون بے پناہ ارادت اور جذبہ اخلاص کے ساتھ نظم کیا گیا تھا) یاد کر لیا اور اپنی ضروریات جلد از جلد پوری کر کے مکہ لوٹ آیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ سے ملاقات اور تبادلہ خیال کیا۔

انہوں نے کہا وہ محمد بن عبد اللہ ہیں تم ان کی خدمت میں حاضر ہو۔ چنانچہ میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ بیت خدیجہ میں تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ "میں ایک خوش اخلاق شخص کے چہرے کو دیکھ رہا ہوں اور میں اس کے لئے خیر کی امید رکھتا ہوں جسے تم پیچھے چھوڑ کر آئے ہو۔"

میں نے عرض کیا: "اے محمد ﷺ وہ کون سی بات ہے؟"

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میرے لئے ایک امانت لے کر آئے ہو کسی بھیجنے والے نے تم کو میرے پاس ایک پیام کے ساتھ بھیجا ہے وہ جو کچھ ہے بیان کرو۔"

پھر مجھے اپنے میزبان اور بوڑھے حمیری کا پیام یاد آ گیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں اس کے ارادت مند اشعار جو در اصل اس کے والہانہ جذبات تھے جو شعر ونغمہ میں اپنی پر زور کیفیت کی وجہ سے ڈھل گئے تھے سنائے اور میں نے اسلام قبول کیا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: معمر حمیری ﷺ خاص مومنین میں سے ہے چونکہ ایسے لوگوں کی تعداد جنہوں نے اپنی چشم سر سے مجھے نہ دیکھا مگر میری تصدیق کی مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری محبت میں آنکھوں کو پُر نم اور دلوں کو اعذار کر لیا وہ لوگ میرے سچے بھائی ہیں۔

غیبی آوازوں اور کاہنوں کی زبانوں سے بعثت محمدی (ﷺ) کی شہادت اور ثبوت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر ﷺ سے روایت کی کہ ان کے پاس سے ایک خوبصورت شخص کا گزر ہوا جو چہرے اور بشرے سے نیک اور ذہین معلوم ہوتا تھا۔ حضرت عمر ﷺ نے اس شخص کو روک کر اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا زمانہ جاہلیت میں وہ عرب کا کاہن تھا۔ حضرت عمر ﷺ نے پوچھا تمہاری جنیہ (جِنِّیہ) سب سے زیادہ عجیب اور غیر متوقع کون سی خبر لے کر تمہارے پاس آئی؟ اس نے بتایا کہ ایک روز میں بازار مکہ میں تھا تو وہ جنیہ مجھ سے ملی۔ میں نے اس کو پریشان حال دیکھ کر اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا:

اَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَابْلَاسَهَا وَيَاْسَهَا مِنْ بَعْدِ اِنْكَاسِهَا

وَلُحُوْقِهَا بِالْقِلَاصِ وَاَحْلَابِهَا

یعنی تم نے جنوں کو اور ان کی حالتِ بے خبری کو نہیں دیکھا اور ان کو اونٹ حاہونے کے بعد ان کی محرومی کو اور ان کا اونٹوں اور پالانوں کے پاس ہونا نہیں دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ میں بھی ایک روز عرب کے اصنامی معبودوں کے پاس ہی محوِ خواب تھا کہ ایک شخص گائے کا بچھڑا لے کر آیا جس کو اس نے ذبح کیا ہی تھا کہ اس نے ایک بہت بڑی اور غیر معمولی چیخ ماری میں نے اس قدر پر زور آواز کبھی نہیں سنی تھی اس کے کلمات یہ تھے۔

"یَا جَلِیْحُ اَمْرٌ نَجِیْحٌ رَجُلٌ فَصِیْحٌ یَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"۔ یعنی اے جلیح! یہ امر نجات بخش ہے اور وہ شخص سچا خیر خواہ ہے جو اس حقیقت کا ابلاغ کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔[1]

لوگ دنگ رہ گئے اور پھر راہِ فرار اختیار کی۔ میں نے اپنے جی میں سوچا کہ اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسری بار پھر اس نے وہی کلمات اسی آواز سے کہے اور پھر تیسری بار اور اس واقعہ نداء کے بعد کچھ ہی مدت گزری تھی کہ اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے۔

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ قبیلہ غفار کے لوگ اپنے بتوں پر چڑھاوے کے لئے ایک گائے کو لائے ابھی وہ گائے صنم پر ذبح ہونے کی وجہ سے پجاریوں کے نزدیک تبرک بنی کھڑی ہی تھی کہ اس نے یہ بانگِ دہل کہا:

"یَا لَذَرِیْحْ اَمْرٌ نُجِیْحٌ صَائِحٌ یَصِیْحُ بِلِسَانٍ فَصِیْحٍ یَدْعُوْ بِمَكَّةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" یہ سن کر لوگ اس کے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانے میں توقف کرنے لگے اور وہاں سے ٹل گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی وہ نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کے ماحول میں ہلچل کی خبریں سننے لگے۔

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ہم سے ایک بوڑھے نے حدیث بیان کی اس نے کہا میں اپنے گھر والوں کی گائے کو ہانک رہا تھا تو میں نے اس کے پیٹ میں سے یہ آواز سنی:

"یَا لَذَرِیْحْ قَوْلٌ فَصِیْحٌ رَجُلٌ یَصِیْحُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"۔ اس کے بعد ہم مکہ آ گئے تو ہم کو معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہو گئے ہیں۔

سواد رضی اللہ عنہ نے اپنے جن کی زبانی بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بزار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سواد بن قارب رضی اللہ عنہ

[1] بعد کے دونوں واقعات میں بالکل مطابقت ہے لیکن وہ الگ الگ بیان کئے گئے ہیں اور راوی بھی الگ الگ ہیں۔

سے فرمایا: "تم کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب یا تحریک کس طرح ہوئی؟"

سواد ﷺ نے کہا: "میرا ایک جن تھا۔ میں ایک رات میں سو رہا تھا کہ وہ جن میرے پاس آیا اور اس نے کہا: اٹھو اور سمجھو اور جان لو اگر تم میں کچھ عقل ہے کہ لوئی بن غالب[1] کی اولاد سے رسول خدا مبعوث ہو چکے۔

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَاَنْجَاسِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسِ بِاَحْلَاسِهَا

مجھے جنات اور ان کی نجاستوں اور ان کے اپنے اونٹوں پر کجاوے کسنے پر تعجب ہے۔

تَهْوِيْ اِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى مَا مُؤْمِنُوْهَا مِثْلُ اَرْجَاسِهَا

کہ وہ جنات مکہ کی طرف آ کر ہدایت کے خواستگار ہو رہے ہیں اور جنات میں جو صاحبِ ایمان ہیں وہ ناپاک جنات کی طرح نہیں ہیں۔

فَانْهَضْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ وَاسْمُ بِعَيْنَيْكَ اِلٰى رَاْسِهَا

لہٰذا تم بنی ہاشم کے صاحب پاک سیرت کی خدمت میں پہنچو اور اولادِ ہاشم کے سردار کی جانب ذرا جائزہ گیر نگاہ سے تو دیکھو۔

پھر اس نے مجھے بیدار کر کے اور خوف زدہ کر دیا اور کہا اے سواد بن قارب ﷺ اللہ ﷻ نے اپنے نبی کو مبعوث فرما دیا ہے تو تم اس کے پاس پہنچو اور رشد و ہدایت حاصل کرو۔ دوسری رات میں وہ جن پھر آیا اور مجھے خواب سے بیدار کر کے یہ اشعار سنانے لگا۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَلِطِلَابِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسِ بِاَقْتَابِهَا

مجھے جنات اور ان کی طلب اور ان کے اپنے اونٹوں پر کجاوے کسنے پر حیرت ہوتی ہے۔

تَهْوِيْ اِلٰى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى مَا صَادِقُوا الْجِنِّ كَكَذَّابِهَا

جنات مکہ کی جانب سفر کر کے رشد و ہدایت کے طالب ہیں اور گروہ جنات میں جو صدق و صفا کے حامل ہیں۔ وہ کذب و افترا کے خوگر جنوں کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں۔

فَارْحَلْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ قُدَامِهَا كَاَذْنَابِهَا

تو تم بنی ہاشم کے پاک سیرت شخص کے پاس سفر کر کے پہنچو ان کے اگلے لوگ ان کے پچھلے لوگوں کی مانند نہیں ہیں۔

پھر جب تیسری رات آئی تو وہ جن میرے پاس آیا اور اس نے مجھ کو بیدار کر کے حسب

---

[1] "لوئی بن غالب" لوئی غالب بن مالک (قریش) کے بیٹے کے بیٹے یعنی پوتے تھے۔

ذیل اشعار سنائے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وِ تِجْسَارِهَا وَ شَدِّهَا الْعِيْسِ بِاَكْوَارِهَا

میں جنات پر اور ان کی جسارت پر اور اونٹوں پر کجاوے باندھنے پر تعجب کرتا ہوں۔

تَهْوِي اِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدٰى لَيْسَ ذُوْ وَالشَّرِّ كَاَخْيَارِهَا

وہ جنات مکہ پہنچ کر ہدایت ورہنمائی کی جستجو میں ہیں اور برے جنات ان کے اچھے جنوں کی مانند ہرگز نہیں ہیں۔

فَانْهَضْ اِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ مَا مُؤْمِنُوا الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا

تو تم بنی ہاشم کے پاک سیرت شخص کی خدمت میں حاضر ہو اور صاحبِ ایمان جن، کافر جنوں کے مانند نہیں ہیں۔

سواد بن قارب ﷜ نے کہا۔ جب میں نے مسلسل تین راتوں تک[1] یہ وعظ سنا تو میرے دل میں اسلام کی محبت اور عظمت جانشین ہوگئی۔ میں روانہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

''اے سواد بن قارب (﷜)! مرحبا ہم جانتے ہیں کہ کس نے تم کو بھیجا ہے۔'' میں نے گزارش کی' اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! میں نے واردات اور تاثرات کو اشعار کے قالب میں ڈھالا ہے' براہ لطف وکرم اجازت دیجئے کہ بیان کر کے قلب کو سکون دوں۔ پھر میں نے عرض کیا:

اَتَانِيْ رُئِيِّيْ بَعْدَ لَيْلٍ وَ هَجْعَةٍ وَ لَمْ يَكُ فِيْمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبِ

میرے پاس میرا جن رات کو سونے کے بعد آیا اور میں نے جس بارے میں بھی اس کی آزمائش کی وہ جھوٹا ثابت نہیں ہوا۔

ثَلَاثَ لَيَالٍ قَوْلُهُ كُلَّ لَيْلَةٍ اَتَاكَ رَسُوْلٌ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ

تین راتوں میں وہ آیا اور ایک ہی بات اس نے کہی کہ ''تیرے قرین لوی بن غالب کی اولاد سے پیغمبر ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔

فَشَمَّرْتُ عَنْ سَاقِي الْاِزَارَ وَوَسَّطَتْ بِيَ الدِّعْلِبُ الْوَجْنَاءُ عِنْدَ السَّبَاسِبِ

پھر میں نے پنڈلی سے اپنا تہبند اونچا کیا تیز رفتار اور بڑے چہرے والی اونٹنی پر سوار ہو کر قطع مسافت کر کے حاضر ہوگیا۔

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ وَاَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

[1] سواد بن قارب ﷜ نے اپنے اشعار میں ان تمام کیفیات کو پیش کیا ہے جن سے متواتر تین راتوں تک دوچار ہوئے۔

اب میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہے اس کے سوا کوئی رب نہیں اور بلاشبہ آپ ﷺ ہر غائب پر مامون ہیں۔

وَاَنَّکَ اَدْنَی الْمُرْسَلِیْنَ شَفَاعَۃً   اِلَی اللّٰہِ یَا ابْنَ الْاَکْرَمِیْنَ الْاَطَائِبِ

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے حضور میں تمام رسولوں سے زیادہ مقرب و شفیع ہیں۔ اے صاحبان کرامت اور پاکوں کے فرزند۔

فَمُرْنَا بِمَا یَاْتِیْکَ یَا خَیْرَ مَنْ مَشٰی   وَاِنْ کَانَ فِیْمَا جَاءَ شَیْبُ الذَّوَائِبِ

اے افضل الخلائق! جو امر آپ ﷺ لائے ہیں اس کا ہمیں حکم دیجئے' اگرچہ وہ اس قدر دشوار ہو کہ آدمی بوڑھا ہو جائے۔

وَکُنْ لِیْ شَفِیْعًا یَوْمَ لَا ذُوْشَفَاعَۃٍ   سِوَاکَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

مگر آپ ﷺ میری اس دن شفاعت فرمائیں جس دن کوئی صاحب شفاعت آپ ﷺ کے سوا سواد بن قارب کو چھڑانے والا نہ ہوگا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن محمد کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ مجھ سے طی کے مشائخ میں سے ایک شیخ نے حدیث بیان کی کہ مازن طائی سرزمین عمان میں تھا وہ اپنے گھرانے کے بتوں کا خدمت گار تھا اور اس کا ایک بت تھا جس کا نام ناجز تھا۔ ایک روز اس بت پر بھینٹ چڑھائی۔

تو بت سے آواز آئی۔ اے مازن ایک خبر صادق سنو جس سے تم بے خبر ہو۔ وہ یہ کہ ایک نبی کی بعثت اور اس پر نزول کلام ہوا ہے تم ان پر ایمان لا کر اس عذاب آتش سے بچ سکتے ہو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ مازن نے کچھ دنوں بعد ایک اور ذبیحہ قربان کیا تو پھر آواز آئی "اے مازن تو مسرور ہوگا' خیر ظاہر اور بدی ناپید ہو گئی مضر سے ایک نبی دین الٰہی کی اشاعت کے لئے مبعوث ہو چکا ہے تو اصنام پرستی چھوڑ دے تاکہ عذاب جہنم سے بچ سکے۔"

مازن نے دل میں سوچا یہ تو حیرت ناک طریقہ پر ہدایت کی گئی جو میری بھلائی کی خاطر ہے۔ اسی اثنا میں مازن کا کہنا ہے کہ حجاز سے ایک شخص میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا اپنے علاقے کی کوئی خاص خبر سناؤ۔ اس نے بتایا تہامہ میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو خود کو دین الٰہی کا داعی بتاتا ہے اور اس کا نام احمد ہے۔ میں نے خیال کیا' واللہ یہ تو وہی اطلاع مل گئی جس کی مجھے خبر دی گئی ہے۔

اس کے بعد جلد ہی سفر کر کے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ کی دعوت دین کو قبول کیا۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں موسیقی' شراب اور عورتوں سے والہانہ

فریفتگی رکھتا ہوں نیز سالوں سے ہم قحط سالی میں مبتلا ہیں۔ جس کی وجہ سے ہمارے اموال تباہ ہو گئے ہمارے بچے عورتیں اور مرد بھوکوں سے کمزور ہو گئے اور میرا کوئی لڑکا بھی نہیں ہے۔ میں ان باتوں کے لئے آپ سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ ان کی درخواست پر اللہ ﷺ کے رسول ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اَبْدِلْهُ بِالطَّرَبِ قِرَاْۃَ الْقُرْاٰنَ وَبِالْحَرَامِ الْحَلَالَ وَاٰتِهٖ بِالْحَیَاءِ وَھَبْ لَهٗ وَلَدًا

اے پروردگار کائنات! اس کے ذوق موسیقی کو قرأۃ قرآن سے اور حرام کو حلال سے بدل دے اور بارش کے لئے حکم فرما دے اور اس کو فرزند نرینہ عطا فرما۔

مازن ﷺ کا کہنا ہے کہ اس دعا مستجاب کے بعد اللہ ﷻ نے ہماری تمام پریشانیاں رفع فرما دیں اور ہمارا سارا علاقہ عمان سرسبز و شاداب ہو گیا۔ میں نے چار خواتین سے نکاح کیا اور اللہ نے مجھے حیان جیسا لائق فرزند عطا فرمایا۔

(اس روایت کو طبرانی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا)۔

ابن سعد، احمد، طبرانی، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ سے روایت کی کہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سب سے پہلے یہ خبر آئی کہ مدینہ کی ایک عورت کے تابع جن تھا۔ ایک روز جن پرندے کی صورت میں اس کے گھر کی دیوار پر بیٹھ گیا۔ عورت نے اس سے کہا نیچے اتر آ۔ تو اس نے جواب دیا' ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم میں جو نبی مبعوث ہوا ہے اس نے ہر طرح کی بداخلاقی کو منع اور زنا کو حرام کر دیا ہے۔

ابونعیم رحمتہ اللہ علیہ نے ارطاۃ بن منذر ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے ضمرہ ﷺ سے سنا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں ایک عورت پر جن آتا تھا پھر وہ غائب رہا اور ایک عرصہ تک نہیں آیا۔ کافی دنوں کے بعد وہ اس طریق پر جو اس کے سابقہ معمول کے خلاف تھا آیا۔ عورت نے پوچھا پہلے تیری عادت تو یہ نہ تھی؟ اس نے جواب دیا کہ مکہ مکرمہ میں اللہ ﷻ کے نبی مبعوث ہوئے ہیں اور میں نے ان کی ہدایت میں "حرمت زنا" کو معلوم کر لیا ہے۔ لہٰذا اب میرا تجھ کو سلام ہے۔

ابونعیم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عثمان ابن عفان ﷺ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب باب شام پر پہنچے تو وہاں ایک کاہنہ تھی اس نے بتایا میرا جن آیا اور مکان کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا اندر کیوں نہیں آیا؟ جن نے جواب دیا اب اس کی کوئی صورت نہیں اس لئے کہ احمد ﷺ کا ظہور ہو گیا ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں قطعی ممانعت کر دی ہے۔

یہ بتا کر وہ کاہنہ چلی گئی۔[1] جب میں مکہ واپس پہنچا تو اہل مکہ نے بتایا رسول اللہ ﷺ معبوث ہو گئے ہیں اور قریش کو اللہ کے دین فطرت کی دعوت دے رہے ہیں۔

ابن شاہین ابن مندہ اور المعانی رحمہم اللہ نے علی الترتیب کتب الصحابہ دلائل النبوۃ اور المجلیس میں ابن ابی سبرہ رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے بتایا کہ مجھ سے حضرت ذباب بن حارث ﷺ نے حدیث بیان کی کہ ابن وقشہ ﷺ کا ایک جن تابع تھا جو اس کو مستقبل کے بارے میں بتاتا تھا۔ ایک دن آیا اور اس نے کوئی خبر ابن وقشہ ﷺ کو دی اور پھر یہ غور دیکھ کر کہا کہ آج میں تجھے بڑی تعجب خیز بات سناتا ہوں کہ محمد ﷺ اپنے بارے میں "نبی اللہ" ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور لوگوں کو دعوت اسلام دے رہے ہیں۔ مگر لوگ اعتنا نہیں کر رہے ہیں بلکہ انکار اور سرتابی پر اتر آئے ہیں۔

اس کی بات سن کر میں نے کہا: "یہ ایک عجیب اور انوکھی خبر ہے؟"

جن نے کہا: "میں اس سے زیادہ نہیں جانتا۔"

ابن وقشہ ﷺ نے کہا: کچھ ہی عرصہ بعد میں نے حضور ﷺ کی رسالت اور تحریک دین کی خبریں معتبر لوگوں سے سنیں اور اسلامی جماعت اور پیروان رسول میں شامل ہو گیا۔

عمر بن شبہ رحمتہ اللہ علیہ نے جموح بن عثمان غفاری ﷺ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا زمانہ جاہلیت میں ہم اپنے گھروں میں تھے تو رات کے وقت ایک شخص کے چیخنے کی آواز سنی اور اس نے چھ اشعار کہے۔ دوسری اور تیسری راتوں میں بھی ایسی ہی آوازیں سنیں۔ پھر کچھ ہی دنوں کے بعد ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی خبر پہنچی۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے سفیان ہذلی ﷺ سے روایت کی کہ ہم ایک مرتبہ سفر شام کے لئے روانہ ہوئے تھے دوران سفر ہمارے قافلے نے زرقاء اور معان کے درمیان پڑاؤ کیا۔ یکایک ہم نے ایک سوار کو کہتے سنا: "اے لذت خواب کے دل دادگان اٹھو! یہ خواب راحت کا وقت نہیں۔ بحکم خداوندی بیشک مکہ میں عبد المطلب کے گھرانے میں احمد ﷺ نے ظہور فرمایا ہے اور جنات ہر طرح سے راندہ کر دیئے گئے ہیں اور ان کو دھتکار دیا گیا ہے۔

اس آواز سے ہم سب لوگ کانپ گئے اگرچہ ہم لوگ قوی ہمت اور جوان تھے ہمارے گروہ میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ آواز نہ سنی ہو۔ بہرحال جب ہم اس سفر شام سے واپس اپنے اپنے گھر کو ہوئے تو ہم نے مکہ مکرمہ میں نبی کے ظہور کے سلسلہ میں مختلف الخیال اور متضاد آراء کو موجود پایا۔

لوگوں کو ہم نے ہر جگہ اور ہر طرف یہی ذکر کرتے سنا کہ قریش میں بنی عبد المطلب سے ایک

---

[1] ایام جاہلیت میں ہر قبیلہ میں ایک کاہن یا کاہنہ ہوتی تھی جو مستقبل کے بارے میں بتاتا اس کا کام ہوتا تھا۔

چالیس سالہ شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس شخص کا نام احمد (ﷺ) ہے' ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مکہ میں اس نبی کی دعوت کے سلسلہ میں دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں' ایک گروہ اہل شرک کا ہے اور ایک جماعت علمبرداران حق کی ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے طلحہ تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تو کاہن ہے اور اپنی صاحبہ کے ساتھ تو نے عہد کیا تھا؟ اس نے جواب دیا' اسلام سے پہلے ایک دن وہ آئی اور سلام کہہ کر اس نے کہا: ''اَلْحَقُّ الْمُبِیْنُ' وَالْخَیْرُ الدَّائِمُ' غَیْرَ حِلْمِ النَّائِمِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ''۔ پھر وہ چلی گئی۔[1]

اس موقعہ پر ایک مسلمان نے کہا: ''اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! اسی طرح کی ایک بات میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔'' ہم ایک لق ودق بیابان میں جا رہے تھے اس میں بجز اپنے قدموں کی چاپ کے ہم کچھ نہ سنتے تھے کہ دفعتہً ہم نے سامنے سے ایک سوار کو آتے دیکھا اور اس نے ''یَا اَحْمَدُ' یَا اَحْمَدُ' اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَمْجَدُ' اَتَاکَ مَا وَعَدَکَ مِنَ الْخَیْرِ یَا اَحْمَدُ'' پکارا۔ پھر وہ چلا گیا' پھر ایک انصاری نے کہا ایک واقعہ میں بھی عرض کرتا ہوں۔ شام کے سفر کے دوران ہم بادیہ نوردی (بے آب گیاہ وادی) میں تھے کہ ہاتف غیبی کو گاتے سنا۔ اشعار یہ تھے۔

قَدْ لَاحَ نَجْمٌ فَاَضَاءَ مَشْرِقَہٗ یُخْرِجُ مِنْ ظُلْمَاءَ عَسُوْفِ مُوْبِقِہٖ

بلاشبہ ایک ستارے نے طلوع فرمایا جس نے اپنی ضو سے مشرق کو جگمگا دیا' ہلاکت خیز اندھیروں سے وہ مخلوق کو نکالتا ہے۔

ذَاکَ رَسُوْلٌ مُفْلِحٌ مَنْ صَدَّقَہٗ اَللّٰہُ اَعْلٰی اَمْرَہٗ وَحَقَّقَہٗ

وہ ستارہ ایک رسول (ﷺ) ہے' جس نے اس کی تصدیق کی پس اس نے فلاح پائی۔ اللہ ﷻ نے ان کے امر کو بلند کیا اور اسے ثابت کر دیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک جن نے جبل ابو قبیس پر جو مکہ میں ہے یہ آواز دی کہ:

قَبَّحَ اللّٰہُ رَأْیَ کَعْبَ بْنَ فِھْرٍ مَا اَرَقَّ الْعُقُوْلَ وَالْاَحْلَامِ

اللہ ﷻ کعب بن فہر کی رائے کو برا کرے وہ کتنا کم عقل اور نادان ہے۔

دِیْنُھَا اَنَّھَا یُعَنَّفُ فِیْھَا دِیْنُ آبَائِھَا الْحُمَاۃِ الْکِرَامِ

ان کا دین ان کے برگزیدہ آباء کی حمایت کرنے والوں کا دین ہے اور (پھر بھی) وہ اس دین

---

[1] حق ظاہر و باہر ہو گیا اور خیر و بھلائی ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئی۔ اللہ بہت بڑا ہے۔

میں ملامت کئے جاتے ہیں۔

حَالَفَ الْجِنُّ حِيْنَ يُقْضٰى عَلَيْكُمْ وَرِجَالُ النَّخِيْلِ وَالْعَامِ

جب ان کو حکم دیا جائے گا تو جنات اور بر نخلستان اور ریگ زار زمین کے رہنے والے لوگ ان کی حمایت کریں گے۔

يُوْشِكُ الْخَيْلَ اَنْ تَرَاهَا تَهَادٰى تُقْتَلُ الْقَوْمُ فِى الْبِلَادِ الْعِظَامِ

عنقریب سبک خرام سواروں کو تم دیکھو گے جب کہ بڑے بڑے شہروں میں لوگ قتل کئے جائیں گے۔

هَلْ كَرِيْمٌ مِّنْكُمْ لَهٗ نَفْسٌ حُرٌّ مَاجِدُ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَعْمَامِ

کیا تم میں کوئی جان ایسی ہے جو آزاد اور باعزت ہے اور جس کے والدین اور چچا لائق احترام سمجھے جاتے ہیں۔

ضَارِبٌ ضَرْبَةً تَكُوْنُ نَكَالًا وَرَوَاحًا مِنْ كُرْبَةٍ وَاغْتِمَامٍ

وہ عزت والا شخص خواری کی مار لگانے والا ہے اور سختی و مصیبت سے خوشی کی جانب لے جانے والا ہے۔

جب صبح ہوئی تو یہ بات تمام مکہ میں پھیل گئی اور مشرکین آپس میں ان شعروں کو مزاحیہ انداز میں گنگناتے اور مہذب و باوقار مسلمانوں کی جانب اشارے و کنایے کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس طرز عمل کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ یہ شیطان کی آواز ہے جو بتوں کے ذریعہ لوگوں سے "ہرزہ سرائی" کرتا ہے اس کا نام مسعر ہے۔ اللہ ﷻ اسے ذلیل و خوار کرے۔ اس کے تین دن بعد اچانک جبل ابوقبیس پر ہاتف کو کہتے سنا:

نَحْنُ قَتَلْنَا مُسْعِرًا لِمَا طَغٰى وَاسْتَكْبَرَا

ہم نے مسعر شیطان کو قتل کر ڈالا جب کہ اس نے سرکشی کی اور تکبر کیا۔

وَسَفَّهَ الْحَقَّ وَسَنَّ الْمُنْكَرَا قَنَعْتُهٗ سَيْفًا جَرُوْفًا مُبْتِرَا

مسعر نے حق کو سبک ٹھہرایا اور بری بات کو نعمت قرار دیا۔ مسعر کو اسی تلوار سے قتل کیا جو بنیادوں کو کھودنے والی ہے۔

بِشَتْمِهٖ نَبِيَّنَا الْمُطَهَّرَا

مسعر کا قتل اس بناء پر ہے کہ اس نے ہمارے پاک نبی ﷺ کے ساتھ دشنام طرازی کی۔

اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنات میں وہ عفریت ہے جس کا نام سمج ہے۔

اس نے مسعر کو قتل کیا۔ میں نے سمحج کا نام عبداللہ رکھ دیا ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لے آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسعر کی تلاش میں کئی روز سے تھا۔

فاکہی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اخبار مکہ'' میں حضرت ابن عباس ﷺ کی حدیث کو عامر بن ربیعہ ﷺ سے روایت کیا کہ ہم ابتدائے اسلام کے وقت مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اچانک ہم نے مکہ کے ایک پہاڑ پر سے نداء سنی ''اس میں لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا گیا تھا۔'' اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شیطان ہے اور جس شیطان نے کسی نبی ﷺ کے خلاف علانیہ لوگوں کو ابھارا' اللہ ﷻ نے اسے ہلاک کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ﷻ نے اس شیطان کو جنات کے اس عفریت کے ذریعہ قتل کرا دیا جس کا نام سمحج ہے اور میں نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا ہے۔'' پھر جب غروب آفتاب کا وقت ہوا تو میں نے ایک نداء کرنے والے کو اسی جگہ نداء کرتے سنا:

نَحْنُ قَتَلْنَا مُسْعِرًا   لِمَا طَغٰی وَاسْتَکْبَرَا

وَصَغَّرَ الْحَقَّ وَسَنَّ الْمُنْکَرَا   بِشَتْمِهٖ نَبِیَّنَا الْمُطَهَّرَا

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اور فاکہی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اخبار مکہ'' میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ سے روایت کی کہ نبوت محمدی ﷺ کا جب اعلان واظہار ہوا تو ایک جن نے جس کا نام مسعر ہے' جبلِ ابو قبیس پر کھڑے ہو کر کہا۔

قَبَّحَ اللّٰهُ رَاْیَ کَعْبِ بْنِ فِهْرٍ

جب صبح ہوئی تو قریش کہنے لگے کہ تم نے اس قدر سستی دکھائی کہ جن تم کو ابھارنے پر مجبور ہو گئے۔

پھر جب دوسری رات آئی تو اسی جگہ ایک جن جس کا نام سمحج تھا' کھڑے ہو کر کہا:

نَحْنُ قَتَلْنَا مُسْعِرًا   لِمَا طَغٰی وَاسْتَکْبَرَا

یعنی ہم نے مسعر کو قتل کر دیا جب اس نے سرکشی اور تکبر کیا۔

بِشَتْمِهٖ نَبِیَّنَا الْمُطَهَّرَا   اَوْرَدْتُهٗ سَیْفًا جَرُوْفًا مُبْتَرًا

ہم نے اس لئے قتل کیا کہ اس نے ہمارے پاک نبی کے ساتھ گستاخی کی' میں اس پر ایسی تلوار لایا جو جڑ اور بنیاد کو کھود ڈالے۔

اِنَّا نَذُوْدُ مَنْ اَرَادَ الْبَطَرَا

ہم اسے دور کرتے ہیں جو غیر مکروہ کو برا جانے۔

ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرف المصطفےٰ'' میں جندل بن نضلہ ؓ سے روایت کی' وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے انہوں نے کہا: ایک جن میرا ساتھی تھا وہ اچانک میرے پاس آیا اور اس نے ڈراتے ہوئے کہا:

هَبَّ فَقَدْ لَاحَ سِرَاجُ الدِّيْنِ　　لِصَادِقٍ مُهَذَّبٍ اَمِيْنٍ

اُٹھ! دین کا چراغ روشن ہو گیا' اس نبی ﷺ کے ذریعہ جو صادق' مہذب اور امین ہے۔

فَارْحَلْ عَلٰى نَاجِيَةٍ اَمُوْنٍ　　تَمْشِيْ عَلَى الصَّحْصَحِ وَالْحُزُوْنِ

اور تو ایسی اونٹنی پر سوار ہو جو مضبوط ہے اور وہ نرم و سخت ہر جگہ پر چلتی ہے۔

میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہو گیا۔ میں نے حقیقت حال دریافت کی تو اس نے کہا: ''وَسَاطِحِ الْاَرْضِ وَفَارِضِ الْفَرْضِ' لَقَدْ بُعِثَ مُحَمَّدٌ فِي الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ' نَشَاءَ فِي الْحُرُمَاتِ الْعِظَامِ' وَهَاجَرَ اِلٰى طَيْبَةَ الْاَمِيْنَةِ۔'' یعنی قسم ہے مسطح زمین اور فرض کرنے والے کی یقیناً محمد ﷺ طول و عرض میں مبعوث ہو گئے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں نشو ونما پائی اور مدینہ طیبہ کی جانب ان کی ہجرت ہوگی۔

یہ سن کر میں خوش ہو گیا اور جانے لگا تو اچانک میں نے ہاتف غیبی کو کہتے سنا:

يَا اَيُّهَا الرَّاكِبُ الْمُزْجِيْ مَطِيَّتَهٗ　　نَحْوَ الرَّسُوْلِ لَقَدْ وُفِّقْتَ لِلرُّشْدِ

اے ساربان! جو سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں رواں دواں ہے' اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تو نے ہدایت کی توفیق پائی۔

حابس بن دغنہ ؓ کا تصدیق رسالت کرنے کا عجیب طریقہ

ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے عدی بن حاتم ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا قبیلہ بنی کلب کا ایک مزدور تھا جس کا نام حابس بن دغنہ تھا۔ ایک دن میں اپنے مکان کے صحن میں تھا کہ وہ بھاگ کر خوف زدہ حالت میں میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ''آپ اپنے اونٹوں کو سنبھال لیجئے۔''

میں نے پوچھا: ''تو کس وجہ سے اس قدر خوف زدہ اور لرزاں و ترساں ہے۔'' تو اس نے جواب دیا کہ: ''میں فلاں وادی میں تھا کہ میں نے ایک بوڑھے کو پہاڑ کی گھاٹی سے نمودار ہوتے دیکھا اس کا سر رخمہ[1] کی مانند تھا۔ پھر وہ آگے کی طرف بڑھتے ہوئے ایسی جگہ اترا جہاں پر عقاب تک پھسل جائے' مگر وہ قطعی بے خوف لگا ہوا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے قدم زمین پر جم گئے۔ اس کے بعد میں نے جو کچھ دیکھا بہت ہی عجیب ہے۔ اس نے کہا:

---

[1] اس کا سر رخم یعنی گدھ کی مانند تھا۔

يَا حَابِسُ بْنُ دَغْنَةَ يَا حَابِسُ لَا تَعْرِضَنَّ إِلَيْكَ الْوَسَاوِسُ

اے حابس بن دغنہ تو اپنے دل میں کسی نوع کا خوف وہراس اور کسی طرح کا خدشہ نہ لا۔

هٰذَا سَنَا النُّوْرِ بِكَفِّ الْقَابِسُ فَاجْنَحْ إِلَى الْحَقِّ وَلَا تُوَالِسُ

یہ روشنی دراصل تیرے نور بکف ہونے کی بناء پر ہے' تو حق اور سچائی کی طرف مائل ہو اور فریب میں مبتلا نہ ہو۔

حابس نے بتایا وہ بوڑھا یہ کہہ کر غائب ہوگیا اور میں نے اونٹوں کو وہاں سے ہانک کر دور ایک دوسری جگہ پر چرنے چھوڑ دیا اور میں لیٹ گیا اور پھر کسی کے ٹھوکر مارنے سے میری آنکھ کھلی دیکھا تو وہی بوڑھا تھا۔ پھر اس نے کہا:

يَا حَابِسُ اِسْمَعْ مَا أَقُوْلُ تُرْشَدِ لَيْسَ ضَلُوْلٌ حَائِرٌ كَالْمُهْتَدِي

اے حابس! میرے قول پر دھیان دینے سے تو ہدایت یافتہ ہو جائے گا' گمراہ شخص ایک ہدایت یافتہ شخص کی طرح نہیں ہوسکتا۔

لَا تَتْرُكَنَّ نَهْجَ الطَّرِيْقِ الْأَقْصَدِ قَدْ نُسِخَ الدِّيْنُ بِدِيْنِ أَحْمَدِ

اے حابس! تو اعتدال اور میانہ روی کی راہ کو نہ چھوڑ۔ بلاشبہ دین احمد ﷺ کے ذریعہ تمام ادیان منسوخ ہوگئے۔

حابس نے بتایا میں اس کے بعد بے ہوش ہوگیا اور بہت دیر کے بعد مجھے ہوش آیا۔ بلاشبہ حق تعالیٰ نے اسلام کے لئے میرے دل کا امتحان لیا۔

طبرانی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے عمرو بن مرہ جہنی ؓ سے روایت کی کہ میں حج کے ارادہ سے نکلا۔ میں نے خواب میں دیکھا دراں حال یہ کہ میں مکہ میں تھا۔ میرا خواب یہ تھا کہ کعبہ سے ایک نور چمکا اور پھر مدینہ کی پہاڑیاں مجھے نظر آنے لگیں تیز میں نے نور سے آواز سنی' کوئی کہتا تھا۔ اِنْقَشَعَتِ الظُّلْمَاءُ وَ سَطَعَ الضِّيَاءُ وَبُعِثَ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ [1]

پھر میں نے دوبارہ نور کو روشن ہوتے دیکھا اور اس کی چمک میں میں نے حیرہ کے محلات اور ابیض المدائن دیکھ لئے۔ پھر میں نے سنا کہ ظَهَرَ الْإِسْلَامُ وَ كُسِرَتِ الْأَصْنَامُ وَوُصِلَتِ الْأَرْحَامُ۔ [2]

پھر میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہوگیا اور میں نے اپنے علاقے کے لوگوں سے کہا: میرا خیال

---

[1] یعنی تاریکی چھٹ گئی نور روشن ہوگیا اور حضرت خاتم الانبیاء مبعوث ہوگئے۔

[2] یعنی اسلام ظاہر ہوا اور بتوں کو توڑ دیا گیا اور صلہ رحمی کا دور دورہ ہوگیا۔

ہے کہ قبیلہ قریش میں کوئی غیر معمولی بات رونما ہوگئی ہے اور پھر میں نے ان لوگوں سے اپنے خواب کو بیان کیا حتیٰ کہ جب ہم اپنے علاقے میں واپس پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے۔ میں یہ اطلاع پاکر مکہ آیا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب کر بیان کیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو کر حضور ﷺ سے عرض کیا۔ حضور ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے قبیلے میں جا کر دعوت اسلام دوں۔

آپ نے اجازت دیدی۔ لہٰذا میں نے اگر تبلیغ اسلام کی جس کے نتیجے میں سب لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ مگر ایک بختہ خو شخص مخالفت پر آمادہ ہوگیا۔ اس نے عصبیت کے پُر زور جذبہ کے ساتھ کہا:

''اے عمرو بن مرہ! تیری زندگی خراب ہو' کیا تو ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں اور دین اسلام کے مخالف ہو جائیں۔ اس نے کہا: [1]

اِنَّ ابْنَ مُرَّةَ قَدْ اَتٰی بِمَقَالَةٍ لَیْسَتْ مَقَالَةَ مَنْ یُرِیْدُ صَلَاحًا

بلاشبہ ابن مرہ ایسی بات لے کر آیا ہے جو (اپنے انجام و عواقب کے لحاظ سے) درستی و تعمیر کی حال نہیں۔

اِنِّیْ لَاَ حْسِبُ قَوْلَهٗ وَ فِعَالَهٗ یَوْمًا وَاِنْ طَالَ الزَّمَانُ رِیَاحًا

میں ابن مرہ کے اقوال و نظریات کو ایک دن خلا میں سوچی ہوئی باتیں خیال کروں گا۔ اگرچہ اس میں زمانہ طویل گزر جائے۔

اَیُسَفِّهُ الْاَ شْیَاخَ مِمَّنْ قَدْ مَضٰی مَنْ رَامَ ذَالِکَ اَصَابَ فَلَاحًا

ہمارے بزرگ و اسلاف کیا بے وقوف تھے' جس کسی نے ایسا خیال کیا و فلاح کو نہ پا سکا۔

اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ و ابن مرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم دونوں میں جو بھی جھوٹا ہے اللہ ﷻ اس کی زندگی خراب کردے' اس کو زبان سے گونگا اور آنکھوں سے اندھا کردے۔ تو پھر وہ شخص اس حال میں مرا کہ منہ ٹیڑھا آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرا ہوگیا۔ [2]

ابونعیم' خرائطی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بہ طریق ابن خربوذ کی خثعمی رحمہا اللہ سے روایت کی۔ اس نے کہا اہل عرب حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرلیا کرتے تھے۔ وہ بتوں کو پوجتے اور ان سے فریادیں کرتے تھے۔ ایک رات ہم ایک بت کے پاس بیٹھے اس سے طلب دعا کر رہے تھے کہ دفعتہ ایک غیبی آواز نے کہا:

---

[1] ان تمام اشعار میں ابن مرہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر طعن کیا ہے۔ [2] یہ مباہلہ ہی کی ایک شکل ہے۔

يَـا اَيُّهَا النَّـاسُ ذَوُوا الْاَجْسَامِ وَ مُسْنِدُ وَالْحُكْمِ اِلَى الْاَصْنَامِ

اے لوگو! تم صاحب اجسام ہو کر بتوں سے فریادرسی چاہتے ہو اور ان کو درمیان میں سہارا یا سفارشی قرار دیتے ہو۔

مَـا اَنْتُمْ وَ طَائِشُ الْاَحْلَامِ هَـذَا نَبِـيٌّ سَيِّدُ الْاَنَـامِ

حالانکہ تم کم عقل اور نادان نہیں ہو۔ سنو! یہ نبی ﷺ تمام مخلوق کے سردار ہیں۔

اَعْدَلُ ذِیْ حُكْمٍ مِنَ الْحُكَّامِ يَصْدَعُ بِـالنُّوْرِ وَ بِـالْاِسْلَامِ

یہ رسول اللہ ﷺ سارے حاکموں سے زیادہ عادل ہیں اور اسلام کے ہمہ گیر نور کو ظاہر کرتے ہیں۔

وَ يَـزْدَعُ النَّـاسَ عَنِ الْاٰثَامِ مُسْتَعْلِنٌ فِي الْبَلَدِ الْحَرَامِ

یہ لوگوں کو پرستش اصنام سے روکتے ہیں اور یہ نبی بلد حرام میں ظاہر ہوا ہے۔

راوی نے کہا ہم یہ اشعار سن کر خوف زدہ ہو گئے اور اس بت کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور مذکورہ اشعار ہماری زبان زد ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہمیں خبر ملی کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ میں ظہور فرمایا اور اب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں۔ تو میں مدینہ پہنچا اور اسلام لایا اور کچھ میرے ساتھ دوسرے لوگ بھی۔

ابن سعد، بزار اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ایک ماہ پہلے بوانہ میں بت کے قریب بیٹھے تھے اس روز ایک اونٹ بت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا چکے تھے کہ اچانک بت کے پیٹ سے یہ آواز بلند صدا ہوئی۔

اَلَا اِسْمَعُوْا اِلَى الْعَجَبِ، ذَهَبَ اسْتِرَاقُ السَّمْعِ لِلْوَحْيِ وَيُرْمٰى بِالشُّهُبِ، لِنَبِيٍّ بِمَكَّةَ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ مُهَاجَرُهٗ اِلٰى يَثْرِبَ

اے لوگو! سنو تعجب کی بات ہے خبروں کے لئے جنات کا آسمانوں سے باتوں کا چوری کرنا ختم ہوا اب ان پر شعلے مارے جاتے ہیں یہ ان نبی ﷺ کی وجہ سے ہے جن کا نام مکہ میں احمد ہے اور ان کی ہجرت کا مقام مدینہ ہے۔

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر ہم رک کے رہے اور حیرت واستعجاب کرتے رہے۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ نے ظہور فرمایا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت میں شام گیا ہوا تھا۔ میں اپنی کسی ضرورت سے باہر نکلا اور مجھے رات ہو گئی۔

میں نے دل میں کہا میں اس وقت کتنے بڑے بیابان کے آغوش میں ہوں۔ اس کے بعد میں لیٹ گیا۔ پھر میں نے ایک غیر معلوم آواز کو کہتے سنا:

"اللہ ﷻ کے بندو! اللہ ﷻ کی پناہ تلاش کرو کیونکہ جنات اللہ ﷻ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔" میں نے کہا: "میری ہدایت کے بارے میں وضاحت کرو۔" آواز آئی "رسول امین ﷺ ظہور فرما چکے ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں ہم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ ہم نے اسلام قبول کر کے ان کا اتباع کرلیا ہے اب جنوں کا فریب جاتا رہا ان پر آگ کے شعلے مارے جاتے ہیں۔ اب تو محمد رسول اللہ ﷺ کے حضور میں جا اور دعوت اسلام کو قبول کر۔"

تمیم داری ؓ نے بیان کیا جب صبح کا وقت ہوا تو میں ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے جواب دیا تم نے سچ کہا حرم سے ایک نبی کا ظہور ہوگا اور اس کی ہجرت گاہ بھی حرم ہوگی۔ تم کو تلقین صدا کے مطابق حرم مکہ جانا چاہئے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے خویلد ضمیری سے روایت کی انہوں نے بیان کیا ہم ایک بت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے اس کے پیٹ سے آواز سنی: "خبریں لانے کے لئے جنوں کی رسائی ختم ہو گئی یہ اس نبی کی وجہ سے ہے جو مکہ میں مبعوث ہوا وہ مدینہ میں ہجرت کرے گا اور وہ نماز' روزہ اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ اس کا نام احمد ہے۔"

ابونعیم' ابن جریر' ابن زکریا اور ابن الطراح رحمہم اللہ نے "کتاب الشعراء" میں اپنی سندوں کے ساتھ عباس بن مرداس ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنے اندر قبول اسلام کی تحریک پیدا کرنے والے ابتدائی واقعہ کا تذکرہ اس طرح کیا کہ:

"میرے باپ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو اس نے مجھے ایک بت کی پرستش کی وصیت کی' اس صنم کو ضمار کہتے تھے۔ میں نے اس کو لا کر گھر میں مخصوص مقام پر رکھ لیا۔ میں ہر روز اس بت کے مراسم پرستش بجا لاتا۔ جس زمانے میں حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو میں نے ایک رات بت سے سنا وہ کہتا تھا:

قُلْ لِلْقَبَائِلِ عَنْ سُلَيْمٍ كُلِّهَا   هَلَكَ الْاَنِيْسُ وَ عَاشَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ

اے عباس! بنی سلیم کے تمام قبیلوں سے کہہ دو انیس ہلاک ہوگیا اور مسجد والے زندہ ہو گئے۔

اَوْدٰى ضِمَارٌ وَ كَانَ يُعْبَدُ مَرَّةً   قَبْلَ الْكِتَابِ اِلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

ضمار بھی ہلاک ہوگیا وہ کبھی پوجا جاتا تھا' نبی کریم ﷺ پر نزول کتاب سے پہلے۔

اِنَّ الَّذِىْ وَرِثَ النُّبُوَّةَ الْهُدٰى   بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُهْتَدِىْ

قریش کے اس شخص نے ابن مریم علیہ السلام کے بعد نبوت اور راہ راست کی میراث پائی ہے وہ ہدایت یافتہ اور ہدایت رساں ہے۔

(عباس نے کہا) میں نے اس بات کو لوگوں سے چھپایا اور اس کا چرچا نہ کیا۔ حتیٰ کہ جب لوگ (ظہور دار میں اسلام) غزوہ احزاب سے واپس آ رہے تھے اور ہم وادی عقیق میں ذات عرق میں تھے تو میں نے زوردار آواز سنی جب دیکھا تو ایک شخص شتر مرغ پر کھڑا نظر آیا وہ کہہ رہا تھا۔

"اَلنُّوْرُ الَّذِیْ وَقَعَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَلَیْلَةَ الثَّلٰثَاءِ مَعَ صَاحِبِ النَّاقَةِ الْعَضْبَاءِ فِیْ دِیَارِ بَنِیْ اَخِی الْعَنْقَاءِ" اس آواز کا جواب اپنے بائیں جانب سے کسی غیبی آواز نے دیا۔

بَشِّرِ الْجِنَّ وَاَبْلَاسَهَا　　اَنْ وَضَعَتِ الْمُطِیُّ اَحْلَاسَهَا

وَ بَیَّنَتِ السَّمَاءُ اَحْرَاسَهَا

عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خائف ہو گیا اور یقین آ گیا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

خرائطی، طبرانی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے دوسری سند کے ساتھ عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت کی، میں دوپہر کے وقت اپنی اونٹنیوں میں گشت کر رہا تھا، اچانک مجھے ایک شتر مرغ سفید روئی کی مانند نظر آیا اور اس پر سفید روئی کی مانند لباس پہنے ایک شخص سوار تھا اس نے کہا:

"اے عباس رضی اللہ عنہ! تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں کو محافظوں نے گھیر لیا ہے اور جنگ اپنا سانس ختم کر چکی ہے اور گھوڑوں نے اپنے پالانوں کو رکھ دیا ہے۔ وہ شخص جو نیکی کو لائے گا پیر کے بعد منگل کی شب میں پیدا ہو گیا اور وہ قصواء نامی اونٹنی کا مالک ہے۔"

یہ سن کر میں خوف زدہ ہو کر نکلا اور ضمار بت کے پاس آیا کہ اچانک وہ چیخا اور اس کے اندر سے آواز آئی: قُلْ لِلقبائل...... جمیع ابیات سابقہ۔[1]

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری سند کے ساتھ عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک آواز کی طرف میں متوجہ ہوا تو دیکھا ایک خوش رُو سفید پوش شخص سفید رنگ شتر مرغ پر سوار کہہ رہا ہے۔ "اے عباس رضی اللہ عنہ! کیا تو نے جنوں اور ان لوگوں کو نہ دیکھا جو بھلائی سے محروم ہیں۔ لڑائی نے بہادروں کو ہضم کر لیا ہے اور آسمان کو اس کے محافظوں نے گھیر لیا ہے۔"

یہ سن کر میں اس قول کے آثار اور تعبیر کی تلاش اور جستجو میں لگا رہا۔ بالآخر میرا چچا زاد بھائی یہ اطلاع لے کر آیا کہ رسول اللہ ﷺ خفیہ طور پر دین الٰہی کی دعوت دے رہے ہیں۔

---

[1] یہ وہی اشعار ہیں جو ابھی سابقہ صفحہ پر گزرے ہیں۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے سعید بن عمرو ہذلی ﷺ سے روایت کی کہ میں نے بت پر جانور ذبح کیا تو اس بت سے یہ آواز سنی: "اَلْعَجَبُ کُلُّ الْعَجَبِ، خَرَجَ نَبِیٌّ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، یُحَرِّمُ الزِّنَا وَیُحَرِّمُ الذَّبْحَ لِلْاَصْنَامِ وَحُرِسَتِ السَّمَاءُ وَرُمِیْنَا بِالشُّهُبِ" کتنی عجیب اور حیرت ناک بات ہے کہ بنی عبد المطلب میں ایک نبی ظاہر ہوئے ہیں۔ انہوں نے زنا کو حرام قرار دیا اور بتوں کے لئے جانور ذبح کرنے کو حرام فرما دیا اور آسمان کو محافظوں نے گھیر لیا، اب ہمیں آگ کے شعلے مارے جاتے ہیں۔ یہ آواز سن کر ہم وہاں سے لوٹ آئے۔

پھر ہم مکہ مکرمہ آئے تو کسی نے بھی ہم کو رسول اللہ ﷺ کی خبر نہ دی۔ ایک روز ہماری ملاقات حضرت ابو بکر صدیق ﷺ سے ہوئی تو ہم نے ان سے مدعی نبوت کے بارے میں پوچھا۔

انہوں نے جواب دیا "ہاں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے عبد اللہ بن ساعدہ ہذلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ان کے والد نے کہا میں صنم خانے میں ایک بت کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو مجھے اس بت سے آواز آئی:

قَدْ ذَهَبَ کَیْدُ الْجِنِّ وَرُمِیْنَا بِالشُّهُبِ، لِنَبِیٍّ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ۔

جنوں کی مکاریاں اور فریب کاریاں ختم ہوئیں، اب ہمیں شعلہ ہائے آتشیں سے مارا جاتا ہے۔ ان نبی کی وجہ سے جن کا نام احمد ﷺ ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد مجھے ایک شخص ملا اور اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی خبر سنائی۔

ابن مندہ ﷺ نے بکر بن جبلہ سے روایت کی کہ ہمارا ایک بت تھا جس پر ہم نے ایک روز ایک جانور کی قربانی دی تو اس بت سے میں نے سنا کہ اس نے کہا: "اے بکر بن جبلہ! تم حضرت محمد ﷺ کو پہچانو۔"

بیہقی و ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ ایک شخص نے بتایا: "اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! میں زمانہ جاہلیت میں ایک روز اپنے بھاگے ہوئے اونٹ کی تلاش میں نکلا تو میں نے ہاتف غیبی کو کہتے سنا:

یَا اَیُّهَا الرَّاقِدُ فِی اللَّیْلِ الْاَجَمِ ۔ قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِیًّا فِی الْحَرَمِ

اے شب تاریک[1] میں سونے والے! اللہ ﷻ نے (بخیل کرم کم کردہ راہ لوگوں کے لئے) حرم میں نبی کریم کو مبعوث فرما دیا ہے۔

مِنْ هَاشِمٍ اَهْلِ الْوَفَاءِ وَالْکَرَمِ ۔ یَجْلُوْ دُجُنَّاتِ الدَّیَاجِیْ وَالظُّلَمِ

[1] شب تاریک میں سونے والے سے اشارہ ہے کفر و شرک کی تاریکیوں میں زندگی بسر کرنے سے۔

وہ نبی ﷺ قبیلہ بنی ہاشم سے صاحب وفا و کرم ہے۔ وہ نبی (ہدایت الٰہی سے) ظلمتوں اور تاریکیوں کو نور (سے تبدیل) کر دیتا ہے۔

میں نے منادی کو دیکھنے کے لئے ہر طرف نظریں دوڑائیں مگر کوئی بھی نظر نہ آیا۔ تب میں نے ایک بے تابانہ انداز سے عرض کیا:

يَآ اَيُّهَا الْهَاتِفُ فِي دَاجِي الظُّلَمِ　　　اَهْلًا وَّ سَهْلًا بِكَ مِنْ طَيْفِ اَلَمِ

شب تاریک میں آنے والے ہاتف! اہلاً وسہلاً تو بتا دے کہ (حقیقتاً) تو کس لئے آیا ہے؟

بَيِّنْ هَدَاكَ اللّٰهُ فِيْ لَحْنِ الْكَلِمِ　　　مَاذَا الَّذِيْ تَدْعُوْ اِلَيْهِ يُغْتَنَمِ

اللہ ﷻ تجھے ہدایت دے صاف صاف الفاظ میں (مقصد) بیان کر کہ وہ کون ہے جس کی طرف تو بلاتا ہے تاکہ میں ٹھیک طور پر جان سکوں۔

اس کے بعد میں نے کسی کو گلا صاف کرتے سنا۔ پھر اس نے کہا: "نور ظاہر ہو گیا اور ظلمت چھٹ گئی اور محمد ﷺ تمام بھلائیوں کے ساتھ مبعوث ہو گئے۔ اس کے بعد نظروں سے اوجھل منادی نے یہ اشعار پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ　　　لَمْ يَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثْ

وہی اللہ ﷻ لائق تعریف ہے کہ جس نے کسی مخلوق کو بے کار نہ پیدا کیا۔

اَرْسَلَ فِيْنَا اَحْمَدًا　　　خَيْرَ نَبِيٍّ قَدْ بُعِثْ

اس نے ہمارے درمیان احمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا بلاشبہ وہ افضل نبی مبعوث ہوئے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ مَا　　　حَجَّ لَهُ رَكْبٌ وَّحَثْ

اللہ ﷻ حضور ﷺ پر صلوٰۃ بھیجے جب تک کہ حج کرنے والے سوار ہو کر آئیں اور اس پر آمادہ ہوں۔

اس کے بعد صبح ہو گئی اور مجھے اونٹ مل گیا۔

ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے "شرف المصطفیٰ" میں جعد بن قیس مرادی ﷺ سے روایت کی انہوں نے ذکر کیا کہ ہم چار آدمی زمانہ جاہلیت میں ارادۂ حج سے سفر پر روانہ ہوئے۔ ہم یمن میں ایک وادی کو عبور کر رہے تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ہم اس بڑی وادی میں ٹھہر گئے اور اپنے اونٹوں کے پاؤں باندھ دیئے۔ جب تاریکی مسلط ہو گئی اور میرے رفقائے سفر سو گئے تو میں نے دفعتاً ہاتف کو کہتے سنا"

اَلَا اَيُّهَا الرَّاكِبُ الْمُعَرِّسُ بَلِّغُوْا　　　اِذَا مَا وَقَفْتُمْ بِالْحَطِيْمِ وَ زَمْزَمَا

اے اونٹوں پر سواری کرنے والو! جب تم حطیم اور زمزم کے قریب ٹھہر تو "پہنچاؤ۔

مُحَمَّدًا الْمَبْعُوْثَ مِنَّا تَحِيَّةً ۔۔۔ تَشِيْعُهُ مِنْ حَيْثُ سَارَ وَ يَمَّمَا

ہماری طرف سے محمد ﷺ کو سلام جہاں وہ تشریف لے جائیں اور جس جگہ کا وہ قصد و ارادہ کریں ہماری تحیت ساتھ ہو۔

وَ قُوْلُوْا لَهُ اِنَّا لِدِيْنِكَ شِيْعَةٌ ۔۔۔ بِذٰلِكَ اَوْصَانَا الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَا

ان سے عرض کردو کہ ہم آپ ﷺ کے دین کے پیرو اور تبع ہیں اور اس بات کی ہمیں حضرت ابن مریم علیہ السلام نے بھی وصیت کی ہے۔

ابو سعد رحمۃ اللہ علیہ نے "شرف المصطفیٰ" میں بہ سند ضعیف روایت کی کہ جندع بن ضمیل رضی اللہ عنہ کے پاس کسی آنے والے نے اس سے کہا: "اے جندع تو اسلام قبول کرتا کہ اس آگ سے محفوظ رہے جو بھڑک رہی ہے۔" جندع نے کہا: "اسلام کیا ہے؟" ہاتف نے کہا: "بتوں سے بیزاری اور خدائے علیم وخبیر کے ساتھ خلوص۔"

جندع رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: "علیم وخبیر خدا سے تقرب پانے کی کیا صورت ہے؟" ہاتف نے جواب دیا: "عرب میں ایک ستارۂ منور کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ وہ نجیب النسب حرم محترم سے طلوع ہوگا اور تمام عرب وعجم اس کے دین کے اتباع میں فلاح سمجھیں گے۔" پھر جندع رضی اللہ عنہ کے برادر عم زاد نے جس کا نام رافع بن خداش، اطلاع دی کہ نبی مکرم ہجرت کر کے مدینہ آ گئے ہیں تو پھر وہ آیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔

حضور ﷺ کی بعثت پر بتوں کی کیفیت اور کسریٰ شاہِ ایران کی حالت

ابن اسحاق اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا۔ اللہ جل جلالہ نے جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ایران میں قصرِ کسریٰ کے کنگرے گر گئے اور دریائے دجلہ کا بہاؤ اور روانی متاثر ہوگئی۔ کسریٰ اس صورتِ حال سے غمناک ہوگیا۔ اس نے کاہنوں، نجومیوں اور ساحروں کو طلب کیا اور کہا تم اس معاملہ پر غور کرو۔ مگر وہ ناکام رہے اور آسمانوں کے گوشے بند کر دیئے گئے اور وہ کچھ بتانے اور کسی نتیجے پر پہنچنے میں ناکام ہو گئے اور سائب نے اندھیری رات میں ایک ٹیلے پر بسر کی اور حجاز کی جانب سے ایک روشنی آتی دیکھی جو مشرق تک پھیل گئی۔ جب صبح ہوئی تو وہ ایک سرسبز باغ میں تھا۔ پھر اس نے کہا: میں نے جو غیر معمولی مظاہر دیکھے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو یقیناً حجاز سے ایک بادشاہ ظہور کرے گا۔ جو مشرق تک پہنچے گا اور اس کے عہد میں زمین سرسبز ہو

جائے گی۔

جب کاہن اور نجومی تخلیہ میں گئے تو ایک نے دوسرے سے کہا: "تم نے محسوس کیا کہ تمہارے اور علم کے مابین کوئی شئے حائل نہ تھی بجز اس شئے کے جو آسمان کی جانب سے آئی۔ بلاشبہ وہ نبی ہے جو مبعوث ہوا ہے' وہ اس ملک پر قبضہ کر لے گا اور یہاں کے سلسلہ شہنشاہیت کو مستقلاً ختم کر دے گا۔"

واقدی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب ﷺ سے روایت کی کہ میں ۸ھ میں کسریٰ کے مدائن میں گیا اور وہاں کے محلات کو دیکھ کر حیرت کر رہا تھا تو وہاں کے مقامی بوڑھے نے مجھے بتایا کہ کسریٰ نے سب سے پہلی بدشگونی اس رات میں محسوس کی کہ جس رات میں حضور ﷺ پر پہلی بار وحی کا نزول ہوا اور یہاں قصر کے کنگرے گر پڑے اور پھر مذکورہ بالا پوری حدیث کے مطابق اس نے اپنا شنید وہ مشاہدہ بیان کیا۔[1]

واقدی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو صنم کدوں کے تمام بت منہ کے بل گر پڑے۔ پھر شیاطین ابلیس لعین کے پاس گئے تو اس نے کہا یہ نبی کی بعثت کی علامت ہے۔ تم اسے تلاش کرو' شیاطین نے کہا ہم نے بہت ڈھونڈا لیکن نہ پا سکے پھر وہ خود تلاش میں نکلا اور اس نے حضور ﷺ کو مکہ میں پایا۔ پھر وہ اپنے شاگردوں اور ذریات میں واپس آیا اور کہا میں نے ان کو پالیا ہے۔ مگر جبرئیل ﷺ ان کے ساتھ ہیں۔[2]

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابلیس ملعون نے چار مرتبہ دہائی مانگی اور فریاد کی۔

اول بار: جب وہ ملعون مردود ہوا۔ دوسری بار: اس وقت جب اس کو زمین پر پھینکا گیا۔ تیسری بار: اس وقت جب کہ نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے۔ چوتھی بار: اس وقت جب اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نازل ہوئی۔

حضور ﷺ کی بعثت کے بعد آسمان پر جنات کی رسائی مسدود ہوگئی

اللہ ﷻ نے جنات کی خبر دیتے ہوئے سورہ جن میں ارشاد فرمایا:

وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ○ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا○ (پ۲۹ الجن ۹،۸)

---

[1] واقدی نے بھی اسی طرح کی حدیث بیان کی ہے۔ [2] اس لئے میں ان پر قابو نہ پا سکا ورنہ آ کر دکھا سکوں گا۔

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے اور یہ کہ ہم آسمان میں سننے کے لئے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں اپنے لئے آگ کا لُوکا پائے۔

(ترجمہ کنزالایمان)

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے بہ طریق سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ شیاطین آسمان پر چڑھا کرتے تھے اور وہاں سے پوشیدہ باتوں کو سنا کرتے اور ان میں اپنی طرف سے کچھ مزید اضافہ کر کے بر خود غلط لوگوں اور کاہنوں کو جتلائے فریب کرتے۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو آسمانوں تک ان کی رسائی ختم کر دی گئی۔ شیاطین نے اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے ہر طرف بھاگ دوڑ شروع کر دی حتی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو تلاوت قرآن کرتے پا لیا اور انہوں نے آپس میں کہا کہ بے شک آسمانوں پر ہماری بندش کی یہی وجہ ہے۔

ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے دوسری سند کے ساتھ ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ جنات کے ہر کنبے اور قبیلے کے لئے آسمان میں خاص جگہ تھی جہاں سے وہ آسمانی باتوں کو سن لیا کرتے تھے اور اس کی خبریں کاہنوں کو دیا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو انہیں روک دیا گیا اور جب ان کو جنات نے خبریں لا کر نہ دیں تو عرب کے کج فہموں نے کہا کہ آسمان کے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں۔ تو اونٹوں والے ایک اونٹ کی اور گایوں والے ایک گائے کی، بکری کے ریوڑ والے ایک بکری کی اس سے متاثر ہو کر قربانی دینے لگے۔

ابلیس نے بھی کہا: زمین پر کوئی خاص نئی بات ہوئی ہے۔ اس نے اپنے شاگردوں اور ساتھیوں سے کہا زمین کے ہر خطہ سے ایک مشت خاک لاؤ۔ وہ اس کے پاس مٹی لے کر آموجود ہوئے اس نے ہر جگہ کی خاک کو سونگھا، پھر اس نے خاک حرم کو سونگھ کر کہا۔ اس جگہ وہ نئی بات ظاہر ہوئی ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عوفی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ جس روز نبی ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو شیاطین کو روک دیا گیا اور آتشیں شعلوں سے ان کی خبر لی گئی۔

ابلیس نے کہا کسی خطہ زمین پر نبی مبعوث ہوا ہے جا کر جستجو کرو۔ پھر ساتھی شیاطین لوٹ کر آ گئے اور کہیں نشانِ نبوت نہ پا سکے۔ اس کے بعد خود ابلیس مکہ مکرمہ آیا اور اس نے حضور ﷺ کو ولین مقام نزول وحی (غار حرا) سے نکلتے دیکھا پھر وہ اپنی ذریات میں لوٹ گیا اور ان کو مطلع کر دیا۔

واقدی و ابونعیم رحمہما اللہ صاحب حلیہ نے حضرت ابی بن کعب ﷺ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ستاروں کا ٹوٹنا بند ہو گیا تھا اس کے بعد یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا۔ جب رسول اکرم حضرت محمد ﷺ مکہ میں مبعوث ہوئے آپ کی بعثت کے بعد چند ستارے ٹوٹے!

قریش کا خیال یہ تھا کہ اب ستارے اسی وقت ٹوٹیں گے جب قیامت کا وقت قریب ہو گا وہ اس خیال سے اپنی پریشانی دور کرنے کے لئے بتوں پر نذرانے اور قربانی کے جانور چڑھانے لگے اور غلاموں کو آزاد کرنے لگے اور کہنے لگے کہ دنیا کی فنا کا وقت قریب ہے۔ طائف کا سردار عبد یالیل کو جب یہ معلوم ہوا کہ ستارہ ٹوٹا ہے تو اس نے کہا کہ پریشان مت ہو گھبرانے اور پریشان ہونے سے پہلے یہ معلوم کرو کہ ٹوٹنے والا ستارہ کون سا ہے؟ اگر وہ جانا پہچانا ستارہ ہے تو سمجھ لو کہ سب کی فنا کا وقت قریب آ گیا ہے اور اگر وہ جانا پہچانا ستارہ نہیں ہے تو فنا کا وقت تو نہیں آیا ہاں کوئی نئی بات ضرور ہوئی ہے یا ہونے والی ہے اور یہ اس کا پیش خیمہ ہے۔

انہوں نے ستارہ نہیں پہچانا اور عبد یالیل کو اس بات سے آگاہ کیا تو اس نے کہا یہ نبی کے ظہور کا وقت ہے۔ کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ طائف میں ابوسفیان بن حرب آیا اور اس نے کہا کہ محمد ﷺ نے نبی مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ عبد یالیل نے جواب دیا انہی کی دعوت و مشن کی کامیابی کے لئے جنوں پر شہاب پھینکے گئے ہیں۔

سعید بن منصور اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ستاروں کو فضا میں نہ پھینکا جاتا تھا' جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ستارے پھینکے گئے۔ اس کی وجہ سے اہل عرب نے چوپایوں کو بھینٹ چڑھانا اور غلاموں کو آزاد کرنا شروع کر دیا یہ دیکھ کر سردار عبد یالیل نے کہا دیکھو جلدی نہ کرو یہ دیکھو وہ ٹوٹنے والا ستارہ کون سا ہے' اگر ایسا ہے جسے تم جانتے ہو تو سمجھ لو کہ لوگ فنا ہو گئے ورنہ خطرے کی کوئی بات نہیں' بلکہ کوئی نئی بات رونما ہو گی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ ﷺ سے روایت کی کہ عرب میں سب سے پہلے ستاروں کے ٹوٹنے کے سبب ثقیف خوف زدہ ہوئے اور وہ عمرو بن امیہ کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا کیا تم نے وہ نئی بات نہیں دیکھی جو منصہ شہود پر آ رہی ہے؟ اس نے ثقفیوں سے جواب میں کہا "ہاں دیکھی تو ہے۔"

ثقفیوں نے پھر عمرو سے کہا: "تم توجہ اور غور سے دیکھو کہ وہ بڑے بڑے ستارے آئے دن ٹوٹ رہے ہیں کہ جن کے ذریعہ ہم بہت سی رہنمائی لیتے تھے۔ یہ تو دنیا کے خاتمہ اور فنا کی علامت

معلوم ہوتی ہے۔لیکن یہ ہمارے آسمان کے وہ مستقل ستارے نہیں ہیں کوئی دوسرے روشن شعلے ہیں تو پھر شاید عرب میں کوئی پیغام لانے والا آیا ہوگا۔"

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے "ہواتف" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے مرداس بن قیس ﷺ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضور ﷺ سے کہانت اور آپ کے ظہور سے کاہنوں کے جو سلسلہ اخبار منقطع ہوا اس کا ذکر کیا۔ میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہماری قوم میں ایک خلصہ نامی عورت تھی ہم اسے برگزیدہ سمجھتے تھے۔ایک روز وہ ہمارے پاس آئی اور اس نے کہا:

"اے دوس کے لوگو! تم نے مجھ سے بھلائی کے سوا اور کوئی چیز نہیں معلوم کی۔" ہم نے جواب دیا وہ کون سی بات ہے جس کی وجہ سے تم یہ کہتی ہو؟ اس نے کہا: "میں اپنی بکریوں کے ریوڑ میں تھی کہ دفعتہً مجھ پر تاریکی مسلط ہوگئی اور میں نے اس طرح محسوس کیا کہ جس طرح عورت مرد کے ساتھ (جماع کے موقع پر) حظ محسوس کرتی ہے اس کے بعد مجھے اندیشہ ہوگیا کہ میں حاملہ ہوگئی ہوں' حتیٰ کہ بچے کی پیدائش کا وقت آ گیا اور میرے بطن سے لٹکے ہوئے کانوں والا بچہ پیدا ہوگیا اس کے دونوں کان کتے کے کانوں کے مشابہ تھے۔وہ بچہ اس قابل ہوگیا کہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے لگا۔ پھر ایک دن وہ خوب اُچھلا کودا اور اپنا تہبند کھول کر پھینک دیا اور اونچی آواز سے چیخا اور کہا:

"ہائے ویلا' ہائے ویلا! اس پہاڑی کے پیچھے گھوڑے ہیں اور ان پر حسین وخوبصورت جوان ہیں۔" پھر لوگ سوار ہوکر پہاڑی کے عقب میں گئے اور اس میں سواروں کو موجود پایا اور ان کو مار بھگایا اور ان کا سامان چھین لیا۔

وہ بچہ جو کچھ کہتا ویسا ہی ہوتا اور اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! جب آپ ﷺ کی بعثت کا زمانہ آیا تو وہ جھوٹی خبریں دینے لگا۔ہم نے اس سے کہا تیری خرابی ہو تو ہر خبر لغو اور جھوٹی دینے لگا ہے اس نے کہا میں نہیں جانتا' مجھے وہی جھوٹا کر رہا ہے جو پہلے سچا کرتا تھا۔ مجھے تین دن کسی گھر میں قید کرکے رکھو پھر میرے پاس آؤ۔تو ہم نے ایسا ہی کیا تین روز کے بعد ہم گئے اور اس کو کھولا' دیکھا تو وہ آگ کا انگارہ تھا۔اس نے کہا:

"اے دوس کے لوگو! آسمان کی حفاظت کی جاتی ہے اور خیر الانبیاء علیہم السلام نے ظہور فرمایا ہے۔" ہم نے پوچھا: "کس مقام پر؟" اس نے جواب دیا: "مکہ میں۔" پھر اس نے کہا' میں مردہ تو ہو چکا ہوں' مجھے پہاڑ کی چوٹی پر دفن کردو کیونکہ میں آگ بھڑکاؤں گا۔جب تم مجھے آگ بھڑکا نا دیکھو تو مجھے تین پتھر مارنا اور ہر پتھر کے مارتے وقت "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ [1]" کہنا۔اس کے بعد میں

---

[1] اللہ تیرے نام سے آغاز ہے۔

عجز کنے سے رُک جاؤں گا اور میری آگ سرد ہو جائے گی۔

پھر ہم نے ایسا ہی کیا اور کچھ ماہ بعد حاجیوں نے مکہ سے واپس آ کر ہم کو آپ ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی طرف سے دعوتِ اسلام کی خبر دی۔

ابن سعد اور ابونعیم رحمہما اللہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ پہلے آسمانی خبریں سنی جاتی تھیں۔ اسلام کے آنے کے بعد مسدود ہو گئیں۔ بنی اسد کی ایک عورت سعیدہ نامی کے ایک جن تابع تھا جب اس کو آسمانی خبریں لانے پر قدرت نہ رہی تو ایک دن وہ اس عورت کے سینہ میں داخل ہو کر چیخنے لگا:

"رسم اتحاد ختم ہو گئی۔ گردنیں اڑ گئیں اور ایسا حکم آیا جس (کے مقابلہ) کی طاقت نہیں، اور احمد ﷺ نے زنا کو حرام کر دیا۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زُہری ؓ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے اسلام کی وجہ سے شیاطین کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا۔ کہانت منقطع ہو گئی اب کہانت کا وجود نہیں۔

واقدی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت نافع بن جبیر ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا شیاطین جاہلیت کے دور میں آسمانی خبریں سن لیا کرتے تھے اور انہیں مارا نہ جاتا تھا۔ مگر جب سے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے آگ کے گولوں سے ان کو مارا جاتا ہے۔

واقدی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کہ کہ شیاطین آسمانی خبریں اُچک لیا کرتے تھے۔ جب سے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے ان کو روک دیا گیا۔ جس کی اطلاع انہوں نے ابلیس کو دی۔ اس نے کہا کوئی نئی بات واقع ہوئی ہے۔ پھر وہ جبل ابو قبیس پر چڑھا اور اس نے حضور ﷺ کو مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا۔ اس نے کہا میں جاتا ہوں اور ان کی گردن توڑے دیتا ہوں۔ تو وہ آیا اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس تھے تو جبرئیل علیہ السلام نے اس کے ٹھوکر ماری اور وہ فلاں مقام پر گرا۔

(واقدی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے)۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس ؓ کی روایت کو بیان کیا کہ اللہ ﷻ نے جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ابلیس حضور ﷺ کے قریب آ کر اپنا فریب چلانا چاہتا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو شانہ کے اشارے سے وادی اردن میں پھینک دیا۔

ابوالشیخ طبرانی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ بہ حالتِ نماز سجدہ میں تھے تو ابلیس آیا اور اس نے چاہا کہ آپ ﷺ کی گردن پر حملہ کرے تو جبرئیل علیہ السلام

نے پھونک ماری اور وہ اردن جا گرا۔

مشرکین شعراء فصحاء اور زبان دانوں کا اعجازِ قرآن تسلیم کرنا

مشرکین عرب میں نزول قرآن کے وقت بڑے بڑے خطیب اور ماہرین زبان اور زبردست بلیغ و فصیح کاہن موجود تھے۔ ان اہلِ کمال کو اعتراف تھا کہ قرآن کے اسلوب بیان کو اعجاز حاصل ہے اور خود اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (پ۱۵ بنی اسرائیل ۸۸)

تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگر چہ وہ ایک دوسرے کی آپس میں مدد کریں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور مزید حق تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ۔ (پ۱ البقرہ ۲۳-۲۴)

اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (اس خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور اللہ ﷻ نے فرمایا کہ:

فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ (پ۲۷ الطور ۳۴)

تو قرآن کی مانند ایک بات ہی لے آؤ اگر سچے ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی کو جو شئے (کتاب و شریعت) دی گئی وہ اس دور کے انسانوں کے لئے اور ان کے حال کے مطابق تھی۔ بلا شک و شبہ مجھے جو چیز دی گئی وہ وحی ہے جسے اللہ نے میری طرف بھیجا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرا اتباع کرنے والے ان سے زیادہ ہوں گے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جتنے معجزات دیئے گئے تھے وہ ان کے زمانے کے ختم ہونے کے بعد خود بخود ختم ہو گئے ہر نبی کو عطا کردہ معجزات کا مشاہدہ اسی

نبی کی امت نے کیا (جو اس کے زمانہ میں موجود تھی) لیکن قرآن کا معجزہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔

قرآن کریم اپنے اسلوب بیان' اپنی بلاغت اور اپنے غیبی اخبار میں ایک فرق عادۃ اور معجزہ ہے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرتا کہ جس کی بابت قرآن نے خبر دی ہے کہ آئندہ ایسا ہوگا وہ خبر ویسی ہی واقع نہ ہوئی ہو' (قرآنی خبر کے مطابق واقعہ ظہور میں آیا) چنانچہ اس خبر کی صداقت قرآن کے دعویٰ صحت پر دلالت کرتی ہے۔

بعض علماء نے سرورکائنات ﷺ کے ارشاد مبارک کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ انبیاء سابقہ کے معجزات حسی تھے وہ نگاہوں سے مشاہدہ کئے جاسکتے تھے۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے اور قرآن شریف کے معجزات بصیرت سے مشاہدہ ہوتے ہیں۔ پس جو لوگ قرآن شریف کا اتباع بصیرت سے کرتے ہیں بوجہ بصیرت دوسروں سے زیادہ ہوں گے۔

قرآن کریم ایسی ظاہری و باطنی جامعیت' ایجاز' معنوی خصوصیات کا حامل ہے اور بہ لحاظ اسلوب بیان' لطافت زبان محاورۂ عرب' فصاحت و بلاغت اور تاثیر میں اس درجہ پر ہے کہ بلا استثناء کوئی کتاب اس کے مقابل میں نہیں لائی جاسکتی۔

حاکم و بیہقی رحمہا اللہ نے بہ طریق عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ولید بن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا تو حضور ﷺ نے اس کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ ولید پر رقت طاری ہو گئی۔ یہ بات ابوجہل کو معلوم ہوئی تو وہ اس کے پاس آیا اور کہا: اے چچا! قوم کا ارادہ ہے کہ تمہارے لئے مال جمع کرے۔ ولید نے پوچھا کس لئے؟ اس نے جواب دیا۔ اس لئے کہ وہ تمہیں دیا جائے' کیونکہ تم محمد ﷺ کے پاس اس لئے گئے کہ جو شئے ان کے پاس ہے تم اس کی تمنا رکھتے ہو۔ ولید نے کہا تم یہ تو جانتے ہو کہ قریش میں سرمایہ اور دولت کے لحاظ سے میں کافی سرمایہ دار ہوں۔ ابوجہل نے کہا:

"محمد ﷺ کے بارے میں تم کچھ بتاؤ تاکہ وہ قریش کو معلوم ہو اور وہ سب جان لیں کہ تم ان کے منکر ہو اور نفرت کرتے ہو۔"

ولید نے جواب دیا: "میں عرض کروں؟ یہ حقیقت ہے کہ زبان و ادب اور اس کی لطافتوں اور نزاکتوں کو سمجھنے والا کوئی مجھ سے بہتر نہیں ہے اور میں اس کا اعتراف نہ کرنا ناانصافی سمجھتا ہوں کہ محمد ﷺ جو کلام پڑھتے ہیں اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا کلام نہیں کہا جاسکتا' بلاشبہ وہ ایک عجیب نادر اور تیکھا کلام ہے اور تاثیر کے اعتبار سے سحر آفریں۔"

ابوجہل نے پھر کہا: "قوم اس بارے میں آپ کے خیالات سے واقف ہونا چاہتی ہے۔"

ولید نے کہا: "مجھے مہلت دو کہ میں سوچ سکوں۔" چنانچہ ولید نے بعد میں کہا: "محمد ﷺ

کے پاس جو کلام ہے وہ ان کا ذاتی نہیں بلکہ القاو الہام کے ذریعہ سیکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔'' اس موقع پر اس آیت کا نزول ہوا۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے بطریق عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ولید بن مغیرہ اور قریش کے چند افراد جمع ہوئے' ولید ان میں عمر رسیدہ تھا اسی نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''زمانہ حج نزدیک ہے میرا خیال ہے مختلف علاقوں کے وفود تمہارے پاس آ کر محمد ﷺ کے بارے میں دریافت کریں گے کیونکہ انہوں نے اس بارے میں کچھ نہ کچھ سن رکھا ہوگا۔ لہٰذا تم سب کسی رائے پر اتفاق کر لو تاکہ ہماری باتوں میں تناقض اور تضاد نہ ہو۔''

لوگوں نے جواب میں کہا: ''اے عبد شمس! آپ ہی مشورہ دیجئے کہ کیا کہا جائے؟'' ولید سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا: ''نہیں' میں تمہارے خیالات سننا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔'' قریش نے کہا: ''ہم کاہن بتائیں گے۔''

ولید نے کہا: ''وہ کاہن تو نہیں ہیں' تم نے کاہنوں کو دیکھا ہے اور کلام بھی سنا ہے مگر ان کا کلام تو کاہنوں کا سا بے معنی زمزمہ نہیں ہے۔'' اس کے بعد لوگ کہنے لگے ''مجنون بتا دیں گے۔'' ولید نے پھر مخالفت کی اور کہا: ''وہ حواس باختہ' پریشان خیال اور جذباتی نہیں' حالانکہ ہر مجنون میں ایسا ہی کچھ ہوتا ہے۔''

لوگوں نے پھر کہا: ''شاعر بتایا جا سکتا ہے۔'' ولید نے کہا وہ شاعر بھی نہیں کہ ہم اصناف شعر رَجز' ہزج' قریض' مقبوضہ' مبسوطہ وغیرہ سب سے واقف ہیں۔ مگر محمد ﷺ کا کلام تو بے نظیر اور بے مثال ہے۔

اس کے بعد لوگوں نے کہا: ''ساحر کہہ دیں گے۔'' ولید نے کہا۔ وہ جادوگر بھی نہیں' ہم میں سے ہر ایک نے ساحروں کو دیکھا ہے' ان کے انداز کلام میں تو جھاڑ پھونک اور گرہ بندی لازمی طور پر ہوتی ہے۔ لوگوں نے کہا: ''اے عبد شمس! تم ہی بتاؤ لوگوں کو محمد ﷺ کے بارے میں کیا جواب دو گے؟'' اب ولید نے کہنا شروع کیا:

''واللہ! ان کے کلام میں تو عجیب حلاوت ہے' تازگی اور لذت ہے۔ تو تم بیان کردہ باتوں میں سے جو بھی کہو گے' جھوٹ سمجھا جائے گا۔ بہرحال قرین عقل یہ ہے کہ ساحر کہو اور بتاؤ کہ یہ ساحر لوگوں کے درمیان جدائی ڈالتا ہے۔ لوگوں کو باپوں سے' بیویوں سے' بھائیوں سے اور خاندان سے کاٹ دیتا ہے۔''

پس لوگ اس کی رائے سے اتفاق کر کے اس اجتماع سے رخصت ہو گئے اور جب حج کا

زمانہ آیا تو ہر طرف سے لوگ آ آ کر بیت اللہ کے طواف کے لئے جمع ہونے لگے اور مشرکینِ قریش ان کو حضور ﷺ سے برگشتہ کرنے کے لئے ان کے اجتماعات اور دار الاقامتوں میں جانے آنے لگے۔ جو بھی ان کے پاس آتا وہ حضور ﷺ کے بارے میں اسے ڈراتے اور بچنے کی ترغیب دیتے رہے۔

اللہ ﷻ نے ولید بن مغیرہ کے بارے میں ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝ (الٰی قولہٖ) سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ[1] ۝ آیتیں نازل فرمائیں اور نیز ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے اس جھوٹے پروپگنڈے میں ولید کو اپنا قائد اور پیشوا بنا لیا تھا آیت کریمہ ''اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔''[2] نازل ہوئی۔ یہ وہ لوگ تھے' جو لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاس بٹھاتے اور رسول اکرم ﷺ کی برائی اور بدگوئی ان سے کرتے۔

راوی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ حج سے فراغت کے بعد جب لوگ اپنے اپنے علاقوں اور قبائل میں واپس ہوئے تو چپہ چپہ پر رسول کی ﷺ اور آپ ﷺ کی نبوت کا چرچہ ہو گیا اور اس طرح تمام بلادِ عرب ذاتِ نبی ﷺ سے واقف ہو گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عوفی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ولید بن مغیرہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ قرآن حکیم کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو بتایا تو وہ اٹھ کر قریش کے پاس آیا اور کہا:

''جو کلام ابن ابی کبشہ سناتا ہے وہ بہت ہی عجیب ہے۔ وہ شعر ہے نہ سحر نہ بے معنی گفتگو ہے یقیناً ان کا کلام خدا کا کلام ہے۔

ابن اسحاق' بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نضر بن حارث نے

---

[1] ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ۝ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًا ۝ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۝ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ۝ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَیْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ۝ (پ ۲۹ المدثر ۱۱ تا ۲۶)

اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے وسیع مال دیا اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے اور میں نے اس کے لئے طرح طرح کی تیاریاں کیں پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں بے شک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی پھر نظر اٹھا کر دیکھا پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا پھر بولا یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا یہ نہیں مگر آدمی کا کلام کوئی دم جاتا ہے کہ میں اسے دوزخ میں دھنساتا ہوں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

[2] پ ۱۴ الحجر ۹۱۔

کھڑے ہو کر کہا: "اے قریشی بھائیو! تم ایک ایسی الجھن میں مبتلا ہوئے ہو کہ اس سے پہلے نہ ہوئے تھے جب محمد (ﷺ) نوجوان تھے تو وہ تمہارے اندر سب سے زیادہ پسند کئے جاتے اور وہ سب سے زیادہ صادق القول اور امانت دار سمجھے جاتے تھے اور جب وہ جوان ہوئے اور ان کی نہاد میں مزید پختگی اور خُو بُو میں متانت کا نکھار آ کر ان کی خوبیوں میں اور جلاء ہو گئی اور وہ خدا کا کلام لے کر آئے تو پھر تم اسی جامع صفات کو ساحر کہنے لگے حالانکہ سحر سے ان کو کیا نسبت۔ کاہن کہنے لگے دراں حالیکہ کہانت سے ان کو کیا سروکار۔ مجنون کہنے لگے باوجود یہ کہ جنون سے ان کو کیا علاقہ۔ پس اے برادرانِ قریش! انصاف کر کے اپنے رویہ پر نظر ثانی کرو بلاشبہ اللہ ﷻ نے تم پر احسان عظیم فرمایا ہے کہ تمام عالم آباد کو چھوڑ کر تمہارے اندر سے ایک نبی کو اٹھایا ہے۔

ابن ابی شیبہ، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت جابر ؓ سے روایت کی کہ جماعتِ قریش نے ابو جہل بن حکم سے کہا محمد ﷺ کی دعوتِ دین عوامی تحریک کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے تم ایسے کسی شخص کو منتخب کرو جو سحر، کہانت اور شعر سے بخوبی واقف ہو۔ وہ محمد ﷺ کے پاس جائے اور ان کے عزائم و اغراض کے بارے میں ان سے گفتگو کر کے ہمیں اطلاع دے۔ عتبہ نے کہا میں سحر کہانت اور شعر کی حقیقتوں سے بخوبی واقف ہوں۔ لہٰذا وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا:

"اے محمد (ﷺ) آپ بہتر ہیں یا ہاشم؟ آپ بہتر ہیں یا عبد المطلب؟ آپ بہتر ہیں یا عبد اللہ؟" مگر حضور ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

عتبہ نے پھر کہا: "آپ ﷺ کس لئے ہمارے معبودوں کو برا اور ہمارے اسلاف کو گمراہ بتاتے ہیں؟ اگر آپ (ﷺ) کو حکومت و ریاست کی خواہش ہے تو ہم جھنڈا آپ کے لئے بلند کئے دیتے ہیں اور آپ کو اپنا سردار بنائے لیتے ہیں۔ اگر جنسی میلان ہے تو دس ایسی عورتوں سے شادی کرائے دیتے ہیں، جو آپ کو محبوب ہوں۔ اگر دولت و سرمایہ کی ضرورت ہے تو ہم لا کر آپ کی خدمت میں ڈھیر کر دیں گے۔

یہ آپ (ﷺ) کی ضرورت سے زیادہ اور آپ کی آئندہ نسلوں تک کو کافی ہوگا۔"

آپ ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا اور جب آپ ﷺ نے سمجھ لیا کہ عتبہ اپنا سلسلہ کلام ختم کر چکا تو پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ط

حٰمٓ ۚ o تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ o كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ o بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ

○ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ○ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ○ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ○ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ○ (پ۲۴ حم السجدۃ ۱۳تا۱)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

یہ اتارا ہے بڑے رحم والے مہربان کا ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئیں عربی قرآن عقل والوں کے لئے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تو ان میں اکثر نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں اور بولے ہمارے دل غلاف میں ہیں۔اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹینٹ (روئی) ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان روک ہے تو تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرتے ہیں۔تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے شرک والوں کو وہ جو زکوۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے۔تم فرماؤ کیا تم اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ سارے جہان کا رب ہے اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے (بھاری بوجھ رکھے) اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی

روزیاں مقرر کیں۔ یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں اٹھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے یا نہ خوشی سے۔ دونوں نے عرض کیا ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں اور ہر آسمان میں اسی کے کام کہ احکام بھیجے اور ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور نگہبانی کے لئے یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔ (ترجمہ کنز الایمان)

جب حضور ﷺ یہاں تک پہنچے تو عتبہ میں مجال سماعت نہ رہی' اس نے قسم دے کر آپ کو آگے پڑھنے سے روک دیا اور رحم کی بھیک مانگ کر کہنے لگا کہ اس کو ایسے عذاب سے دور رکھیں۔ عتبہ یہاں سے نہ اپنے گھر گیا نہ ان لوگوں کے پاس پہنچا تو ابو جہل نے کہا:

"اے گروہ قریش! ہم کو کہیں پر عتبہ نظر نہیں آتا۔ شاید وہ محمد ﷺ کی طرف مائل ہو گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کوئی حاجت درپیش ہے۔ پھر وہ عتبہ کے پاس آئے۔ ابو جہل نے کہا:

"عتبہ! ہمارا خیال ہے کہ تو کسی طمع کا شکار ہو کر محمد (ﷺ) کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ اگر تجھے مالی اعانت کی ضرورت ہے تو ہم اس کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں تا کہ پھر تو محمد (ﷺ) سے بے نیاز ہو جائے۔"

یہ سن کر عتبہ غضبناک ہو گیا اور قسم کھا کر بولا کہ "میں محمد (ﷺ) سے کبھی بات نہ کروں گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ مالدار ہوں اس وجہ سے میں کسی سے اعانت کا طالب نہیں۔"

سنو! جب میں محمد (ﷺ) کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے ایسے کلام کے ساتھ جواب دیا کہ خدا کی قسم نہ تو وہ سحر ہے اور نہ وہ شعر و کہانت ہے انہوں نے میرے جواب میں پڑھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تا صَاعِقَةً" مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ! پھر میں نے ان سے التجا کی اور ان کو آگے پڑھنے سے روک دیا اور ان سے رحم کی بھیک مانگی تا کہ وہ اس عذاب میں مجھے مبتلا نہ کر دیں اور یہ تو تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں وہ جھوٹ نہیں ہوتا لہٰذا ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر عذاب نہ نازل ہو جائے۔ میرا کہا مانو تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور تعرض نہ کرو' اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو ان کا ملک اور ان کی عزت تمہارا ملک اور

تمہاری عزت ہوگی۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہا اللہ نے ابن عمر ﷺ سے بھی ایسی ہی روایت نقل کرتے ہیں۔ جس میں تفصیل کے بجائے اجمال اور اختصار ہے۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہا اللہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابو جہل' ابوسفیان اور اخنس بن شریق ایک شب میں رسول اللہ ﷺ سے کلام اللہ سننے کی نیت سے روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ اس وقت مصروف نماز تھے یہ تینوں اشخاص اندھیرے میں اپنے اپنے زاویوں پر بیٹھ کر حضور ﷺ کی تلاوت سے کچھ اس طرح لذت اندوز اور متاثر ہوئے کہ خبر نہ ہوئی اور پوری رات گزر گئی۔ طلوع فجر پر جب جانے لگے تو تینوں نے بہم ایک دوسرے کو دیکھا اور سب پر انفعال طاری ہوگیا۔ تین راتوں کو اسی طرح عمل ہوتا رہا اس کے بعد اخنس' ابوسفیان کے گھر پر آیا اور کہا اس کلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جس کو محمد ﷺ سے سنا ہے؟

ابوسفیان نے جواب دیا: ''میں اس کلام کو نیز اس کے تاثر کو محسوس کرتا ہوں۔''

اس کے بعد اخنس ابو جہل کے پاس پہنچا اور اس سے کہا اے ابوالحکم اس کلام کے بارے میں جو ہم نے محمد (ﷺ) سے سنا ہے تمہاری کیا رائے ہے۔ ابو جہل نے کہا کہ میں نے کیا سنا ہے اسے سنو! ہم اور بنی عبد مناف شرف میں ہمیشہ جھگڑا کرتے تھے اگر انہوں نے کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھانا کھلایا۔ انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی لوگوں کے لئے سواریاں فراہم کیں' انہوں نے لوگوں کو مال دیا تو ہم نے بھی دیا۔ یہاں تک کہ ہمارے اور انکے درمیان یہ مسابقت جاری رہی اور اس دوڑ میں ہم اور وہ برابر رہے۔ تو بنی عبد مناف نے ازروئے فخر وشرف کہا کہ ہم میں ایک نبی ہوگا جس پر آسمان سے وحی نازل ہوگی تو اگر ہم نے اس نبی کو پایا تو خدا کی قسم ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے اور ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے اخنس ابو جہل کی یہ باتیں سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مغیرہ بن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ سب سے پہلا دن جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کی شانِ رسالت کو پہچانا وہ دن تھا کہ میں اور ابو جہل شہر مکہ کی ایک گلی میں جارہے تھے ہماری ملاقات حضور ﷺ سے ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ابو جہل سے فرمایا: ''ابوالحکم! اللہ ﷻ ورسول ﷺ کی طرف آؤ۔'' ابو جہل نے جواب دیا: ''محمد (ﷺ) کیا تم ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز نہ آؤ گے؟ جو کچھ تم کہتے ہو اگر میں اسے حق جانتا تو ضرور اتباع کر لیتا۔'' اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے اور ابو جہل نے مجھ سے کہا:

''میں جانتا ہوں کہ وہ سچے ہیں لیکن قصی کی اولاد سے ہیں۔ قُصی کے لوگوں نے کہا ہم

غلاف[1] کعبہ چڑھاتے ہیں، ہم مشاورت کے لئے ندوہ کو منظم رکھتے ہیں، ہمارا لواء ہے، ہم میں سقایہ ہے پھر انہوں نے کہا ہم میں اس کا نبی ہے۔ میں نے کہا ہم چاروں باتوں کو تسلیم کرتے ہیں مگر خدا کی قسم پانچویں دعوے کو ہرگز نہ مانیں گے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر غفاری ﷺ سے روایت کی کہ میرا بھائی انیس جو مکہ گیا تھا اس نے آکر بتایا کہ میں نے حرم میں ایک شخص سے ملاقات کی جو کہتا ہے کہ مجھے اللہ ﷻ نے بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انیس نے جواب دیا:

لوگ اسے شاعر، ساحر اور کاہن کہتے ہیں اور انیس شعر و ادب میں پاکیزہ ذوق رکھتا تھا، دنیائے عرب اس کی اس حیثیت کو تسلیم کرتی تھی۔ نیز وہ بڑا سمجھ دار اور فہم و ادراک والا شخص تھا، لہٰذا میں نے خود اس کا تاثر لیا تو اس نے کہا میں نے کاہنوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے، وہ کاہن نہیں ہیں۔ ادب و شعر کی اصناف میں سے کسی صنف سے ان پر جو کلام نازل ہوا ہے تعلق نہیں رکھتا۔ اس وجہ سے میں تو یہ سمجھا ہوں کہ وہ سچے ہیں اور بد گو لوگ متعصب اور جھوٹے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری ﷺ کہتے ہیں اس کے بعد میں خود مکہ آیا اور پورے تیس روز مقیم رہا مجھے خورد و نوش کے سلسلے میں آبِ زمزم کے سوا کچھ دستیاب نہ تھا مگر مجھے گرسنگی تھی نہ نقاہت بلکہ میں اور بھی فربہ اور چست ہو گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ اسعد بن زرارہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیعتِ عقبہ کے دن حضرت عباس ﷺ سے کہا کہ ہم نے قریب و بعید اور ذی رحم رشتہ کو چھوڑ دیا اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خدا کے بھیجے ہوئے ہیں وہ دروغ گو نہیں اور یہ کہ جو کلام آپ لائے ہیں، اس کے مشابہ کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے کہا کہ بنی سلمہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ جب میرے قبیلے کے لوگ اسلام لائے تو عمرو بن الجموح نے اپنے بیٹے سے کہا تو نے جو کلام محمد ﷺ سے سنا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سنا تو بیٹے نے عمرو کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے صِرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تک پڑھ کر سنایا۔ اس پر عمرو نے کہا یہ کلام کس قدر حسین و جمیل ہے، کیا حضور ﷺ کا سارا کلام ایسا ہی ہے؟ بیٹے نے کہا! ابا جان سب ایسا ہی ہے۔

---

[1] غلاف کعبہ کا اہتمام اور کعبہ پر چڑھانا، ندوہ یعنی دار المشاورت کا انتظام قریش کے سپرد تھا۔ اسی طرح قومی پرچم کے اٹھانے والے بھی وہی تھے۔ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت بھی ان کے سپرد تھی۔ عربوں میں یہ تمام کام عظمت و بزرگی کی نشانی سمجھے جاتے تھے اسی وجہ سے قریش اپنے آپ کو دوسرے قبیلوں سے ممتاز سمجھتے تھے۔

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ نے شعبی وزہری رحمہا اللہ وغیرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قیس سلیمی رضی اللہ عنہ آیا اس نے حضور ﷺ سے کلام اللہ کی تلاوت سن کر کچھ سوالات کئے اور حضور ﷺ نے جوابات دیئے۔ اس کے بعد وہ اسلام لے آیا اور بنوسلیم سے واپس جا کر کہا:

''میں نے روم وایران کا ادب لطیف' عرب شعراء کی تخلیقات' کاہنوں کی کہانت اور حمیر کے مقالات اور کلام سنا ہے لیکن ان سب کا کلام محمد ﷺ کے کلام کی حکمت وحسن سے قطعاً مناسبت نہیں رکھتا۔ لہٰذا میرا مشورہ قبول کرو تو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں خود کو دے دو اور ان پر نازل شدہ کلام سے استفادہ کرو۔''

پھر بنی سلیم کے لوگ فتح مکہ کے سال حاضر ہو کر داخل ملت اسلام ہوئے وہ سات سو اور ایک قول کے مطابق ایک ہزار تھے۔

وجوہِ اعجازِ قرآن

تمام دنیا کے دانشمندوں اور مفکرین نے ہر ہر رخ سے غور کیا' درایت کی کسوٹی پر پرکھا تو ہر ایک کو جو عصبیت کے مرض کا مارا نہیں تھا یہی کہنا پڑا کہ قرآن حکیم انسانی کلام نہیں ہے بلکہ ایسا کلام ہے جو اللہ عزوجل کی طرف سے نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کا یہ سب سے عظیم معجزہ ہے اللہ عزوجل نے فصیحانِ عرب کو للکارا اور فرمایا: فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ لیکن وہ اس کلام الٰہی کے مقابل میں ایک سورہ بھی پیش نہ کر سکے۔

پھر یہ کہ قرآن شریف کو ڈھکا چھپا نہیں رکھا گیا س کی صداقت اس کے اعجاز کو عام کرنے کے لئے اس کے سنانے کا اہتمام کیا گیا۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ	اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔
(پ۱۰ التوبہ:۶)	(ترجمہ کنزالایمان)

اور اگر کلام ربانی سننے کے باوجود ان کے قلوب غیر متاثر رہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ کلام بے اثر ہے بلکہ ان کے دل مریض ہیں۔ کلام تو یقیناً معجزہ ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۝ (پ۲۱ العنکبوت ۵۰۔۵۱)

اور بولے کیوں نہ اتریں کچھ نشانیاں ان پر ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ
نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں اور کیا یہ
انہیں بس نہیں کہ ہم نے کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم مجملہ اس کی نشانیوں کے ایک نشانی ہے۔ اہل عرب فصیح و بلیغ انشاء پرداز، خطیب اور شاعر تھے اور ان کو اس صنعت پر بڑا غرور، گھمنڈ اور پندار بھی تھا۔

لہٰذا ان کو تحدی کی گئی اور سال ہا سال کی ان کو مہلت دی گئی مگر وہ ایک چھوٹی سورۃ بنانے پر بھی قادر نہ ہو سکے، ہر چند کہ وہ اللہ کے نور کو بجھانے اور چھپانے پر تلے بیٹھے تھے تو اگر اس سے معارضہ کرنا ان کی قدرت میں ہوتا تو یقیناً قطع حجت کے لئے کام میں لاتے مگر سارے زبان آور عاجز رہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو اس حال میں مبعوث فرمایا کہ عربوں کے اندر اس زمانے میں بڑے بلند پایہ خطیب اور شعراء موجود تھے اور زبان کی لطافت کو پورے طور پر سمجھتے تھے، ان کے ذہنوں میں الفاظ کا بڑا ذخیرہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل عرب کو معارضہ قرآن کی دعوت دی، مگر وہ سب عاجز رہے۔

جن وجوہ کے ساتھ قرآن کے اعجاز کا وقوع ہوا، ان میں لوگوں کا اختلاف ہے اور ان میں کئی قول ہیں جن کو میں نے کتاب تفسیر اتقان میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند وجوہ کا خلاصہ یہ ہے۔

پہلی وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم اپنے نظم و اسلوب کی صورت میں عجیب و غریب ہے جو اسالیب عرب کے مطابق نہیں۔ قرآن کریم کی وہ ترتیب و نظم جس کا وہ حامل ہے اور اس پر آیات کے مقاطع، کلمات کے فواصل اور عبارت میں او قاف کا جو نظام ہے، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

دوسری وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم ایسی غیبی خبروں پر مشتمل ہے جو اس وقت واقع نہیں ہوئی تھیں اور جب وہ واقع ہوئیں تو ویسی ہی واقع ہوئیں جیسی کہ خبر دی گئی تھی۔

تیسری وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرون ماضیہ اور شرائع سابقہ کی خبریں اس قبیل سے تھیں جن کو اہل کتاب میں سے کوئی شخص اس وقت تک نہیں جان سکتا تھا جب تک کہ وہ اپنی عمر کا بیشتر حصہ اس کی تحصیل میں صرف نہ کر دے، رسول اللہ ﷺ ان وجوہ کے ساتھ جن پر وہ منصوص تھیں قرآن کریم میں لے کر آئے حالانکہ آپ اُمی تھے پڑھنا لکھنا کسی سے نہیں سیکھا تھا۔

چوتھی وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم ضمیر کی کیفیات اور قلب کے احساسات کو بیان کرتا

ہے۔مثال کے طور پر قرآن حکیم نے بیان کیا:

"اِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا" (پ۴ آل عمران ۱۲۲)

"جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہو کہ نامردی کر جائیں۔" (کنز الایمان)

اور فرمایا: "وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ۔" (پ۲۸ المجادلہ ۸)

"اپنے دلوں میں کہتے اور اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر۔" (ترجمہ کنز الایمان)

پانچویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ قوم کو عاجز اور ناچار بتانے کے سلسلے میں بعض قضایا اور اخبار وارد ہوئے مثلاً قرآن نے بتایا کہ فلاں لوگ ایسا نہ کرسکیں گے اور پھر واقعات کی دنیا میں وہ ویسا نہ کرسکے۔ جیسا کہ یہود کے بارے میں بتایا گیا: "وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا" یعنی یہود کبھی بھی اس کی آرزو نہ کریں گے۔

چھٹی وجہ اعجاز یہ ہے کہ عرب فصحا شعراء اور ماہرین زبان ایڑی چوٹی کا زور اور اجتماعی و متفقہ کوششوں کے باوجود معارضت میں ناکام رہے۔

ساتویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ سماعت قرآن کے موقع پر مخالفوں اور منکروں پر خوف ودہشت پیدا ہو جاتی اور تلاوت کی سماعت کے وقت عجیب ہیبت و رعب طاری ہو جاتا جیسا کہ حضرت جبیر بن مطعم ﷺ کے دل پر رعب و دہشت طاری ہوا۔

حضور ﷺ مغرب کی نماز جہری میں سورۂ طور کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝ (پ۲۷ الطور ۳۵-۳۶)

کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے بلکہ انہیں یقین نہیں یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑے (حاکم اعلیٰ) ہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت جبیر ﷺ فرماتے ہیں اس کلام الٰہی کو سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید میرا دل پارہ پارہ ہو جائے گا اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ اسلام کی صداقت میرے دل میں جاگزیں ہوئی۔

آٹھویں وجہ اعجاز یہ کہ نہ تو اس کے پڑھنے والے کا دل بھرتا ہے اور نہ سننے والے کا بلکہ بار بار اس کی تلاوت کے لئے وہ بے قرار ہوتا ہے اور ہر بار اس کی لذت بڑھتی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے قرآن کی ایک صفت یہ بھی بیان کی کہ بار بار پڑھنے سے قرآن پرانا نہیں ہوتا۔

نویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم رہتی دنیا تک باقی رہنے والی خدا کی کتاب ہے' اس میں کبھی کوئی تحریف نہیں کر سکے گا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ ﷻ نے خود لی ہے۔

دسویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے قرآن کریم میں تمام علوم و معارف کو جمع فرمایا ہے جو کسی کتاب میں یکجا نہیں ہوئے اور نہ آئندہ ہوں گے اور نہ کسی فرد کا علم اس کے چند کلمات اور گنتی کے حروف کا احاطہ کر سکتا ہے۔ اللہ ﷻ نے اپنی اس آخری کتاب میں زندگی کے ہر شعبہ کے لئے اصول عطا فرمائے ہیں۔

گیارہویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کتاب کی مزاجی خصوصیت کو ثواب و عذاب' انعام و عتاب اور رحمت و عقاب کے بین بین رکھا ہے' اس لئے یہ مایوس ہونے دیتا ہے نہ امید کا دامن چھڑواتا ہے۔ اگر ایک وقت خوف کے سائے پڑنے لگتے ہیں تو معاً دوسرے وقت رجاء اور امید سے دل کو سہارا ملنے لگتا ہے۔

بارہویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ ﷻ اس کتاب کو دوسری سابقہ کتابوں کے لئے ناسخ قرار دیا اور کتب سابقہ کے اسرائیلی بیانات کی صحت و عدم کا معیار قرار دیا' جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○"

(پ ۲۰ النمل ۷۶)

"بے شک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔" (ترجمہ کنزالایمان)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی چار وجوہ اعجاز قرآن میں ایسی ہیں جن پر اعتماد کیا گیا ہے اور باقی وجوہ قرآن کی خصوصیات میں پیش پیش ہیں' بقیہ خصائص قرآن سے یہ ہے کہ اس کا نزول سات حروف (لغت) پر ہوا ہے اور یہ کہ اس کا نزول ٹکڑے ٹکڑے اور تھوڑا تھوڑا ہوا ہے اور یہ کہ قرآن حفظ کے لئے بہت آسان کیا گیا ہے۔ (بہت آسانی سے حفظ ہو جاتا ہے) دیگر تمام کتابیں ان تین خصوصیتوں سے عاری ہیں' میں نے پہلی دو خصوصیتوں کو تفصیل کے ساتھ الاتقان میں بیان کیا ہے' ان میں سے کچھ حصہ اُن خصائص کے بیان میں پیش کرتا ہوں جن کی وجہ سے حضور ﷺ تمام انبیا علیہم السلام سے ممتاز ہیں۔

قرآن پاک کے اعجاز کی جو وجوہات ذکر کی گئیں ان میں تیسری' چوتھی' پانچویں' چھٹی وجوہات مخصوص آیات سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ باقی وجوہات عام ہیں اور ان کا تعلق ہر آیت سے ہے اور تقریباً ان ستتر ہزار کو آٹھ وجوہ میں ضرب دی جائے یا ان آٹھ وجوہ میں اول کی دو وجوہ پر ضرب دیا

ساتویں آٹھویں اور نویں وجوہ اور معرفت سے اگر ضرب دیا جائے تو معجزات کی یہ تعداد لاکھوں پر پہنچے گی اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ پہلی دو وجوہ کے اعتبار سے قرآن کے معجزات سے واقف ہو تو وہ ہماری کتاب الاتقان ملاحظہ کرے پھر ہماری کتاب اسرار التنزیل کا بغور مطالعہ کرے ان دونوں کتابوں میں قاری اس سلسلہ میں سنتا جائے گا کہ اس کی تشنگی دور ہو جائے گی۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن پاک کے اس انداز کو جان لینے کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ بلاشبہ ہزار یا دو ہزار پر ان کا حصر نہیں بلکہ وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کی ایک سورہ کے ساتھ تحدی فرمائی تو وہ ایک سورہ کے لانے میں عاجز رہ گئے۔ قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورۃ الکوثر ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے دس کلمات میں ہر کلمہ اپنی جگہ ایک مستقل معجزہ ہے اور پوری کتاب اللہ ۹۳۴ میں ۷ ے کلمات ہیں تو صرف انشاء و عبارت کے لحاظ سے کلماتِ مذکور کے مطابق اتنے ہی تعداد میں معجزات ہوئے۔

مجھے یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ میں نے قرآن کی ایک آیت مبارکہ سے ۱۲۰ انواع بلاغت نکالی ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین نے حضرت عقبہ بن عامر ﷜ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر قرآن کریم چمڑے میں ہو تو اسے آگ نہیں کھائے گی۔

ابن اثیر نے بیان کیا کہ بعض علماء کا قول ہے کہ قرآن کریم کا یہ معجزہ صرف زمانہ رسالت میں تھا۔

نزولِ وحی کے موقع پر ظہورِ معجزات

ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب المصاحف" میں ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷜ جبرئیل ﷵ کی مناجات جو نبی کریم ﷺ کے لئے ہوتی' سنا کرتے تھے اور وہ ان کو نظر نہ آتے تھے۔

امام احمد' ترمذی' نسائی' حاکم' بیہقی اور ابو نعیم رحہم اللہ نے بہ سند جید حضرت عمر ﷜ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو ہم شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند آواز سنا کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے چہرے کے قریب سے یہ آواز سنی جاتی۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہا اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول

اللہ ﷺ سے حارث بن ہشام ؓ نے پوچھا کہ آپ ﷺ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟
فرمایا میرے پاس کبھی گھنٹی کی سی آواز آتی ہے اور یہ کیفیت مجھ پر بہت سخت گزرتی ہے۔ پھر وہ زائل ہو جاتی ہے اور فرشتہ جو کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔ کبھی فرشتہ انسانی صورت میں آ کر مجھ سے کلام کرتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے سخت سردی کے دن حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتے دیکھی تو آپ ﷺ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا تھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسلمہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ میرے پاس وحی دو طرح پر آتی ہے۔ ایک فرشتے کے ذریعہ دوسرے آواز کے ذریعہ جو مثل گھنٹے کی آواز کے ہوتی ہے مگر یہ صورت مجھ پر گراں گزرتی ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نزول وحی کے وقت بوجھ محسوس کرتے تھے اسی لئے ارشاد باری ہے:

"اِنَّا سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا" (پ۲۹ المزمل ۵)

"بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے" (ترجمہ کنزالایمان)

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید بن ثابت ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اس کا بوجھ محسوس فرماتے اور پیشانی پر پسینہ نمودار ہو جاتا خواہ سردی کا موسم ہو۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن ثابت ؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وحی لکھا کرتا تھا جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو شدید لرزہ لاحق ہو جاتا اور آبدار موتی کی مانند پسینہ آ جاتا۔ پھر جب یہ کیفیت رفع ہو جاتی تو حضور ﷺ وحی لکھواتے اور میں اس کو تحریر کرتا۔

جب میں وحی کی کتابت سے فارغ ہو جاتا تو قرآن کریم کے بوجھ سے مجھے اپنے پاؤں ٹوٹتے معلوم ہوتے حتیٰ کہ میں خیال کرتا کہ اب میں کبھی چلنے کے قابل نہ رہوں گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے رنگ کے تغیر سے لوگ پہچان لیتے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرۂ انور اور جسم مقدس کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گفتگو سے رک جاتے اور آپ ﷺ خود بھی کسی سے گفتگو نہ فرماتے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نزول وحی کے وقت اگر رسول اکرم ﷺ اونٹنی پر سوار ہوتے تو بار وحی سے اونٹنی گردن ڈال دیتی تھی۔

احمد و طبرانی و بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت اسماء بنت یزید ؓ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی' آپ ﷺ اس پر سوار تھے کہ سورۂ مائدہ نازل ہوئی تو قریب تھا کہ اونٹنی کے بازو بار وحی سے ٹوٹ جائیں۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ پر جب نزول وحی ہوتا تو ہم میں سے کسی میں مجال نہ ہوتی کہ حضور ﷺ پر نظر ڈال سکیں۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھا

امام احمد' ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصل صورت میں دیکھا۔ پہلی مرتبہ خود حضور ﷺ کے کہنے پر جبرئیل علیہ السلام نے خود کو دکھایا اور وہ عظیم جسامت سے افق کو گھیرے ہوئے تھے اور دوسری مرتبہ شب معراج میں آپ ﷺ نے ان کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔ آپ نے ان کو دیکھا کہ وہ آسمان سے زمین کی طرف اتر رہے ہیں اور ان کی خلقتِ عظیم نے زمین و آسمان کو گھیر لیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔ اس میں اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام سندسی (ریشمی) لباس میں ملبوس تھے۔ جس پر موتی اور یاقوت جڑے تھے۔

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو بازو موتیوں کے تھے اور انہوں نے مور کی مانند اپنے بازوؤں کو پھیلایا ہوا تھا۔

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو سبز حُلّے میں دیکھا اس وقت انہوں نے زمین و آسمان کو گھیر لیا تھا۔

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ ان کے دونوں پاؤں سدرہ پر معلق تھے۔

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شرح بن عبید ﷜ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے جب آسمان پر صعود فرمایا تو آپ نے جبرئیل ؑ کو ان کی تخلیقی صورت میں دیکھا۔

ابن سعد اور نسائی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ﷜ سے روایت کی کہ جبرئیل ؑ دحیہ کلبی ﷜ کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے اور طبرانی ﷜ نے حضرت انس ﷜ سے جو روایت کی اس میں من مزید یہ بھی ہے کہ حضرت دحیہ ﷜ بہت حسین و جمیل شخص تھے۔

نبوت کے مکی دور سے متعلق معجزات

ابن ابی شیبہ ابو یعلیٰ دارمی بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بطریق اعمش ﷜ حضرت انس ﷜ سے روایت کی ہے کہ اہل مکہ نے بعثت کے بعد رسول اللہ ﷺ پر بہت شدائد کئے۔

ایک بار آپ ﷺ ان کے گستاخانہ رویے اور نازیبا حرکات سے خون میں تر مکہ سے باہر تشریف فرما تھے کہ جبرئیل امین ؑ آئے اور پرستش احوال کے بعد کہا اے محمد (ﷺ) اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ اسی وقت آپ کے ایک معجزے کا ظہور ہو تو آپ فلاں درخت کو حکم دیجئے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے اس کو اپنے پاس بلایا اور درخت حکم ملتے ہی آپ ﷺ کے قریب آ گیا! جبرئیل ؑ نے کہا کہ اب حکم دیجئے کہ وہ اپنی جگہ لوٹ جائے آپ ﷺ نے اس درخت کو حکم دیا وہ فوراً اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن ﷜ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ کے معاندانہ رویہ اور تکذیب سے رنجیدہ ہو کر ایک روز پہاڑ کی گھاٹی کی جانب چلے گئے اور اللہ ﷻ سے سکونِ قلب کے لئے دعا کرنے لگے۔ رب العزت نے وحی کی کہ سامنے والے درخت کی کسی بھی ٹہنی کو آپ ﷺ اپنی طرف بلائیں پس حضور ﷺ نے ایک ٹہنی کو طلب کیا اور وہ درخت سے منقطع ہو کر سامنے آ گئی اس کے بعد فرمایا ویسے ہی اپنے مقام پر درست ہو جا۔ تو اس نے تعمیل کی اور لوٹ کر اپنے مقام پر پیوست ہو گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی طبیعت میں انبساط پیدا ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اب مجھے ان کے جھٹلانے کی پرواہ نہیں۔

بکری کے چھوٹے بچے سے حضور ﷺ کا دودھ نکالنا

طیالسی ابن سعد ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ وغیرہ نے حضرت ابن مسعود ﷜ سے روایت کی کہ میرا ابھی بچپن ہی تھا اور ابن ابی معیط کی گھاٹی میں بکریاں چرا رہا تھا تو حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق ﷜

دونوں مشرکوں کی اذیت سے بچ کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تمہارے پاس پلانے کے لئے کچھ دودھ ہے؟ میں نے کہا میں امانت دار ہوں ۔فرمایا تمہارے کوئی ایسی بکری ہے۔جس کی عمر کم اور زمانہ دودھ دینے کا نہ ہو؟ میں نے اقرار میں جواب دیا اور پھر ایک مادہ بچہ جو قدرے بڑا تھا لا کر دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کے پیر باندھے پھر حضورﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی تو اس کے تھن دودھ سے بھر گئے ۔پھر حضرت صدیقؓ کاسہ لے کر آئے اور حضورﷺ نے اس بچے سے دودھ نکالا اور دونوں حضرات نبی اکرمﷺ اور صدیق اکبرؓ نے خود بھی دودھ پیا مجھے بھی پلایا۔ اس کے بعد حضورﷺ نے فرمایا: اے دودھ اتر جا تو وہ اتر گیا۔

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کا خواب

ابن سعد اور بیہقی رحمہا اللہ نے محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمانؓ سے روایت کی کہ حضرت خالد بن سعیدؓ متقدمین اسلام سے تھے۔ ان میں قبول اسلام کا جذبہ پیدا ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے کھڑے ہیں پھر انہوں نے جہنم کی وسعت بیان کی جس کو خدا ہی خوب جانتا ہے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے والد انہیں جہنم میں دھکیل رہے ہیں اور رسول اللہﷺ دخول جہنم سے روک رہے ہیں۔وہ خوف زدہ ہو کر بیدار ہوئے اور کہا کہ یہ خواب برحق ہے۔

پھر وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا کہ میں نے اس طرح کا خواب دیکھا ہے۔حضرت صدیقؓ نے جواب دیا: "اللہ ﷻ کے رسولﷺ تمہاری بھلائی کے خواستگار ہیں' تم ان سے رجوع کرو۔" پس وہ حضورﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: "آپﷺ کس امر کی دعوت دیتے ہیں۔"

حضورﷺ نے فرمایا میں اللہ ﷻ کی طرف بلاتا ہوں کہ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں تم جن پتھروں کی پرستش میں مبتلا ہو اس سے باز آ جاؤ کیونکہ وہ پتھر نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ وہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع وہ تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں۔

یہ سن کر حضرت خالدؓ ایمان لے آئے جب حضرت خالدؓ کے والد کو معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے نے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے تو اس نے حضرت خالدؓ پر طرح طرح کی سختیاں کیں اور ان کو ڈرایا' دھمکایا اور کہا کہ آج سے میں تم کو کھانے پینے کو کچھ نہیں دوں گا۔حضرت خالدؓ نے کہا کہ

مجھے تمہارے رزق کی کچھ پروا نہیں' اللہ ﷻ مجھے اتنا رزق دے گا کہ میں اس سے زندگی گزار لوں گا اور تم سے سوال نہ کروں گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے صالح بن کیسان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ظہور نبوت و اسلام سے پہلے خواب میں دیکھا کہ مکہ اور اس کے اطراف کو گہری تاریکی نے ڈھانپ لیا ہے۔ صرف اطراف ہی نہیں بلکہ اس کی تاریکی میں زمین و آسمان تک پوشیدہ ہو گئے ہیں' اچانک زمزم سے نور افشاں قندیل بلند ہونی شروع ہوئی۔ جتنا وہ نور قندیل بلند ہوتا جاتا اتنی ہی اس کی چمک بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ مجھے سب سے پہلے اس کی روشنی میں بیت اللہ نظر آیا پھر اس علاقے کی ساری اشیاء پہاڑ عمارات اور نباتات' پھر وہ منظر اور وسیع ہوا اور مجھے مدینہ کے نخلستان ایسے روشن نظر آئے کہ میں ان پر نیم پختہ کھجوریں دیکھ رہا تھا۔ پھر کسی کہنے والے نے اس روشنی کے درمیان سے کہا:

سُبْحَانَهُ سُبْحَانَهُ تَمَّتِ الْكَلِمَةُ وَ هَلَكَ ابْنُ مَارِدٍ بِهَضْبَةِ الْحَصَاءِ بَيْنَ اَذْرَج وَالْاَكْمَة.

پاک ہے وہ ذات' پاک ہے وہ ذات' کلمہ پورا ہوا اور ابن مارد' اذرج و اکمہ کے درمیان ہضبۃ الحصاء میں ہلاک ہوا۔

خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عمرو بن سعید سے اپنا یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے یہ عجیب و غریب خواب دیکھا ہے میرا خیال ہے کہ روشن قندیل عبد المطلب کے گھرانے سے نمایاں ہوگی کیونکہ چاہ زمزم انہی کی تحویل میں ہے اور تم نے اس نور کو چاہ زمزم سے نکلتے دیکھا ہے۔ اس روایت کو دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے "الامراد" میں بیان کیا ہے۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ چند الفاظ کے تغیر کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خواب

ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا۔

میں نے قبول اسلام سے تین روز قبل خواب دیکھا کہ "میں ایک تاریک اور اندھیرے ماحول میں ہوں کہ دفعتہً مجھے چاند کی روشنی نظر آئی۔ میں اس روشنی کے پیچھے چلا میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ اس تک پہنچنے میں مجھ سے سبقت حاصل کر چکے ہیں۔ پھر میں ان لوگوں سے نزدیک ہوا تو میں نے پہچانا ان میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ میں نے

ان حضرات سے دریافت کیا تم اس جگہ کب آئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ چاند کے روشن ہوتے ہی ہم اس تک پہنچ گئے۔

پھر کچھ ہی دن ہوئے تھے میں اطلاع پا کر ایک روز اجیاد کی وادی میں حضور ﷺ سے ملا اور پوچھا کہ آپ کی دعوت کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کی دعوت۔

میں نے اس کو قبول کیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر داخل اسلام ہو گیا۔

حضور ﷺ کا ایک صاع مقدارِ طعام سے چالیس افراد کو شکم سیر ہو کر کھانا کھلانا

ابن اسحاق اور بیہقی نے رحمہا اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آیت کریمہ

وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ. (پ۱۹ الشعراء ۲۱۴) اور محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ (ترجمہ کنزالایمان)۔ نازل ہوئی تو اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک بکری کے پائے اور ایک صاع غلہ کا طعام تیار کرو اور ایک قدح دودھ بھی رکھو پھر اقربا یعنی اولاد عبد المطلب کو بلالو۔" تو میں نے تعمیل کی اور وہ سب آ گئے۔ جن کی تعداد ۳۹، ۴۰ یا ۴۱ تھی۔ ان لوگوں میں حضور ﷺ کے چچا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابولہب بھی موجود تھے میں نے ان کے سامنے گوشت کا بڑا پیالہ رکھا۔

حضور ﷺ نے اس میں سے ایک بوٹی لی اور دانتوں سے توڑ کر پیالے میں بکھیر دی اور فرمایا: بسم اللہ کر کے شروع کیجئے۔ تو سب مہمانوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا مگر کھانا تقریباً ویسا ہی موجود اور باقی تھا۔ اس کے بعد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ! سب کو دودھ پلاؤ تو میں نے پیالہ لیا جس میں سے سب نے سیر ہو کر پیا۔ حالانکہ وہ دودھ مقدار میں صرف ایک شخص کے لئے کافی تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے دعوت اسلام پیش کی۔

پانی کا زمین سے جوش زن ہونا

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو بیان کیا کہ ابو طالب نے کہا۔

میں ذی المجاز میں محمد (ﷺ) کے ساتھ تھا کہ مجھے پیاس لگی۔ میں نے کہا مجھے پیاس لگی ہے۔

تو حضور ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا، اس پر سے اترے اور پیچھے کی طرف چند قدم چل کر جھکے، وہاں پانی تھا۔

مجھ سے کہا چچا پانی پیجئے اور میں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔

ابو طالب کی صحت کے لئے حضور ﷺ کا دعا کرنا

ابن عدی، بیہقی اور ابو نعیم رحہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابو طالب کی بیماری

میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی عیادت فرمائی اور ابوطالب کی خواہش پر دعا بھی کی: "اے اللہ ﷻ! میرے چچا کو صحت اور شفاء عطا فرما۔" تو ابوطالب اُٹھ کھڑے ہوئے اور بیماری کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ ابوطالب نے کہا: اے بھتیجے! تمہارا معبود تم پر بہت مہربان ہے۔ آپ نے جواب دیا: اے چچا اگر تم بھی اسی معبود کی بندگی اختیار کر لو تو یقیناً تم بھی مہربانی فرمائے گا۔

(اس حدیث کی روایت میں ہیثم منفرد ہیں اور وہ ضعیف مانے جاتے ہیں)

حضور ﷺ کے وسیلے سے ابوطالب کا دعائے استسقاء کرنا

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کی کہ میں مسجد حرام پہنچا تو وہاں قریش کو شور مچاتے سنا وہ بارش کی دعا مانگ رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا: لات وعزیٰ سے مدد مانگو اور کسی نے کہا منات سے یہ سن کر ایک پیر سال خوبرو اور تجربہ کار شخص نے کہا۔ ابوطالب نہیں ہے اس کے پاس چلو چنانچہ وہ سب اور میں بھی ان کے ہمراہ ابوطالب کے گھر پر پہنچے آواز دی تو ابوطالب زرد چادر گردن میں لپیٹے باہر نکلے لوگوں نے کہا:

"اے ابوطالب! وادیاں خشک ہو گئیں جانور دُبلے ہو گئے۔ چلو بارش کی دعا مانگیں۔" ابوطالب نے کہا زوال آفتاب اور ہوا کے ٹھہرنے تک رُکو۔ پھر ابوطالب ایک بچہ کو ہمراہ لے کر نکلے انگلی پکڑی اور بچہ کی پشت کو خانہ کعبہ سے ملا کر کھڑا کیا اور طلب بارش کی دعا کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں صاف مطلع ابر آلود ہو گیا اور موسلا دھار بارش سے وادیاں تالاب اور آبی ذخیرے بھر گئے۔"

باغات اور کھیت سرسبز ہو گئے۔ اس موقع پر ابوطالب نے کہا

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

یعنی آپ ﷺ کی ذات ایسی برکت والی ہے کہ آپ کے چہرے سے بادل پانی کا خواستگار ہوتا ہے۔ آپ یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کی عصمت (کے محافظ) ہیں۔

تُطِیْفُ بِهِ الْهُلَّاکُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهٗ فِیْ نِعْمَةٍ وَ فَضَائِلِ

ہاشم کی بھوکی پیاسی اولاد آپ ﷺ کو گھیرے رہتی ہے۔ وہ لوگ آپ ﷺ کے دامن میں نعمت وفضائل (دیکھتے) ہیں۔

وَ مِیْزَانُ عَدْلٍ لَا یَخِیْسُ شَعِیْرَةً وَوَزَّانُ صِدْقٍ وَزْنُهٗ غَیْرُ هَائِلِ

اور آپ ﷺ میزانِ عدل ہیں کہ ایک جو برابر کم وبیش نہیں تولتے اور آپ سچائی کا وزن کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کی تول کسی طرف جھکتی نہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (سید الشہداء) کا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنا

ابن سعد و بیہقی رحمہما اللہ نے روایت کی کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا: "چچا! آپ میں ان کو دیکھنے کی تاب نہیں۔" انہوں نے عرض کیا:

"درست ہے بایں ہمہ ان کو مجھے دکھائیے ضرور۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "بیٹھ جائیے۔" لہٰذا وہ بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس لکڑی پر اترے جو کعبہ میں نصب تھی اور مشرکین طواف کے وقت اس پر کپڑے ڈالا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

چچا جان اپنی نگاہیں اوپر اٹھائیے تو انہوں نے نگاہ اٹھائی اور دیکھا کہ ان کے دونوں پاؤں سبز زبرجد کی مانند ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بیہوش ہو گئے۔

حضور ﷺ کا معجزہ شق القمر

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ (پ۲۷ القمر ۱)

"پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند" (ترجمہ کنز الایمان)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو حضور ﷺ نے دو مرتبہ چاند کے ٹکڑے کر کے انہیں دکھائے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی چاند دو ٹکڑے ہوا ہم اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے اور دوسرا ٹکڑا آ گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم گواہ رہو۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا مکہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو مشرکین مکہ نے کہا: یہ جادو ہے جو تم پر کیا گیا ہے۔ پھر انہوں نے اطراف و جوانب کے مسافروں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا قمر کو شق ہوتے تو ہم نے بھی دیکھا ہے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے عہدِ سعادت میں شق القمر ہوا۔

بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو ہم بہ عہدِ رسالت مکہ میں تھے۔ کافروں نے کہا ہم پر حضور ﷺ نے جادو کیا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عطا رضی اللہ عنہ اور ضحاک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مشرکین مکہ مجتمع ہو کر آئے اور کہا:

"اگر آپ ﷺ سچے ہیں تو ہمیں چاند کے اس طرح دو ٹکڑے کر کے دکھائیں کہ ایک ٹکڑا جبل ابو قبیس پر ہو اور دوسرا ٹکڑا جبل قعیقعاں پر ہو۔ اور وہ رات چودھویں کی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے دعا کی کہ کفار جس چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں' اے میرے رب ﷻ! اس کو پورا کر دے بحکم ایزدی پھر چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آدھا جبلِ ابو قبیس پر اور آدھا جبلِ قعیقعاں پر تھا' حضور ﷺ نے فرمایا: تم گواہ ہو۔

علماء کرام نے شق القمر کو معجزۂ عظیم قرار دیا ہے اور اس کو برہان نبوت کی اعلیٰ ترین نشانی قرار دیا ہے اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات میں کوئی معجزہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔

اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو دشمنانِ دین کے شر سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا

ترمذی' حاکم' بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنی حفاظت کے لئے دربانوں کو مقرر فرمایا کرتے تھے اور جب آیہ کریمہ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (پ۶ المائدہ ۶۷) "اور اللہ تعالیٰ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔" (ترجمہ کنز الایمان) نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اپنے قبہ سے سر مبارک نکال کر پاسبانوں سے فرمایا: اے صاحبو! اب تکلف نہ کرو کیونکہ میرے رب نے حفاظت کا وعدہ فرما لیا ہے۔

احمد' طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے جعدہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی کہ ایک شخص کو لایا گیا اور اس کے بارے میں بتایا کہ یہ آپ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے پھر حضور ﷺ نے اس سے کہا: "تم مطلق خوف نہ کرو اگر واقعی تمہارا ارادہ یہی ہے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ ﷻ تم کو مجھ پر غلبہ نہ دے گا۔

حضور ﷺ کی ابو جہل کی بداندیشیوں سے معجزانہ طور پر حفاظت

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ ابو جہل نے لوگوں سے پوچھا کیا محمد (ﷺ) تمہارے سامنے اپنے چہرے کو گرد آلود کرتے ہیں؟ لوگوں نے بتایا' ہاں۔ اس نے کہا قسم ہے لات و عزیٰ کی اگر میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو ضرور ان کی گردن مروڑ دوں گا یا ان کے چہرے کو خاک آلود کر دوں گا۔

تو ایک روز ابو جہل حضور ﷺ کو مصروف نماز دیکھ کر آیا اور آپ ﷺ کی گردن مبارک کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ حضور ﷺ کے قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے خود کو بچاتا ہوا الٹے

قدم لوٹا لوگوں نے پوچھا: کیوں کیا حال ہے؟ اس نے بتایا میں نے اپنے اور محمد (ﷺ) کے درمیان آگ سے پُر خندق حائل دیکھی۔ اس بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا اگر ابوجہل میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو الگ کر ڈالتے اس موقع پر اللہ ﷻ نے یہ سورہ مبارکہ نازل فرمائی: كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىۙ. (پ۳۰ العلق ۶) "ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے۔" (ترجمہ کنزالایمان)

ابن اسحاق، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ ابوجہل نے کہا: اے گروہ قریش! محمد (ﷺ) جس دین کی دعوت دے رہے ہیں اسے تم دیکھ ہی رہے ہو وہ ہمارے دین کو باطل، آباء و اجداد کو گمراہ اور ہم سب کو عقل سے کورا کہتے ہیں۔ میں اپنے معبودوں سے عہد کرتا ہوں کہ کل دوران نماز ایک بڑا پتھر ان کے سر پر ماروں گا۔ پس وہ دوسرے روز پتھر لے کر بیٹھ گیا۔ جب آپ سجدہ کے لئے جبین مبارک رکھ رہے تھے کہ ابوجہل بڑھا اور قریب تھا کہ وہ سر پر پتھر مار دے کہ دفعتہ وہ چیختا چلاتا ہوا دہشت زدہ ہو کر بھاگا۔ قریش نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک نر اونٹ کے مشابہ جانور جو انتہائی خوفناک تھا مجھے نگلنے کے لئے میری جانب بڑھا۔ یہ بات حضور ﷺ سے بیان کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابوجہل کو ڈرانے والے حضرت جبرئیل ؑ تھے اگر وہ کچھ اور میرے قریب ہو جاتا تو اس کو ختم کر دیا جاتا۔

بزاز، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے بھی مذکورہ بالا حدیث کی مثل حضرت عباس ؓ سے روایت کی ہے جس میں قدرے تفصیل اور جملہ مختلف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ کی قرأت کی اور جب حضور اکرم ﷺ ابوجہل کی مذمت والی آیت كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى پر پہنچے تو کسی شخص نے ابوجہل سے کہا کہ یہی تو محمد ﷺ ہیں۔

ابوجہل نے کہا کہ اے شخص جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس کو تم نہیں دیکھ رہے ہو مجھ پر سارا افق گھر گیا ہے۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے عبدالملک بن ابوسفیان ثقفی سے روایت کی کہ ایک نو وارد بدوی پہلی بار شہر مکہ میں آیا۔ ابوجہل نے غریب کا اونٹ ہتھیا لیا اور کوئی قیمت بھی ادا نہ کی وہ قریش کی مجلس مشاورت میں کسی طرح پہنچ گیا اور کہا اے سردارو! مجھ غریب مسافر کو اونٹ کی قیمت دلا دو۔ قریشی ندوہ کے سامنے ہی حرم کے ایک گوشے میں حضور ﷺ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے فتنہ پردازی کے جذبہ کی تسکین کی خاطر آپ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس مظلوم صحرائی سے جواب میں کہا:

"مظلوموں کے مددگار وہ بیٹھے ہیں، جا اور ان سے مدد مانگ۔"

بے چارہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور ماجرا بیان کرنے لگا۔ پس حضور ﷺ مدد کے لئے کھڑے ہوگئے اور بدوی کو ساتھ لے کر ابوجہل کے گھر پر پہنچے۔ آواز دی وہ باہر آیا۔ آپ نے اس کا حق ادا کرنے کو کہا اور ابوجہل نے غیر معمولی عجلت کے ساتھ اس کو قیمت ادا کردی۔

قریشیوں نے جو اپنے خیال میں تماشا دیکھنے کو وہ سے یہاں آگئے تھے ابوجہل کے اس رویہ پر ملامت کی۔ اس نے کہا تمہارا برا ہو بڑی حیرت ہوئی میں بچ گیا کیونکہ ایک عظیم الجثہ خوفناک اور بڑے زبردست جبڑوں والا جانور مجھے نگل جاتا۔

حضور ﷺ کا عورا بنت حرب کی نظروں سے پوشیدہ ہو جانا

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ○ (پ۱۵ بنی اسرائیل ۴۵)	اور اے محبوب تم نے قرآن پڑھا اور ہم نے تم پر اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ کردیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ○ (پ۲۲ یٰسین ۹)	اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

ابویعلیٰ، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب سورۃ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ (پ۳۰) نازل ہوئی تو عورا بنت حرب آئی وہ شدید غضبناک تھی اس کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ اس وقت حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو آپ نے حضور ﷺ کو بتایا آپ نے جواب دیا وہ مجھ کو نہ دیکھ سکے گی۔ چنانچہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑی ہوئی اور کہا:

”اے عبدالکعبہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے آقا میری مذمت کرتے ہیں؟“

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: ”میرے آقا نہ شعر کہتے ہیں اور نہ شعر پڑھتے ہیں۔“ یہ سن کر وہ لوٹ گئی اور حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکی باوجود یہ کہ حضور ﷺ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے۔

اسی روایت کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند میں روایت کیا ہے اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب کے سلسلے میں ہے کہ ”آپ نے جواب دیا: میرا آقا پیشوا شاعر ہے نہ شعر کہتا ہے۔“

اللہ ﷻ کا حضور ﷺ کو بنی مخزوم کے شر سے بچانا

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے قول باری تعالیٰ "وَ جَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا" کی تفسیر میں فرمایا کہ جن لوگوں کے آگے اللہ نے پردہ ڈالا وہ قریش مکہ ہیں۔ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیا اس وجہ سے حضور ﷺ کو نہیں دیکھ سکے۔ اس سے متعلق واقعہ یہ ہے کہ

بنی مخزوم کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کی ذمہ داری کون شخص قبول کرتا ہے۔ ان مشورہ کرنے والوں میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ بھی تھا۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ کفار نے آپ کی قرأت سنی تو ولید کو بھیجا کہ وہ حضور ﷺ کو قتل کرے۔ وہ آیا مگر حضور ﷺ کی آواز تو برابر سنتا رہا مگر دیکھ نہ سکا۔ لہٰذا وہ واپس ہو گیا اور دوسرے ساتھیوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد وہ سب مل کر آئے اور اس جگہ پہنچے جہاں پر حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے' وہ آواز اپنے صوتی مقامات بدلتی رہی اور کافر مڑ کر آواز پر آگے پیچھے' دائیں بائیں پھرتے رہے مگر حضور ﷺ نظر نہ آئے۔ اللہ ﷻ کے اس ارشاد کا مطلب وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ (پ۲۲ یٰسین ۹) یہی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو نضر کے شر سے بچانا

واقدی و ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر ؓ سے روایت کی کہ نضر بن حارث رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتا اور آپ سے تعرض کرتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ شدید گرمی میں دوپہر کے وقت قضائے حاجت کے ارادہ سے تشریف لے گئے اور آپ حسب عادت بہت دور نکل گئے تو نضر بن حارث نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور تنہا سمجھ کر برے ارادے سے حضور ﷺ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ پھر سراسیمہ ہو کر لوٹا راہ میں ابوجہل مل گیا' پوچھا نضر کہاں سے آ رہے ہو؟ نضر نے جواب دیا: "میں نے محمد ﷺ کا تعاقب کیا تھا اور ارادہ تھا کہ قتل کر دوں گا کہ اچانک چند شیر منہ کھول کر میری طرف تیزی سے بڑھے اور میں خوف زدہ ہو کر پلٹ آیا۔"

ابوجہل سنتا رہا اور پھر بولا: یہ ان کا جادو ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو حکم کے شر سے بچانا

طبرانی' بیہقی ابن مندہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے بہ طریق قیس ؓ روایت کی کہ بنت حکم رضی اللہ

عنہا نے کہا کہ مجھے والد نے بتایا۔ اے بیٹی میں تم کو وہ بات بتاتا ہوں جس کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن ہم نے حضور ﷺ کو پکڑ لینے کا ارادہ کیا تو ہم اس ارادہ سے آپ ﷺ کی طرف گئے لیکن ہم نے ایک بڑی خوفناک آواز سنی جس سے ہم نے گمان کیا کہ تہامہ کا کوئی پہاڑ پھٹے بغیر نہ رہا ہوگا۔ ہم پر غشی طاری ہوگئی جب ہماری حالت درست ہوئی تو حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس تشریف لے جا چکے تھے۔

دوسری شب ہم نے پھر ارادہ کیا۔ جب ہم نے حضور ﷺ کو آتے دیکھا تو ہم بھی حضور ﷺ کی طرف بڑھے لیکن ہم نے دیکھا کہ صفا اور مروہ بھی اپنی جگہ سے چلنے لگے اور دونوں ایک دوسرے سے مل گئے اور ہمارے درمیان حائل ہوگئے اور خدا کی قسم ہمارے اذیت رسانی کے ارادے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے ہمیں اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور اسلام میں داخل ہونے کی سعادت بخشی۔

حضور ﷺ نے معجزانہ طور پر رکانہ پہلوان کو زیر کر دیا

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے رکانہ بن عبد یزید کو دعوت اسلام دی تو اس نے کہا اے محمد (ﷺ) مجھے اسلام کی صداقت میں شبہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے رکانہ اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا تو اسلام کو حق سمجھ کر قبول کر لے گا۔ رکانہ نے جواب دیا' بے شک۔

رکانہ کا یہ جواب سن کر حضور ﷺ عرب کے اس نامور پہلوان سے جس کو آج تک کسی نے نہیں پچھاڑا تھا کشتی لڑنے پر آمادہ ہوگئے اور بہت جلد رکانہ کو کشتی میں پچھاڑ دیا۔ رکانہ نے کہا اے محمد (ﷺ) یہ تو اتفاقیہ طور پر جیت گئے' لہٰذا دوبارہ مقابلہ ہونا چاہئے۔

حضور ﷺ نے دوبارہ کشتی کی اور پھر رکانہ کو پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد وہ یہ کہتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا کہ "یہ جادوگر ہیں اور ان کا جادو بڑا پرزور ہے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے رکانہ بن عبد یزید سے روایت کی اور رکانہ کا اس زمانے کے بڑے پہلوانوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس نے کہا میں اور رسول اللہ ﷺ ابو طالب کے ریوڑ کے ساتھ موجود تھے سب سے پہلے جو بات میں نے دیکھی یہ تھی کہ: "ایک دن حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ کشتی کرو گے؟"

میں نے جواب دیا: "کیا آپ ﷺ میرے ساتھ کشتی کرنے پر تیار ہیں؟" آپ نے

کہا: ''ہاں تیار ہوں۔''میں نے کہا: ''کس شرط پر؟''جواب میں فرمایا: ''ایک بکری پر۔''

پس میں نے کشتی کی اور آپ نے مجھے پچھاڑ دیا اور ایک بکری مجھ سے وصول کی۔ اس کے بعد تبسم آمیز لہجے میں فرمایا:

''رکانہ! کیا دوبارہ کشتی کرنے کی ہمت ہے؟''میں نے کہا: ''ہاں'' پھر کشتی ہوئی' اور آپ نے پھر پچھاڑ دیا اور مجھ سے ایک اور بکری لے لی۔ میں نے پاس نظریں دوڑائیں' تو حضور ﷺ نے پوچھا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا دیکھ رہا ہوں کہ کوئی چرواہا ہماری کشتی کو دیکھ کر حیرت تو نہیں کر رہا ہے؟

حضور ﷺ نے پوچھا: ''کیا تیسری بار پھر کشتی لڑو گے؟''میں نے کہا تیار ہوں۔ پھر ہم دونوں نے کشتی کی اور مجھے پھر ہار ہوگئی اور مجھ کو تیسری بکری اور دینی پڑی۔

اب میں اپنی کمتری کے احساس اور بکریوں کے مزید نقصان کی بنا پر فکرمند ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ''رکانہ! کیا بات ہے؟''میں نے جواب دیا: ''مجھے اس بات کی فکر ہے کہ عبد یزید اپنے باپ سے کیا کہوں گا کیونکہ تین بکریاں آپ کو دے چکا ہوں اور مزید فکر یہ ہے کہ میرا گمان تھا کہ میں قریش میں سب سے زیادہ قوی ہوں۔''میرے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم چوتھی بار مقابلہ کی ہمت کرو گے؟''میں نے عرض کیا: ''نہیں' اب بے سود ہے۔'' اس پر آپ ﷺ نے کہا: ''میں تیری تینوں بکریاں لوٹائے دیتا ہوں۔'' پھر آپ نے میری بکریاں واپس کر دیں۔ اس کے بعد آپ نے بحکم خداوندی نبوت کا اعلان فرمایا۔ جس کو سن کر میں حاضر ہوا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا اور میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اس دن مسلسل میری ہار ایسی عظیم اور برگزیدہ ہستی کے مقابلے پر یقینی اور ناگزیر تھی۔

وہ واقعات جو حضرت عثمان ؓ کے قبولِ اسلام کے وقت ظاہر ہوئے

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان بن عفان ؓ سے روایت کی کہ میں عورتوں کی طرف رغبت اور جنسی میلان رکھنے والا شخص تھا۔ اتفاقاً ایک رات میں قریش مکہ کے ساتھ صحن کعبہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی رُقیہ کا عقد ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دیا ہے۔ چونکہ حضرت رُقیہ بہت حسین و جمیل تھیں۔ اس بناء پر میرے دل میں حسرت ہوئی کہ میں نے کیوں نہ ان کی طرف سبقت کی' کچھ دیر بعد میں گھر چلا گیا۔ وہاں میری خالہ بیٹھی ہوئی تھیں' وہ ایک کاہنہ خاتون تھیں۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو انہوں نے کہا۔

اَبْشِرُ وَ حُیِّیْتَ ثَلَاثاً تَتْرًا   ثُمَّ ثَلَاثاً وَ ثَلَاثاً اُخْرٰی

اے عثمان! تمہیں بشارت ہو کہ تم نے پے در پے تین بار عزت و توقیر سے نوازے جاؤ گے۔
پھر تین بار اور دوسری مرتبہ تین بار۔

ثُمَّ بِاُخْرٰی کَیْ تَتِمَّ عَشْرًا   اَتَاکَ خَیْرٌ" وَّوُقِیْتَ شَرًّا

اس کے بعد مزید ایک بار اور عزت سے نوازے جاؤ گے تا کہ دس باریاں پوری ہو جائیں۔
تمہارے پاس خیر اور بھلائی آئی اور تم شر سے مامون و محفوظ رہے۔

اَنْکِحْتَ وَاللّٰہِ حَصَاناً زَھْرًا   وَاَنْتَ بِکْرٌ" وَلَقِیْتَ بِکْرًا

اللہ جانتا ہے! تمہارا نکاح ایک حسین و جمیل دوشیزہ سے ہوگا۔ کیونکہ تم خود نا کتخدا ہو تو تمہیں دوشیزہ ہی ملے گی۔

وَافَیْتَھَا بِنْتَ عَظِیْمٍ قَدْرًا

وہ عورت جو عظیم المرتبت کی بیٹی ہیں انہیں تم نے پالیا ہے۔

حضرت عثمان ؓ فرماتے ہیں' میں نے ان کی پیش گوئی اور اقبال خیال پر تعجب کیا اور کہا اے خالہ کیا کہہ رہی ہو؟ تو انہوں نے کہا اے عثمان! تم بلاشبہ صاحب جمال ہو اور اہل زبان بھی۔ وہ نبی جو صاحب بُرہان اور اللہ ﷻ کا پیغمبر ہے اور تنزیل و فرقان کا حامل ہے' تم خود کو اس کے حوالے کر دو اس کی سپردگی میں دے دو ایسا نہ ہو کہ بت تمہیں دھوکے میں ڈال دیں۔ میں نے کہا کہ اے خالہ! تم ایسی بات کہہ رہی ہو جس کا چرچا ہمارے اس شہر میں نہیں ہے' مجھے صاف صاف بتاؤ کیا بات ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ محمد بن عبداللہ ﷺ' اللہ ﷻ کی طرف سے رسول ہیں' اللہ ﷻ نے ان پر کتاب نازل فرمائی ہے۔ وہ اس کتاب کے ساتھ ساتھ اللہ ﷻ کی طرف بلاتے ہیں' ان کی شمع ہدایت حقیقت میں شمع ہے۔ ان کا دین فلاح ہے۔ ان کا حکم ماننے میں نجات ہے۔ ان کا زمانہ جنگ و جدال کا زمانہ ہے۔ یہ تمام سرزمین ان کے زیر فرمان ہے۔ اگر چہ جہاد میں کفار قتل ہوں' تلواریں کھینچی جائیں اور نیزے بلند کیے جائیں لیکن چیخنا چلانا کچھ نفع نہ دے گا۔ پس یہی بہتر ہوگا کہ تم خود کو ان کی سپردگی میں دے دو!

حضرت عثمان ؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں پلٹ آیا اور خالہ کی باتیں میری لوح دل پر کندہ ہو گئیں۔ میں اپنے اچھے دوست ابوبکر ؓ کے پاس پہنچا اور خالہ کی باتوں کا تذکرہ کیا تو انہوں نے نہایت مخلصانہ انداز میں فرمایا:

"اے عثمان! تم ایک سمجھ دار اور سلیم الطبع شخص ہو۔ بے شک وہ تمہیں حق کی طرف متوجہ

کرنے والی ایک حق شناس خاتون ہیں' حضور ﷺ کے بارے میں ان کی اطلاع درست ہے' اگر ان کی خدمت میں پہنچ کر ان کی دعوت وہدایت کے بارے میں کچھ سننا چاہتے ہو تو چلو۔"

میں نے کہا: "ضرور۔" پھر میں حضور ﷺ کے دربار میں آیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: "اے عثمان! اللہ ﷻ تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہے اور میں اللہ ﷻ کا رسول ہوں۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! جب میں نے حضور ﷺ کا کلام سنا تو میں بے اختیار ہو گیا اور اسی وقت اسلام قبول کیا اور کچھ عرصہ بعد نورِ چشم رسول اللہ ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے میرا نکاح ہو گیا۔ اس وقت لوگ کہا کرتے تھے کہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ کا جوڑا کتنا اچھا ہے اور اس طرح میری خالہ کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے وقت معجزانہ اور نادر واقعات

ابن سعد' ابویعلیٰ' حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شمشیر بکف جا رہے تھے' بنی زہرہ کا ایک شخص ان کو راہ میں ملا تو اس نے پوچھا:

"اے عمر رضی اللہ عنہ! اس انداز جلال سے کہاں جا رہے ہو؟"

انہوں نے کہا: "محمد (ﷺ) کو قتل کر کے آج فتنہ کو دفن کر دینے کا ارادہ ہے۔" زہری شخص نے کہا: "اس کے بعد تم خود کو بنی ہاشم اور اولادِ زہرہ سے کس طرح بچا سکو گے؟"

اس کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برانگیختہ ہو کر کہا کہ "تم شاید صابی یعنی بے دین ہو گئے ہو اپنا دین چھوڑ دیا ہے؟" زہری نے کہا:

"میں تم کو اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں' تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں صابی ہو چکے ہیں۔"

یہ اطلاع پا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو کر بہن کی طرف چلے۔ جب وہ ان کے مکان پر پہنچے تو وہاں حضرت خباب رضی اللہ عنہ گھر میں موجود تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ محسوس کی تو وہ گھر کے ایک گوشے میں چھپ گئے۔ چونکہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنتے ہی حضرت خباب رضی اللہ عنہ تو پردے کے پیچھے چھپ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر آئے اور بہن اور بہنوئی سے کہا۔

"تم لوگ آہستہ اور پراسرار انداز میں کیا اور کس سے باتیں کر رہے تھے؟" دونوں نے بالاتفاق اور یک زبان ہو کر کہا:

"کوئی خاص بات نہ تھی' بس ایسی ہی باتیں کر رہے تھے۔"

حضرت عمر ﷛ نے کہا: 'شاید تم دونوں صابی ہو گئے ہو؟'' اس پر ان کے بہنوئی نے کہا:

"اے عمر! اگر حق تمہارے اور ہمارے آبائی دین سے باہر ملے تو؟" یہ جواب سن کر حضرت عمر ﷛ بہنوئی کو مارنے لگے اور جب ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے آئیں تو ان کو بھی بے حد مارا۔

(جب حضرت عمر ﷛ کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا تو) حضرت عمر ﷛ نے کہا تم جس کلام کو پڑھ رہے تھے وہ میرے پاس لاؤ تا کہ میں بھی اسے دیکھوں کہ کیا خوبیاں تم کو مل گئی ہیں کہ اس بے دینی کی بدنامی اور رسوائی کی بھی تم کو پروا نہیں۔ باوجود تم اس کی عظمت اور حقانیت کے پرستار ہو؟ بہن نے جواب دیا: تم نجس ہو پہلے غسل کرو۔ پھر حضرت عمر ﷛ اٹھے اور وضو کیا اور سورہ طٰہٰ پڑھی۔ یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے۔

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ ○	بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں' تو میری ہی بندگی کرو اور میری یاد کے لئے نماز پڑھو۔
(پ ۱۶ طٰہٰ ۱۴)	(ترجمہ کنزالایمان)

تو بے قابو ہو گئے اور فرمانے لگے کہ مجھے محمد (ﷺ) کے پاس ابھی لے چلو' یہ حال دیکھ کر خباب ﷛ گوشہ مکان سے سامنے آئے اور کہا:

اے عمر ﷛! تمہیں بشارت ہو! مجھے امید ہے کہ تم ہی رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے مقصود ہو جو حضور ﷺ نے جمعرات کی شب میں اس طرح فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الۡاِسۡلَامَ بِعُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ اَوۡ بِعُمَرِو بۡنِ هِشَامٍ	اے اللہ! اسلام کو عمر بن الخطاب' یا عمرو بن ہشام کے ذریعے عزت دے۔

پس حضرت عمر ﷛ "دار ارقم" میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر ﷛ سے روایت کی انہوں نے کہا: میں ایک روز قبول اسلام سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے لڑنے اور جھگڑنے کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلا اور حرم کی طرف چلا حضور ﷺ مجھ سے پہلے ہی مسجد حرام میں پہنچ چکے تھے۔ میں چپکے سے آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ سورہ الحاقہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ میں نے کچھ سنا تو دل میں سوچا قریش ٹھیک ہی کہتے ہیں یہ شاعر ہیں کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ اس آیت پر پہنچے۔

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ (پ۲۹ الحاقۃ ۴۰،۴۱)

بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم یقین رکھتے ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد میں نے خیال کیا' کاہن ہوں گے۔تو حضورﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ. (پ۲۹ الحاقۃ)

اور نہ یہ کسی کاہن کی بات کتنا کم دھیان کرتے ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد آخر سورہ تک آپ نے پڑھا اور میں نے پوری سورہ کو سنا۔جس سے میرا دل بےحد متاثر ہوا اور اس کے بعد اسلام نے میرے دل میں گھر کرلیا جیسا کہ اس کا حق تھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ مشرکین قریش جمع تھے اور میں ابو جہل اور شیبہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ابو جہل نے کہا: اے گروہ قریش! محمدﷺ نے تمہارے معبودوں کو باطل اور ہیچ کہا' تمہارے اسلاف کو بیوقوف بتلایا اور ان کا خیال ہے کہ وہ سب داخل جہنم ہوں گے۔لہٰذا تم میں کوئی ہے جو محمدﷺ کو قتل کرے اور اس کے عوض سو سرخ و سیاہ اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی حاصل کرے۔

تو میں نے تلوار اور تیر کمان سے مسلح ہو کر آنحضرتﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلا اور میں ایک بچھڑے کے پاس سے گزرا جس کو لوگ ذبح کرنے والے تھے کہ دفعتہً بچھڑے سے زوردار آواز نکلی۔يَاالَ ذَرِيْحٍ' اَمْرٌ نَجِيْحٌ' رَجُلٌ يَصِيْحُ' بِلِسَانٍ فَصِيْحٍ' يَدْعُوْا اِلَى الشَّهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔میں نے ذبح کئے جانے والے بچھڑے کے پیٹ سے یہ کلمات سننے کے بعد خیال کیا کہ "یہ میرے سنانے کے لئے ہے۔" اس کے بعد میں کچھ سوچتا ہوا آگے بڑھا تو اچانک ایک ہاتف نے کہا:۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ ذَوُوا الْاَجْسَامِ مَا اَنْتُمْ وَ طَائِشُ الْاَحْلَامِ

اے صاحبانِ اجسام! تم میں اور بیوقوفوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

وَ مُسْنِدُوا الْحُكْمِ اِلَى الْاَصْنَامِ فَكُلُّكُمْ اَوْرَهُ كَالْاَنْعَامِ

تم لوگ بتوں سے فیصلہ لیتے اور پھر اس پر یقین کرتے ہو (اس لئے) تم سب لوگ چوپاؤں کی مانند (بیوقوف اور بے عقل) ہو۔

اَمَا تَرَوْنَ مَا اَرٰى اَمَامِى مِنْ سَاطِعٍ يَجْلُوْ دُجَى الظَّلَامِ

کیا تم لوگ وہ نہیں دیکھتے جس کو میں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔وہ ایک نور تاباں ہے۔جو

ظلمت کو چھانٹ دیتا ہے۔

قَدْ لَاحَ لِلنَّاظِرِ مِنْ تِهَامِ ۔۔۔۔ اَكْرِمْ بِهٖ لِلّٰهِ مِنْ اِمَامِ

صاحبانِ بصیرت کے لئے وہ نورتہامہ سے طلوع ہوا ہے' وہ کس قدر برگزیدہ ہے اور اللہ ﷺ کے لئے اس کی پیشوائی ہے۔

قَدْ جَاءَ بَعْدَ الْكُفْرِ بِالْاِسْلَامِ ۔۔۔۔ وَالْبِرِّ وَالصَّلٰوةِ لِلْاَرْحَامِ

وہ کفر کے بعد اسلام' نیکی صلوٰۃ اور صلہ رحمی کو (تحفہ) لایا ہے۔

حضرت عمر ﷺ نے فرمایا میں نے خیال کیا کہ یہ میری ہی ہدایت کے لئے کہا گیا ہے۔ پھر میرا گزر بت ضمار پر ہوا تو اس کے پیٹ سے میں نے یہ آواز سنی۔

تُرِكَ الضِّمَارُ وَ كَانَ يُعْبَدُ وَحْدَهٗ ۔۔۔۔ بَعْدَ الصَّلٰوةِ مَعَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

نبی ﷺ پر درود ہوا اور سنو ضمار کی پوجا بند ہوگی جبکہ اس سے پہلے وہ پوجا جاتا تھا۔

اِنَّ الَّذِیْ وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَالْهُدٰى ۔۔۔۔ بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُهْتَدِیْ

وہ شخص سیدنا ابن مریم کے بعد نبوت و ہدایت کا وارث ہوا ہے' وہ ہدایت کرنے والا اولاد قریش سے ہے۔

سَيَقُوْلُ مَنْ عَبَدَ الضِّمَارَ وَ مِثْلَهٗ ۔۔۔۔ لَيْتَ الضِّمَارُ وَ مِثْلُهٗ لَمْ يُعْبَدْ

عنقریب ضمار کے پرستار کہیں گے' کاش ضمار جیسے بتوں کی پرستش نہ کی جاتی۔

فَاصْبِرْ اُبَاحَفْصٍ فَاِنَّكَ آمِنٌ ۔۔۔۔ يَاْتِيْكَ عِزٌّ غَيْرُ عِزِّ بَنِیْ عَدِیْ

اے ابوحفص! باز آجاؤ' اس لئے کہ تم ایمان لانے والے ہو' تم کو وہ عزت نصیب ہوگی جو بنی عدی کے اعزاز کے سوا ہے۔

لَا تَعْجَلَنَّ فَاَنْتَ نَاصِرُ دِيْنِهٖ ۔۔۔۔ حَقًّا يَقِيْنًا بِاللِّسَانِ وَ بِالْيَدِ

تم عجلت نہ کرو' تم بلاشبہ ان کے دین کے مددگار ہو۔ تم یقیناً قول و عمل سے بھرپور تعاون کر کے ان کا حق ادا کرو گے۔

حضرت عمر ﷺ نے بیان کیا کہ اس کے بعد میں بخوبی سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ میری فہمائش کے لئے ہو رہا ہے اس کے بعد میں اپنی بہن کے پاس آیا تو ان کے پاس خباب بن الارت کو اور ان کے شوہر کو بیٹھے دیکھا۔

حضرت خباب ﷺ نے کہا کہ اے عمر ﷺ خدا تمہارا بھلا کرے اسلام قبول کرلو پھر میں نے پانی منگایا اور وضو کیا اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ

اے عمرؓ امیری دعا تمہارے حق میں قبول کرلی گئی اسلام قبول کرلو میں نے فوراً اسلام قبول کرلیا اور مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس ہوگئی۔ میرے قبول اسلام کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ. اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔ (پ۱۰ الانفال ۶۴) (ترجمہ کنزالایمان)

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: جب سے حضرت عمرؓ اسلامی جماعت میں شامل ہوئے تو ہم کو اللہ نے ان کے وسیلے سے عزت اور غلبہ دیا اور ہم نے اپنے اندر قوت محسوس کی۔

ابن سعد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا خدا علیم ہے ہم مسلمان اتنی جرأت اور قوت نہ رکھتے تھے کہ کعبۃ اللہ میں اعلانیہ طور پر نماز پڑھ سکیں پھر حضورؐ کی دعا قبول ہوئی حضرت عمرؓ کمزور مسلمانوں میں شامل ہوگئے اور وہ کمزور پھر طاقت ور ہوکر اعلانیہ اور بے دھڑک کعبہ میں نمازیں پڑھنے لگے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حذیفہؓ سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسلام کی حالت اُس مرد کی مانند تھی جس کے خدوخال ہمارے سامنے ہوں اور وہ پیش رُو آگے بڑھتا آرہا ہو اور وہ برابر لوگوں سے قریب ہو رہا ہو اور نزدیکی بڑھنے کے باعث اس کی خوبیاں زیادہ واضح اور حجاب دُوری رفع ہو رہا ہو پھر حضرت عمرؓ شہید کردیئے گئے تو اسلام اس مرد کے مانند ہوگیا جو واپس جارہا ہو اور اس سے دوری بڑھتی جارہی ہو۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان بن ارقمؓ سے روایت کی کہ نبیؐ نے دعا فرمائی کہ الٰہی! اسلام کو ان دو شخصوں میں سے کسی ایک سے جو تجھے پیارا ہو عزت دے خواہ عمر بن خطاب ہو یا عمرو بن ہشام اسی دن صبح کو حضرت عمرؓ آئے اور اسلام قبول کرلیا۔

ابن ماجہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریمؐ نے دعا مانگی۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ خَاصَّةً. (الٰہی خاص عمرؓ کے ذریعہ اسلام کو عزت دے)۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں حضرت انسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہؐ نے جمعرات کو رات میں دعا کی کہ "اے بار الٰہا! عمر بن الخطاب یا عمرو بن الهشام کے ذریعہ تو اسلام کو توقیر بخش۔" پھر جمعہ کے دن صبح کے وقت حضرت عمرؓ آئے اور حلقہ اسلام میں شامل ہوئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صہیب ﷺ سے روایت کی کہ جب حضرت عمر ﷺ جماعت اسلام میں شامل ہوئے تو اسلام نے نصرت پکڑی اس کی اعلانیہ دعوت دی جانے لگی اور مسلمان خانہ کعبہ میں حلقہ بنا کر بیٹھنے لگے اور ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر طواف اور نشستیں کرنے لگے۔ جس نے بھی اشاعتِ دین میں مزاحمت کی ہم نے اس سے بدلہ لے لیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن مسیب ﷺ سے روایت کی کہ چالیس مردوں اور دس عورتوں کے بعد حضرت عمر اسلام لائے اور اسلام کی ایک ''خفیہ تحریک کی حیثیت اعلانیہ تحریک کی حیثیت سے بدل گئی۔''

حاکم نے اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے حضرت عباس ﷺ سے روایت کی ہے جب حضرت عمر ﷺ مشرف بہ اسلام ہوئے تو جبرئیل ﷺ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آسمان والے (فرشتے) حضرت عمر ﷺ کے اسلام لانے پر آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور عالم بالا میں خوشی منا رہے ہیں۔

حضرت ضماد ﷺ کا بغرض علاجِ رسول اللہ ﷺ آنا اور متاثر ہو کر اسلام قبول کر لینا

امام مسلم، احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ ضماد ﷺ اپنی کسی ضرورت سے مکہ میں آئے اور جنتر منتر میں مشہور تھے۔ ایک روز مشرکین مکہ سے انہوں نے سنا کہ محمد (ﷺ) (نعوذ باللہ) مجنون ہو گئے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے خیال کیا کہ کیا بعید ہے کہ میں جھاڑ پھونک سے محمد (ﷺ) کو تندرست اور صحت مند کر دوں۔

پس وہ آ کر حضور ﷺ سے ملے اور کہا: ''میں منتر پڑھتا ہوں' ممکن جس قدر چاہے گا تم کو صحت اور شفا دے گا۔'' ضماد ﷺ کا قول ہے۔ حضور ﷺ میری باتیں سننے کے بعد مجھ سے نزدیک ہوئے اور پھر پڑھا:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ O''

حضرت ضماد ﷺ نے عرض کیا: ''ان ہی کلمات کو براہ مہربانی دوبارہ پڑھئے۔'' لہٰذا حضور ﷺ نے یہ مقدس کلمات دوبارہ پڑھے پھر ضماد ﷺ نے عرض کیا:

"واللہ میں نے ایسا کلام کبھی سنا نہ پڑھا۔ یہ سحر ہے نہ شاعری ہے اور نہ کہانت' واقعی یہ الہام ووحی ہے' بے شک یہ خدائی کلام ہے۔ اس میں تلوار سے زیادہ کاٹ' کائنات سے زیادہ حسن' آفتاب سے زیادہ نور اور اسحار سے زیادہ تاثیر ہے۔ اس کے بعد وہ دوزانو ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمانوں کے زمرہ میں مصائب سہنے اور قربانیاں دینے کے لئے شامل ہو گئے۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضورﷺ کی خدمت میں عمرو بن عبدالقیس ؓ کا حاضر ہونا اور اسلام لانا

ابن شاہین رحمتہ اللہ علیہ نے چند واسطوں سے مزید ابن مالک رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی کہ اشج عبدالقیس کا ایک دوست تھا جو راہب تھا۔ وہ ایک سال دارین آیا اور اشج سے ملا اور اس کو بتایا کہ عنقریب مکہ میں نبی کا ظہور ہونے والا ہے جس کی علامات یہ ہوں گی کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا' ہدیہ کھائے گا' دونوں شانوں کے درمیان نشانِ نبوت ہوگا اور اس کا دینِ حق تمام باطل ادیان پر غالب اور مستولی ہو جائے گا۔

کچھ عرصہ بعد راہب مر گیا۔ تو اشج نے اپنے بھانجے عمرو بن عبدالقیس کو مکہ بھیجا جو ہجرت کے سال مکہ آیا اور رسول اللہﷺ سے ملا اور شانوں کے درمیان علامت کو دیکھ کر دین اسلام کو قبول کیا۔ حضورﷺ نے عمرو ؓ کو سورۂ فاتحہ اور سورۂ اقراء سکھائیں اور ارشاد فرمایا کہ اپنے ماموں کو دعوت اسلام دو۔

پھر عمرو ؓ لوٹ کر آیا اور اشج کو حالات سنائے جس کے نتیجے میں اشج ؓ نے بھی اسلام قبول کیا۔ مگر اس نے عرصہ تک اپنے اسلام کو چھپایا۔ پھر وہ سولہ آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچا۔ ان لوگوں کے مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ایک روز صبح کو حضورﷺ اپنی آرام گاہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا مشرق کی طرف سے چند سوار آ رہے ہیں' وہ ہماری دعوت اسلام سے بدگمان اور بیزار نہیں ہیں اور ان کے قائد کی ایک پہچان ہے چنانچہ حضورﷺ کے ارشاد کے بموجب یہ لوگ مدینہ پہنچ گئے۔

طفیل بن عمرو دوسی ؓ کا حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا اور اسلام قبول کرنا

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ طفیل بن عمرو دوسی ؓ رسول اللہﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: "اے اللہﷺ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم! دوس کے لوگوں

نے نافرمانی کی ہے اور انکار کیا ہے آپ ان کے حق میں بددعا کیجئے۔“

پس حضور ﷺ نے رُوقبلہ ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور التجا کی ”اے پروردگار! دوسیوں کو ہدایت فرما اور ان کو یہاں پہنچا۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ وہ مکہ گئے' اس زمانہ تک حضور ﷺ نے ہجرت نہیں کی تھی۔ طفیل (رضی اللہ عنہ) ایک شریف' دانشور اور معروف شخص تھے۔ صاحبِ علم اور شاعر بھی تھے۔ مشرکین مکہ میں سے چند لوگ ان سے ملے اور بتایا کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے درمیان تفریق پیدا کر دی اور جمعیت کو پراگندہ کر دیا ہے اور ان کے اقوال ساحروں کی مانند ہیں اور جو باپ کی بیٹے سے اور بھائی کی بھائی سے اور شوہر کی بیوی سے جدائی کرا دیتے ہیں۔ لہٰذا تم ان سے بات کرنا نہ ان کی سننا۔ قریش بزعم خود بار بار مجھے اس خیر خواہانہ مشورہ کے لئے یاددہانی اور تاکید کرتے رہے اس لئے میں نے بھی اسی کے مطابق عمل کرنے میں خیریت سمجھی اور اپنے کانوں کو ان کے کلام سے بچانے کی خاطر میں نے اس درجہ اہتمام برتا کہ اپنے کانوں میں روئی رکھ کر سماعت سے محروم کر لیا۔

ایک روز صبح کے وقت میں اسی حالت میں مسجد حرام میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کے قریب کھڑا ہو گیا اور باوجود اس کوشش کے میں ان کا کلام نہ سنوں' اللہ ﷻ نے ایک بہترین کلام سنوا دیا۔ سوچا کہ قریش نے مجھے ایک ایسے نشاط انگیز کلام کو سننے سے کیوں منع کیا۔ قریش کی اطلاع تو غلط نکلی' کیوں نہ میں ان سے ملاقات کر کے دیکھوں اور ان کے خیالات سنوں۔ میں ایک سمجھدار اور نیک و بد اور صحیح اور غلط میں تمیز کرنے والا شخص ہوں۔ میں ٹھہرا رہا' پھر حضور ﷺ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا اور آپ ﷺ کے قریب ہو کر کہا۔

”آپ ﷺ کے بارے میں لوگوں نے اس طرح بیان کیا ہے' لہٰذا ذرا بتائیے کہ آپ کن باتوں کی دعوت دیتے ہیں؟“

پس حضور ﷺ میرے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآنِ حکیم کے ایک جزو کی تلاوت فرمائی تو بس ایک عجیب اثر' اہتزاز اور خشیت سے ملے جلے جذبات نے مجھے بے قابو کر دیا اور اسلام کی فطری اور معقول دعوت پر روح و وجدان نے لبیک کہا میں نے اس کے ساتھ ہی زبان سے بھی توحید و رسالت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا: ”اے اللہ ﷻ کے صاحبِ عزت رسول ﷺ! میں اپنی قوم کا

قائد اور رہنما ہوں۔ اب میں واپس جا کر ان سب کو دعوت اسلام دوں گا۔ مگر زندگیوں کے ساتھ پرانے ہو چکنے والے خیالات میں بہت پختگی ہوتی ہے اس لئے اس کام میں آسانی پیدا کرنے کے لئے دعا فرمایئے کہ خداوند تعالیٰ اس مہم میں میرے لئے آسانیاں پیدا فرمادے اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمادے۔

حضور ﷺ نے از راہ نوازش دعا فرمادی اور میں وطن واپس ہونے کے لئے سفر پر روانہ ہو گیا۔ دورانِ راہ میں کداء کے مقام میں تھا کہ میری دونوں ابرو کے درمیان نور طلوع ہو گیا۔ میں نے اپنے خدا سے نور کی منتقلی کے لئے دعا کی تو وہ باذن اللہ میرے کوڑے کے تسمے میں آ گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی مگر اس نے تامل کیا اور اسلام قبول نہ کیا۔

لہٰذا میں مکہ جا کر حضور ﷺ سے ملا صورتِ حال سے آگاہ فرمایا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے دعا کی "اے بار الٰہا! دوسیوں کو ہدایت دے۔" اور مجھ سے فرمایا:

"طفیل (رضی اللہ عنہ)! اب تم اپنی قوم میں واپس جاؤ اور ان کو نرمی اور حکمتِ عملی کے ساتھ دعوت اسلام دو۔" لہٰذا میں واپس آ گیا اور دوسیوں میں نرمی اور حکمت و تحمل کے ساتھ تبلیغ کرتا رہا۔ اس دوران میں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور میں ستر یا اسی مسلمان گھرانوں کو ہمراہ لے کر بمقام خیبر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو متاثر کرنے والا واقعہ

امام احمد و ابن سعد رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ اپنے مکان میں تھے کہ سامنے سے ابن مظعون رضی اللہ عنہ گزرے۔ حضور ﷺ نے آواز دی اور بیٹھ جانے کو کہا۔ وہ بیٹھ گئے کہ اتنے میں حضور ﷺ پر نزول وحی ہونے لگا اور ابن مظعون رضی اللہ عنہ حیرت و استعجاب سے بہ غور دیکھتے رہے۔ جب حضور ﷺ کی حالت درست ہوئی تو ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر تھا اور نگاہ ایک خاص زاویہ پر جمی رہی' پھر اوپر کو اٹھی جیسے وہ کسی جانے والے کا تعاقب کر رہی ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابھی جبرئیل علیہ السلام آئے تھے۔ ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے پوچھا: انہوں نے آپ ﷺ سے کیا کہا؟

حضور ﷺ نے جواب دیا کہ: "انہوں نے یہ پیغامِ خداوندی پہنچایا: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ O (پ۱۴ النحل ۹۰)

بے شک اللہ حکم فرماتا انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت ابن مظعون ﷺ نے بیان کیا کہ اسی وقت سے اسلام کی محبت اور قدر میرے دل میں پیدا ہوگئی۔

جنات کا قبول اسلام اور اس سلسلہ میں معجزات کا ظہور

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: "واذ صرفنا الیک ۔الآیۃ" یعنی جب ہم نے آپ ﷺ کی طرف کچھ جنوں کو بھیجا کہ وہ قرآن سنیں۔ نیز دوسری جگہ اس طرح ارشاد ہوا۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۔ (پ ۲۹ الجن ۱،۲)

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے۔ تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ان صحابہ کے ساتھ جو "سوق عکاظ" جانے کا ارادہ کر رہے تھے طائف تشریف لے گئے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب شیاطین کی پہنچ خبریں لانے کے لئے آسمانوں پر بند ہو چکی تھی اور ان کو آگ کے شعلوں سے مارا جانے لگا تھا۔ شیاطین نے مشاورت کر کے زمین پر مشرق سے مغرب تک جائزہ لیا کہ ان وجوہ اور اسباب کو دریافت کریں کہ جن کی وجہ سے ہمیں روکنے کے انتظامات ہوئے ہیں۔ جنات اس جائزہ کے دوران تہامہ پہنچے تو انہوں نے حضور ﷺ کو مقام نخلہ میں نماز فجر پڑھتے دیکھا۔ جب انہوں نے حضور ﷺ سے قیام صلوٰۃ میں تلاوت کو غور سے سنا تو کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہی وہ چیز ہے۔ جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ پھر وہ پلٹ کر اپنی قوم میں پہنچے اور کہا کہ اے قوم!

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ (پ ۲۹ الجن ۱،۲)

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے۔ تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم

ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ابن جریر و حاکم رحمہما اللہ نے اور بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت کی کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے مطابق ٹھہر گیا۔ پس حضور ﷺ رات کو گھر سے روانہ ہوئے اور مجھے ساتھ رکھا' ہم مکہ کے بالائی حصے میں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے فرش زمین پر خط کھینچ کر ایک دائرہ بنایا اور مجھ سے فرمایا: اس دائرے کے اندر بیٹھ جاؤ۔ حضور ﷺ تھوڑی دور گئے اور کھڑے ہو کر تلاوتِ قرآن شروع کر دی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ کو لوگوں نے آ کر گھیر لیا حتی کہ وہ لوگ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان حائل ہو گئے۔ اب نہ میں آپ ﷺ کو دیکھ سکتا تھا نہ تلاوت کی آواز سن سکتا تھا پھر وہ اڑتے بادلوں کی طرح ٹکڑیوں کی صورت میں روانہ ہو گئے۔ صرف ایک جماعت رہ گئی اور اس نے حضور ﷺ کی امامت میں نماز فجر پڑھی پھر وہ بھی رخصت ہو گئی۔ پھر حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا وہ لوگ کہاں گئے؟

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ وہاں ہیں۔ اس کے بعد کچھ ہڈیاں اور گوبر ان لوگوں کو آپ ﷺ نے دیا۔ اس واقعہ کے بعد ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنے کی آپ نے ممانعت فرما دی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو رجاء ﷺ سے روایت کی کہ ہم ایک سفر میں تھے چنانچہ ایک چشمہ پر اترے اور خیمے نصب کئے اور میں دوپہر میں قیلولہ کرنے لیٹ گیا کہ ایک سانپ برآمد ہوا اور خیمہ کے اندر تڑپنے لگا۔ میں نے یہ دیکھ کر چھاگل سے پانی لیا اور اس پر چھینٹا مارا۔ تو وہ ساکن ہو گیا مگر پھر لوٹنے اور تڑپنے لگا۔ میں نے نماز عصر پڑھی تو اتنی دیر میں وہ سانپ مر گیا۔ میں ایک سفید کپڑے کا ٹکڑا لیا اور اس سانپ کو اس میں لپیٹ کر کفن دیا اور زمین میں گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔ اس کے بعد ہم پھر سفر پر روانہ ہو گئے اور دن کا بقیہ حصہ اور پوری رات سفر جاری رکھا جب صبح ہوئی تو ہم نے ایک چشمہ کے کنارے پر پڑاؤ کیا اور میں استراحت کے لئے لیٹ گیا کہ اچانک میں نے چند آوازیں سنیں۔

جس میں کہا جا رہا تھا: ''تم کو سلام ہے' ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ' دو مرتبہ نہیں بلکہ دس مرتبہ' دس مرتبہ نہیں بلکہ سو مرتبہ' نہیں ہزار مرتبہ' بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''

میں نے پوچھا: ''تم کون لوگ ہو؟'' انہوں نے کہا ہم جن ہیں' اللہ ﷻ تم پر برکتیں نازل کرے' تم نے ہم پر وہ احسان کیا ہے' جس کا بدل کرنے کی ہم استطاعت نہیں رکھتے۔

میں نے پوچھا کہ تم پر کون سا احسان کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ سانپ جو تمہارے پاس

مر اتھا وہ ان جنات میں آخری تھا جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیعت کی تھی۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت حج کے ارادہ سے چلی۔ راہ میں انہیں ایک سفید سانپ زمین پر تڑپتا ہوا ملا اور اس کے پاس سے خوشبو آرہی تھی۔ میں نے اپنے ہم سفر ساتھیوں سے کہا: آپ لوگ اپنا سفر جاری رکھیں اور میں تو اس سانپ کا انجام دیکھ کر یہاں سے آگے بڑھوں گا۔ زیادہ دیر نہ گزری کہ سانپ مر گیا میں نے اسے ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر گزرگاہ سے الگ ایک طرف کو دفن کر دیا اور پھر تیزی سے چل کر اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

انہیں دنوں ہم بیٹھے تھے کہ مغرب کی طرف سے چار عورتیں آئیں ان میں سے ایک نے کہا۔ تم میں کس شخص نے عمر کو دفن کیا ہے؟ ہم نے پوچھا عمر کون؟ اس نے کہا وہ سفید سانپ جو دفن کیا گیا ہے۔ میں نے کہا اس کو میں نے دفن کیا تھا۔ میرے جواب کو سن کر اس خاتون نے کہا: تم نے ایک ایسی جان کو دفن کیا ہے جو روزے دار اور نماز کی پابند احکام خداوندی کی تبلیغ کرتا اور ذاتِ ختم رُسل پر ایمان لائے ہوئے تھا اور حضرت رسول قرشی وعربی کی بعثت سے چار سو سال پہلے آسمانوں میں اس نے ان کی حمد وثناء اور توصیف سنی تھی۔

یہ واقعہ سننے کے بعد ہم سب نے اللہ ﷻ کی حمد وثنا کی۔ پھر ہم حج کر کے واپس ہوئے تو مدینہ میں حضرت عمر بن الخطاب ﷺ سے ملے اور سانپ کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابی بن کعب ﷺ سے روایت کی کہ کچھ لوگ سفرِ حج پر روانہ ہوئے اور اثنائے سفر میں راستہ بھول گئے اور جب نامعلوم راہوں پر بھٹکتے رہے' غذا نہ ہونے کی وجہ سے بھوک اور خشک وگرم جنگل کی پیاس سے نڈھال ہو کر مرنے کے بالکل قریب تھے تو انہوں نے اپنے کفن پہن لئے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔ اس حالت میں ایک جن ان کے پاس آیا اور بتایا کہ میں مسلمان ہوں اور رسول اللہ ﷺ سے میں نے قرآن بھی سنا ہے اور حضور ﷺ کا قول مجھے پہنچا ہے کہ:

''مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں' وہ ایک دوسرے کے مددگار اور بہی خواہ ہوں اور مصائب میں اپنے بھائی کو تنہا نہ چھوڑیں گے۔'' یہ کہہ کر اس نے ہم سب کو پانی پلایا اور مناسب طریقے پر ہماری راہنمائی کی اور ہم کو سیدھے راستے پر ڈال دیا۔

بیہقی' ابونعیم رحمہما اللہ نے چند واسطوں سے حضرت عمر ﷺ سے روایت کی کہ ہم تہامہ کی ایک پہاڑی پر نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیف شخص ہاتھ میں عصا لئے ظاہر ہوا اور رسول

اللہ ﷺ کو سلام کیا اور آپ نے جواب دیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے پوچھا کہ تمہاری تعریف؟

بوڑھے نے مودبانہ انداز میں عرض کیا۔ میں ہامہ بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اور ابلیس کے درمیان صرف دو پشتوں کا فرق ہے۔ اے ہامہ! تم کتنے عرصہ سے اس عالم فانی میں بسر کر رہے ہو؟

ہامہ نے عرض کیا: ''حضور ﷺ! پوری عمر بسر کر چکا ہوں' بس اب کوچ کا وقت نزدیک ہے جب آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا میں بچہ تھا۔ میں اس زمانے میں فساد برپا کراتا اور قطع رحمی کی ترغیب دیتا تھا' ٹیلوں پر چڑھ جاتا تھا لوگوں کا کھانا خراب کرتا تھا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا جو بوڑھا ایسی باتیں کر چکا ہے وہ کتنا برا ہے اور جو جوان ایسی باتوں پر عمل کرتا ہے وہ کتنا برا ہے۔ بوڑھے نے کہا:

''اے معصیت پوش و خطا بخش خدا کے رسول اللہ ﷺ! درگزر کا رویہ اختیار فرمایئے اور ملامت نہ کیجئے۔ میں اللہ ﷻ سے استغفار کرتا ہوں اور ندامت کے ساتھ توبہ کر چکا ہوں۔ نوح پر جو لوگ ایمان لائے تھے میں ان کے ساتھ مسجد نوح میں حاضر ہوتا تھا اور میں نے نافرمان اور سرکش کافروں پر بددعا کرنے سے ان کو روکنا چاہا تھا۔ میں ہمیشہ اپنی قوم کے حق میں ان کو بددعا کرنے پر ملامت کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ وہ خود بھی روتے اور مجھے بھی رلاتے اور فرماتے یقیناً میں اس پر ندامت کرنے والوں میں سے ہوں اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھے نادانوں میں سے کرے۔

میں نے عرض کیا: ''اے نوح علیہ السلام! میں نیک بخت ہابیل ابن آدم علیہ السلام شہید کے خون میں شریک تھا تو کیا آپ علیہ السلام اپنے رب کے حضور میری مغفرت میں کوشش فرمائیں گے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''اے ہامہ! تم نیکی کا ارادہ رکھو اور نیکی کرتے رہو اور یہ حسرت و ندامت دل سے ہو کیونکہ اللہ ﷻ نے جو علم مجھے ودیعت فرمایا ہے میں اس کے ذریعہ یہ جانتا ہوں کہ جس بندے نے ارتکاب گناہ کے بعد صدق دل سے توبہ کرلی ہے یقیناً اللہ ﷻ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ تو اب اٹھ اور وضو کرکے دوگانہ پڑھ۔''

میں نے اسی وقت اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر سیدنا حضرت نوح علیہ السلام نے مجھے آواز دی ''اے خوش قسمت ہامہ! سجدے سے سر اٹھا' آسمان سے تیری توبہ کی قبولیت آ گئی ہے۔'' پھر میں مسلسل ایک سال تک اللہ کے حضور سجدۂ شکر میں پڑا رہا۔

میں سیدنا حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ ان کی مسجد میں ان کی امت کے ایمان داروں کے

ساتھ رہا اور میں ان کو اکثر منکروں اور کافروں پر بددعا نہ کرنے کا مشورہ دیتا رہا اور پھر بھی ایسا ہوتا رہا کہ اس عہد کے سرکشوں کی زیادتیوں پر وہ بھی غم زدہ ہوتے اور مجھے بھی کرتے۔

میں سیدنا حضرت یعقوب ﷺ کی زیارت کو بہ کثرت جایا کرتا اور میں سیدنا حضرت یوسف ﷺ کے ساتھ مکان امین میں تھا اور میں نے حضرت الیاس ﷺ سے جنگلوں میں ملاقات کی اور اب بھی میں ان سے ملا کرتا ہوں۔

میں نے حضرت موسیٰ بن عمران ﷺ سے ملاقات کی اور آپ نے مجھے توریت مقدس سکھائی ہے اور فرمایا: اگر میرے بعد آنے والے رسول سیدنا عیسیٰ ابن مریم ﷺ سے ملو تو ان کو میرا سلام پہنچانا اور سیدنا حضرت عیسیٰ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر سیدنا حضرت محمد ﷺ سے شرف نیاز حاصل ہو تو میری طرف سے سلام اخلاص پہنچانا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس تہنیت وسلام کے پیغام کو سنتے وقت حضور ﷺ کی آنکھیں بھیگنی شروع ہوئیں اور پیغام کے آخری الفاظ سنتے وقت آنکھیں اشک ریز ہوگئیں اور آواز گریہ میں آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا' جواب کے الفاظ یہ تھے:

''جب تک دنیا کا قیام وبقا ہے برادرم سیدنا حضرت عیسیٰ ﷺ پر سلام ہو' اے ہامہ!'' پھر فرمایا حق امانت ادا کرنے پر تم پر بھی سلام ہو۔

اس کے بعد ہامہ نے عرض کیا: ''اے اللہ ﷺ کے آخری رسول ﷺ! میں اب تک شریعت موسوی پر عمل کرتا رہا ہوں جس کی تعلیم بذریعہ توریت مجھ کو صاحب توریت حضرت موسیٰ ﷺ نے دی تھی۔

حضور ﷺ نے اس کے جواب میں ہامہ کو سورۂ واقعہ۔ وَالْمُرْسَلٰتِ' عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ' وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ' مُعَوِّذَتَيْن اور سورہ اخلاص کی تعلیم دی اور فرمایا ہامہ تم کو جب کوئی حاجت پیش آئے بلا تکلف میرے پاس آجانا اور مجھ سے ملاقات اور ربط قائم رکھنا۔

حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہامہ کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی اس لئے میں نہیں جانتا کہ وہ ہنوز زندہ ہیں یا وفات پا چکے۔

علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سفر مکہ کے دوران ایک بیابان سے گزر رہے تھے کہ ان کی نظر ایک مردہ سانپ پر پڑی۔ انہوں نے ایک ساتھی سے فرمایا:

زمین کھودنے کا اوزار لاؤ۔ پس انہوں نے زمین کھودی اور مردہ سانپ کو کپڑے میں لپیٹ

کر دفن کر دیا۔ اس کے بعد ایک آواز سنی گئی کہ:

''اے سرق! تم پر اللہ مہربان ہو۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی وہ پیشین گوئی آج پوری ہوئی جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اے سرق! تم ایک غیر آباد جنگل میں مرو گے اور میری امت میں اس وقت جو سب سے بہتر شخص ہوگا وہ آکر تم کو دفن کرے گا۔''

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتف سے سوال کیا کہ:

''اے شاہد! تم کون ہو؟ اللہ تم پر رحمت کرے۔''

جواب آیا: ''اے ملت مسلمہ کے صالح سردار! میں ایک جن ہوں اور مرحوم و مدفون سرق ہے۔ اب صرف میں اور سرق دو ایسے جن زندہ تھے جنہوں نے براہ راست دستِ نبوت ﷺ پر بیعت کی تھی۔'' اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ

اے سرق! تم ایک بیاباں میں مرو گے اور میری امت کا بہترین شخص تم کو دفن کرے گا۔

غلبۂ روم کے بارے میں حضور ﷺ کے معجزانہ ارشادات

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۝ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ۝ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۝ بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۝ وَعۡدَ اللّٰہِ ؕ لَا یُخۡلِفُ اللّٰہُ وَعۡدَہٗ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝

(پ ۲۱ الروم ۱تا۶)

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن ایمان والے خوش ہوں اللہ کی مدد سے مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا مہربان اللہ کا وعدہ اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

امام احمد، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مسلمان چاہتے تھے کہ اہل روم اہل فارس پر غالب رہیں اس لئے کہ رومی اہل کتاب اور فارسی اصنام پرست یا آتش پرست تھے۔ لوگوں نے اس کا ذکر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کیا اور پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب رومی ایرانیوں پر غالب آجائیں گے۔ یہ بات ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے کہہ دی۔ مشرکین نے کہا اس بارے میں کوئی مدت معین کر دو تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پانچ سال کی

میعاد مقرر کر دی۔ جب اس بات کی خبر حضرت محمد ﷺ کو ہوئی تو فرمایا کہ دس سال کی مدت مقرر کرنا بہتر ہوتا۔ اس کے بعد رومی ایرانیوں پر بدر کے دن غالب ہوئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا جب اللہ جل جلالہ نے ان آیتوں کو نازل فرمایا تو مسلمانوں نے اپنے رب کو سچا جانا اور یقین کر لیا کہ عنقریب رومی اہل فارس پر غلبہ پالیں گے چنانچہ مسلمانوں نے مشرکوں سے شرط لگائی اور پانچ اونٹ شرط کے مقرر کر کے پانچ سال کی مدت متعین کر لی۔ مسلمانوں کی شرط کے ضامن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مشرکوں کی شرط کا ضامن ابی بن خلف ہوا۔

یہ شرط بازی جوئے کے حرام ہونے سے پہلے ہوئی۔ جب معینہ وقت آیا اور رومی فارسیوں پر غالب نہ ہوئے تو مشرکوں نے شرط کے اونٹ مانگے۔ اس کا ذکر حضور ﷺ کے اصحاب نے رسول اللہ ﷺ سے کیا کہ یہ لوگ اس کا حق نہیں رکھتے تھے کہ دس سال سے کم کی مدت متعین کرتے کیونکہ لفظ بضع تین سے دس سال کے عدد کے لئے ہے۔ لہٰذا اس شرط کو بڑھا دو اور مدت میں اضافہ کر دو تو مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور اللہ جل جلالہ نے نویں برس کے شروع میں رومیوں کو اہل فارس پر غلبہ عطا فرما دیا۔

مشرکوں کا سوالات کے ذریعہ حضور ﷺ کا امتحان لینا

ابن اسحاق، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مشرکین قریش نے نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ کے یہودی احبار کے پاس بھیجا۔ انہوں نے ان دونوں کو ہدایت کی کہ ان یہودی عالموں سے حضور ﷺ کے بارے میں دریافت کرو اور جو خوبیاں مشہور ہیں ان کی تحقیق ان سے کرو اور ان کا نقطہ نظر دریافت کرو کیونکہ وہ آسمانی کتاب کے وارث اور علم وفہم میں برتری کے مدعی ہیں۔ چنانچہ نضر اور عقبہ دونوں مدینہ پہنچ کر احبار سے ملے۔ اس نے پورے حالات سن کر مشورہ دیا کہ:

"اے معزز نمائندگانِ قریش! میرا مشورہ یہ ہے کہ تم محمد (ﷺ) سے تین سوالات کرو اگر وہ ان کا جواب صحیح دیں تو سمجھ لو کہ وہ دعوے میں سچے ہیں اور اگر اس کے برعکس معاملہ ہو تو جان لو کہ ان کا دعویٰ فریب اور جھوٹ ہے۔ وہ تین سوالات یہ ہیں۔

۱۔ ان سے پوچھو کہ "پچھلے زمانے میں جو جوان گزرے ہیں ان کا واقعہ کیا ہے؟"

۲۔ ان سے دریافت کرو کہ "وہ شخص جو زمین کے مشارق و مغارب کی بہت زیادہ سیر کرتا

تھا' اس کی خبر کیا ہے؟''

۳۔ ان سے سوال کرو کہ ''روح کیا ہے؟''

نضر اور عقبہ دونوں نے مکہ آ کر مشرکوں سے کہا کہ ''ہم چند ایسے سوالات محمد (ﷺ) سے کریں گے کہ جن کے صحیح جوابات دینا کسی بھی انسان کے لئے ناممکن ہے اگر خدا کی طرف سے کسی کو واقعی الہام و ہدایت ملتی ہے تو بس ایسے بندۂ برگزیدہ کے لئے ممکن ہے۔

پھر انہوں نے اپنی دور اندیشی اور مصلحت کی بناء پر عوامی اجتماع میں پوچھنے کی بجائے صرف دانشوروں کے اجتماع میں حضور ﷺ سے یکے بعد دیگرے تینوں سوالات اسی ترتیب سے کئے اور بلا تاخیر جوابات مانگے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام اس مرحلہ پر سورۂ کہف لے کر حاضر ہوئے اور حضور ﷺ نے اس علم کی روشنی میں بڑے پر وثوق لہجے میں کافروں کو جواب دیئے۔

۱۔ فرمایا عہدِ قدیم کے وہ جوان ''اصحاب کہف'' ہیں اور ان کا یہ واقعہ ہے۔

۲۔ فرمایا مشارق و مغارب کے سیر کرنے والے ''ذوالقرنین'' ہیں۔

۳۔ فرمایا ''قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ'' روح کی حقیقت یہ ہے کہ ''وہ امر رب ہے۔''

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی انہوں نے فرمایا قریش نے یہودیوں سے پوچھا ہمیں ایسے سوالات بتاؤ کہ جو نبی کریم ﷺ سے دریافت کریں تو انہوں نے کہا کہ تم روح کے بارے میں ان سے پوچھو چنانچہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ O (پ۱۵ بنی اسرائیل ۸۵)

اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام ﷺ سے روایت کی کہ میں نے احبار یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ مسجد میں جا کر اپنے رب سے نیکوکاری پر قائم رہنے کے لئے عہد و میثاق کروں۔ وہ مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس منیٰ میں ملنے کے لئے گئے۔

اس وقت حضور ﷺ کے پاس سے بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے' یہ بھی لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

"تم عبد اللہ بن سلام ہو؟" انہوں نے کہا: "جی ہاں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "میرے قریب آ جاؤ۔" تو وہ نزدیک ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ ﷺ! کیا تم توریت آسمانی میں اللہ کے رسول کا ذکر نہیں پاتے؟ ابن سلام ﷺ نے کہا: "میرے جواب سے پہلے آپ اپنے رب کی صفت بیان کیجئے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں۔ اس وقت حضور ﷺ پر سورۂ اخلاص وحی کی گئی۔ چنانچہ آپ نے کہا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ O اَللّٰهُ الصَّمَدُ O لَمْ يَلِدْ O وَ لَمْ يُوْلَدْ O وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ O (پ ۳۰ الاخلاص ۱ تا ۴)

"تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔" (ترجمہ کنز الایمان)

یہ کلام سننے کے بعد ابن سلام ﷺ نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس کے بعد حضور ﷺ سے رخصت لے کر وہ مدینہ آ گئے۔ لیکن اپنے اسلام کو چھپایا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو ابن سلام ﷺ کہتے ہیں کہ میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خبر سے مجھے وجد آ گیا اور میں درخت سے گر پڑا۔

کفار کی ایذا رسانی کے سلسلے میں ظہور معجزات

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کو قریش نے جو تکالیف پہنچائیں ان میں تم نے سب سے اہم چیز کون سی دیکھی؟ انہوں نے کہا

کہ میں نے دیکھا قریش کے کچھ سردار حجر اسود کے قریب جمع تھے اور حضور ﷺ نے جو اسلام کی تبلیغ و تحریک شروع فرمائی تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے اس بارے میں جس صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال نہیں ملے گی۔ محمد (ﷺ) نے ہمارے معزز سرداروں کو بے وقوف' ہمارے اسلاف کو گم کردہ راہ اور ہمارے مذہب کو باطل ٹھہرایا۔ ہماری جمعیت اور قومی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور ہمارے معبودوں کو باطل قرار دیا۔ مگر ہم ایسی دیوانگی کی باتوں پر صبر کرتے رہے۔

اتفاقاً اسی وقت حضور ﷺ اس طرف سے گزرے اور حجر اسود کے پاس ٹھہر کر اس کو بوسہ دیا۔ پھر ان لوگوں کے پاس سے گزر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ قریش کے سردار یہ ناگوار باتیں

آپ ﷺ کو آزار اور تکلیف پہنچانے کے لئے جاری رکھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ چشم پوشی فرما رہے تھے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث کا کہنا ہے کہ میں نے حضور ﷺ کے چہرۂ انور سے ناگواری کا اندازہ کرلیا۔ جب آپ ﷺ طواف کے دوسرے چکر میں ان کے قریب سے گزرے تو پھر آپ نے کوئی ناگوار بات سنی مگر درگزر فرمایا اور طواف جاری رکھا۔ میں نے چہرۂ انور پر نظر ڈالی اور ناگواری کو محسوس کیا۔ تیسرے چکر پر کفار نے جب آوازے کسیں تو پھر آپ نے ٹھہر کر فرمایا۔

اے گروہ قریش! قسم اس ذات کی جو خالق کل ہے یقیناً میں تمہارے پاس خاتمہ کے لئے آیا ہوں اور ہر برائی کو ختم کروں گا۔ قریش یہ سن کر دم بخود ہو گئے اور کہنے لگے اے ابو القاسم! آپ ﷺ تمسخر کو سنجیدگی میں نہ لیں اور اس بے وقوف کو معاف کریں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عروہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو قریش بہت زیادہ ایذا پہنچاتے تھے۔ پھر روایت مذکورہ بالا کے مانند قریش کے حجر اسود کے قریب بیٹھنے اور حضور ﷺ کے تیسرے طواف پر ٹھہرنے کے بعد یہ فرمانا روایت کیا ہے کہ "اے سرکشانِ قریش! تم باز نہ آؤ گے جب تک تم لوگوں کو عذابِ الٰہی اپنی گرفت میں نہ لے لے" یہ سن کر مشرکین لرز گئے۔ جب حضور ﷺ گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں آپ ﷺ کے ساتھ رہا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عثمان رضی اللہ عنہ! اللہ اپنے دین کو تمام باطل دینوں پر جلد غالب کرنے والا ہے اور وہ وقت آنے والا ہے کہ خدائے واحد کا کلمہ ان سب لوگوں کے قلب وجگر میں خون زندگی بن کر دوڑے گا۔"

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ اس وقت خانہ کعبہ کے سائے میں چادر اوڑھے کھڑے تھے۔ میں نے اس وقت دشمنانِ اسلام کی اذیت کے پیش نظر عرض کیا:

"اے اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ جل جلالہ سے دعا نہیں فرماتے؟" میری یہ بات سن کر حضور ﷺ بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کا چہرۂ انور سرخ ہو گیا اور فرمایا تم سے پہلے لوگ ایسے بھی تھے جن کے جسموں سے لوہے کی کنگھیوں کے ذریعہ ہڈیوں پر سے گوشت سونتا یا چھیلا جاتا تھا مگر یہ تکلیف بھی ان کو اپنے دین اور عقیدوں سے برگشتہ نہ کر سکی اور بعض کے سروں پر آرا چلایا جاتا اور اس کو دو حصوں میں بانٹ دیا جاتا۔ مگر یہ اذیت بھی ان کو ان کے مذہب اور مسلک سے نہ پھیر سکی۔ مجھے اپنے رب سے امید ہے کہ وہ اس دین کو اس طرح نافذ اور کلی طور

پر نافذ فرما دے گا کہ ایک شخص صنعا سے حضر موت تک سوار ہو کر چلے گا اور اس کو اللہ ﷻ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ ابوجہل اور ابوسفیان کے سامنے سے گزرے۔ ابوجہل نے کہا:

اے بنی عبد شمس یہ تمہارا نبی ہے اس پر ابوسفیان نے کہا: تعجب ہوتا اگر ہم میں سے کوئی نبی ہوتا۔ ابوجہل نے کہا تعجب تو اس پر ہے کہ بوڑھے داناؤں کے درمیان ایک بچہ نے نبوت کا اعلان کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کی باتیں سُن لیں اور فرمایا:

اے ابوسفیان! سن لو تم نے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ پر غصہ اور غضب کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن تم نے اپنے اصل کی حمایت کی ہے اور اے ابوالحکم سن لے خدا کی قسم تو ہنسے گا بہت کم لیکن روئے گا بہت زیادہ۔

بخاری، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم ﷺ سے روایت کی کہ جب اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں نبوت کا اعلان کیا اسی زمانہ میں میرا شام جانا ہوا جب میں بصریٰ پہنچا تو میرے پاس نصاریٰ کی ایک جماعت آئی اور مجھ سے پوچھا کیا تم حرم سے آئے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ پھر انہوں نے پوچھا تم اس مدعی نبوت کو جانتے ہو جو تمہارے علاقہ میں ظاہر ہوا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں اچھی طرح۔ اس کے بعد وہ مجھ کو اپنے معبد میں لے گئے' اس میں شبیہیں اور تصویریں تھیں۔ تھوڑا توقف کرنے کے بعد انہوں نے پوچھا:

آپ نے ان تصاویر کو بہت دلچسپی سے دیکھا کیا ان میں اس مدعی نبوت کی تصویر ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر وہ مجھے ایک دوسرے بڑے دیر میں لے گئے۔ یہاں کثیر تعداد میں تصویریں تھیں۔ میں نے ان تصویروں سے بھی تفریح اور دلچسپی لی' میری نگاہ ایک طرف سے سامنے کی تصویروں پر پڑتی ہوئی آگے کی تصویروں کے لئے بڑھ رہی تھی کہ میری نظر یکبارگی ایک چبوترہ کی شبیہ پر پڑی اس پر رسول اللہ ﷺ کی شبیہ تھی اس سے نظر ہٹی ہی تھی کہ حضرت ابوبکر ﷺ کی شبیہ پر پھر ٹھہری۔ معبد کے عابدوں نے پوچھا کیا تم صاحب شبیہ کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں

انہوں نے پوچھا: کیا وہ نبی یہ ہیں (انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شبیہ کی طرف اشارہ کیا)

میں نے جواب دیا: "جی ہاں یہی ہیں۔"

انہوں نے کہا: "کیا تم ان کو پہچانتے ہو۔" (دوسرے چبوترے والی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا)

میں نے جواب دیا: "پہچانتا ہوں۔"

انہوں نے کہا: ''تم میں سے ہیں اور ان کے صحابی ہیں اور یہی نبی ﷺ کے خلیفہ اول ہوں گے۔''

طبرانی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے روایت کی کہ میں قریش کی سنگ دلی اور ایذا رسانی کو نہایت ہی برا سمجھتا تھا۔ جب ان مشرکین کے بارے میں یہ یقین کر لیا گیا کہ وہ کسی صورت بھی آپ کے مقصد (اقامتِ دین) اور آپ کی ذات کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور حضور ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے بار بار بنا رہے ہیں تو میں اس دیر کے راہب کے پاس گیا جس کو میں نیک، خدا رسیدہ اور ایک واقفِ علم و اسرار ذات سمجھتا تھا۔

وہ مجھے اپنے سردار کے پاس لے گیا اس کے بعد تصویروں کا سارا واقعہ بیان کیا، کہتے ہیں کہ جب میں نے حضور ﷺ کی شبیہہ دیکھی تو میں نے کہا کہ اس شبیہہ سے زیادہ مشابہہ کسی اور تصویر کو میں نے نہیں دیکھا۔

اس راہب نے مجھ سے کہا کہ کیا تم ڈرتے ہو کہ کفار قریش انہیں قتل کر دیں گے؟ میں نے کہا ہاں میرا خیال یہی ہے ممکن ہے کہ انہوں نے قتل بھی کر دیا ہو۔ راہب نے کہا خدا کی قسم وہ لوگ ان کو قتل نہیں کر سکیں گے البتہ وہی لوگ قتل ہوں گے جن کے قتل کا ارادہ وہ نبی فرمائیں گے۔

قریش کی سب و شتم اور مذمت خود ان پر پلٹ جاتی اور وہ خود مورد ہوتے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم تعجب کرو گے کہ اللہ ﷻ نے قریش کی گالیوں اور ان کی لعنت کو میری مدافعت اور ان کی تادیب کے لئے خود ان کی ذات کی طرف لوٹا دیا ہے۔ وہ نا سمجھ لوگ ''مُذَمَّم'' کہہ کر گالیاں دیتے ہیں۔ دراں حالیکہ میں تو اللہ کی رحمت سے ''محمد ﷺ'' ہوں۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا:

''اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ'' (پ۱۴ الحجر ۹۵)

''بے شک ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

کی تفسیر میں بیان کیا کہ ولید بن مغیرہ، اسود ابن عبد یغوث، اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی، عاص بن وائل وغیرہ کفار قریش استہزاء کرتے تھے۔

جب جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کافروں کے

استہزاء کا تذکرہ ان سے کیا تو

حضرت جبرئیل ﷺ نے ولید کو سامنے کر کے اس کی شہ رگ کی طرف اشارہ کر کے دکھلایا۔ حضور ﷺ نے کہا آپ نے یہ کیا کیا؟ جبرئیل ﷺ نے کہا میں نے تدارک کر دیا۔

پھر اسود ابن مطلب کی آنکھ کی طرف اشارہ کر کے دکھلایا۔ حضور ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اس کا تدارک کر دیا۔

اس کے بعد اسود بن یغوث کے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھلایا۔ حضور ﷺ نے پوچھا تو جبرئیل ﷺ نے جواب دیا میں نے اس کا تدارک کر دیا۔

بعد ازاں حارث کو اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھلایا۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر جواب دیا میں نے اس کا تدارک کر دیا۔

پھر عاص کو گزارا اور اس کے پیر کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ جبرئیل ﷺ نے جواب دیا میں نے تدارک کر دیا۔

کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ولید اتفاقاً ایک خزاعی شخص کا تیر گردن پر لگنے سے مر گیا اور اسود ثمرہ کے درخت سے اترا اور "ببول کا درخت کا کانٹا گھسا" کہتے کہتے اپنی آنکھ اور اس کی بینائی کھو بیٹھا۔ اسود بن یغوث دماغ کے اندر پھوڑا نکلنے سے مر گیا۔ حارث پیٹ میں پانی اتر آنے سے مرا اور عاص کا انجام یہ ہوا کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف گیا۔ اثنائے راہ میں اترا شبرق کا کانٹا پیر کے تلوے میں گھسا جس کی وجہ سے بیمار ہو کر مر گیا۔

(اس حدیث کی ابن عباس ﷺ سے بکثرت اسنادیں بیان ہوئی ہیں اور جن کو انہوں نے "تفسیر مسند" میں ذکر کیا ہے)

ابولہب کے بیٹے لہب کے لئے حضور ﷺ کی بددعا

بیہقی اور ابو نعیم رحمہا اللہ نے ابو عقرب ﷺ سے روایت کی کہ لہب حضور ﷺ کے ساتھ بدگوئی کرتا تھا۔ ایک روز آپ ﷺ کے سامنے استہزاء کرتا ہوا آیا تو حضور ﷺ نے بددعا کی کہ:
"اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبَکَ۔" اے خدا! اس پر اپنے کسی کتے کو مسلط کر دے۔

راوی نے کہا ابولہب ملک شام سے کپڑوں کی تجارت کرتا تھا اور اپنے بیٹے لہب کو معاونوں اور وکیلوں کے ساتھ بھیجا کرتا وہ کہتا میں اپنے بیٹے کے بارے میں محمد (ﷺ) کی بددعا سے ڈرتا ہوں۔ وہ انہیں خوب تاکید کرتا کہ جب تم کسی منزل پر پڑاؤ کرو تو منزل کی دیواروں سے چھپا کر کپڑے کے تھانوں اور اپنے سامان سے اسے چھپا دیا کرنا۔ مگر ایک روز کوئی درندہ آیا اور

اس نے اسے بچھاڑ کر پھاڑ ڈالا۔ ابولہب کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے کہا۔ میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ میں اس کے بارے میں محمد (ﷺ) کی بددعا سے ڈرا کرتا ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عتبہ بن ابولہب نے رسول اللہ ﷺ پر زیادتی کی اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس پر کوئی کتا مسلط کر دے۔ تو وہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ گیا یہاں تک کہ شام کے ایک مکان میں رات کو ٹھہرے جس کا نام زرقاء تھا۔ تو ایک شیر نے چکر لگایا اور عتبہ کو پکڑ لیا وہ چیختا رہا کہ ہائے ستیاناس جائے یہ شیر ہے خدا کی قسم یہ مجھے کھا جائے گا؟ جیسا کہ محمد (ﷺ) نے میرے لئے بد دعا کی تھی اور محمد ﷺ نے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے مجھے قتل کر دیا۔ پھر وہ شیر لوگوں کے سامنے اس پر جھپٹا اور اس کا سر دبوچ لیا اور چبا ڈالا۔

اس روایت کو ابن اسحاق اور ابونعیم رحمہما اللہ نے ایک اور سند کے ساتھ مرسلاً محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کی ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں۔

سَائِلْ بَنِي الْاَشْقَرِ اِنْ جِئْتَهُمْ   مَا كَانَ اَبْنَاءُ اَبِيْ وَاسِعِ

اگر بنی اشقر کے پاس تمہارا جانا ہو تو ان سے پوچھو کہ ابی واسع کے بیٹوں کا کیا قصہ ہے؟

لَا وَسَّعَ اللّٰهُ لَهُ قَبْرَهُ   بَلْ ضَيَّقَ اللّٰهُ عَلَى الْقَاطِعِ

اللہ تعالیٰ ابوواسع کی قبر کو کشادہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے کاٹنے والے پر تنگ کر دے۔

رَحِمَ نَبِيٍّ جَدِّهِ ثَابِتٌ   يَدْعُوْ اِلٰى نُوْرٍ لَهُ سَاطِعِ

جس نے ایسے نبی کے ساتھ قطع رحمی کی جس کی کوشش ثابت ہے اور وہ ایسے نور کی دعوت دیتا ہے جو چمکنے والا ہے۔

اَسْبَلَ بِالْحَجَرِ لِتَكْذِيْبِهٖ   دُوْنَ قُرَيْشٍ نَهْزَةَ الْقَادِعِ

حجر اسود کے پاس ابوواسع نے قریش کی موجودگی میں نبی کریم کی موجودگی میں ان کو جھٹلانے کے لئے زبان درازی کی۔

فَاسْتَوْجَبَ الدَّعْوَةَ مِنْهُ بِمَا   بَيَّنَ النَّاظِرِ وَالسَّامِعِ

تو نبی کریم ﷺ کے لئے اس پر ایسی بددعا لازم ہوئی جو کہ دیکھنے والے اور سننے والے کے لئے خوب واضح ہے۔

اَنْ سَلَّطَ اللّٰهُ بِهَا كَلْبَهُ   يَمْشِيْ الْهُوَيْنَا مِشْيَةَ الْخَادِعِ

یہ کہ اللہ ﷻ ابو واسع پر اپنا ایک کتا مسلط کر دے۔ جو آہستہ آہستہ دھوکہ کی چال چلتا ہو۔

حَتّٰی اَتَاہُ وَسْطَ اَصْحَابِہٖ وَقَدْ عَلَتْھُمْ سِنَۃُ الْھَاجِعِ

یہاں تک کہ وہ درندہ اس کے ساتھیوں کے بیچ میں آیا اور ان پر گہری نیند مسلط تھی۔

فَالْتَقَمَ الرَّاسَ بِیَا فُوْخِہٖ وَالنَّحْرَ مِنْہُ فَغْرَۃُ الْجَائِعِ

تو اس درندہ نے اس کے سر تالو اور گردن کو بھوکے شیر کی مانند منہ کھول کر چبا ڈالا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے طاؤس ﷺ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی تلاوت کی تو عتبہ بن ابولہب نے کہا۔ میں نجوم کے رب سے کفر کرتا ہوں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تجھ پر کتا مسلط کرے۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ کچھ ساتھیوں کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوا۔ شام کو شیر کے دہاڑنے کی آوازیں آئیں سب مسافروں نے حصار میں سامان لگا کر بستر کیے اور سو گئے شیر آیا اور چند افراد کو سونگھ کر بڑھ گیا۔ حتیٰ کہ عتبہ کو سونگھا اور پھر چبا ڈالا اور وہ آخر دم تک یہی کہتا رہا کہ میں نہ کہتا کہ محمد ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ صادق ہیں اور یہی کہتے کہتے مر گیا۔

عرب میں قحط اور پھر نزول بارش کے لئے حضور ﷺ کی دعائیں

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے قریش کو اسلام سے انکار کرتے دیکھا تو دعا کی کہ الٰہی یوسف ﷺ کے سات سال کی مانند میری سات سے مدد فرما۔ تو ان کو قحط نے گھیر لیا یہاں تک کہ انہوں نے مردار کھالوں اور ہڈیوں تک کو کھایا۔ اس وقت ابو سفیان اور کچھ اہل مکہ آئے انہوں نے کہا کہ

اے محمد (ﷺ) آپ ﷺ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حالانکہ آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے لہٰذا اللہ ﷻ سے ان کے لئے دعا کیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے بارش کے لئے دعا مانگی اور بارش ہوئی یہاں تک کہ سات دن تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ اس مسلسل بارش سے تنگ آ کر انہوں نے بارش کی زیادتی کی شکایت حضور ﷺ سے کی تو حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَمَا عَلَیْنَا (الٰہی ہمارے چاروں طرف بارش ہو اور ہمارے اوپر نہ ہو) چنانچہ اسی دم بادل حضور ﷺ کے سر اقدس سے چھٹ گیا اور اطراف میں بارش ہوتی رہی۔

نسائی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ ابو سفیان رسول

اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا۔ اے محمد ﷺ میں اللہ ﷻ کا واسطہ دیتا ہوں کہ رحم فرمائیے۔ نادار قریش کی زبوں حالی کا تو عالم یہ ہے کہ انہوں نے چمڑا اور چھال شدتِ بھوک میں کھانا شروع کر دیا ہے۔ اس حالت کو قرآن اس طرح بیان فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ۔ (پ۱۸ المؤمنون ۷۶)

اور بے شک ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے حضور میں جھکے اور نہ گڑگڑاتے ہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے باری تعالیٰ سے ان کے لئے درخواست کی تو ان سے یہ عذاب دور ہوا۔

ایک مسلمان نابینا خاتون کی بینائی لوٹ آنے کا ایک عجیب ترین واقعہ

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ ﷺ سے روایت کی کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ نے ایسے سات غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کہ جن کے مالک ان کے توحید پرست اور مرید رسالت ہونے کی بناء پر سخت ترین عذاب اور وحشتناک تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے۔

ان میں سے ایک عورت زنیرہ تھی۔ حتیٰ کہ ان بے چاری کی بینائی شدت عذاب سے زائل ہو چکی تھی اور طرفہ ستم یہ تھا کہ مشرکین کہتے کہ اس بدبخت کی بصارت لات وعزیٰ نے چھین لی ہے۔ وہ خاتون اپنے خدائے واحد وکارساز حقیقی سے دعا کرتیں۔ پس ان کے مہربان خدا نے ان کی دعا سن لی اور ان کی بینائی لوٹ آئی۔

وہ نشانیاں جو ہجرتِ حبشہ کے سلسلہ میں ظاہر ہوئیں

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ بن عقبہ ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ جب حضرت جعفر ابی طالب ﷺ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ اپنے دین کی خاطر پناہ لینے حبشہ کی طرف گئے اور قریش نے عمرو بن العاص ﷺ اور عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو بھیجا اور وفد کے ساتھ نجاشی کے لئے تحفہ میں ایک عربی گھوڑا اور دیبا کا بنا ہوا شاہی طرز کا جُبّہ اور دوسرے مقربین شاہ کے لئے بھی تحائف بھیجے تو نجاشی نے تحائف قبول کئے اور عمرو کو شرف باریابی بخشا۔ عمرو نے کہا:

"اے محترم بادشاہ! ہمارے علاقے سے کچھ لوگ جو نہ آپ کے دین پر ہیں اور نہ ہمارے دین پر، آپ کی سرزمین میں آ گئے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے فرما دیا جائے۔ یہ لوگ اس شخص کے فرمانبردار ہیں جس نے ہمارے ہی درمیان سے اٹھ کر

دعویٰ نبوت کیا ہے۔ یہ نبی جن بنیادی عقائد کو پھیلا رہا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: ''وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ''ابن اللہ'' نہیں مانتے۔ وہ کسی بادشاہ کا احترام اور عظمت نہیں کرتے نہ حکم مانتے ہیں نہ سجدہ کرتے ہیں۔''

نجاشی نے مہاجرین عرب مسلمانوں کو بلوایا۔ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمان دربار شاہی میں پہنچے تو وہاں کے روایتی آداب کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کی طرح السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے۔ اس طرز عمل پر توجہ دلاتے ہوئے عمرو اور عمارہ نے یک زبان ہو کر کہا:

''اے محترم اور صاحب عظمت بادشاہ! یہ وہی صورتِ حال ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔'' نجاشی نے مسلمان وفد سے کہا:

''اے عرب مہمانو! کیا تم لوگ بتاؤ گے کہ ہماری تعظیم کس وجہ سے نہیں کی گئی اور مجھے بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارے خیالات کیا ہیں؟ اور تم لوگوں کا دین اور عقیدہ کیا ہے؟ کیا تم نصرانیت سے تعلق رکھتے ہو؟

انہوں نے جواب دیا: ''ہم نصاریٰ یا عیسائیوں سے تعلق نہیں رکھتے۔''

نجاشی نے دریافت کیا: ''تو کیا تم یہودیت سے متعلق ہو؟''

''ہم تو یہودی نہیں ہیں۔'' مسلمانوں نے جواب دیا۔

نجاشی نے پھر سوال کیا: ''تم عرب قوم کی طرح اصنام پرست ہو؟''

''ہم اصنام پرستی کی تو مخالفت کرتے ہیں۔'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

نجاشی نے پوچھا: ''تو پھر تمہارا دین ومذہب کیا ہے؟''

''ہمارا دین اسلام ہے۔'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

نجاسی نے سوال کیا: ''اسلام کیا ہے؟''

''اللہ کی توحید کا اقرار اور دل سے اعتراف اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت و بعثت کو قبول کر کے ان کی فرمانبرداری میں خود کو دے دینا۔'' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ نجاشی نے پھر پوچھا: ''یہ اسلام تمہیں کیسے ملا؟''

''اس کو ایک نجیب اور شریف خاندان کا ایک عرب لے کر آیا۔ وہ مثل انبیاء سابقین کے مبعوث ہوئے ان پر احکام والہام اور وحی اللہ علیہ السلام کا امین فرشتہ لے کر آتا ہے۔ وہ ہم کو والدین کے ساتھ حسن سلوک راست گوئی وفائے عہد اور ادائے امانت کا حکم دیتے ہیں اور بتوں کی پرستش سے ہمیں منع کرتے ہیں اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ ان کی یہ تعلیم ہم نے

اس وجہ سے پسند کی کہ ہمارے قلب نے اس کی تصدیق کی۔ قرآن کو ہم نے اس کے اعجاز اور امتیاز کی وجہ سے کلامِ الٰہی جانا اور اس پر عمل کیا تو ہماری قوم دشمن ہوگئی اور نبی صادق ﷺ کو انہوں نے ایذا پہنچائی۔ ان کے دشمن ہو گئے اور قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ ہم وطن میں رہ کر مدافعت نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے جانیں بچا کر دین کی خاطر آپ کے پاس پناہ لینے آئے ہیں۔"

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی یہ مختصر تقریر سننے کے بعد نجاشی نے کہا:

"اگر واقعی یہ حالات ہیں تو ان کا ظہور اس مرکز نور سے ہوا ہے۔ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ظہور ہوا تھا۔"

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا: "رہا تعظیم کرنے کا سوال تو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم کیا ہے کہ اہل جنت کی تحیت یعنی تعظیم "السلام" ہے۔

نیز سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جناب نے ہمارے خیالات دریافت فرمائے ہیں تو اس بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے' اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف القاء کیا گیا اور اس کی روح ہیں' وہ پاک ستھری بتول کے فرزند ہیں۔"

اس قدر سننے کے بعد نجاشی نے اپنے ہاتھ کو اوپر اٹھایا اس میں ایک تنکا تھا اور کہا تمہارے بیان میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت میں اس تنکے کے برابر بھی فرق نہیں ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ مشرکین عرب کے نمائندہ وفد کو ان کے تحفے واپس کر دو اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہا آپ حضرات یہاں اطمینان سے رہیں اور ارکینِ مملکت کو ان کے آرام و آسائش کی ہدایت کی اور دربار سے رخصت ہونے کی اجازت دی۔

مسلمانوں کا مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) اور بنو ہاشم کا شعب ابوطالب میں پناہ لینا

بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے بطریق موسیٰ بن عقبہ زہری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مشرکین مکہ مسلمانوں کی ایذا رسانی میں پوری شدت برت رہے تھے اور یہ شدت اس وقت اور بھی زیادہ ہوگئی جب قریش کا وفد حبشہ سے ناکام لوٹا اور نجاشی نے مسلمانوں کو حبشہ میں امن و امان اور پورے احترام کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

زُہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مشرکین مکہ نے جلسہ عام میں طے کیا کہ بنو ہاشم جب تک محمد (ﷺ) کو ہمارے سپرد نہ کر دیں' اس وقت تک ان سے کوئی تعلق نہ رکھے' نہ کوئی ان سے رشتہ

کرے اور نہ میل جول رکھے نہ خرید و فروخت جائز رکھے اس قرارداد کو عہد نامہ کی شکل دے دی گئی اور کتابت کر کے کبار قریش کے دستخط ہونے کے بعد خانہ کعبہ کی دہلیز پر آویزاں کر دیا گیا۔

ابولہب کے سوا جو اس مرحلہ پر بنو ہاشم سے کٹ کر مخالفین سے مل گیا تھا۔ باقی تمام بنو ہاشم اور مسلمان ناچار و مجبور ہو کر پہاڑ کے ایک درہ میں جس کا نام "شعب ابو طالب" ہے، چلے گئے اور دو برس چار ماہ اس قدر اذیتوں کو جھیلا اور جان سوز تکلیفوں کو برداشت کیا جن کو سن کر پتا پانی ہوتا ہے۔ کھانے کو جب کچھ نہیں ملتا تو درختوں کی پتیاں، چھال اور جانوروں کا خشک چمڑہ ابال کر کھا لیتے۔

ان لوگوں میں عورتیں، مرد، بچے اور بوڑھے بیمار سب ہی شامل تھے۔ حضور ﷺ اس قدر شدید، صبر آزما اور حوصلہ شکن حالات میں بھی شب و روز دعوت و تبلیغ اسلام میں مصروف رہتے۔

آخر ہشام بن عمرو اور زہیر بن ابو امیہ وغیرہ سرداران قریش کو بنو ہاشم کی حالتِ زار پر ترس آیا۔ وہ خانہ کعبہ پہنچے اور ابوجہل کی مخالفت کے باوجود اس عہد نامہ کو چاک کر ڈالا، بنو ہاشم تین سال تک شعب ابو طالب میں رہنے کے بعد پھر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایتوں میں تفصیل دیتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ عہد نامہ کی عبارت کرم خوردہ (دیمک والی) ہو گئی تھی اور عہد نامہ کے محرر منصور بن عکرمہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ اس مقاطعہ کا لکھنے والا منصور بن عکرمہ عبوری تھا اس کا ہاتھ جب شل ہو گیا تو قریش اس کے ہاتھ کو دیکھ کر آپس میں کہا کرتے تھے کہ ہم نے یقیناً بنی ہاشم کے ساتھ ظلم کیا ہے۔ دیکھو منصور بن عکرمہ کو کیا دکھ پہنچا ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ ابو طالب نے ترکِ مؤالات کے سلسلے میں جو اشعار کہے ان میں سے ایک یہ ہے۔

اَلَمْ یَاْتِکُمْ اَنَّ الصَّحِیْفَۃَ مُزِّقَتْ   وَاَنَّ کُلَّ مَا لَمْ یَرْضَہُ اللّٰہُ یُفْسَدُ

کیا تم کو خبر نہیں کہ وہ عہد نامہ ضائع ہو گیا۔ بے شک جس چیز سے اللہ ناراض ہو وہ نیست و نابود ہو جاتی ہے۔

واقعہ معراج اور رسول اللہ ﷺ کا ملاءِ اعلیٰ میں پہنچنا

اللہ ﷻ نے سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

(بنی اسرائیل ۱)

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ثابت ﷛ حضرت انس ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا براق لایا گیا جو سفید گدھے سے اونچا اور خچر سے تھوڑا چھوٹا ایک چوپایہ تھا۔ میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس آیا دو رکعت نماز پڑھی۔ میں مسجد اقصیٰ سے باہر آیا تو جبرئیل ﷤ نے دو پیالے پیش کئے ایک شربت کا اور دوسرا دودھ کا۔ میں نے دودھ کو پسند کیا۔ اس کے بعد ہم آسمانِ دنیا کی طرف پہنچے جبرئیل ﷤ نے دستک دی کہا کون ہے؟ کہا جبرئیل ﷤ پوچھا ساتھ میں کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے؟ کہا ہاں ان کی طرف بھیجا گیا ہے تو ہمارے لئے دروازہ کھل گیا۔ وہاں میں نے حضرت آدم ﷤ کو دیکھا انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم دوسرے آسمان پر پہنچے اور یہاں پر بھی آسمان اول کی طرح حضرت جبرئیل ﷤ سے سوال و جواب ہوئے پھر دروازہ کھل گیا۔ وہاں میں نے دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسیٰ ﷤ اور یحییٰ ﷤ کو دیکھا انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم تیسرے آسمان پر پہنچے اور یہاں پر حضرت جبرئیل ﷤ سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ وہاں میں نے یوسف ﷤ کو دیکھا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم چوتھے آسمان پر پہنچے اور یہاں پر بھی حضرت جبرئیل ﷤ سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میں نے وہاں حضرت ادریس ﷤ کو دیکھا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم پانچویں آسمان پر پہنچے اور یہاں پر بھی حضرت جبرئیل ﷤ سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میں نے وہاں حضرت ہارون ﷤ کو دیکھا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور مجھ کو دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم چھٹے آسمان پر پہنچے اور یہاں بھی حضرت جبرئیل ﷤ سے سوال و

جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میں نے وہاں حضرت موسیٰ کو دیکھا انہوں نے مرحبا کہا اور پھر مجھ کو دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم ساتویں آسمان پر پہنچے اور یہاں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ وہاں میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے اپنی پشت لگائے بیٹھا دیکھا۔

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ لے گئے اور مجھ پر اور میری امت پر ایک رات اور دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ پھر میں چھٹے آسمان پر اترا اور دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا۔ انہوں نے نمازوں کی فرضیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اپنے رب کے حضور واپس جائیے اور نماز میں کمی کے لئے عرض کیجئے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی تو میں حضور خداوندی جل جلالہ میں واپس گیا اور تخفیفِ نماز کے لئے عرض کی اور بارگاہ کریمی سے پانچ نمازیں کم ہوگئیں۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جا کر بتایا۔ انہوں نے کہا لوگوں کی برداشت کم ہے' رب جل جلالہ کے حضور جایئے اور مزید کمی کے لئے درخواست کیجئے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اسی طرح اپنے رب جل جلالہ کے اور حضور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ رب العلمین نے فرمایا:

''اے محمد ﷺ! ہر دن کے لئے پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس نمازوں کے قائم مقام ہے۔'' پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کو بتایا تو انہوں نے بتایا کہ آپ پھر واپس جایئے اور کمی کے لئے درخواست کیجئے۔

میں نے کہا اب تو کمی کے لئے درخواست کرتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت معراج کو بیان کیا ہے جس میں تقریباً متذکرہ بالا روایت کے مطابق بیان کرنے کے بعد آخر میں اس قدر مزید ہے کہ:

جب حضور ﷺ نیچے تشریف لائے تو جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ ''آسمانوں پر میری ملاقات جس سے ہوئی اس نے تبسم اور شگفتگی کے ساتھ مرحبا اور خوش آمدید کہا' بجز ایک فرشتہ کے کہ تبسم اور شگفتگی کے آثار اس کے چہرے پر نہ تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ داروغہ جہنم ہے۔ وہ کبھی شگفتہ نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ نے صبح کو معراج کے واقعات کا ذکر کیا۔ ان واقعات کو سن کر مشرکین مکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ازراہ استہزاء کہنے لگے:

"ابوبکرؓ تمہیں اپنے آقا اور سردار کے بارے میں کچھ خبر ہے؟ وہ کہنے لگے ہیں کہ آج رات کے ایک حصہ میں وہ ایک ماہ کی مسافت تک گئے اور پھر اپنے مقام پر لوٹ آئے۔"

حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا: "اگر اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ آپ ﷺ کی شان سے بعید نہیں۔"

پھر مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا جو کچھ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ اس کی نشانی کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "میں قریش کے ایک قافلے پر گزرا جو فلاں مقام پر تھا' ان کے اونٹ ہم سے بدکے اور چکر لگانے لگے۔ ان میں ایک اونٹ ایسا تھا جس پر دو چادریں تھیں ایک چادر سیاہ اور ایک چادر سفید وہ گر گیا اور اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔"

جب وہ قافلہ آیا تو لوگوں نے اہل قافلہ سے وہی باتیں کیں جو حضور ﷺ نے بیان فرمائی تھیں اور اس طرح رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کی تصدیق ہوگئی اور حضرت ابوبکرؓ کا لقب صدیق رکھا۔ لوگوں نے پوچھا جن لوگوں سے آپ نے ملاقاتیں کی ہیں' کیا ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "ہاں" پوچھا کہ ان کی صفت بیان فرمائیے۔ حضور ﷺ نے بتایا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گندمی رنگ تھا جیسے ازدعمان کے یمنی باشندوں کا رنگ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد' لمبے بالوں والے اور رنگ سرخی مائل تھا گویا کہ ان کی داڑھی سے موتی جھڑتے تھے۔

امام احمد اور ابوداؤد رحمہما اللہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شبِ معراج کے مشاہدات میں ایسے لوگوں کو بھی دیکھا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے منہ اور سینے کو چھیل رہے تھے۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا تجسس اور اُن کے درپے ہوکر بے آبروئی کرتے تھے۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کے مشاہدات میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا اور کٹے ہوئے ہونٹوں کی جگہ دوسرے ہونٹ پیدا ہو جاتے۔ میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں۔ تو مجھے بتایا گیا یہ آپ ﷺ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو تو تبلیغ کرتے تھے مگر خود عمل نہ کرتے۔ جن کی پرائیوٹ اندرونی زندگی اور اس کے معاملات' ان کی پبلک زندگی عوامی رویہ سے متضاد ہوتی ہے جو بد اخلاقیوں کو چھپاتے اور تقویٰ اور خوش اخلاقی کا مصنوعی رنگ چڑھا کر دکھاتے ہیں۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روایت کر کے صحیح کہا اور ابونعیم وابن مردویہ اور بزار رحہم اللہ نے حضرت بریدہ ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب وہ رات آئی جس میں مجھے معراج ہوئی تو جبرئیل ؑ بیت المقدس کے صخرہ کے پاس آئے اور انہوں نے اپنی رسی صخرہ میں داخل کی جس سے اس میں سوراخ ہو گیا اور اس سوراخ سے حضرت جبرئیل ؑ نے میرے براق کو باندھ دیا۔

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "نوادر الاصول" میں اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحہم اللہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کے مشاہدات میں دروازۂ جنت پر لکھا دیکھا کہ "صدقہ کی جزا اصل سے دس گنا ہے اور قرض دینے والے کو رقم قرضہ سے اٹھارہ گنا زیادہ ثواب ملے گا۔" میں نے حضرت جبرئیل ؑ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے قرض صدقہ سے افضل ہے انہوں نے فرمایا اس لئے کہ سائل سوال کرتا ہے اور اس کے پاس موجود ہوتا ہے اور قرض کا طالب اسی وقت قرض مانگتا ہے۔ جب اسے سخت ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

حدیث اسراء بیان کردہ حضرت اُبی بن کعب ﷺ

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابی بن کعب ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج ہوئی تو میں نے جنت کو درۂ بیضا سے دیکھا۔ میں نے کہا: "اے جبرئیل ؑ! لوگ مجھ سے جنت کے بارے میں پوچھیں گے؟" جبرئیل ؑ نے کہا: "آپ سوال کرنے والوں کو بتا دیں کہ جنت کی سطح ہموار اور وسیع ہے اور اس کی مٹی مُشک ہے۔"

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق قتادہ ﷺ ابی بن کعب ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے شب معراج میں پاکیزہ ترین خوشبو پا کر حضرت جبرئیل ؑ سے دریافت کیا' مکہ میں ایسی خوشبو ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ ایک کنگھی کرنے والی کی اور نیز اس کے شوہر اور بچی کی خوشبو ہے۔ جس کا پس منظر یہ ہے کہ عورت ایک روز فرعون کی بچی کے کنگھی کرنے بیٹھی تو اس کے ہاتھ سے کنگھی گر پڑی اس نے اس کو اٹھاتے ہوئے کہہ دیا کہ فرعون ہلاک ہو جائے۔ بچی نے اس کی شکایت اپنے باپ فرعون سے کر دی۔ جس پر اس نے مشاطہ کو قتل

کرا دیا تھا۔

حضرت جابر ﷜ کی ایک حدیث بیت المقدس کے سلسلے میں

شیخین رحمہما اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ ﷜ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی اور مشرکین کو معلوم ہوا تو وہ اعتراض کرنے اور مضحکہ اڑانے کے خیال سے آئے اور مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنے لگے۔ میں اس وقت حجر اسود کے پاس کھڑا ہو گیا اور اللہ ﷻ نے اپنی رحمت سے بیت المقدس کو میرے روبرو کر دیا اور میں اس کو دیکھ دیکھ کر مشرکین مکہ کے سوالات کے جوابات جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ دیتا رہا۔

ابن مردویہ اور طبرانی رحمہما اللہ نے ''اوسط'' میں بہ سندِ صحیح حضرت جابر ﷜ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج جب میں ملاءِ اعلیٰ پہنچا تو حضرت جبرئیل ﷤ کی خشیتِ الٰہی سے ایسی حالت ہوگئی کہ گویا ان میں کوئی حس و حرکت ہی نہیں ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان ﷜ کی حدیث اسراء و سیر جنت و دوزخ کے بارے میں

امام احمد ابن ابی شیبہ ترمذی حاکم نسائی ابن جریر ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ ﷜ سے روایت کی کہ حضور ﷺ براق پر ہی سوار رہے کہ آپ ﷺ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھلے پھر آپ نے جنت و دوزخ اور عالم بالا کے مذکور قرآن تمام حقائق کو دیکھا پھر واپس تشریف لائے۔ ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

''آپ کو آسمانوں کی (مابعد الطبیعی) تمام اشیاء اور مقامات اور زمین کی تمام (طبیعی مادی) اشیاء اور مقامات کی سیر کرائی گئی۔''

حضرت سمرہ بن جندب ﷜ کی حدیث انجام سود خواری کے بارے میں

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سمرہ بن جندب ﷜ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب معراج سماوی مشاہدات کے سلسلے میں ایک شخص کو آتش سیال کی نہر میں غوطے لگاتے اور پتھر نگلتے دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے جو اس دردناک عذاب میں مبتلا ہے؟ حضرت جبرئیل ﷤ نے جواب دیا یہ سودی کاروبار کرنے والا ہے۔

حضور ﷺ کا نامِ نامی عرش پر تحریر تھا

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب اسراء میں نے سموات عُلیٰ میں تسبیح کی آواز سنی تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ جبرئیل ﷺ نے اس وقت مجھ سے کہا کہ اے اللہ ﷺ کے رسول (ﷺ) خوف نہ کھائیے۔ بلاشبہ آپ ﷺ کا نام عرش پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہے۔

حضور ﷺ سے براق کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا شئے تھی اور کس نوع کی سواری تھی؟ آپ ﷺ نے بتایا کہ وہ مثل چوپائے کے تھا' طویل القامت اور سفید رنگ اور اس کے قدموں کے درمیان حد نظر تک فاصلہ تھا۔

حضرت بریدہ ﷺ کی روایت صخرہ کے شق ہونے میں

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مردویہ اور بزار رحمہما اللہ نے بریدہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اس رات جب مجھے معراج ہوئی۔ جبرئیل ﷺ اس صخرہ کے پاس آئے جو بیت المقدس میں ہے اور اپنی انگلی اس صخرہ پر رکھی اور اس کو شق کر دیا اور پھر اس سے براق کو باندھا۔

حضرت صہیب بن سنان ﷺ کی حدیث قدحِ شیر کے اختیار کرنے کے سلسلہ میں

طبرانی و ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت صہیب ﷺ سے روایت کی کہ جس رات میں آپ ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ کے سامنے پانی' شراب اور دودھ کے پیالے پیش کئے گئے۔ تو آپ نے ان میں سے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبرئیل ﷺ نے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے راہِ راست اختیار فرمائی اور طریقۂ فطرت کو پسند فرمایا۔ دودھ ہر جاندار کی اعلیٰ اور بہترین غذا ہے اس میں پانی اور غذا دونوں کا امتزاج ہے' یہ گرسنگی اور تشنگی دونوں کا مداوا ہے۔ اگر آپ ﷺ شراب قبول کر لیتے تو آپ کی امت کے بھٹک جانے کا احتمال تھا وہ ان میں سے ہوتے اور حضرت جبرئیل ﷺ نے اس صحرا کی طرف اشارہ کیا جس میں جہنم تھا جب آپ نے اس طرف نظر کی تو وہ بھڑکتی ہوئی آگ تھی۔

حضرت ابن عباس ﷺ کی حدیث اذانِ بلال ﷺ کے بارے میں

امام احمد و ابو نعیم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

جس رات میں نبی ﷺ کو معراج ہوئی اور آپ ﷺ جنت میں داخل ہوئے تو ایک گوشے سے آپ نے دھیمی سی آواز سنی دریافت کیا:

''اے محترم جبرئیل علیہ السلام! یہ کیسی آواز ہے؟'' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: ''یہ آپ کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز ہے۔''

رسول اللہ ﷺ جب واپس تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ بلال رضی اللہ عنہ نے فلاح پائی' میں نے ان کی مقامِ اعلیٰ میں اذان سنی ہے۔

پھر حضور ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملے اور انہوں نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا۔ یعنی مرحبا یا نبی الامیی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ' طویل القامت اور کانوں تک یا اس سے کچھ اونچے لٹکے ہوئے بالوں والے شخص تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

پھر اور آگے بڑھے اور حضور ﷺ سے ایک جلیل القدر صاحب عظمت وسطوت شخص نے ملاقات کی اور مرحبا کہا۔ حضور ﷺ نے ان سے سلام وکلام فرمایا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ یہ کون صاحب ہیں؟

''حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ ﷺ کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: پھر میں نے جہنم کا معائنہ کیا اور وہاں لوگوں کو مردار کھاتے دیکھا۔ میں نے پوچھا: ''اے جبرئیل (علیہ السلام) یہ کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں' یعنی غیبت کرتے ہیں۔

پھر میں نے ایک سرخ رنگ کا آدمی دیکھا جس کی آنکھیں وحشت ناک گہری نیلی تھیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا آدمی ہے اور جب رسول اللہ ﷺ مسجد اقصیٰ پہنچے اور نماز کا ارادہ فرمایا تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اجتماع ہوا اور ان سب حضرات نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو آپ کے داہنے اور بائیں جانب سے دو پیالے پیش ہوئے' ایک دودھ کا دوسرا شہد کا۔ آپ نے دودھ کا پیالہ لے لیا اور اسے پی لیا تو پیالہ لے کر آنے والے شخص نے کہا:

اے اللہ ﷻ کے آخری رسول ﷺ آپ نے فطرت کو پا لیا۔

امام احمد' ابویعلیٰ' ابونعیم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بہ طریق عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس

ﷺ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: جس رات میں رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر بہ فضل و رحمت باری اسی وقت رات میں واپس آئے اور لوگوں سے حضور ﷺ نے اپنے سفر اور بیت المقدس کی نشانیاں اور زیرِ سفر قافلوں کے حالات بیان کئے' مجلس کے بارے میں کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ جو کچھ حضور ﷺ بیان فرما رہے ہیں' ہم اس پر کسی طرح یقین نہیں کر سکتے' وہ لوگ اسی بنا پر مرتد و کافر ہو گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ایسے تمام لوگوں کی جو اپنے زعم میں مسلمانوں کا قلع قمع کرنے آئے تھے اور بڑا اہتمام کر کے اور بہت انتظام لے کر چلے تھے۔ بے سروسامان' مختصر اور غریب الدیار دینِ الٰہی کے فوج داروں اور علمبرداروں نے ان سب حقائق معراج کے منکروں کی گردنیں اللہ ﷻ کے دین کے دشمن ابوجہل کے ساتھ کاٹ دیں۔

ابوجہل نے کہا تھا کہ "محمد (ﷺ) ہمیں درخت زقوم کی خوراک کا ڈراوا دیتے ہیں۔ لوگو! تم کھجور اور مکھن خوب کھاؤ۔"

اور دجّال کو اس کی اصل صورت میں حضور ﷺ کو دکھایا گیا اور آپ نے رویت عینی سے دیکھا' حضرت موسیٰ اور سیدنا ابراہیم علیہم السلام سے ملاقاتیں کیں۔

ایک شخص نے حضور ﷺ سے دجال کے بارے میں پوچھا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے اسے عظیم الجثہ اور واضح وظاہری خباثت کے ساتھ دیکھا۔ اس کی ایک آنکھ صحیح حالت میں تھی گویا وہ چمکتا ستارہ ہے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو گورا' گھنگریالے بال والا اور تیز نظر دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گندمی رنگ' سیاہ بال اور قوی خلقت دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام شکل و شمائل میں مجھ سے زیادہ قریب تھے۔ اتنے مماثل کہ گویا میں خود اپنا عکس دیکھ رہا ہوں' جب وہ اور میں نزدیک ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا "اپنے جد اعلیٰ کو سلام کیجئے۔" تو میں نے ان کی خدمت میں سلام پیش کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیۂ کریمہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ [2] کی تفسیر میں روایت کی کہ معراج کی رات میں امور غیبی کا مشاہدہ رسول اللہ ﷺ نے چشمِ ظاہری سے کیا تھا۔

---

[1] عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو رات میں بیت المقدس کی سیر کرائی گئی اور آپ اسی رات میں واپس آ گئے اور لوگوں سے آپ نے اس بارے میں فرمایا اور بیت المقدس کی نشانیاں اور وہاں کے قافلے کے بارے میں بیان فرمایا تو انہوں نے تصدیق نہیں کی اور وہ مرتد ہو کے کافر ہو گئے۔

[2] (پ ۱۵ بنی اسرائیل ۶۰) اور ہم نے کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھلایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو طویل القامت اور گھنگریالے بالوں والا شخص دیکھا گویا کہ وہ قبیلہ اَزْدْشنُوءَہ کے لوگوں میں سے ہیں اور میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو میانہ قد' سرخی مائل سفید رنگ اور سر کے بال لٹکے ہوئے دیکھا اور میں نے داروغہ جہنم اور دجال کو دیکھا اور ان سب کا دیکھنا ان نشانیوں میں سے ہے جن کو رحمتِ پروردگار نے دکھلایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ[1]

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقیناً دیکھا ہے اور ملاقات کی ہے۔

امام احمد' نسائی' بزاز' طبرانی' بیہقی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بہ سندِ صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں سماوی سفر میں ایک لطیف خوشبو پر سے گزرا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ دختر فرعون کی مشاطہ کی خوشبو ہے اور واقعہ اس خاتون نیک کا یہ ہے کہ ایک روز دختر فرعون کے بالوں میں کنگھی کرنے کے دوران اس کے ہاتھ سے وہ کنگھی گر گئی اور مشاطہ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کو اٹھایا۔ دختر نے پوچھا: کیا میرے باپ کا نام اللہ ہے؟ مشاطہ نے جواب دیا: میرا اللہ سارے جہان کا میرا اور تیرا نیز وہ تیرے باپ کا بھی رب ہے۔"

لڑکی نے حیرت سے پوچا: "کیا تمہارا رب' میرے باپ کے سوا کوئی اور ہے؟"

مشاطہ نے جواب دیا: "ہاں! میرے رب کے سوا کوئی رب نہیں۔"

یہ خبر دختر فرعون نے اپنے باپ کو کر دی۔

پس فرعون نے اس کو طلب کیا اور پوچھا: "اے معمر اور وفادار مشاطہ! کیا تم میرے علاوہ کسی اور کو رب سمجھ بیٹھی ہو؟"

پرستارِ توحید مشاطہ نے جواب دیا: "میرا رب اور تیرا بھی' نیز ساری کائنات کا تو وہی ایک رب ہے جو رب السموات والارض ہے۔

مشاطہ کے اس جواب کے بعد فرعون نے ایک کھوکھلے مجسمے کو جو تانبے سے بنایا گیا تھا۔ آگ پر تپانے اور سرخ کر دینے کا حکم دیا۔ جب وہ تپ کر مثل شعلہ کے ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس مجسمہ کے اندر مشاطہ کو اور اس کی اولاد کو ڈال دیا جائے تو انہوں نے ایک ایک کر کے اس

---

[1] (پ ۲۱ السجدہ ۲۳) تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرنا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

کی اولاد کو ڈالا حتیٰ کہ شیر خوار بچے کو بھی اس میں ڈالا تو اس نے کہا:

"اے ماں! تم اس میں آ جاؤ پیچھے نہ ہٹنا کیونکہ تم حق پر ہو۔"

حضور ﷺ نے فرمایا چار بچوں نے شیر خوارگی میں کلام کیا ایک تو یہی بچہ دوسرا بچہ وہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ تیسرا بچہ جریج کا تھا اور چوتھے شیر خوار حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) ہیں۔

امام احمد ابن ابی شیبہ بزار طبرانی اور ابو نعیم رحہم اللہ نے بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس رات میں مجھے لے جایا گیا اور مکہ مکرمہ میں صبح کو میں ایک گوشے میں بیٹھ کر فکر مند ہو رہا تھا کہ رات کے واقعۂ معراج کو سن کر لوگ مجھے جھٹلائیں گے کہ اسی دوران دشمنِ خدا ابوجہل آیا اور میرے قریب بیٹھ کر اس نے استہزاء کے طور پر کہا کیا کوئی نئی خبر یا تازہ بات ہے؟ میں نے جواب دیا "ہاں" اس نے پوچھا: "ہم سے بھی ارشاد ہو!" میں نے کہا "رات مجھ کو لے جایا گیا۔" اس نے پوچھا: "کہاں تک؟" میں نے بتایا "بیت المقدس تک۔" اس نے کہا: "کیا اس سفر کے بعد صبح کو ہمارے شہر میں آپ ﷺ موجود ہیں؟" میں نے کہا "ہاں۔"

کج فہم اور بد باطن ابوجہل نے سوچا کہ اسی وقت تردید کرنا اور جھٹلانا مناسب نہیں۔ مبادا ایسا نہ ہو کہ قوم کے سامنے محمد (ﷺ) ان باتوں سے انکار کر بیٹھیں۔ کچھ دیر وہ اسی انداز پر سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا:

"محمد (ﷺ) آپ کی کیا رائے ہے اگر میں قبیلے کے لوگوں کو بلاؤں تو کیا آپ ان کے سامنے وہی باتیں فرمائیں گے جو مجھ سے بیان کی ہیں؟"

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیوں نہیں، حقائق تو ہر ماحول اور ہر صورت جوں کے توں رہتے ہیں اور حق و سچائی کو مصلحتوں کی بناء پر چھپانا درست نہیں۔"

یہ سن کر دشمنِ رسول ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا کیونکہ اس نے سوچا کہ نعوذ باللہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ان کی سخن سازی اور دروغ گوئی کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ پس اس نے پکارا:

اے بنی کعب آؤ! آؤ!

ابوجہل کی یہ آواز سن کر لوگ ادھر ادھر سے دوڑ دوڑ کر جمع ہونے لگے اور پھر سب اکٹھے ہو کر ابوجہل اور میرے پاس آ کر بیٹھ گئے اس وقت ابوجہل نے مجھ سے کہا:

"اے ابن عبد اللہ! آپ ﷺ رات کی وہی باتیں جو مجھ سے بیان کر چکے ہیں اس وقت

اپنی قوم کو سنائیے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مجھے رات بیت المقدس تک لے جایا گیا۔" لوگوں نے پوچھا: "دراں حالیکہ صبح کو آپ ﷺ یہیں تھے؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں مجھے جلدی لوٹا دیا گیا تھا۔"

راوی کا بیان ہے کہ اس پر کچھ لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارے اور کچھ لوگ اپنے سر پر ہاتھ رکھے تعجب کرنے لگے۔ اجتماع میں سے کوئی بولا: "کیا آپ ﷺ مسجد اقصیٰ کی پہچان بتا سکتے ہیں؟" ان لوگوں میں چند افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے بیت المقدس کو دیکھا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بیت المقدس کے بارے میں سوالات کے جوابات دیتا رہا یہاں تک کہ بعض جوابات کے سلسلے میں مجھے شبہ ہوا تو فوراً مسجد اقصیٰ کو میرے روبرو کر دیا گیا اور میں دیکھ دیکھ کر سوالات کے جوابات پورے اعتماد کے ساتھ دیتا رہا۔ آخر میں لوگوں نے کہا جہاں تک نشانیوں کا معاملہ ہے خدا کی قسم آپ ﷺ نے بالکل صحیح صحیح بیان فرمایا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اے محمد (ﷺ) آپ اپنی امت کو بتا دیجئے کہ جنت ہموار و وسیع جگہ ہے اور پھول بوٹے سُبْحَانَ اللّٰہ ٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰہ ٗ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ شب اسرا میں تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس سے گزرے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ گروہ اور جماعتیں تھیں۔ مگر چند انبیاء کرام علیہم السلام ایسے بھی تھے جن کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ پھر حضور ﷺ ایک بہت بڑی جماعت کے پاس سے گزرے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ اے نبی ﷺ آپ سر اٹھائیے۔

میں نے سر اٹھایا تو بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے افق کے ایک سرے سے دوسرے سرے کو گھیر رکھا تھا' مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی امت ہے اور ان کے سوا آپ ﷺ کی امت میں ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو وہ اپنی قبر میں مصروف نماز تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے امت محمدیہ

ﷺ پر پچاس نمازیں فرض کیں تھیں۔ پھر آپ ﷺ کی تخفیف کی درخواست پر ان کو صرف پانچ کر دیا گیا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب مجھے معراج ہوئی تو مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کا پھل یعنی بیر بہت ہی بڑا پہاڑ کی چوٹی کے برابر تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند صحیح حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث رویتِ الٰہی کے بارے میں

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اوسط" میں بہ سند صحیح حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ چشم ظاہری سے ایک مرتبہ چشم قلب سے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری حدیث بھی ابن عباس ﷛ سے اس سلسلہ میں روایت کی کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو اپنی چشم ظاہر سے دیکھا۔ عکرمہ ﷛ نے پوچھا کیا حضور ﷺ نے اپنی نظر اپنے رب کی طرف ڈالی؟ انہوں نے جواب دیا:

ہاں! حضور ﷺ نے اپنی نظر سے اپنے رب کو دیکھا۔

اللہ ﷻ نے "کلام" کو حضرت موسیٰ ﷤ کے لئے "خلت[1]" کو حضرت ابراہیم ﷤ اور دیدار کو محمد ﷺ کے لئے مخصوص فرمایا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الرؤیہ" میں ان الفاظ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم ﷤ کو خلت کے ساتھ اور حضرت موسیٰ ﷤ کو کلام کے ساتھ اور محمد ﷺ کو رؤیت کے ساتھ برگزیدہ فرمایا اور

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں سے روایت کی کہ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم ﷤ کے لئے خلت، حضرت موسیٰ ﷤ کے لئے کلام اور محمد ﷺ کے لئے رؤیت ہے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی کہ آیہ کریمہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (پ ۲۷ النجم ۱۸)

[1] اسی لئے حضرت ابراہیم ﷤ کو خلیل اللہ کہتے ہیں۔

یعنی دل نے نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا۔ انہوں نے اسے دوبارہ دیکھا' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا: آپ نے اپنے رب کو دل کی آنکھ (قلبِ بصیرت) سے دو مرتبہ دیکھا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ شبِ اسراء میں اللہ ﷻ نے مجھے یاجُوج ماجُوج کی طرف بھیجا۔ میں نے ان کو دین اسلام اور اللہ کی بندگی کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ پس وہ سب اور ان کے ساتھ نافرمان بنی آدم اور ابلیس اور اس کی ذریات سب جہنم میں جائیں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اذان کے بارے میں

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اوسط" میں حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ کو جب شبِ معراج آسمان پر لے جایا گیا تو آپ کی طرف اذان وحی کی گئی۔ جب آپ ﷺ واپس آئے تو جبرئیل نے اذان پڑھنے کا طریقہ آپ ﷺ کو سکھایا۔

ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت کی کہ شب معراج میں پچاس نمازیں اور سات مرتبہ رفع جنابت کے لئے پانی بہانا اور کپڑوں سے نجاست وغیرہ کو سات مرتبہ دھونا فرض کیا گیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ برابر کمی کے لئے استدعا کرتے رہے حتیٰ کہ نمازیں پانچ اور غسلِ جنابت ایک بار اور کپڑے پر سے نجاست کو ایک بار دھونا فرض کر دیا گیا۔

حضرت ابن عمر ﷺ کی حدیث تاریخ معراج کے بارے میں

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو جس رات میں معراج ہوئی وہ ایک سال قبل ہجرت ربیع الاول کی سترھویں شب تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس تک لے جایا گیا اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ ﷺ سے اسی روایت کی مانند روایت کی ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت سے سولہ مہینہ پہلے معراج ہوئی۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن

مسعود ﷛ سے روایت کی کہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے شب معراج میں حضرت ابراہیم ؈ سے ملاقات کی تو انہوں نے فرمایا:

"اے محمد (ﷺ) آپ اپنی امت کو میری طرف سے سلام پہنچایئے اور ان کو بتایئے کہ جنت کی مٹی خوشبو دار ہے اور آب شیریں، وہ وسیع و ہموار ہے اور اس کے بیل بوٹے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ہیں۔"

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ﷛ سے "وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى" کی تفسیر میں روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے حضرت جبرئیل ؈ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ ان کے چھ سو بازو تھے اور ان کے پروں سے مختلف رنگ کے موتی اور یاقوت جھڑتے ہیں۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ﷛ سے آیۂ کریمہ "لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى" (پ۲۷ النجم ۱۸) "بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔" (ترجمہ کنزالایمان) کی تفسیر میں بیان کیا کہ حضور ﷺ نے سبز رفرف کو دیکھا کہ جس سے سارا افق پُر ہو گیا۔

حدیث عبداللہ بن اسعد بن زرارہ ﷛ القاب ثلثہ و قیام گاہِ حضور ﷺ کے بارے میں

بزار، ابن قانع اور ابن عدی رحہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن اسعد ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب اسراء میں مجھے اس قصرِ اعلیٰ تک پہنچایا گیا جس کی دیواریں گوہر آب دار کی، فرش زر خالص ہے اور وہ نور سے منور ہے اور مجھ کو تین القاب عطا فرمائے گئے۔ سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ، اِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ، قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ.

بغوی اور ابن عساکر رحہما اللہ نے اس کو ان الفاظ میں روایت کیا کہ مجھ کو موتیوں کے ایک قفس کی سیر کرائی گئی اور اس کا فرش سونے کا تھا۔

گزشتہ اوراق میں اذان کے بارے میں حضرت علی مرتضیٰ سے مروی حدیث معراج بیان کی جا چکی ہے۔

فرشتہ کو اذان کا حکم

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق محمد بن حنفیہ ﷛ سے روایت کی کہ شب اسراء میں جب رسول اللہ ﷺ آسمان پر پہنچے تو آپ نے توقف فرمایا: اللہ ﷻ نے ایک فرشتہ کو بھیجا اور آسمان پر

وہ اس جگہ کھڑا ہوا جہاں اس سے پہلے کوئی کھڑا نہ ہوا تھا۔ اس کو حکم ملا اذان دو۔ تو فرشتے نے کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اس پر اللہ ﷻ نے فرمایا: "میرے بندے نے سچ کہا' میں ہی اللہ اکبر ہوں۔"

پھر فرشتے نے کہا: "اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" اللہ ﷻ نے فرمایا: "میرے بندے نے سچ کہا' میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔"

پھر فرشتے نے کہا: "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" اللہ ﷻ نے فرمایا: "میرے بندے نے سچ کہا میں نے ہی محمد کو رسول اللہ ﷺ بنایا اور ان کو پسند کیا اور میں ہی ان کی حفاظت کروں گا۔"

پھر فرشتے نے کہا: "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ" اللہ ﷻ نے فرمایا: میرے بندے نے سچ کہا وہ میرے فریضے اور حق کی طرف بلاتا ہے۔ تو جو کوئی اس کی طرف یکسو ہو کر آئے گا وہ اس کے ہر گناہ کا کفارہ ہوگا۔"

پھر فرشتے نے کہا: "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" اللہ ﷻ نے فرمایا: "میرے بندے نے سچ کہا' میں نے ہی اس فریضہ کو قائم کیا اور اس پر وعدہ دیا اور اس کے لئے اوقات مقرر کیے۔"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا۔ آپ ﷺ آگے بڑھیئے تو حضور ﷺ آگے بڑھے اور تمام اہلِ آسمان کھڑے ہوئے۔ اس طرح آپ ﷺ کی بزرگی کو ساری مخلوقات پر قائم فرمایا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج کی رات اذان سکھائی گئی اور آپ ﷺ اور آپ کی امت پر نماز کو فرض کیا گیا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شبِ معراج عالم سموات میں فرشتوں کے جس گروہ پر میں گزرا اس نے مجھ سے یہی کہا کہ آپ ﷺ اپنی امت کو پچھنے لگوانے کا حکم فرمائیں۔ (امام احمد اور امام حاکم رحمہما اللہ نے صحیح بتا کر علاوہ ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کے مثل روایت کی ہے)

حدیثِ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اقامت صلوٰۃ اندرونِ بیت المقدس کے بارے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عبید بن آدم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جابیہ میں تھے۔ وہاں بیت المقدس کی فتح کا ذکر ہوا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

کہ آپ وہاں کس جگہ پر نماز پڑھنا پسند کریں گے۔ حضرت عمر ﷛ نے فرمایا: صخرہ کے پیچھے۔ کعب ﷛ نے کہا اس جگہ نہیں۔ حضرت عمر ﷛ نے فرمایا مگر میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ پھر (جب وہ وہاں سے بیت المقدس پہنچ تو) حضرت عمر ﷛ رو بہ قبلہ ہوئے اور نماز پڑھی۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر ﷛ سے روایت کی کہ شبِ اسراء میں رسول اللہ ﷺ نے مالک کو دیکھا تو وہ ترش رُو تھا اور اس کے چہرے سے غیظ و غضب پہچانا جاتا تھا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن الخطاب ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شبِ معراج میں نے مقدم مسجد میں نماز پڑھی۔ اس کے بعد میں صخرہ کے پاس آیا وہاں پر ایک فرشتہ کو کھڑا دیکھا اور اس کے پاس تین پیالے تھے جو اس نے مجھے پیش کئے۔ میں نے ان میں سے شہد کا پیالہ لیا اور اس میں سے کچھ نوش کیا۔ پھر میں نے دوسرے پیالے کو لیا اور میں نے اس میں سے پیا جتنا میں پی سکتا تھا اور یہ دودھ تھا۔

پھر فرشتے نے کہا اس تیسرے میں سے لیجئے۔ میں نے جواب دیا کہ میں شکم سیر ہو گیا ہوں اور یہ شراب کا پیالہ تھا۔ اس کے بعد فرشتہ نے کہا: "اگر آپ اس جامِ شراب میں سے پی لیتے تو پھر آپ ﷺ کی امت دینِ فطرت پر کبھی مجتمع نہ ہوئی۔"

پھر مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا اور وہاں مجھ پر نمازیں فرض کی گئیں۔ بعد ازاں میں حضرت خدیجہ ﷛ کے پاس لوٹا دیا گیا اور انہوں نے کروٹ بھی نہ بدلی تھی۔

قتادہ ﷛ نے کہا: ہم سے حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حضرت ابوہریرہ ﷛ نے اور ان سے رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے بیت المعمور کو دیکھا کہ وہاں روزانہ ستر ہزار ایسے فرشتے آتے ہیں کہ پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ پھر قتادہ ﷛ نے حضرت انس ﷛ کی حدیث کی طرف رجوع کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

پھر تین پیالے شراب' دودھ اور شہد کے سامنے آئے تو میں نے دودھ لیا کہا یہی وہ فطرت ہے جس پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت ہے۔ اس کے بعد ہر روز کے لئے پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر حضور ﷺ اترے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ ﷵ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ ﷺ کے رب ﷻ نے آپ ﷺ پر کیا فرض کیا ہے؟ فرمایا روزانہ کی پچاس نمازیں' حضرت موسیٰ ﷵ نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔

اس کے بعد حدیث شریف میں حضرت موسیٰ ﷵ کے مشورے سے ان میں تخفیف ہو

کر پانچ نمازوں کی تعداد کا تعین مذکور ہے۔

حدیثِ حضرت ابو ایوب والانصاری رضی اللہ عنہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے

ابن ابی حاتم وابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ معراج کے موقع پر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات حضور ﷺ سے ہوئی تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: آپ ﷺ امت کو ترغیب دیں کہ وہ جنت کے وسیع اور زرخیز ہموار میدانوں میں، جہاں کی روئیدگی دوامی اور جہاں کی شادابی پر بہار ہے اور جہاں کی مٹی طیب، لطیف اور پاکیزہ ہے نخلستان، باغستان اور پرکیف بہاریں لگائیں۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے پوچھا کہ "لوگ جنت میں اس طرح کے گلستان کیسے لگائیں؟" تو انہوں نے جواب دیا کہ "وہ کثرت کے ساتھ (اور معانی ومطالب کو ذہن میں رکھتے ہوئے) پڑھیں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔"

حدیثِ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ معراج کے بارے میں

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھلی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اترے پھر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور آبِ زمزم سے دھویا اور سونے کا ایک طشت جس میں ایمان وحکمت تھا لائے اور اس سے میرے سینے کو لبریز کر دیا۔ بعد ازاں کچھ سینے کو ملا مسلا اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی جانب لے چلے۔

جب میں آسمان پر پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے محافظ سے کہا دروازہ کھولو۔ اس نے کہا کون ہے؟ جواب دیا، جبرئیل! پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ کہا ہاں میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا کیا ان کی طرف بھیجا گیا ہے؟ کہا ہاں۔ پھر جب دروازہ کھلا تو ہم آسمانِ دنیا پر پہنچے۔

میں نے دیکھا کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہے، اس کی داہنی جانب کثیر جماعتیں ہیں اور بائیں طرف بھی کثیر لوگ ہیں۔ جب وہ داہنی جانب دیکھتا ہے تو ہنستا ہے اور جب بائیں طرف دیکھتا ہے تو روتا ہے۔ پھر اس نے کہا: "ابن الصالح اور نبی صالح کو مرحبا۔"

میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کی دونوں جانب ان کی اولادوں کی رُوحیں ہیں۔ داہنی جانب کی جماعتیں اہلِ جنت کی

ہیں اور بائیں جانب کی اہلِ دوزخ کی۔ جب وہ داہنی جانب کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو تبسم فرماتے ہیں اور جب بائیں جانب کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں۔

پھر وہ مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے اور اس کے محافظ سے کہا۔ دروازہ کھولو اور یہاں بھی حسب سابق سوال و جواب ہوئے اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابوذر ﷛ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں میں حضرت آدم ؑ ادریس ؑ موسیٰ ؑ عیسیٰ ؑ اور ابراہیم ؑ کو پایا اور ان کے مقامات اور درجات کی کیفیت بیان نہیں کی۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس ﷛ اور حضرت ایوب ابوحبہ انصاری ﷛ دونوں فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اتنا اونچا لے جایا گیا کہ مجھ پر مستوی ظاہر ہوا اور اس جگہ میں نے قلموں کے سرسراہٹ کی آواز سنی۔

حضرت انس ﷛ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں ان کو لے کر واپس ہوا۔ یہاں تک کہ میں حضرت موسیٰ ؑ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا اللہ ﷻ نے تمہاری امت پر کیا فرض کیا ہے؟

میں نے بتایا پچاس نمازیں تو حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا آپ ﷺ اللہ ﷻ کے حضور واپس جائیے اور کمی کے لئے درخواست کیجئے کیونکہ آپ ﷺ کی امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ میں بارگاہ خداوندی ﷻ میں حاضر ہوا تو حق ﷻ نے فرمایا یہ پانچ نمازیں ہیں جو پچاس نمازوں کے قائم مقام ہیں اور مجھ لو کہ میرے حضور بات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد میں پھر حضرت موسیٰ ؑ کی طرف پہنچا تو انہوں نے کہا: ''آپ ﷺ پھر اپنے رب کے حضور جائیے۔'' میں نے کہا: ''اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔''

اس کے بعد مجھے ایک طویل ترین مسافت پر لے چلے یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہیٰ پہنچا، میں نے اسے مختلف رنگوں سے ڈھانپا ہوا دیکھا، میں نہیں جانتا وہ کیا ہیں۔ بعد ازاں میں نے جنت کی سیر کی، وہاں موتیوں کے قبے دیکھے اور اس کی مٹی مشک کی تھی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر غفاری ﷛ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ''کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے نور دیکھا ہے، جس جگہ بھی اسے دیکھا ہے۔''

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ ابونضرہ سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج جب مجھے لے جایا گیا تو میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج میں نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ تمہارے ہادی و قائد سے بہت زیادہ مشابہ تھے یعنی مجھ سے (ﷺ)

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اور سفارتِ روم

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصرِ روم کی طرف بھیجا اور ایک مکتوب گرامی انہیں دیا اور وہ حمص میں قیصر سے ملے اور نامہ گرامی اس کو دیا قیصر کے بھائی نے مکتوب گرامی میں لکھا پایا "محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قیصر صاحب روم کے نام" تو وہ مشتعل ہو گیا اور قیصر سے کہنے لگا تم خط میں نہیں دیکھتے کہ اس نے تحریر کا آغاز اپنے نام سے کیا ہے اور تمہارا نام "قیصر صاحب روم" لکھا ہے اور تم کو بادشاہ نہیں لکھا۔

قیصر نے معترض خط یعنی اپنے بھائی سے کہا: "اے بھائی! میں تجھے کم عقل، بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔ تیرا خیال ہے کہ خط کے مضمون سے آگاہی کے بغیر ہی اسے پھاڑ دوں۔ اپنی زندگی کی قسم اگر وہ اللہ کے رسول ہیں تو حقیقتاً وہ زیادہ حقدار ہیں کہ اس مکتوب میں وہ اپنا نام مقدم رکھیں۔ اگر انہوں نے مجھ کو "صاحبِ روم" کہہ کر خطاب کیا ہے تو یہ حقیقت سے زیادہ قریب ہے کیونکہ میں اہل روم کا "صاحب" ہی تو ہوں اور میں ان کا مالک تو نہیں ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے رومیوں کو میرے لئے مسخر کر دیا ہے اور اگر وہ چاہے تو کسی دوسرے کو بھی رومیوں پر مسلط کر دے۔" اس کے بعد قیصر نے خط کو سنا اور کہا:

"اے رومیو! میرا خیال ہے کہ یہ وہی شخص ہیں کہ جن کی بشارت (حضرت عیسیٰ ابن مریم نے دی ہے اگر مجھے یقین ہو جائے کہ ایسا ہی ہے تو میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر خود ان کی خدمت بجا لاؤں) اور ان کے وضو کا پانی زمین پر نہ گرنے دوں۔"

روم کے سرداروں نے جواب میں کہا: "اللہ ﷻ کی یہ شان نہیں کہ وہ عرب میں نبوت اور رسالت کا منصب رکھے جو اَن پڑھ ہیں اور وہ ہمیں چھوڑ دے حالانکہ ہم اہل کتاب ہیں۔ قیصر روم نے کہا میرے نزدیک میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی ہدایت انجیل ہے ہم اسے منگاتے ہیں اور اسے کھولتے ہیں اب اگر یہ وہی نبی ہیں جن کی خبر انجیل میں موجود ہے تو ہم ان

کی اتباع کریں گے۔ ورنہ اس پر دوبارہ مہریں لگا دیں گے جیسی کہ پہلے اس پر لگی تھیں۔ اس میں ایک مہر کی جگہ دوسری مہر لگنے کے سوا اور کچھ فرق نہ ہوگا۔ راوی کا بیان ہے

کہ اس وقت انجیل پر بارہ مہریں سونے کی اپنے اپنے دور میں شاہانِ روم نے لگائی تھیں' ہر پہلا قیصر اپنے بعد کے قیصر کو یہ وصیت کرتا رہا تھا کہ تمہارے دین میں کسی کو یہ حلال نہیں ہوگا کہ وہ انجیل محترم کو کھولے اور جس دن اسے کھولا جائے گا ان (رومیوں) کے دین میں تغیر آ جائے گا۔

قیصر روم (ہرقل) نے کہا: "اے رُوم کے دانشورو! میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اور راہ ہدایت دینے والی انجیل ہے لہٰذا ہم اسے منگاتے ہیں اور راہنمائی لیتے ہیں۔ اگر انجیل کی تائید عرب مدعی نبوت کے حق میں ہوتی ہے تو ہم سب اس کا اتباع کریں گے' ورنہ ہم اس پر دوبارہ مہریں لگا دیں گے۔"

پس قیصرِ رُوم نے انجیل کو منگایا اور یکے بعد دیگرے گیارہ مہریں جدا کر دیں اور ایک مہر باقی رہ گئی تو اس کے اعیانِ مملکت اور تمام اسقف و بطریق کھڑے ہو گئے' گریبان چاک کر دیئے ضبط و آداب ایوان سے رخصت ہو گیا' ہر فرد اپنے اپنے وفور جذبات سے مغلوب ہو کر نہ معلوم کیا کچھ ادا کرنے لگا۔ سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ قیصر بھی کچھ کہتا تھا اس کی آواز شور و غل میں گم ہو کر رہ جاتی تھی۔ وہ اس ہنگامہ خیز ماحول سے پریشان ہو گیا اور پھر اس نے کھڑے ہو کر پُروقار انداز میں کہا۔

"اے میرے مشیرو اور دانشورو! آج یہ کیا اضطراب ہے؟"

انہوں نے اپنی اپنی بولیاں بند کر لی تھیں صرف چند نمایاں راہنماؤں نے نمائندگی کرتے ہوئے قیصر سے کچھ اور نزدیک ہو کر جواب دیا:

"تم مہریں توڑ کر ایک بہت بڑا اقدام کر چکے' پس اب موجودہ خانوادۂ قیصریت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور تمہاری قوم کا دین بدل جائے گا۔

قیصر نے پھر کہا: "تم لوگ اس وقت بہت زیادہ جذباتی ہو رہے ہو۔ میرے خیال میں میرا یہ عمل کتاب مقدس سے راہنمائی کے لئے ہے' جس سے ہمارے عرب مکتوب نگار اور مدعی رسالت کو صحیح جواب دیا جا سکے گا۔"

لوگوں نے کہا: "مناسب رویہ اور صحیح جواب کی تشخیص کے لئے کچھ لوگوں سے محمد ﷺ کے بارے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں اور مراسلات کے ذریعہ تحقیق کی جا سکتی ہے۔ مگر انجیل

کی مہریں توڑنا بہت بڑا گناہ اور معصیت ہے۔“

قیصر نے کہا: ”تمہارے خیال میں کن لوگوں سے ہم اس خاص معاملے میں رجوع کر سکتے یا پوچھ گچھ کر سکتے ہیں؟“

انہوں نے قیصر کو جواب دیا کہ: ”بہت سے لوگ شام میں موجود ہیں۔ ان کو تلاش کر کے یہ کام ان کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔“

چنانچہ قیصر نے آخری مہر انجیل کی نہیں توڑی اور رومی سرداروں کے کہنے کے بموجب چند امرأ کو اطراف مملکت میں ایسے لوگوں کی تلاش میں روانہ کیا جو عرب نژاد ہوں اور مکہ سے جن کا تعلق ہو چنانچہ لوگ گئے اور ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو بلا لائے' ابوسفیان اس وقت حسن اتفاق سے بغرض تجارت شام کی مملکت میں موجود تھے۔

قیصر نے ابوسفیان سے چند دوسرے عربوں کی موجودگی میں پوچھا: ”اے ابوسفیان! مجھے اس شخص کے حالات بتاؤ جو تم میں مبعوث ہوا ہے۔“ ابوسفیان نے حضور ﷺ کے حالات بیان کرنے میں جہاں تک ممکن تھا محاسن کو چھپایا' ابوسفیان نے کہنا شروع کیا:

”اے شاہ روم! محمد (ﷺ) کو مقدس اور محترم نہ سمجھو' ہم ان کو ساحر اور شاعر کہتے ہیں اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کاہن ہیں۔“

قیصر نے کہا: ”یہ تو ان کے رَد میں کوئی دلیل نہیں بلکہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے حالات کی روشنی میں تو یہ باتیں ظہور حق کے ابتدائی مراحل میں ضروری اور ناگزیر ہوتی ہیں۔ پہلے نبیوں کو بھی ایسا ہی کہا گیا تھا۔ مجھے پہلے تم ان کی حیثیت کے بارے میں بتاؤ۔“

ابوسفیان نے جواب دیا: ”وہ ہم لوگوں کے درمیان ایک اوسط درجہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔“ قیصر نے کہا:

”اللہ ﷻ سابقہ دور میں ہر نبی کو اوسط درجے کے خاندان ہی میں پیدا کرتا رہا ہے۔ ان کے ماننے والے ہمنواؤں کے متعلق بتاؤ؟“ ابوسفیان نے جواب دیا:

”ان کے پیرو وہ لوگ ہیں جو ہمارے اندر کمسن' جوشیلے اور کم فہم لوگ ہیں۔ مگر قوم کے سردار اور روساء میں سے کوئی بھی نہ ان کے کاموں میں شریک ہے نہ حلقہ اثر میں ہے۔“ یہ جواب سن کر قیصر نے علمی واقفیت کی بناء پر زور دے کر کہا:

”خدا شاہد ہے' انبیاء کے متبعین اور معاونین ہمیشہ ایسے ہی لوگ ہوئے ہیں کیونکہ قوم کے سرداروں اور بااثر لوگوں کو اپنی جھوٹی سرداری اور اقتدار کی موت نظر آنے لگتی ہے کیونکہ ان کی

سرداری ظلم اور شر سازشوں کی وجہ سے قائم ہوتے ہیں۔"

قیصر نے ابوسفیان سے اس کے بعد پوچھا:

"اے محمد (ﷺ) کے حالات سے واقفیت کا دعویٰ کرنے والے شخص! یہ بتاؤ کہ ان کے رفیقوں میں سے کوئی رفیق یا ان کا کوئی پیرو ان کے دین سے پھرا ہے یا نہیں یا کسی نے یہ کہا ہے کہ محمد ﷺ جو دین لے کر آئے ہیں۔ اس میں یہ یہ خرابیاں ہیں اور ان برائیوں اور خرابیوں کے باعث اس نے محمد (ﷺ) کے دین کو ترک کر دیا ہے۔

قیصر کا یہ سوال ایسا تھا کہ ابوسفیان ٹپٹا گئے اور جھوٹ بولتے بن نہ پڑی۔ (صداقت اسی کا نام ہے کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائے) چنانچہ:

ابوسفیان نے کہا: "ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی واپس نہیں ہوتا۔" قیصر نے دریافت کیا کہ کیا ان کے دین میں لوگ برابر داخل ہوتے جا رہے ہیں اور کیا اس کو قبول کرنے والے افراد کی تعداد روز افزوں ہو رہی ہے؟" ابوسفیان نے جواب دیا کہ:

"ہاں! اضافہ ہو رہا ہے۔"

قیصر روم نے کہا: اے عرب کے معزز سردار!

تم نے ان کے یہ حالات بیان کر کے میری بصیرت میں اور اضافہ کیا! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ عنقریب وہ شخص اس مملکت پر قبضہ کر لے گا جو اس وقت میرے قبضے میں ہے پھر قیصر نے اپنے درباریوں اور سرداروں کو مخاطب کیا اور کہا کہ:

اے روم کے لوگو! اور سردارو! حقیقت پسندی سے کام لو ہم کو اس شخص کی دعوت کو قبول کر لینا چاہئے' جس کی طرف وہ ہمیں بلاتا ہے اور ہم اس سے اپنی اس مملکت کے بارے میں استدعا کریں کہ ہماری یہ سرزمین کبھی پامال نہ کی جائے۔ اس لئے کہ جب کسی نبی نے کسی بادشاہ کو خط لکھا اور اسے اللہ ﷻ کی طرف بلایا ہے تو اس نے اس دعوت کو قبول کر لیا ہے اور جیسا اس نبی نے چاہا ہے ویسا ہی ہوا ہے۔ لہٰذا تم میرا کہا مانو اس کی اطاعت کو قبول کر لو! اس میں میری' تمہاری اور تمام اہلیان ملک کی فلاح و بہبود مضمر ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس کے غلط ہونے پر میں ان کی نظروں سے گر جاؤں اور ان کے سامنے میرا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو وہ اس پر مجھ سے مواخذہ کریں۔ میں اس کو برا سمجھتا تھا یہاں تک کہ میں نے واقعہ معراج بھی اس طرح بیان کر دیا کہ میں نے قیصر روم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے معزز قیصر کیا میں تمہیں ایسی بات بتاؤں

جس کو سن کر تم پر محمد ﷺ کا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔ قیصر نے کہا ضرور سناؤ کہ وہ کیا بات ہے؟

ابوسفیان دل میں بہت خوش تھے کہ اب محمد (ﷺ) کے جھوٹ پر ہرقل قیصر روم ضرور برانگیختہ ہوگا اور کسی طرح واقعہ معراج کو قابل یقین نہیں سمجھے گا اور بازی میرے ہاتھ رہے گی۔

قیصر نے کہا: "وہ کیا بات ہے؟"

ابوسفیان نے کہنا شروع کیا کہ: "محمد (ﷺ) اظہار واقعہ کے طور پر بتاتے ہیں کہ تہامہ کی اس سرزمین سے جس کو حرم کہتے ہیں رات کے کسی حصہ میں وہ روانہ ہوئے اور پھر آپ کی اس مقدس مسجد میں جس کو آپ حضرات "ایلیا" کہتے ہیں پہنچے اور اسی رات کو واپس اپنے شہر مکہ میں آ گئے۔

قیصر کی اس مجلس میں ایلیا کا ایک بطریق موجود تھا۔ اس نے کہا: اے قیصر! میں اس رات سے واقف ہوں جس کا ذکر ابھی عرب مہمان نے کیا ہے۔"

ابوسفیان بطریق کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: "تم اس رات کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

بطریق نے جواب دیا: "میں رات کو مسجد کے سارے دروازے بند کر کے سوتا تھا۔ مگر مذکورہ رات تمام دروازے تو بند کر دیئے گئے مگر ایک دروازہ بند نہ ہوا اور اس کا بند کرنا ہمارے لئے ناممکن ہو گیا۔ مجبور ہو کر میں نے مدد کے لئے تمام کارکنوں کو بلایا' جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ انہوں نے آ کر امکان بھر کوشش کی مگر وہ جنبش بھی نہ دے سکے۔ بڑھئیوں کو بلایا انہوں نے دیکھ بھال کر کہا یا تو اس پر دروازے کی چوکھٹ گر پڑی ہے یا عمارت میں کوئی نقصان پیدا ہو گیا ہے۔ بہر حال اب رات میں اس کی درستگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' دن میں ٹھیک کر دیا جائے۔ پھر میں لوٹ گیا اور دروازے کو کھلا چھوڑ دیا۔ صبح کو ہم نے جا کر دیکھا تو وہ پتھر جو دروازہ کے ایک کونے میں نصب تھا' اس میں سوراخ ہو گیا ہے اور اس میں جانور کے بندھنے کا نشان ہے۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا جس کو میں نے دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا:

"اس مقدس عمارت اور اس کے دروازے میں قطعاً کوئی نقص نہیں' یہ کسی نبی کی آمد کے لئے کھلا رکھا گیا تھا اور یقیناً آج رات میں کسی نبی نے ہماری مسجد میں نماز پڑھی ہے' اور ان کی سواری کا جانور سوراخ کر کے اس پتھر میں باندھا گیا ہے۔"

بطریق نے جب اپنا بیان ختم کر لیا تو قیصر ہرقل نے چند لمحے توقف کے بعد دونوں جانب نظر ڈالنے کے بعد کہا:

"اے روم کے ذی علم باشندو! کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو کہ سیدنا حضرت مسیح

ابن مریم علیہ السلام اور قیامت کے درمیان ایک نبی کو مبعوث ہونا ہے اور جس کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام نے دی ہے اور بلاخوف تردید میں کہتا ہوں کہ یہ وہی نبی مبشر ہیں۔ہم سب کو چاہئے کہ ان کی دعوت کو قبول کر لیں۔"

رومی سرداروں نے ہرقل کی مبلغانہ تقریر سن کر نہ صرف یہ کہ اسے رَدکر دیا بلکہ انتہائی برانگیختہ ہوئے اور ایسے کلمات کہہ بیٹھے جن کے سننے کا رومی شہنشاہ کے دربار میں کوئی اندازہ کر سکتا تھا' نہ تصور۔ چنانچہ قیصر ہرقل نے جب رومیوں کی نفرت بیزاری اور برہمی کو دیکھا تو نہایت دانائی اور حکمت سے روئے سخن بدلا اور کہنے لگا:

"اے سلطنتِ رومیہ کے قابلِ فخر فرزندو! واقعی میں نے تمہارے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے مگر یہ اس لئے تھا کہ میں یہ دریافت کر سکوں کہ تم اپنے عقیدے اور نظریات میں کتنے مخلص ہو اور مذہبی روایات کی بنیادیں تمہارے اندر کس قدر گہری ہیں۔ میں خوش ہوں کہ رومہ کے لوگ امتحان میں کامیاب ہوئے۔"

یہ بیان سنتے ہی سب حاضرین تہنیت وتعظیم کے مقررہ درباری طریقے کے بموجب اس کے روبرو جھک گئے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث بہ سلسلۂ معراج

ابن مردویہ' حاکم اور بیہقی رحہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ کو راتوں رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی تو حضور ﷺ نے صبح کو لوگوں سے ذکر فرمایا تو بہت سے ایسے لوگ جو نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کی تعلیم اور عقیدہ کی پختگی نہ ہو سکی تھی' مرتد ہو گئے اور باقی سب مسلمانوں نے تصدیق کی کچھ کافر اور مشرکین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھی پہنچے اور

کہا آپ کے ہادی اور پیشوا محمد (ﷺ) اعلان کر رہے ہیں کہ آج رات کے ایک حصہ میں انہیں بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر پہنچا دیا گیا۔حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر حضور ﷺ ایسا فرماتے ہیں تو درست فرماتے ہیں اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی بناء پر آپ کا لقب "صدیق" ہوا۔ یعنی بہت سچا کہ مقام ذی طویٰ پر جب حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ آپ کی تصدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے کہ وہ صدیق ہیں۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب شب اسراء میں سماوات میں پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی۔ میں نے خیال کیا کہ اب جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو نماز پڑھائیں گے۔ مگر انہوں نے مجھے آگے کیا اور پھر میں نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمانوں پر لے گئے تو میں جنت میں گیا اور درختوں سے ایک کے پاس کھڑا ہوا میں نے جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت' سفید' نرم اور خوشبو دار پھل کوئی نہ دیکھا۔ پس میں نے اس درخت کا ایک پھل توڑ کر کھایا تو وہ میرے صلب میں نطفہ بن گیا۔ اس کے بعد میں زمین پر آیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے قربت کی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے استقرار حمل[1] ہوا۔ اب بھی جب مجھے جنت کی خوشبو سونگھنے کی خواہش ہوتی ہے' تو میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خوشبو سونگھتا ہوں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث معراج کے بارے

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کلبی' ابو صالح رحمہما اللہ اور حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی۔ اس رات آپ ﷺ میرے گھر میں اور مجھ سے قریب ہی آرام فرماتے تھے۔ حضور ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی اور حضور ﷺ اور ہم سب سو گئے۔ طلوع فجر کے قریب رسول اللہ ﷺ نے ہم سب کو جگایا اور جب حضور ﷺ نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا:

"اے ام ہانی (رضی اللہ عنہا)! میں نے تمہارے سامنے وادی میں نماز عشاء پڑھی۔ اس کے بعد میں نے بیت المقدس پہنچ کر وہاں نماز پڑھی اور صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ہے۔"

طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ واقعہ اسراء کے موقعہ پر میرے گھر میں آرام فرما تھے۔ پھر میں نے آپ کو موجود نہ پایا اور میری آنکھوں سے نیند اس خوف کی بنا پر اڑ گئی کہ کہیں آپ ﷺ کو کسی قریشی نے ایذا نہ پہنچائی ہو۔

---

[1] حاکم نے اس حدیث کو غریب کہا ہے اور اس کی سند میں شہاب بن حرب ہے جو مجہول ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اعتراض کیا اور وہ یہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واقعہ معراج ہی سے پہلے نہیں بلکہ آپ کی بعثت سے قبل پیدا ہو چکی تھیں۔ واقعہ معراج کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف ۱۲ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

تشریف لانے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے باہر لے گئے۔ وہاں ایک جانور گدھے سے بڑا اور گھوڑے سے کچھ چھوٹا موجود پایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اس پر سوار کیا اور میں بیت المقدس پہنچا جہاں میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو میرے ساتھ مشابہت رکھتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو طویل القامت گھنگریالے بال ازدشنوہ کے مردوں کے مشابے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو میانہ قامت اور سفید رنگ مائل بہ سرخی تھے ان کی مشابہت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ میں ہے اور میں نے دجال کو دیکھا جو داہنی آنکھ سے کانا تھا اور اس کی مشابہت قطن ابن عبدالعزیز میں ہے۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ پھر حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ ''اسراء'' کے سارے حالات کا قریش سے ذکر کریں تو میں نے دامن تھام لیا اور کہا آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جو آپ ﷺ کو جھٹلاتے اور آپ ﷺ کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔

وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنا دامن میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور تشریف لے گئے۔ وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے واقعہ اسراء کا حال بیان کیا۔ جس کو سن کر مطعم بن عدی کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

''محمد (ﷺ) آپ سفر بیت المقدس کے دوران قریش کے قافلے پر سے گزرے جو فلاں مقام پر ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' میں نے اہل قافلہ کو اس حال میں پایا کہ ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔'' پھر اس نے کہا: ''کیا آپ ﷺ فلاں قبیلے پر سے گزرے؟'' فرمایا: ''ہاں' میں نے ان کو فلاں مقام پر پایا اور ان کے ایک اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئی ہیں۔'' قریشی نے کہا اور آپ ﷺ اونٹوں اور ان کے چرواہوں کی تعداد بتائیے۔ میں اس سوال کا جواب دینے سے قاصر رہا اور لوٹ آیا۔

میں گھر آ کر سو گیا تو بحالتِ خواب میں نے اس قبیلہ کے اونٹوں کو دیکھا اور شمار کر لیا اور ان کے چرواہوں کو بھی۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور قریش کے پاس دوبارہ جا کر کہا: ''تم نے اس وقت اونٹوں اور چرواہوں کے بارے میں پوچھا تھا۔ لہٰذا سن لیجئے اتنے اونٹ اور اتنے چرواہے ہیں اور چرواہوں میں ابن ابی قحافہ اور دوسرے فلاں لوگ بھی ہیں۔ یہ قافلہ کل صبح کو فلاں ٹیلے پر تمہیں ملے گا۔''

دوسرے روز بہت صبح سے لوگ ٹیلے پر جا کر بیٹھ گئے تاکہ آپ ﷺ کے قول کو جانچیں۔

جب اونٹوں کو آتے دیکھا تو خود آگے بڑھ کر ان سے ملے اور پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا؟ انہوں نے بتایا: ہاں۔"

پھر یہ لوگ دوسرے قبیلے کے مسافروں کے پاس پہنچے اور دریافت کیا: "کیا تمہارے کسی اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں؟ انہوں نے کہا: "ہاں۔"

ابو یعلیٰ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بطریق یحییٰ بن ابی عمرو شیبانی' ابو صالح رحمہما اللہ سے انہوں نے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ علی الصبح اندھیرے میں میرے پاس تشریف لائے اور میں اس وقت تک اپنے بستر پر تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

تمہیں خبر ہے کہ میں آج رات مسجد حرام میں سویا تو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے مسجد کے دروازے تک لائے وہاں پر ایک چوپایہ جو گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا اور کان پھڑ پھڑا رہا تھا' مجھ کو اس پر سوار کر کے لے چلے' جب وہ نشیب میں اترتا تو اس کے ہاتھ دراز ہو جاتے اور پیر چھوٹے اور جب وہ چڑھائی پر چڑھتا تو اس کے پاؤں دراز ہو جاتے اور ہاتھ چھوٹے۔ کسی لمحے جبرئیل علیہ السلام مجھ سے جدا نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ ہم بیت المقدس پہنچے تو انہوں نے اس حلقہ سے اسے باندھا جس میں انبیاء کرام علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی جماعت میرے سامنے آئی' ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے اور میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی اور ان سے باتیں کیں' اس کے بعد سرخ و سفید دو پیالے میرے سامنے لائے گئے۔ میں نے سفید کو لے کر پی لیا یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا:

"اے رسول خدا (ﷺ) آپ نے دودھ کو نوش کیا اور شراب کو چھوڑا ہے۔ اگر آپ ﷺ شراب کو لے لیتے تو آپ ﷺ کی امت راہ ہدایت سے بھٹک جاتی۔"

پھر مجھے سوار کر کے مسجد حرام لے آئے اور میں نے صلوٰۃ فجر پڑھی۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ سن کر میں نے حضور ﷺ کی ردائے مبارک پکڑ لی اور کہا:

اے ابن عم! میں آپ کو قسم دیتی ہوں اگر آپ ﷺ نے اسراء اور انبیاء کی باتیں قریش کو بتائیں تو جو آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہے وہ بھی آپ ﷺ کو جھٹلائے گا پھر حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ ردا پر مارا اور چادر کا حصہ میری گرفت سے نکل گیا' چادر آپ ﷺ کے شکم مبارک سے اوپر ہو گئی اور میں نے آپ ﷺ کے شکم مبارک کی شکنوں کو دیکھا گویا وہ ایک شکن آلود کاغذ کی شکنوں کی طرح تھیں اور اس وقت میں نے آپ ﷺ کے قلب اطہر کے پاس سے ایسا نور چمکتا ہوا دیکھا

جس سے میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں تو میں سجدہ میں گر پڑی جب میں نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے اور میں نے لونڈی سے کہا خدا تیرا بھلا کرے تو حضور ﷺ کے پیچھے جا اور سن کہ حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں اور قریش کیا جواب دیتے ہیں؟

جب لونڈی واپس ہوئی تو اس نے بتایا کہ حضور ﷺ جماعتِ قریش کے پاس تشریف لے گئے ۔جن میں مطعم بن عدی' عمرو بن ہشام اور ولید بن مغیرہ بھی تھا۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آج رات میں نے عشاء کی نماز اس مسجد میں پڑھی اور فجر کی بھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیانی وقفہ میں بیت المقدس ہو کر آیا ہوں۔انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت مجھے ملی' جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔میں نے ان سب کو نماز پڑھائی اور ان سے باتیں کی ہیں۔''

حضور ﷺ نے جب اپنی باتیں ختم کیں تو عمرو بن ہشام نے کہا: ''جن انبیاء کے نام آپ نے گنائے ذرا ان کا حلیہ تو بیان کیجئے۔''

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو میانہ قد سے متجاوز اور طویل القامت سے کم' فراخ سینہ' سرخی مائل سفید رنگ اور گھنگریالے بالوں کے سرخی مائل شخص تھے' یہ سمجھو کہ ان کے مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قوی الجثہ' گندمی رنگ اور لمبے قد والے تھے' یہ سمجھو کہ وہ ازدشنوہ کے افراد کے مشابہ ہیں' کثیر بالوں والے' آنکھیں بیٹھی ہوئی' دانتوں پر دانت چڑھے ہوئے' لب کسی قدر اٹھے ہوئے اور کسی قدر مسوڑھے ابھرے ہوئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ سمجھو کہ وہ تو میرے مشابہ ہیں۔''

قریش نے حضور ﷺ کے بیان کو سن کر تمسخر اڑایا۔مطعم نے کہا: تمہارا آج کا بیان اور گذشتہ کلام میں بڑا تضاد اور فرق ہے اور میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ ﷺ جھوٹے ہیں۔ہم تیز رفتار سرخ اونٹوں پر ایک ماہ تک سفر کر کے اس علاقے تک آتے اور جاتے ہیں اور آپ ﷺ کہتے ہیں کہ رات کے ایک تھوڑے حصے میں جا کر واپس بھی آ گئے۔

مطعم کا انکار سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابن عدی! تو نے حضور ﷺ کو محض اپنا بھتیجا یا ایک عام عرب قریشی سمجھ کر جھٹلا دیا ہے۔خدا تجھ کو طبعِ سلیم دے۔میں پختہ یقین کے ساتھ اعلان کرتا اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ﷻ کے نبی محمد ﷺ سچے اور صادق ہیں۔''

قریش نے پوچھا: ''اے محمد (ﷺ) بیت المقدس کی شناخت اور کچھ مخصوص علامات تو

بیان کرو۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں رات کے کچھ تھوڑے ہی حصے میں گیا اور واپس آیا ہوں۔" معاً بہ حکم خداوندی حضرت جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس کا نقش حضور کے سامنے لے آئے۔ حضور ﷺ اس کو دیکھ کر مشرکین قریش کو بتاتے رہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر مرتبہ تائید و تصدیق کرتے رہے۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا:

"اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! آج سے اللہ عزوجل نے تمہارا نام "الصدیق" رکھ دیا۔"

پھر قریش نے کہا:

"محمد (ﷺ) ہمارے قافلوں کے بارے میں بتاؤ۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے فلاں قبیلہ کے قافلہ کو روحا میں پایا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اور وہ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ میں ان کے کجاووں تک گیا مگر پڑاؤ پر کوئی موجود نہ تھا۔ میں نے وہاں پر پانی کا پیالہ دیکھا اور اس کا پانی پی لیا۔ اس کے بعد میں فلاں قبیلہ والوں کے قافلہ کے پاس پہنچا اور ان کے اونٹ مجھ سے ڈر کر بھاگ گئے اور ان میں ایک سرخ رنگ کا اونٹ بیٹھ گیا اس پر سفید دھاریوں کی چادریں تھیں۔ اب میں نہیں جانتا کہ اس اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں یا نہیں۔ اس کے بعد میں فلاں لوگوں کے قافلہ کے پاس پہنچا۔ جو تنعیم میں ہے ان کے آگے دھاری دار اونٹ ہیں یہ لوگ قریب ہی پہنچ گئے ہوں گے اور وہ ثنیہ سے نظر آئیں گے۔" آپ ﷺ سے ایسی صحیح اطلاعات سن کر ولید بن مغیرہ نے کہا: "یہ ساحر ہے۔"

اس کے بعد کچھ لوگ دیکھنے گئے اور انہوں نے بغیر کسی لونیٰ فرق کے سب کچھ ویسا ہی پایا جیسا آپ ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ مگر کج فہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے قول کی صداقت کو جادو ہی کا کرشمہ قرار دیا اور اکثر لوگوں نے کہا:

"ولید بن مغیرہ نے ٹھیک کہا یہ سب جادو کا معاملہ ہے۔"

اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ بھی یہی ہے کہ:

وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔ (پ۱۵ بنی اسرائیل ۶۰) (ترجمہ کنز الایمان)

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اس رات کسی کو نظر نہ آئے۔ تو عبد المطلب کی اولاد آپ ﷺ کی تلاش میں ادھر ادھر پھیل گئی' حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی تلاش میں مقام ذی لوئ تک پہنچے' وہ بلند آواز سے آپ ﷺ کو پکارتے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان

کے جواب میں لبیک فرمایا: انہوں نے فرمایا اے ابن عم! تم کہاں تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بیت المقدس سے آ رہا ہوں' انہوں نے کہا "رات ہی رات میں" آپ نے فرمایا ہاں!

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ کو معراج میرے ہی گھر سے ہوئی ہے۔ اس رات آپ ﷺ ہمارے یہاں عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے اور جب صبح کا ابتدائی وقت ہوا تو حضور ﷺ نے ہمیں نماز صبح کے لئے جگایا۔ پھر حضور ﷺ نماز کو کھڑے ہوئے جب نماز فجر ہوئی تو فرمایا: اے ام ہانی رضی اللہ عنہا! میں نے عشا کی نماز تمہارے یہاں پڑھی پھر بیت المقدس گیا اور وہاں میں نے نماز پڑھی پھر واپس آ کر صبح کی نماز تمہارے یہاں پڑھی۔ اس کے بعد آپ تشریف لے جانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں نے عرض کیا اس بات کو آپ ﷺ لوگوں سے بیان نہ کریں اس لئے کہ وہ یقین کرنے والے نہیں تکذیب کرنے والے ہیں اور اذیت پہنچانے والے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

نہیں' میں ان کو ضرور بتاؤں گا اور آپ ﷺ تشریف لے گئے۔

آپ نے جا کر مشرکین مکہ کو "واقعہ اسراء" کے بارے میں بتایا۔ جس کو انہوں نے خود ساختہ اور فرضی اور جھوٹی کہانی تصور کیا۔ شب اسریٰ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے جبرئیل علیہ السلام معراج کے واقعات سن کر میری قوم کے لوگ تصدیق نہیں کریں گے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ کی تصدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہیں اور بہت سے ان لوگوں کی آزمائش ہوگی جو خود کو مسلمان کہتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "میں حجر اسود کے پاس کھڑا تھا کہ اللہ ﷻ نے اپنے فضل سے بیت المقدس کو میرے روبرو کر دیا پس میں اپنے مشاہدے کی مدد سے مشرکین مکہ کو نشانیاں بتلاتا رہا۔" پھر ان میں سے کسی نے دریافت کیا:

"مسجد اقصیٰ کے کتنے دروازے ہیں؟" چونکہ میں نے اس کے دروازوں کو شمار نہیں کیا تھا اس وجہ سے میں نے دروازوں کو گنا اور ان کو تعداد بتائی۔ راہ میں قافلوں کی بابت ان کے سوالات کے واضح جوابات دیئے اور انہوں نے ان کو درست پایا۔ اس موقع پر اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔ (پ۱۵ بنی اسرائیل ۶۰) (ترجمہ کنز الایمان)

ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ کا دیکھنا دراصل عینی مشاہدہ تھا جس کو حضور ﷺ

نے اپنے چشمِ سر سے دیکھا۔ (اس پوری روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے)

احادیثِ مرسل بہ سلسلہ معراج

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ ﷺ سے روایت کی کہ قریش مکہ نے واقعہ اسراء کے بیان کے موقعہ پر حضور ﷺ سے ایک سوال یہ بھی کیا کہ ہماری کیا شئے گم ہوگئی ہے اور واضح طور پر علامت بھی اس کی بیان کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تمہارے اہل قافلہ کی خاکی اونٹنی کھوگئی ہے اس پر تمہارا تجارتی مال و اسباب تھا۔ جب وہ قافلہ اور اس کے ساتھ مذکورہ خاکی اونٹنی مکہ پہنچی اور حضور ﷺ کی بتائی ہوئی جملہ باتوں کی تصدیق ہوگئی۔ تو سرکش مشرکین نے ایک مزید سوال کیا کہ آپ ﷺ یہ بتائیں کہ اس اونٹنی پر سر بستہ سامان میں کیا اور کون سا سامان ہے؟

جبرئیل علیہ السلام نے اونٹنی کے اوپر جو سامان تھا وہ حضور ﷺ کی نگاہ کے سامنے لاکر مشاہدہ میں رکھ دیا اور آپ نے وہ تمام سامان دیکھ کر سامان کی قسم اور اس کی مقدار وغیرہ بتا دی مگر سوالات کرنے والے کفار جادوگری کا کرشمہ قرار دے کر رخصت ہوئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق اسباط بن نصر رحمۃ اللہ علیہ، اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن رحمہما اللہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جس رات معراج ہوئی اور معراج سے واپس تشریف لاکر آپ ﷺ نے قریش کو قافلوں کے بارے میں اور اہل قافلہ کے بارے میں خبر دی تو وہ کہنے لگے کہ یہ بتلائیے کہ فلاں قافلہ کس روز یہاں پہنچے گا؟

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو جب معراج ہوئی اور قافلے کے بارے میں کفار کو آپ نے بتلایا۔ اس وقت کفار نے کہا: ”آپ یہ تو بتائیے کہ قافلہ یہاں پر کب پہنچے گا؟“

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”بدھ کے روز۔“

چنانچہ بدھ کے روز قریش، قافلے کی راہ پہنچے اور آمد کا انتظار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ غروب آفتاب کا وقت قریب ہوگیا اور اس وقت تک قافلہ نہیں پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے باری تعالیٰ جل شانہٗ کی بارگاہ میں دعا کی کہ:

”اے مہربان، خالق کائنات ﷻ! اپنے بندے کی بات کو سچائی اور صداقت عطا فرما اور کینہ خو اور حیلہ جو قریش کو موقع نہ دے۔“

پس دعا مستجاب ہوئی اور ایک گھڑی دن بڑھ گیا۔

روایت ہے کہ آفتاب کی گردش کوصرف دوموقعوں پر روکا گیا ہے۔ ایک تو یہی حضور ﷺ کی دعا کے بعد اور دوسرے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے' جب وہ اپنی قوم کے کفار جبارین کے ساتھ مصروف جہاد تھے۔

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''المصنف'' میں اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ شب اسراء میں حضور ﷺ کی سواری کے لئے ایک جانور استعمال ہوا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اور حدِ نظر اس کے ایک ایک قدم کی وسعت تھی' اس کا نام براق تھا۔ حضور اکرم ﷺ مشرکین کے ایک قافلے پر گزرے تو ان کے اونٹ بدک گئے۔ لوگوں نے کہا' کچھ نظر تو آتا نہیں' بجز ہوا کے کیا ہوسکتا ہے۔

حضور ﷺ بیت المقدس پہنچے اور آپ کے سامنے دو پیالے لائے گئے۔ ایک میں شراب اور دوسرے پیالے میں دودھ تھا۔ حضور ﷺ نے دودھ کو لے لیا جس پر جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے راہِ ہدایت اختیار کی' آپ کی امت ہدایت پر رہے گی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمیں واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنت اور دوزخ کو دیکھنے کے خواہش مند تھے اور اس کے لئے اپنے رب ﷻ سے دعا کی تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ ہجرت سے اٹھارہ ماہ پہلے سترہ رمضان المبارک ہفتہ کی شب میں اپنے مکان پر محوِ خواب تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا:

آپ ﷺ نے اپنے رب ﷻ سے جس بات کے دیکھنے کی خواہش کی تھی اس کی سیر کے لئے چلئے۔ پھر یہ دونوں مکرم فرشتے حضور ﷺ کو مقامِ ابراہیم اور چاہِ زمزم کے درمیان لائے۔ اس کے بعد سیڑھی لائی گئی اور اس کے ذریعہ آپ ﷺ کو آسمانوں کی طرف لے کر چلے اور ہر آسمان کی سیر کرائی ان پر انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں' حتیٰ کہ آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور جنت کی سیر اور دوزخ کا معائنہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو بجز صریرِ قلم کے کوئی آواز میں نے نہیں سنی۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ ﷺ کو پانچوں نمازیں ان کے مخصوص اوقات میں پڑھائیں۔ اس کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الرؤیہ'' میں کعب احبار ﷺ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے اپنی ''رؤیت'' اور اپنے ''کلام'' کو حضور اکرم ﷺ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب ﷻ سے کلام کیا۔

واقعۂ معراج پر مزید بحث

کثیر علماء کا مذہب یہ ہے کہ معراج دو مرتبہ واقع ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف مروی احادیث کے درمیان تطبیق کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ جن علماء کا یہ مذہب ہے ان میں ابو نصر قشیری، ابن عربی اور سہیلی رحمہم اللہ شامل ہیں۔

شیخ عز الدین ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واقعہ اسراء خواب اور بیداری میں ہوا ہے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں جگہ ہوا ہے۔ خواب میں اس کے واقع ہونے کا نکتہ دراصل آپ ﷺ کو آمادہ کرنا اور اس سلسلہ میں مشاہدات کرا کے مطمئن کرنا تھا کہ جب بہ حالتِ بیداری یہ واقع ہو تو آپ ﷺ آسانی محسوس کریں۔ اسی طرح جیسے بعثت سے قبل رؤیائے صادقہ تھے تاکہ آپ ﷺ پر منصب نبوت آسان ہو جائے۔

ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ معراج مبارک کا واقعہ متعدد مرتبہ ہوا ہے۔ وہ حضرت انس ﷺ کی اس حدیث سے استدلال لیتے ہیں۔ جسے بزار رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ متعدد بار معراج کے واقع ہونے میں کوئی استحالہ نہیں ہے کیونکہ اگر خواب میں واقع ہو تو اطمینان و تسلی کے لئے ہے اور اگر بیداری میں ہو تو اس کی موافقت و مطابقت کے لئے ہے۔ بہر حال یہ کوئی بعید نہیں اور فرمایا مدینہ طیبہ میں کئی بار اسراء ہوا ہے۔

ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نفیس کتاب اسراء کے اسرار میں تالیف کی ہے۔ اسراء کی بہت سی حکمتوں کو انہوں نے اس میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور ﷺ کو پہلے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ اس کے بعد آسمانوں کی سیر اور معراج کرائی گئی تاکہ آپ کو دونوں ہجرتوں کا حصول ہو جائے کیونکہ اکثر انبیائے سابقین نے بیت المقدس ہجرت کی ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کو بھی فی الجملہ یہ سفر حاصل ہو گیا۔ تاکہ آپ ﷺ میں مختلف و منتشر فضائل جمع ہو جائیں اور یہ کہ آپ ﷺ کو اپنے بیان کی صداقت کی طرف راہ مل جائے جو آپ ﷺ نے بیت المقدس کے بارے میں ان علامتوں کو بتایا جو آپ ﷺ سے منکرینِ حق نے امتحان اور آزمائش کے طور پر

دریافت کی تھیں اور آپ ﷺ کے مخالفین نے بھی ان کی سچائی کو بادل ناخواستہ تسلیم کیا تھا لہٰذا جب یہ باتیں صحیح اور درست ہیں تو جو اور باتیں آپ نے معراج کے سلسلے میں بتائی ہیں وہ بھی صحیح اور صادق ہیں ان کی تصدیق بھی اس سے لازم آتی ہے۔ اس کے برعکس اگر پہلے ہی آپ کو آسمانوں کی طرف لے جایا جاتا تو یہ صورت ظہور میں نہ آتی۔

اس کتاب میں ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یکبارگی یہ اعزاز و اکرام بر سبیل مفاجات تھا جب کہ آپ نے "بینا انا" فرما کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (مطلب یہ کہ رویت الٰہی اور اس سے بے واسطہ ہم کلامی کا شرف اچانک آپ کو حاصل ہوا اس کے لئے پہلے سے کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ جبرئیل علیہ السلام اچانک عالم خواب سے آپ کو بیدار کر کے لے گئے تھے) لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق شرف ہمکلامی ایک میعاد اور استعداد پر موقوف تھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ سے انتظار کی تکلیف اٹھا لی گئی تھی۔

اس کتاب میں ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ ابن حبیب نے ذکر کیا ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان ایک دریا ہے جس کا نام مکفوف ہے۔ زمین دریا کی نسبت اس کے ساتھ ایسی ہے جیسے بحر محیط کے ساتھ ایک قطرہ کی' صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اس موقع پر یہ ہوا ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اس دریا کو پھاڑ کر راستہ بنایا گیا ہوگا تاکہ آپ پار جا سکیں اور اس دریا کا پھاڑنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کے پھاڑنے سے زیادہ عظیم ہے۔

اس کتاب میں ایک نکتہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مروی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کے دروازے بند رہتے ہوں گے' جبھی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دستک دے کر ان کو کھلوایا اور اس کا اہتمام فرمایا گیا کہ آپ کے آنے سے پہلے انہیں نہ کھولا جائے' اگر وہ پہلے سے کھلے ہوتے تو یقیناً یہ گمان ہوتا کہ آسمانوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہوں گے۔ اس لئے ان کو بند ہی رکھا گیا تاکہ آپ جان لیں کہ ان کا کھلنا آپ کے اعزاز میں ہے اور آپ ہی کی وجہ سے اور اس لئے کہ اللہ ﷻ آپ ﷺ کو آگاہ فرماتا ہے کہ آپ ﷺ کا وجود گرامی آسمان والوں کے نزدیک جانا پہچانا ہے۔ سب ہی آپ ﷺ کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس لئے کہ جبرئیل علیہ السلام سے جب آسمان والوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ محمد ﷺ اس پر انہوں نے صرف یہ پوچھا "کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا اور یہ نہیں پوچھا کہ محمد ﷺ کون ہیں؟

حضور ﷺ کا حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو دو بار خواب میں دیکھا۔ ایک مرتبہ مجھے دکھلایا گیا کہ تم کو ایک شخص حریر کے کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے اور کہتا ہے یہ آپ ﷺ کی زوجہ ہیں۔ وہ کپڑے کو ہٹا کر تمہارا بشرہ دکھا رہا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اس کا قول سن کر کہا: ''اگر اللہ ﷻ کو یہی منظور ہے تو پھر وہ ایسا ہی کرے گا۔''

واقدی اور حاکم رحمہما اللہ نے عروہ ﷺ سے روایت کی کہ جب حضرت خدیجہ ﷺ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اپنی شریکِ حیات 'مشیر کار' دینی کوششوں میں مددگار بیوی سے جدائی ہو جانے پر کافی رنجیدہ تھے۔ اسی زمانے میں حضور ﷺ نے بہ حالتِ خواب دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایک گہوارے میں لائے اور کہا:

''یہ زوجہ آپ کے غم کو رفع کریں گی اور ان کے اندر آپ حضرت خدیجہ ﷺ کی خوبیاں اور محاسن پائیں گے' یہ ان کے قائم مقام ہوں گی۔

ابو یعلےٰ' بزاز ابن ابی عمر مدنی اور حاکم رحمہم اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہہ کر حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت کی کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح نہیں کیا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو خواب میں دکھلایا اور حضور ﷺ کے ساتھ میرا نکاح کیا۔ میں اس زمانے میں کم سن ہی تھی اور جب میرا نکاح ہو گیا تو اللہ ﷻ نے میرے اندر شرم و حیا کو بڑی عورتوں کی طرح پیدا فرما دیا' باوجود یہ کہ میں صغیر سن تھی۔[1]

حضور ﷺ کا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا' سکران بن عمرو ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ سکران ﷺ 'سہیل بن عمرو کے بھائی تھے۔

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ ''رسول اللہ ﷺ سامنے سے تشریف لا رہے ہیں اور پھر اس قدر قریب ہوئے کہ حضور ﷺ نے ان کی گردن پر قدم مبارک کو رکھا۔''

''حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنا خواب سکران ﷺ اپنے شوہر سے بیان کیا انہوں نے

[1] سرورِ کائنات ﷺ سے نکاح کے وقت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر صرف چھ سال تھی۔

جواب دیا کہ اگر یہ خواب سچا ہے تو میں وفات پاؤں گا اور پھر تمہارا نکاح حضور ﷺ سے ہوگا۔"
اس کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے دوسرے دن خواب دیکھا کہ:

"آسمان سے چاند ٹوٹ کر ان پر گرا ہے اور وہ لیٹی ہوئی ہیں۔" انہوں نے پھر اپنے شوہر کو بتایا انہوں نے کہا میرا خیال ہے کہ تمہارا خواب سچا ہے اور میں اَب جلد وفات پاؤں گا اور میرے بعد تمہارا نکاح حضور ﷺ کے ساتھ ہوگا۔

پس سکران رضی اللہ عنہ اسی دن بیمار ہو گئے اور تھوڑے ہی دنوں بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ سے ہو گیا۔

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کا بہ سلسلہ سفر مکہ پہنچنا اور ان کا دعوتِ اسلام کو قبول کرنا

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رفاعہ بن رافع رزقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ اپنے خالہ زاد بھائی معاذ بن عفراء کے ہمراہ ایک سفر پر روانہ ہوئے اور اسی سفر کے سلسلے میں مکہ مکرمہ پہنچے اور کچھ دنوں حرم مکہ میں قیام کیا۔ یہ واقعہ چھ انصار کے آنے سے پہلے کا ہے۔[1] حضور ﷺ کو رفاعہ نے دیکھا اور آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت ان کو دی اور فرمایا: "اے مدنی مہمانو! تمہارے خیال میں آسمانوں، زمین اور ان بلند پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟"

انہوں نے جواب دیا: "اللہ ﷻ نے۔"

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟"

انہوں نے جواب دیا کہ: "اللہ ﷻ نے۔"

آپ ﷺ نے پھر پوچھا: "اِن اصنام کو، جن کی پوجا عام طور پر کی جا رہی ہے، کس نے

---

[1] ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے اوس اور خزرج میں جو مدینہ کے دو قبائل تھے سخت لڑائی ہوئی تھی جو جنگ بعاث کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی کے نتیجے میں خلاف امید اوس کو فتح حاصل ہوئی۔ اس معرکہ کے بعد تیسرے مہینے جب کہ حج کا زمانہ تھا۔ مغلوب خزرجیوں میں سے چھ افراد پر مشتمل ایک جماعت حج کے لئے مکہ میں آئی۔ حضور ﷺ نے اپنے تبلیغی طریقہ کار کے مطابق ان کو دعوت اسلام دی۔ ان لوگوں نے چونکہ حضور ﷺ کا ذکر مدینہ میں سنا تھا۔ اس کے علاوہ مدینہ کے یہودیوں کی زبانی ان کے کانوں میں یہ بات پڑ چکی تھی کہ نبی آخر کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جن کی بدولت یہود کو پھر غلبہ حاصل ہوگا، اس وجہ سے ان افراد نے آپ ﷺ کی باتوں پر توجہ کی اور متاثر ہو کر آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کہا یہ وہی نبی ہیں ایسا نہ ہو کہ قبیلہ اوس یا مدینہ کے یہودی ہم سے سبقت لے جائیں۔ لہٰذا وہ سب مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی ہجرت سے چند سال قبل کا ہے۔

یہ حضرات جب مدینہ واپس آئے تو دوسرے لوگوں سے تذکرہ کیا اور اس طرح مدینہ میں اسلام کا نام روشناس ہو گیا۔

تراشا ہے' اور ان کے مجسمے بنائے ہیں؟"

ان دونوں مدنی مسافروں نے جواب دیا: "ہم ہی میں سے کچھ لوگوں نے پتھروں اور معدنی اشیاء سے ان کو بنالیا ہے۔"

حضور ﷺ نے اس کے بعد سوال کیا: "تو ذرا انصاف کرو اور سوچو کہ خالق پرستش کے لائق ہے یا یہ ادنیٰ' بے حس اور معدنی مخلوق؟ ان سے کہیں زیادہ محترم اور برتر تو خود انسان ہے کہ جس نے ان پر تیشہ چلا کر ان کا یہ پیکر تراشا ہے۔

پس اے بندگانِ خدا! میں تم کو اس اللہ بزرگ و برتر کی بندگی اور فرمانبرداری کی دعوت دیتا ہوں کہ جس کی فرمانبرداری میں ہم دنیا کی ہر چیز اور ساری کائنات لگی ہوئی ہے۔ ہوائیں' بادل' چاند اور سورج وغیرہ سب اس کے ہی تابع فرمان ہیں۔ اس کی ذات وصفات میں کوئی شریک ہے نہ اس کے حقوق اور اختیارات میں' میں اسی خالق' مالک اور اصل حاکم وبادشاہ کا رسول ہوں۔ میں صلہ رحمی کرنے اور ذاتی اور موروثی عداوتوں کو ترک کر دینے کی تلقین کرتا ہوں۔"

حضور ﷺ کی پر اثر باتیں سن کر میں چلا آیا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد سات تیر نکالے اور ان میں سے ایک تیر کو حضور ﷺ کے نام کا ٹھہرایا اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے فال لینے کا ارادہ کیا اور دعا کی کہ اے خدا جس دین کی طرف محمد مصطفےٰ ﷺ دعوت دیتے ہیں اگر وہ حق ہے تو اس تیر کو سات مرتبہ نکال دے۔ اس کے بعد میں نے تیروں کو چھوڑا اور حضور ﷺ کے نام کا تیر ساتوں مرتبہ نکلا۔ پس مجھے اطمینان ہو گیا اور میں نے پورے اخلاص اور سچی عقیدت سے پڑھا: "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔"

مکی عہد میں حضور ﷺ کی ذاتی تبلیغ اور اس کے نتائج

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے بہ طریق ابن شہاب رحمتہ اللہ علیہ اور موسیٰ بن عقبہ رحمتہ اللہ علیہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال حج کے موقع پر قبائل عرب کے پاس بہ نفسِ نفیس تشریف لے جاتے یا جہاں پر لوگوں کا جمگھٹا دیکھتے وہاں جا کر نہایت پر اثر طریق پر دعوتِ اسلام دیتے اور لوگوں کو فرداً فرداً بھی حکیمانہ انداز پر تبلیغ فرماتے۔ ایک مرتبہ حسب دستور حج کے موقع پر قبائل ثقیف کو دعوت اسلام پیش فرمائی مگر ان کو توفیق قبولیت نہ ہوئی۔ آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے اور ایک احاطہ کے سائے میں غمگین حالت میں کھڑے ہو گئے۔ وہ احاطہ عتبہ اور شیبہ برادران کا تھا جو ربیعہ کے بیٹے اور قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کو کھڑا دیکھا تو اپنے غلام کو آپ ﷺ کے بلانے کے لئے بھیجا اس کا نام عداس تھا اور نصرانیت سے تعلق رکھتا تھا۔

جب وہ آیا تو حضور ﷺ نے پوچھا: "تم کس علاقے کے رہنے والے ہو؟"

عداس نے جواب دیا: "میں نینوا کا باشندہ ہوں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اس مردِ صالح حضرت یونس بن متی علیہ السلام کے شہر سے تعلق رکھتے ہو؟"

عداس نے پوچھا: "کیا آپ ﷺ یونس بن متی علیہ السلام سے واقف ہیں؟"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں اللہ ﷻ کا رسول ہوں اور اللہ ﷻ نے مجھ کو ان سے واقف کر دیا ہے۔" یہ جواب سن کر عداس نے حضور ﷺ کے قدموں کو پکڑا اور پیشانی کو بوسے دینے لگا۔ جب عتبہ اور شیبہ نے اپنے غلام کو ایسا کرتے دیکھا تو وہ سکتہ میں رہ گئے۔ پھر جب وہ واپس ہوا تو ان دونوں نے کہا تجھے کیا ہوا ہے کہ تو ان کے پیروں کو چوم رہا تھا؟ عداس نے جواب دیا۔ بلاشبہ وہ مردِ خاص اور ہادیٔ دین ہے انہوں نے مجھے ایسی شئے کی خبر دی ہے جسے پورے طور پر صرف رسول ہی سمجھتا ہے، جسے اللہ ﷻ نے ہمارے وطن میں ہماری قوم کے اندر مبعوث فرمایا تھا اور وہ اللہ ﷻ کا نبی یونس بن متی علیہ السلام تھا اس کی باتیں سن کر برادرانِ عتبہ و شیبہ ہنسے اور کہنے لگے یہ قرشی کا بن تجھ کو تیرے دینِ نصرانیت سے پھیر دے گا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: "آپ ﷺ پر اُحد کے دن سے زیادہ شدید اور ناگوار دن کوئی اور بھی آیا ہے؟" ارشاد فرمایا تمہاری قوم کی جانب سے سب سے زیادہ طائف میں "یوم العقبہ" مجھ پر گزرا ہے

---

1 انسانی فوز و فلاح اور ہدایت و رہنمائی کے عظیم الشان کام کیلئے جب حضرت ابن مریم علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مطابق سرور عالم ﷺ تشریف فرما ہوئے تو آدم علیہ السلام کی بگڑی ہوئی اولاد اپنے سارے کرتوت کے ساتھ مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور وقت کے اشرار و جبابرہ کا ناکا بن کر ایسے لگے کہ وہ تمام صعوبتیں اور ایذائیں جو پچھلے سابقین علیہم السلام پر آزمائی گئی تھیں ان سب کو شیطان مردود نے یکجا کر کے آخر کے اول پر آزمایا۔

یوں تو حضور ﷺ کی زمانۂ رسالت کی زندگی از سرتاپا کشمکش اور مصائب کی زندگی تھی، اس حدیث میں طائف کے "یوم العقبہ" کا ذکر ہے جس کا مختصر ترین خلاصہ یہ ہے کہ جب سردارانِ قریش کو شرفِ انسانیت کے اسلام قبول کرنے سے مایوسی ہو گئی تو اشاعتِ اسلام کے لئے شب و روز تدبیریں سوچنے اور راہیں نکالنے پر غور کرنے کے بعد آپ نے طائف جانے اور سردارانِ ثقیف کو دعوتِ اسلام دینے کا قصد فرمایا چنانچہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر جب وہاں پہنچے تو قبائل ثقیف کے تینوں سرداروں یعنی عبدیالیل، مسعود اور حبیب نے نہ صرف یہ کہ دعوت کو رد کر دیا بلکہ حضور ﷺ کی تذلیل کی اور آبادی کے اوباشوں کو پیچھے لگا دیا کہ اچھی طرح خبر لیں۔ جس کے نتیجے میں حضور ﷺ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جان کی حفاظت کے لئے ایک باغ کے اندر نخلستان کے تنکوں میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔ حضور ﷺ اپنے مبارک جسم کو خون سے صاف کرتے ہوئے اپنے رب سے یہ دعا کر رہے تھے:

الٰہ العالمین! میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری اور بے کسی اور لوگوں کی اس جرأت و بے باکی کی شکایت کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو ہی کمزوروں اور ضعیفوں کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔

الٰہ العالمین! میری یہ قوم نادان ہے، مجھے امید ہے کہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو ان کی اولاد ضرور ایمان لائے گی۔

ہے۔ جب کہ میں ثقیف کے سردار عبد یالیل کے پاس بہ نفسِ نفیس خود پہنچا اور اس نے میری طرف سے دعوت اسلام کو سن کر منہ بگاڑا اور بیزاری اور تردید کے طور پر رخ موڑ لیا' سرکشی اور جہالت سے اعتراض کئے۔ لہٰذا میں واپس لوٹا۔ میرے چہرے سے انتہائی غم اور حزن وملال ظاہر تھا جو دور نہ ہوا یہاں تک کہ میں چل کر "قرن الثعالب" آ گیا اور اغم سے میرا سر برابر جھکا رہا' یہاں آ کر میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ اَبر مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے جب میں نے غور سے دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام سایہ فگن تھے۔ پھر انہوں نے کہا:

"اللہ ﷻ ہر بات پر نظر رکھتا ہے وہ سردارانِ ثقیف کے کفر اور اس رویہ سے آگاہ اور واقف ہے۔ جو انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ برتا اور آپ ﷺ کو رنج اور تکلیف پہنچائی۔ پس اللہ ﷻ نے آپ کے پاس پہاڑوں پر مامور فرشتہ کو بھیجا ہے تا کہ وہ آپ کے منشاء کی تعمیل کرے۔"

پھر فرشتۂ جبال نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا اگر آپ ﷺ فرمائیں تو انہیں پہاڑوں کو ملا دوں تا کہ بنو ثقیف کچلے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں' میں ہرگز ایسا نہیں چاہتا بلکہ میری تمنا تو صرف یہ ہے کہ اللہ ﷻ ان کے اصلاب سے ایسی اولاد پیدا کرے جو اللہ ﷻ کی عبادت کرے اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ ﷻ کا حکم ہوا اور حضور ﷺ نے براہِ راست قبائلِ عرب کو خطاب کرنے اور دعوت اسلام دینے کا آغاز فرمایا[1]

اور تحریک اسلامی عوامی مرحلے میں داخل ہوئی تو ایک روز میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ عربوں کی ایک مجلس میں پہنچے وہاں پر مفروق بن عمرو اور ہانی بن قبیصہ بھی تھا۔ مفروق نے سوال کیا کہ "آپ ﷺ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم میرے وفادار ہو' محبت کرو اور اخلاصِ عمل کے ساتھ کاموں

---

[1] حضور ﷺ بغرض تبلیغ متعدد بستیوں میں تشریف لے جاتے اور دعوت اسلام دیتے چنانچہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن رومان اور عبد اللہ بن ابی بکر وغیرہم رحمہما اللہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ بنی کندہ کی بستی میں تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی کندہ پر اسلام پیش کیا مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت اس قوم کے سب سے کم عمر شخص نے اٹھ کر کہا کہ اے یہود کیا تم اس شخص کی طرف سبقت کرو قبل اس کے کہ یہ تمہاری طرف سبقت کریں۔ خدا کی قسم اہل کتاب بتاتے ہیں کہ ایک نبی حرم سے ظاہر ہوگا اور اس کے ظہور کا زمانہ یہی ہے۔ یہ بات سن کر بھی انہوں نے انکار کیا۔

میں میری مدد کرو کیونکہ اہل قریش حکم الٰہی پر غالب آنے اور اس کے اجراء کو روکنے کی اجتماعی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں اور حق' سچائی اور خیر کو پھیلنے' عام ہونے اور غالب آنے کو یکسر روک کر اس کی جگہ' شر' فساد اور باطل کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا' ابھارنا اور پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔[1] یہ سن کر مغروق نے کہا:

---

[1] اسی قسم کی ایک اور دعوت تبلیغ کو واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔ جس کو عبد اللہ وابصہ عبسی نے اپنے والد کے داداسے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے ہمیں دعوت اسلام دی۔ ہم میں سے کسی نے بھی آپ کی اس دعوت کو قبول نہیں کیا حالانکہ ہمارے اس انکار میں خیر نہ تھی' ہمارے ساتھ میسرہ بن مسروق عبسی بھی تھا۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کی تصدیق کریں اور ہم ان کو عزت کے ساتھ سوار کرا کے اپنے ساتھ اپنے اموال پر لے جائیں تو یقینا بہتر ہوگا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کا دین ضرور بالضرور غالب ہوگا اور حد کمال تک پہنچے گا۔ مگر میری قوم نے انکار کیا اور پلٹ آئے۔ اس وقت میسرہ نے لوگوں سے کہا کہ ہمیں فدک کی طرف چلنا چاہئے وہاں یہود آباد ہیں۔ ہم ان سے اس شخص کے بارے میں دریافت کریں گے چنانچہ سب لوگ فدک کی جانب چل دیئے ان کے پاس پہنچ کر ان لوگوں میں جو بزرگ تھا اس سے میسرہ نے بھی یہی سوال کیا۔ یہود نے ایک بستہ نکالا اور اسے اپنے آگے رکھ کر کتاب کھولی اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر پڑھنے لگے اس میں تحریر تھا کہ

"وہ نبی امی عربی ہوگا" وہ اونٹ پر سواری کرے گا اور ایک پارۂ نان پر قناعت کرے گا نہ وہ طویل القامت ہوگا نہ پست قد نہ گھنگریالے بال ہوں گے نہ لٹکے ہوئے اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی اور اس کا رنگ سرخی کی طرف مائل ہوگا۔

تو اگر اس حلیہ کا شخص تمہیں دعوت دے تو تم اس کی دعوت قبول کر لینا اور اس کے دین حق میں داخل ہو جانا' چونکہ ہم اس سے حسد رکھتے ہیں اس لئے ہم (یہودی) اس کے دین حق کی پیروی نہیں کریں گے۔ عرب میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جو اس کی پیروی کرے گا یا اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ یہ سن کر میسرہ عبسی نے کہا اے قوم اب تو بات بالکل واضح ہو گئی۔ اب ایمان لے آؤ۔ خود میسرہ عبسی نے حجۃ الوداع کے سال اسلام قبول کیا۔ کریاں اور چار جزء اوقیہ چاندی لی۔

قرآن حکیم نے حنین کے اس غزوہ کا ذکر سورۂ توبہ میں کیا ہے۔ مسلمانوں کی اور اس دعوۂ مخلص' سرفروش' فدائے اسلام اور حضور ﷺ پر جان چھڑکنے والے سچے اور پکے مومنوں کی وقتی طور پر تائید خداوندی کی طرف سے غفلت کو صاف نہیں فرمایا گیا۔ عین اسی وقت اور فوراً تنبیہ اور تادیب کی گئی کہ جو لوگ بندگی' عبادت' دین کے قیام کی جدوجہد وغیرہ میں کم یا زیادہ حصہ لے کر اور وقت یا کمائی کھپا کر غرور اور گھمنڈ کرنے لگیں وہ اس واقعہ سے عبرت اور نصیحت حاصل کر کے فوراً تائب ہو جائیں اور قرآن کے اس حصے کو قیامت تک کے لئے سچے طالبین حق کے واسطے تزکیہ اور تصحیح خیال و عمل کا ذریعہ بنا دیا گیا۔ ارشاد فرمایا گیا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ○ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○

(پ۱۰ التوبہ ۲۶'۲۵)

بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دکھا کر پھر گئے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکرین کی یہی سزا ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

''واللہ میں نے اس سے زیادہ اچھی بات کبھی نہیں سنی۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے ''قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ (پ۸ الانعام ۱۵۱)'' ''آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا۔'' (ترجمہ کنز الایمان) تلاوت کی۔ جس کو سن کر مغروق نے کہا۔ خدا کی قسم یہ اہل زمین کا کلام نہیں ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی۔ ''اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (پ۱۴ النحل ۹۰)'' ''بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔'' (ترجمہ کنز الایمان) سن کر مغروق نے کہا:

''میں اس میں کچھ شبہ محسوس نہیں کرتا کہ آپ نے مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال کی

(بقیہ حاشیہ) شکست فاش و ہزیمت اٹھانے کے بعد ہوازن کے کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے رشتہ دار اور قرابت مند ہیں۔ آپ ﷺ کی رضاعی والدہ حلیمہ ہمارے قبیلہ کی ایک خاتون تھیں۔ اگر کسی دوسرے فرمانروائے عرب مثلاً نعمان بن منذر یا حارث غسانی وغیرہ میں سے کسی نے ہمارے خاندان میں دودھ پیا ہوتا تو ہم کو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور آپ ﷺ کی ذات گرامی سے تو ہم ان سے بھی زیادہ توقع رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ! جو خواتین مصیبت زدہ آپ اس جنگ میں گرفتار کی گئی ہیں۔ ان میں سے بہت سی آپ کی پھوپھیاں اور بہنیں ہیں۔

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم کو اپنا مال زیادہ عزیز ہے یا عیال؟ ان لوگوں نے کہا ان دونوں میں سے ہم اپنے عیال کو ترجیح دیتے ہیں۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: میرے اور بنی ہاشم کے حصوں میں جس قدر تمہارے عیال آئے ہیں میں تم کو واپس کر دوں گا۔ لیکن میرے امید وار ہو میں تم کو ایک موثر تدبیر بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس وقت میں نماز ظہر پڑھا کر فارغ ہوں اس وقت تم لوگ مسلمانوں کے سامنے میرا واسطہ دے کر اپنے عیال کو مانگنا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضور ﷺ نے ان کی رحم کی اپیل کے جواب میں اعلان فرمایا کہ بنو ہاشم کی ملکیت اور حصوں میں جس قدر تمہاری عورتیں اور بچے ہیں ان سب کو میں نے تمہیں واپس کیا۔ حضور ﷺ کے اس اعلان بخشش کو سن کر سارے مسلمان بول اٹھے کہ جس قدر ان کے اہل وعیال ہمارے حصوں میں آئے ہیں۔ ہم نے ان کو حضور ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اہل ہوازن اور ثقیف کو بخشا۔

دراصل ان قبائل میں وہ اوصاف موجود تھے جو کسی جماعت کی حریت، ترقی اور تنظیم وغیرہ کے لئے ضروری ہیں۔ حضور ﷺ اور پھر جملہ مسلمانوں کا ان کے ساتھ سلوک کوئی معمولی بات نہ تھی پھر انہوں نے چند دن مسلمانوں کو فرداً فرداً بھی اور پھر جماعتی حیثیت سے بھی بہت نزدیک سے دیکھا اور ان کی ان گنت خوبیوں سے ضرور متاثر اور مسحور ہو گئے ہوں گے۔ ان کا حضور ﷺ کے بارے میں اندازہ یہی ہوگا کہ وہ قوموں کے سرداروں کی طرح چند عیار اور جرات مند ساتھیوں کے سہارے اپنی قیادت منوا رہے ہیں یا سیاسی فرمانرواؤں اور حکمرانوں کی طرح ایک قہار اور جبار اور خود مختار حاکم ہوگا اور سچ تو یہ ہے کہ اس وقت تک دنیا میں بس ایسی ہی نظیریں ملتی تھیں۔ انہوں نے وہ کچھ دیکھا جو اوپر بیان ہوا۔ سرور کونین ﷺ کی صورت، سیرت اور اپنوں اور غیروں کے ساتھ ان کے طرز معاملات نے ثقیف اور ہوازن کے دلوں کو جیت لیا۔ لہٰذا جب حضور ﷺ چار ماہ بعد مکہ معظمہ کا انتظام و انصرام کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو فوراً بنو ثقیف نے ایک وفد خدمت اقدس میں بھیجا۔ اس وفد کے لیڈر اور قائد وہی عبد یا لیل تھے جن کا ذکر صفحہ --- کے حاشیہ پر بھی آپ کی نظر سے گزر چکا ہے۔ حضور ﷺ نے وفد کے لئے مسجد نبوی سے متصل خیمہ نصب کرا لیا۔ ان لوگوں نے حضور ﷺ کو دوبارہ پھر دیکھا، نمازوں کے منظم، مطہر اور مہذب و شستہ اجتماعات نے اسلام کی تقدیس ان کے دلوں میں بٹھا دی اور وہ اسلام لے آئے۔

نہایت ہی اعلیٰ تعلیم دی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم جلد ہی دیکھ لو گے کہ اللہ ﷻ مسلمانوں کو کسریٰ کی سرزمین ان کے حسین شہروں اور محفوظ قلعوں کا وارث بنا دے گا۔ ان کی بیگمات تمہارے تصرف میں ہوں گی اور تم اللہ ﷻ کے احسانات کے اعتراف میں اس کی حمد و ثناء اور تسبیح و تقدیس کرتے ہو گے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ بکر بن وائل کے لوگ حج کرنے آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ حضرت ابو بکر ؓ کے ہمراہ تشریف لے گئے اور ان کو قبولِ اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا ہمارے سردار حارثہ کو آنے دیجئے۔ حارثہ نے آنے کے بعد جواب دیا ہم ان دنوں اہل فارس سے مصروفِ پیکار ہیں، جب اس سے فارغ ہو جائیں گے تو جو کچھ آپ ﷺ کہتے ہیں، اس پر غور کر سکیں گے۔

جب وہ مقام ذی قار میں فارس کی مسلح اور تربیت یافتہ افواج کے بالمقابل صف آراء ہوئے تو ان کو اپنی تعداد کی کمی سامان کی قلت اور جدید اصولِ جنگ سے ناواقفیت کا احساس تھا۔ کچھ دیر غور کرنے کے بعد بنی بکر کے سردار نے سر اٹھایا اور اپنے جنگجو جوانوں سے وہ اس طرح سوال کرنے لگا:

"اس شریف صورت، اثر انداز شخصیت اور خوش کلام خطیب کا کیا نام تھا جس نے حرم مکہ میں ہم کو دعوتِ اسلام دی تھی؟"

جوانوں نے کہا: "محمد (ﷺ)"

سردار لشکر نے کہا کہ اسی دم تمام فوج میں منادی کرا دو کہ "ہمارے لشکر کا نشان محمد ﷺ اور ہمارا نعرہ "یا محمد ﷺ" ہے پس جنگ کے نتائج بنی بکر کے حق میں رہے اور فارسی لشکر ہزیمت کھا گیا۔[1] جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ ﷻ نے اسی بنا پر ان کو غلبہ دیا اور فتح مند کیا ہے۔

---

[1] بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اور بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں خرم ضبی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ذی قار" کی جنگ کا دن وہ پہلا دن ہے۔ جس میں عرب نے عجمیوں سے بدلہ لیا۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں قمی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مثل بشیر بن یزید ضبعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔ کلبی نے کہا کہ ابو صالح نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں "ذی قار" کی جنگ کا ذکر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ پہلا دن ہے جس میں عرب نے عجم سے بدلہ لیا ہے اور میرے وسیلہ سے ان کی مدد ہوئی ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ آمدی کی شرح دیوان اعشی میں اس سلسلے میں ایسی ہی تصریح کی گئی ہے۔کہا جاتا ہے کہ ذی قار کی جنگ رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد واقع ہوئی تھی اور جبرئیل علیہ السلام نے اس جنگ کو حضور ﷺ کے سامنے کر کے دکھایا اس وقت بنی بکر اہل فارس پر حملہ کر رہے تھے۔اس وقت حضور ﷺ نے دعا کی۔

"اَللّٰهُمَّ انْصُرْ بَكْرَ بْنَ وَائِلٍ (الٰہی بکر بن وائل کی نصرت فرما)"

حضور ﷺ نے یہ دعائیہ کلمات دو مرتبہ ادا کئے۔آپ تیسری مرتبہ کہنے کا ارادہ فرما ہی رہے تھے تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مستجیب الدعوات ہیں۔جب آپ ﷺ ان کے لئے یہ دعا فرمائیں گے کہ "ان کے لئے ہمیشہ نصرت رہے۔" تو یہ دعا ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ قائم رہے گی اور پھر کوئی ان پر غالب نہ آسکے گا۔

حضور ﷺ نے ابتداء میں جو دو بار دعا فرمائی تھی اسی دم فارسیوں کو ہزیمت ہوگئی' رسول اللہ ﷺ نے مسرور ہو کر تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ پہلا دن ہے کہ عرب نے عجم سے بدلہ لے لیا ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت کی کہ مکہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے نقیبوں کو منتخب فرمایا تو اس موقع پر لوگوں کو احساس کمتری سے بچانے کے لئے کہا:

"تم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں وسوسہ پیدا نہ کرے کیونکہ میں اس شخص کو منتخب کرتا ہوں جس کی جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام اشارہ فرما دیتے ہیں۔"

ہجرت کے موقع پر معجزات کا ظہور

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے جریر ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھ پر وحی فرمائی کہ ان تین شہروں میں سے جس شہر میں آپ قیام کریں گے' وہی آپ کا دار ہجرت ہوگا۔مدینہ' بحرین یا قنسرین۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: مجھ کو تمہارا مقامِ ہجرت دکھلایا گیا ہے میں نے اس کو ایک سنگلاخ اور نخلستانی علاقہ پایا اور لابتین کے درمیان ہے۔جب رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں نے یہ خبر سنی تو مدینہ کو ہجرت شروع کر دی۔

حضرت ابوبکر ﷺ بھی تیاری کرنے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا: تم ابھی انتظار کرو' امید

ہے کہ اللہ ﷻ مجھے بھی ہجرت کا حکم دے دے گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷛ سے اور انہوں نے سراقہ بن جشم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب مکان سے باہر تشریف لائے اور مشت خاک ان کے سروں پر ڈال کر سورۃ یٰسین کی آیتیں تلاوت فرماتے ہوئے گزر گئے۔ اس وقت کسی شخص نے کہا کہ تم کس کے انتظار میں بیٹھے ہو! محمد ﷺ تو تمہارے سامنے سے گزر بھی گئے۔

کافروں نے کہا خدا کی قسم ہم نے تو ان کو نہیں دیکھا اور وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر ﷛ کے ساتھ غار ثور کی طرف تشریف لے گئے جب یہ دونوں حضرات غار میں داخل ہو گئے تو مکڑی نے بحکم الٰہی ﷻ غار کے دہانے پر جالا بن دیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور حضور ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضرت جبرئیل ؑ نے آ کر اس کی اطلاع حضور ﷺ کو دی اور خدا کا حکم پہنچایا کہ آپ ﷺ اس جگہ شب باشی نہ کریں جہاں روزانہ شب باشی فرماتے ہیں اور مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے کی اجازت بھی عطا ہوئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ہجرت کے وقت قریش دروازے پر تھے۔ آپ ﷺ بلا تامل گھر سے باہر جانے کے لئے اٹھے ہاتھ میں مٹی لے کر ان کفار کے چہروں کی طرف پھینکی اور آپ ﷺ نے یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ کی آیتیں فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (پ۲۲ یٰسین ۹) تک تلاوت فرمائیں۔ ''اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا کہ انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔'' (ترجمہ کنزالایمان)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس ﷛ سے روایت کی کہ مجھ سے حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے فرمایا جب ہم غار ثور میں تھے تو مشرکین دہانے پر پہنچ گئے۔ تب میں نے حضور ﷺ سے کہا کہ ''اگر یہ لوگ پاؤں کی طرف دیکھ لیں تو ہم پر نظر پڑ جائے'' حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا'' تم کیا گمان کرتے ہو۔ دو کے ساتھ تیسرا اللہ ﷻ ہے۔

تمہیں ان دونوں سے بے خوف رہنا چاہئے جن دو کے ساتھ تیسرا اللہ ﷻ ہے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق ﷛ سے روایت کی کہ مشرکین نے ہمیں بہت تلاش کیا مگر کوئی ہم کو نہ پا سکا بجز سراقہ بن مالک کے جو گھوڑے پر سوار تھا۔ اس پر میری نگاہ پڑی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس تلاش کرنے والے نے

ہمیں پالیا ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”اندیشہ نہ کرو اللہ ﷻ ہمارے ساتھ ہے۔“

جب ہمارے اور سراقہ کے درمیان صرف چند تیروں کا فاصلہ باقی رہ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ”اے خدا! تو جس طرح مناسب سمجھے ہمیں اس سے بچا۔“ تو گھوڑے کے پیر اس کے پیٹ تک زمین کے اندر دھنس گئے۔

سراقہ نے کہا: ”اے محمد ﷺ! میں نے جان لیا ہے کہ یہ بھی آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ درگزر اور رواداری آپ ﷺ کی فطرت ہے' پس مہربانی کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میں جان کے ضرر اور اس عذاب سے چھوٹوں' میرا وعدہ ہے کہ میں آپ دونوں حضرات کی خبر اور اس مقام کی اطلاع ہرگز کسی کو نہ دوں گا۔“ رحمت عالم ﷺ نے دعا کی تو اس کا گھوڑا نکل آیا اور وہ اپنی جان کی خیر مناتا ہوا واپس چلا گیا۔

ابن سعد' بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت انس ﷛ سے روایت کی فرمایا جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ﷛ مشرکین مکہ سے بچ کر ہجرت کے سفر پر روانہ ہوئے' گھوڑے کی ٹاپوں جیسی آواز سن کر حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے مڑ کر دیکھا تو ایک سوار ان کے نزدیک ہی پہنچ چکا تھا۔ آپ ﷛ نے کسی قدر پریشان ہو کر کہا:

”اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! یہ گھڑسوار ہمارے قریب آ گیا ہے۔“ پس حضور ﷺ نے دعا کی۔ اے خدا اس کو روک دے۔ اس کے بعد دیکھا تو وہ گھوڑے سے گر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے اللہ ﷻ کے سچے رسول ﷺ! میں اب آپ ﷺ کا فرمانبردار ہوں اور اطاعت کے لئے حکم کا منتظر۔

حضور ﷺ نے فرمایا تو اپنی جگہ ٹھہر اور کسی کو بھی ہماری طرف آنے نہ دے۔ یہ سوار سراقہ بن مالک تھا اور اس بارے میں حسب ذیل اشعار اس نے ابوجہل کو مخاطب کر کے کہے۔

اَبَا حَکَمٍ وَاللّٰہِ لَوْ کُنْتَ شَاھِدًا لِاَمْرِ جَوَادِیْ اِذْ تَسِیْخُ قَوَائِمُہٗ

اے ابوالحکم! خدا کی قسم! اگر تو اس وقت موجود ہوتا جب ان کے حکم سے میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس رہے تھے۔

عَلِمْتَ وَلَمْ تَشْکُکْ بِاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلٌ بِبُرْھَانٍ فَمَنْ ذَا یُقَاوِمُہٗ

اس وقت تو جان لیتا اور شک نہ کرتا کہ حضرت محمد مصطفٰے ﷺ برہان کے ساتھ رسول ہیں' تو پھر ان کے مقابلے میں کون ٹھہر سکتا ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ سند ضعیف کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ﷛

راوی ہیں جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے تو انہیں پیاس لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غار کے دھانے پر چلے جاؤ وہاں جا کر پانی پی لو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر پانی پیا۔ وہ پانی شہد سے زیادہ میٹھا' دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ پھر واپس آ گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی نہروں کی حفاظت جس فرشتے کے سپرد کی گئی اسے اللہ عزوجل نے حکم فرمایا کہ تمہاری خاطر وہ جنت الفردوس کی نہر کا پانی غار کے دھانے تک لے آئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے ابومحمد کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے انہوں نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے عزم مہاجرت فرمایا تو لوگوں نے مکہ میں ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا کہ

اَنْ یُّسْلِمَ السَّعْدَانِ یُصْبِحُ مُحَمَّدٌ   مِنَ الْاَمْنِ لَا یَخْشٰی خِلَافَ الْمُخَالِفِ

اگر دو نیک بخت مسلمان ہو جائیں تو محمد (ﷺ) امن و آرام کے ساتھ رہیں اور انہیں کسی مخالف کی مخالفت کا اندیشہ نہ رہے۔

قریش نے کہا اگر ہم ان دو نیک بختوں کو جانتے ہوتے جن کے بارے میں ہم نے سنا تو ایسا ویسا اور یہ اور وہ کرتے۔ پھر دوسری رات کہتے سنا گیا۔

فَیَا سَعْدُ سَعْدَ الْاَوْسِ اِنْ کُنْتَ مَانِعًا   وَیَا سَعْدُ سَعْدَ الْخَزْرَجِیْنَ الْغَطَارِفِ

تو اے کوش و ہوش والو! سن لو۔ ایک نیک بخت تو قبیلہ اوس کا سعد ہے۔ اگر تم اس کو روک سکو اور دوسرا نیک بخت قبیلۂ خزرج کا سعد ہے جو ایک شریف سردار ہے۔[1]

اَجِیْبَا اِلٰی دَاعِی الْھُدٰی وَتَمَنَّیَا   عَلَی اللّٰہِ فِی الْفِرْدَوْسِ زُلْفَۃَ عَارِفِ

اے سعدین! تم ہدایت کے داعی کی طرف سے جواب دو اور اللہ عزوجل سے فردوس میں مرتبہ عارفاں یا درجہ معرفت کی تمنا کرو۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے یہ بات معلوم ہوئی انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ہم تین دن اور تین رات ٹھہرے رہے۔ ہمیں معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ کس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک جن مکہ کے زیریں علاقے سے آیا اور اس نے کچھ اشعار گنگنائے اور لوگ اس کے تعاقب میں چلے وہ اس کی آواز تو سنتے تھے مگر نظر نہ آتا تھا' حتی کہ مکہ کے بالائی مقام تک پہنچ گئے۔ وہ کہہ رہا تھا۔

جَزَی اللّٰہُ رَبُّ النَّاسِ خَیْرَ جَزَائِہٖ   رَفِیْقَیْنِ قَالَا خَیْمَتَیْ اُمِّ مَعْبَدٖ

---

[1] حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اوسی تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خزرجی تھے۔

اللہ ﷻ جو لوگوں کا رب ہے' جزا دے اپنی بہترین جزا ان دونوں رفقاء کو' ان دونوں نے کہا کہ ام معبد کے دو خیمے ہیں۔[1]

بہت سے علماء نے جن میں بغوی' ابن مندہ اور طبرانی رحمہم اللہ وغیرہ نے ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو حضور ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کی سمت روانہ ہوئے۔ ان حضرات مکرم و محترم کے راہبر عبد اللہ بن اُریقط تھے۔ خیر البشر دونوں ساتھیوں کے ساتھ ام معبد خزاعیہ کے دونوں خیموں کے پاس پہنچے تو وہ عمر رسیدہ و نیکوکار خاتون اپنے خیمہ سے باہر چادر میں لپٹی بیٹھیں تھیں۔ انہوں نے اس مختصر اور برگزیدہ تر قافلے کی کھانے پانی سے تواضع کی۔

پھر حضور ﷺ نے گوشت اور کھجوروں کے بارے میں دریافت کیا تاکہ ان سے کچھ خرید لیں۔ مگر بے چاری کے پاس موجود نہ تھا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: اے خاتون! یہ بکری کیسی ہے؟ انہوں نے کہا: بیمار ہے اسی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں گئی ہے اور دودھ سے بھی خشک ہوگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اجازت دو تو میں اس سے دودھ لوں؟

انہوں نے جواب دیا: "اگر آپ ﷺ ایک ایسی بکری سے دودھ کے لئے پر امید ہیں تو میرا کیا حرج ہے میری طرف سے اجازت ہے۔" تو اس بکری کو حضور ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھی اور ام معبد کی بکریوں کے حق میں دعا کی۔ بیمار بکری کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک بڑے برتن میں دودھ دوہا۔ یہاں تک کہ وہ بھر گیا اور جھاگ کناروں سے اوپر آ گئے۔ آپ ﷺ نے ام معبد کو خوب سیر ہو کر دودھ پلایا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عامر رضی اللہ عنہ کے بعد میں خود پیا اور ان سب افراد نے اس وقت تک شیر نوشی جاری رکھی جب تک برتن میں دودھ باقی رہا۔ جب ختم ہوگیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ اس بکری سے دودھ نکالا اور وہ برتن پھر لبریز ہوگیا' جو ام معبد کے حوالے کر دیا گیا۔

---

[1] اس شعر کے بعد چھ اشعار اور پڑھے گئے' اشعار کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ ﷻ جو انسانوں کا رب ہے ان دونوں رفیقوں کو جزا ئے خیر دے۔ جن دونوں نے ام معبد کے دونوں خیموں میں قیام کیا اور دونوں رفیق ہدایت کے ساتھ ان میں ٹھہرے تو جس نے حضور ﷺ کے ساتھ رات بسر کی اس نے ہدایت پائی۔

اے قصی کی اولاد! اللہ نے تم لوگوں سے ان نیک کاموں کے سبب انکی سرداری کو دور نہیں کیا جس کا بدل نہیں ہے۔ بنی کعب کی عورتوں کی جوتیاں قائم رہیں۔ مسلمانوں کے لئے ان کی جگہ ام معبد کا خیمہ ہے۔

اے عورتو! اپنی بہن ام معبد سے ان کی بکری اور ان کے برتن کے بارے میں پوچھو کہ کس طرح مریل بکری کے دودھ سے حضور ﷺ نے برتنوں کو بھر دیا اگر تم اس بکری سے بھی پوچھو گے تو وہ بکری گواہی دے گی۔ حضور ﷺ نے اس بکری کو دوہا تو اس نے اتنا دودھ دیا کہ برتن بھر گئے۔

اس کے بعد ام معبد سے بیعت لے کر آپ ﷺ آگے جانے کے لئے سفر پر روانہ ہو گئے۔

اُم معبد کا شوہر جب اگاہ سے گھر لوٹا تو کھانے میں اس کو دودھ بھی دیا گیا۔ اس نے پوچھا: بیوی یہ کہاں سے آیا ہے؟ اُم معبد نے بیتے حالات بیان کئے۔ ابو معبد نے کہا: اے اچھی بیوی! اس اچھے اور عجیب مہمان کی کچھ علامتیں اور شناخت مجھ سے بیان کرو۔

اس کے جواب میں ام معبد نے کہنا شروع کیا: "بہ حیثیت مجموعی وہ شخص نورانی صورت اور دل پذیر تھا۔ چہرہ وجیہہ' اخلاق پاکیزہ' جسم تومند' آنکھیں روشن' قد سڈول' پلکیں دراز' آواز لطیف' ریش گنجان' ابرو باریک وباہمی پیوستہ' اگر خاموشی کی حالت میں دیکھو تو پُر تمکین و پُر وقار نظر آئیں' اگر گفتگو فرمائیں تو رخ انور اور ہاتھ بلند فرمائیں' لوگوں میں بیٹھیں تو سب سے خوبصورت' دور سے نظر ڈالیں تو بارعب نظر آئیں' کلام شیریں' جملے جامع اور مختصر باتوں میں بلا کا اثر' قد ناک میں عجیب تعدیل نہ کوتاہ نہ طویل۔ ان کے ساتھی احکام کو توجہ سے سماعت کرتے اور تعمیل کرتے ہیں۔ مزاج میں اعتدال' تندی اور نہ سختی' ان کے مختصراً یہ اوصاف ہیں۔

ابو معبد نے کہا: "ہوں نہ ہوں وہ تو قریشی بزرگ ہیں۔ جن کے بارے میں مکہ کے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ وہ اللہ ﷺ کی طرف سے پیغام دینے والے ہیں۔"

بغوی اور ابو نعیم رحمہا اللہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ام معبد بیان کرتی تھیں کہ وہ بکری جس کا دودھ حضور ﷺ نے نکالا تھا۔ عہد فاروقی تک ان کے پاس رہی اور وہ ہر حالت میں ہمیشہ صبح شام کثیر مقدار میں دودھ دیتی رہی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ سفر ہجرت کے موقع پر قبا [1] سے چل کر مدینہ طیبہ پہنچے تو تمام مسلمانانِ مدینہ میں سے ہر ایک کی آواز تھی کہ آپ ﷺ اس کے مہمان رہیں وہ آگے بڑھتے اور ناقہ کی مہار پکڑ لیتے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اونٹنی کو چھوڑ دو' یہ اونٹنی مامور من اللہ ہے۔ یہ جہاں بیٹھ جائے گی اسی جگہ ہمارا قیام ہوگا۔ اس وقت بنی نجار کی لڑکیاں مسرت وشادمانی کے گیت خوش الحانی اور ترنم کے ساتھ گاتی اور ہاتھوں سے دف بجاتی ہوئی نکل آئی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَارِ   يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

---

[1] "قبا" مدینہ سے مکہ کی سمت ۳ میل پر ایک قریہ کا نام ہے آپ نے وہاں چار روز قیام فرمایا' بنی عمرو بن عوف کے مہمان ہوئے دوران قیام وہاں مسجد کی بنیاد ڈالی جو عہد اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ جمعہ کے روز ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء کو وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے اور یہاں حضرت ابو ایوب انصاری ﷺ کے گھر کو قیام سے سعادت بخشی۔

ہم نسلِ نجار سے شریف لڑکیاں ہیں اور حضرت محمد ﷺ کس قدر اچھے نگہبان پڑوسی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو ایک زاویہ پر لڑکیوں اور لڑکوں نے مل کر گایا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا　　مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا　　مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

یعنی چودھویں رات کا چاند ثنیات الوداع سے ہم پر پَرتَو اَفگن ہوا ہے۔ پس ہم پر شکر خداوندی لازم ہے جب تک دعا کو خدا سے طلب دعا کریں۔ اور ان اشعار میں سے آخری شعر یہ ہے۔

اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا　　بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

یعنی اے ہمارے لئے انتخاب شدہ اور تشریف فرما' آپ قابلِ عمل (اور باعث فلاح) امور (کا تحفہ) لے کر تشریف فرما ہوئے ہیں۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت صہیب ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے تمہاری (یعنی مسلمانوں کی) ہجرت کا مقام دکھایا گیا جو سنگلاخ اور شورزار علاقے کے درمیان ہے۔ میرے خیال میں وہ مقامِ ہجر ہو سکتا ہے یا مقامِ مدینہ۔

صہیب ﷺ نے فرمایا میں نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا مگر غیر مسلم قریشیوں نے مجھے نہیں جانے دیا۔ میں نے خواہش ہجرت کے اضطراب میں اس روز پوری رات ٹہلتے گزاری' یہ دیکھ کر قریش نے کہا۔ شاید تم پیٹ کے شدید درد میں مبتلا ہو گئے ہو۔ پھر وہ شب کی نیند سو گئے۔

اس کے بعد میں پھر ایک دفعہ ہجرت کے ارادے سے نکل پڑا۔ اب کی مرتبہ بھی ان لوگوں نے مجھے دیکھ لیا اور پکڑ کر واپس لے جانا چاہتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: "اگر میں چند اوقیہ سونا تم کو دے دوں تو کیا پھر تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟" وہ اس پیشکش پر راضی ہو گئے۔ پس میں انہیں لے کر پھر مکہ آیا اور ان سے کہا اس دروازے کی چوکھٹ کے نیچے کھود کر نکال لو۔ پھر میں سفر پر روانہ ہو گیا اور قبا پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے جا کر مل گیا۔ حضور ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو ارشاد فرمایا:

اے ابو یحییٰ ﷺ بیع کے تین نفعے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کے پاس مجھ سے پہلے کوئی نہیں آیا جس نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دی ہو سوائے اس کے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آ کر آپ کو مطلع فرمایا ہے۔

حضور ﷺ کا مدینہ طیبہ میں وُرُود

ابن سعد، ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی رحہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو اکثر لوگ پہلی فرصت میں آپ کے پاس حاضر ہو رہے تھے، میں بھی گیا۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو یقین ہو گیا کہ ایسا چہرہ کسی جھوٹے مدعی کا نہیں ہو سکتا۔ آپ اس وقت کہہ رہے تھے:

"یَاَیُّھَا النَّاسُ اَطْعِمُوْا الطَّعَامَ وَافْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوْا الْاَرْحَامَ وَ صَلُّوْا بِالَّلیْلِ وَلِلنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوْا الْجَنَّۃَ بِسَلَامٍ۔"

اے لوگو! کھانا کھلاؤ، کھل کر سلام کرو، صلہ رحمی کرو، راتوں کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سو رہے ہوں تا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو۔

ابن اسحٰق، بیہقی اور ابو نعیم رحہم اللہ نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو دوسرے دن صبح کو میرے باپ اور چچا ابو یاسر بن اخطب حضور ﷺ کے پاس گئے۔ جب وہ دونوں آئے تو میں نے اپنے چچا کو کہتے سنا وہ میرے باپ سے کہہ رہے تھے۔ "کیا وہ نبی یہی ہیں؟"

انہوں نے کہا: "ہاں، خدا گواہ ہے۔" انہوں نے پھر پوچھا: "کیا تم ان کی شناخت کے بارے میں کچھ علامات جانتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "ہاں، یقین کے ساتھ۔" پھر انہوں نے پوچھا: "تمہارے دل میں ان کی عداوت ہے یا محبت؟" تو انہوں نے جواب دیا: "عداوت اور مرتے دم تک عداوت رہے گی۔"

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ یہود کے ایک معبد میں تشریف لے گئے، میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ وہاں معبد کے آباد کار یہودی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے ایسے بارہ آدمی دکھاؤ جو گواہی دیں کہ "لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ" تا کہ اللہ ﷻ ہر اس یہودی سے جو آسمان کے نیچے زمین پر موجود ہے اور غضب الٰہی اسے لاحق ہے، اللہ ﷻ اس سے اپنے غضب کو دور فرما دے۔

حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام یہودی خاموش رہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے دوبارہ فرمایا اور کوئی جواب نہ ملا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: تم انکار کرتے ہو، کچھ لو کہ میں حاشر ہوں، عاقب ہوں، نبی مصطفےٰ ہوں (ﷺ)۔ اس سچائی پر تم ایمان لاؤ یا جھٹلاؤ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر آپ ﷺ لوٹ چلے۔ ہم معبد سے باہر آنے والے

تھے کہ ایک شخص کو پیچھے سے کہتا سنا۔

اے محمد (ﷺ) ٹھہر جایئے' حضور ٹھہر جایئے کے کلمات سن کر حضور ﷺ آواز کی جانب متوجہ ہوئے۔ ایک شخص نظر آیا۔ پھر اس نے معبد کے یہود کو مخاطب کر کے کہا: "اے گروہ یہود! حق گوئی اور راست بازی کو اپناؤ اور بتاؤ کہ میرے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟"

یہود نے جواب دیا: "انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ہم کسی ایک شخص سے بھی واقف نہیں ہیں جو علم کتاب اور اس کے ذریعہ مسائل کا استنباط کرنے میں تم سے اور تمہارے آباؤ اجداد سے زیادہ مہارت اور صلاحیت رکھتا ہو اور حق پسندی اور ایمان داری کے بارے میں تمہارے لئے ہمارا ایسا ہی خیال ہے۔" اس کے بعد اس شخص نے کہا:

میں محمد ﷺ کے بارے میں اپنی ان تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر' جن کے بارے میں آپ لوگوں نے ابھی اعتراف کیا ہے۔ شہادت دیتا ہوں کہ یہ اللہ ﷻ کے وہی نبی ہیں' جن کی بشارت تم توریت میں پاتے ہو اور جن کے بارے میں تم کو یہ انتظار تھا کہ وہ مبعوث ہوں اور ہم کو محکومیت کی ذلت سے نجات دلائیں۔ یہ شہادتیں سن کر یہود نے جواب دیا:

"تو جھوٹا ہے اور شاید دین سے برگشتہ ہو چکا ہے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جھوٹ نہ بولو اور متضاد باتیں کرنے سے اجتناب کرو۔ اس موقع پر اللہ ﷻ نے وحی کی: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ [1] (پ۲۶ الاحقاف ۱۰) "تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر وہ قرآن اللہ کے پاس سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا۔" (ترجمہ کنز الایمان)

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہودیوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ انہوں نے کہا ہم آپ سے چند باتیں پوچھتے ہیں' کیونکہ ان کے بارے میں غیر نبی کچھ نہیں جانتا۔[2]

۱۔ بتایئے وہ کون سا کھانا ہے' جس کو بنی اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا؟

۲۔ بتایئے کہ نسلِ انسانی میں لڑکے اور لڑکی کی تخلیق میں یہ فرق کس وجہ سے ہوتا ہے؟

---

[1] جب یہود نے عبد اللہ بن سلام ﷺ کی تصدیق نبوت پر ان کو جھوٹا کہا تو حضور سرور کونین ﷺ نے فرمایا کہ اے یہود! تم جو کچھ کہتے ہو وہ جھوٹ ہے' اللہ ﷻ تمہاری بات کو ہرگز قبول نہیں کرے گا' اسی موقع پر مذکورہ بالا وحی کا نزول ہوا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام ﷺ اسی روز ایمان لے آئے تھے۔ جس روز حضور ﷺ رونق افروز مدینہ ہوئے تھے۔

[2] علامہ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بہت سی روایات بیان کی ہیں کہ مدینہ کے اکثر احبار (علمائے یہود) حضور رسالت پناہ ﷺ میں حاضر ہوئے اور تورات و زبور میں بیان کردہ بہت سے ایسے امور اور ایسی باتیں دریافت کرتے تھے کہ نبی کے سوا اور کوئی ان کا جواب نہیں دے سکتا تھا حضور ﷺ سے صحیح اور درست جوابات سن کر اکثر یہودی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان میں سب سے مقدم عبد اللہ بن سلام (ﷺ) ہیں۔

۳۔ بتایئے کہ عام افراد سے نبی میں امتیازی فرق کیا ہوتا ہے؟

ان کے سوالات کو سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر تم لوگوں کے اندر کچھ بھی صداقت پسندی کی رمق باقی ہے تو تم سمجھ لو کہ بنی اسرائیل جب بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور ان کے مرض نے شدت اور طوالت اختیار کی تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ ہم کو اس موذی مرض سے شفایاب فرما دے تو ہم رضا کارانہ طور پر اپنے اوپر ہر وہ کھانا حرام کر لیں گے جو ہمیں ہر کھانے سے زیادہ مرغوب ہے اور اس طرح انہوں نے از خود "اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا۔"

اس پہلے سوال کا جواب پا کر یہود کے معبدی پجاریوں نے کہا: "یہ حقیقت ہے' آپ ﷺ نے ٹھیک فرمایا:

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ مرد کا مادہ غلیظ اور سفید اور عورت کا رقیق اور زرد ہے' ان میں سے جو مادہ دوسرے پر غالب آ جائے گا تو سنت اللہ کے مطابق عملِ تخلیق سے گزرنے والا بچہ' غالب مادہ والے کی جنس اختیار کرے گا۔ معبد کے پادریوں نے برملا کہا: "آپ ﷺ نے صحیح فرمایا۔"

بعد ازاں تیسرے اور آخری سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: "تمام انسانوں پر اور کل اعضاء و جوارح پر نیند کا اثر اور غفلت طاری ہو جاتی ہے' سوائے انبیائے کرام علیہم السلام کے کہ ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ یہود نے جواب کی صحت کی تصدیق کی۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں گئے اور حضور ﷺ ایک درخت کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد چند یہودی ہمارے پاس سے گزرے اور ایک نے دوسرے سے کہا:

"محمد (ﷺ) سے روح کے بارے میں پوچھو۔" دوسرے نے جواب دیا کہ "مت پوچھو ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی ایسی بات فرما دیں جو تمہیں ناگوار ہو۔"

ایک لوئی توقف کے بعد انہوں نے پوچھ ہی لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر سکوت اختیار فرمایا۔ جس کے بعد انداز خاموشی سے ہم نے سمجھ لیا کہ وحی کا نزول ہو رہا ہے' جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول ختم ہوا تو فرمایا:

"یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔" (پ۱۵ بنی اسرائیل ۸۵)

ابن اسحاق و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے

ابن صوریا سے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ﷻ نے توریت میں شادی شدہ زانی کو رَجم کرنے کا حکم دیا ہے؟ ابن صوریا نے جواب دیا۔

ہاں خدا گواہ ہے یہی حکم ہے پھر کہا: اے ابو القاسم! یہود خوب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ مگر وہ قومی عصبیت کی بناء پر آپ ﷺ سے حسد کرتے ہیں۔

ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ وغیرہ نے صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک یہودی نے دوسرے سے کہا۔ آؤ محمد (ﷺ) کے پاس چلیں اور ان سے آیۂ کریمہ "وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ" (پ۱۵ بنی اسرائیل ۱۰۱)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

کے بارے میں پوچھیں۔ پس وہ دونوں آئے اور انہوں نے حضور ﷺ سے ان نو نشانیوں کے بارے میں سوال کیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' سرقہ نہ کرو' زنا نہ کرو' غیر واجب قتل نہ کرو' جادو وغیرہ نہ کرو' سود نہ لو' کسی بے گناہ کو قتل نہ کرو' نہ سزا دو' عفت مآب عورتوں پر تہمت نہ دو اور ہفتہ کے روز خاص طور پر ظلم وطغیان سے اور ہر ممنوعہ کام سے پرہیز کرو۔

ان جوابات کو سن کر ان دونوں یہودیوں نے آپ ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور کہا ہم دونوں گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تمہیں میری رسالت پر یقین ہے تو مجھ پر ایمان لا کر اسلام قبول کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ہمیشہ ان کی اولاد میں نبوت رہے گی' یہود کا اس روایت پر پختہ یقین ہے۔ اس لئے ہمیں خوف ہے کہ یہود ہم کو قتل کر دیں گے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اس نے پوچھا جس روز اس زمین کو ایک دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا اس وقت بنی آدم کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پل کے قریب ظلمت میں۔"

اس نے پوچھا: سب سے پہلے جو پل پر سے گزریں گے' وہ کون لوگ ہوں گے؟"

حضور ﷺ نے فرمایا: "فقراء و مہاجرین۔"

اس نے پوچھا: جنت میں داخلہ کے بعد' ان کیلئے سب سے پہلا تحفہ کیا ہو گا؟

حضور ﷺ نے فرمایا: "زیادہ تر مچھلی کا جگر ہو گا۔"

اس نے پوچھا: جنتیوں کا صبح کا کھانا کیا ہو گا؟

حضور ﷺ نے فرمایا: "ان کے لئے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے چراگاہوں میں آزادانہ چرتا پھرتا ہے۔"

اس نے پوچھا: اس کے ناشتہ کے بعد وہ کیا شئے نوش کریں گے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: "عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا۔"

یہ جوابات پا کر یہودی عالم نے کہا: آپ ﷺ نے تمام جوابات درست فرمائے۔ بعد ازاں اس نے لڑکے اور لڑکی کے اسباب پیدائش کے بارے میں بھی سوال کیا اور آپ نے جواب برحق عطا فرمایا۔

سعید بن منصور، ابن جریر، حاکم، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا:

"اے محمد (ﷺ) ان ستاروں کے بارے میں بتائیے جن کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آگے سجدہ کرتے دیکھا؟ نیز ان ستاروں کے نام بھی بتائیے۔"

حضور ﷺ نے اس کے سوال کا جواب نہ دیا اور وہ یہودی چلا گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ کو یہودی کے سوال کے بارے میں تعلیم کیا۔ پس آپ ﷺ نے یہودی کو بلایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: "اگر میں تیرے سوال کا جواب درست طور پر دے دوں تو کیا تو دعوت اسلام کو قبول کر لے گا؟" اس نے اقرار کیا۔ پھر حضور ﷺ نے ان ستاروں کے نام بتائے۔ حرثان، طارق، ذیال، کتعان، ذوالفرع، وثاب، عمودان، قابس، ضروح، مصبح، فیلق، ضیاء اور نور۔ یوسف علیہ السلام نے آسمان کے افق پر ان ستاروں کو اپنے آگے سجدہ کرتے دیکھا۔ یہودی ماہر دینیات نے کہا بے شک ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی ایک روز یہودی عالم بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﷺ سورۂ یوسف کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ پڑھ چکے تو اس نے کہا۔ قصہ یوسف علیہ السلام آپ ﷺ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا اللہ ﷻ نے۔ اس کے بعد اس نے بنی اسرائیل میں جا کر کہا:

محمد ﷺ قرآن کو توریت کے مطابق ہی پڑھتے ہیں۔ اس اطلاع پر یہودیوں کو حیرت ہوئی اور وہ اپنے اس عالم کے ساتھ بڑے اشتیاق کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہودیوں نے آپ کے چہرے بشرے سے پہچان لیا وہ چادر کے ڈھلک جانے سے مہر

نبوت کو دیکھ سکے۔ حضور ﷺ سورۂ یوسف کا بقیہ ختم کر رہے تھے، وہ سلیم الطبع لوگ تھے بڑے متاثر ہوئے اور اسلام قبول کر کے امت مسلمہ میں شامل ہو گئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ ﷺ نے کچھ یہودیوں سے فرمایا: اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے اور مخلص ہو تو پھر جنت میں تمہاری آبادکاری ضروری ہے۔ تو تم کہو "اے ہمارے پروردگار! ہمیں ابھی موت دے دے۔" مگر میں کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا کہنے کے لئے آمادہ نہ ہوگا اور اگر کوئی یہ دعا کر لے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ اس کا لعاب گلے میں حائل ہو جائے گا، نفس کی آمد و شد رُک جائے گی اور وہ اسی جگہ مر جائے گا۔ یہودی سہم گئے اور خواہش موت کرنے سے انکار کرنے لگے۔ اس موقعہ پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ "وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ اَبَدًا" (پ۱ البقرہ ۹۵) تم اگر سچے ہو تو موت کی آرزو تو کرو۔ لیکن ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں۔ یہ کبھی اس کی آرزو نہیں کریں گے۔ (ترجمہ کنزالایمان)

عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے "زوائد المسند" میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک حبر مقامی حضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور پوچھا: تمہارے سردار کہاں ہیں جو دعویٰ نبوت کرتے ہیں۔ میں ان سے ملوں گا اور گفتگو کے بعد سمجھ سکوں گا کہ وہ اپنے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب۔ نبی ﷺ تشریف لائے تو وہ آپ ﷺ کے قرین بیٹھا اور کہا: اپنی منزلہ کتاب الہامی سے کچھ مجھے سنایئے۔ حضور ﷺ نے چند آیات تلاوت کیں۔ وہ سن کر کہنے لگا: واللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ساوی تورات اور آپ کا الہامی قرآن ایک ہی آفتاب کا نور ہیں۔ آپ ﷺ کا دعویٰ صادق اور اس کو نہ ماننے والے کاذب ہیں۔

حضور ﷺ کی دعاؤں سے شہرِ مدینہ وباؤں سے مامون ہو گیا

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ سرزمین، سب زمینوں سے زیادہ وباء رسیدہ اور امراض آلود تھی، تو حضور ﷺ نے اس کے لئے دعا کی کہ:

"اے خدا! مدینہ کو ہمارے لئے ایسا ہی محبوب بنا دے جیسا کہ مکہ ہے بلکہ اے خدا اس

سے بھی کچھ زیادہ۔ ہمارے صاع اور مُد میں برکت دے دے اور اس کی سرزمین کو ہمارے لئے صحت افزا بنا دے اور یہاں کی وباؤں کو جحفہ منتقل کردے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن عروہ ﷺ سے روایت کی کہ زمانہ جاہلیت میں مدینہ کی وبا مشہور تھی۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جحفہ کی طرف منتقل کرنے کی دعا کی۔

پھر جحفہ کی حالت یہ ہوگئی کہ جو بچہ پیدا ہوتا اس کو صحت مند حالت میں جوان ہونا شاذو نادر ہوگیا' اس کو وبائی بخار آتے اور پچھاڑتے رہتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک سیاہ فام' بدشکل اور پریشان بالوں والی ایک عورت کو مدینہ سے نکلتے دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ کوچ کرکے مہیعہ پہنچ گئی اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اب مدینہ کی وباء مہیعہ جو کہ مقام جحفہ کے مضافات میں ہے' پہنچ گئی ہے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ طیبہ کے دہانوں پر اللہ کے فرشتے مامور ہیں' اس شہر میں طاعون داخل ہوگا نہ دجال۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے "اخبار مدینہ" میں روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو اکثر کی باشندے جو ہجرت کرکے آچکے تھے' بے چارے مدینہ کے بخار میں مبتلا ہوگئے۔ حضور ﷺ نے دعا کے لئے دست مبارک اٹھائے اور التجا کی:

"الہ العالمین! ہم سے وبا کو منتقل فرما دے۔" ان دعائیہ کلمات کو حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ دوسرے دن صبح کو آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات بہ حالت خواب نجار کی وبا کو مجھے دکھایا گیا وہ کالی' بکھرے بال والی بڑھیا تھی جس کے گلے میں کپڑا بندھا ہوا تھا اور مجھے بتایا گیا کہ یہ بخار ہے۔ پھر دکھانے والے نے مجھ سے پوچھا کہ اس کا کیا کیا جائے تو میں نے کہا کہ اس کو خم میں بند کردیا جائے۔

زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہشام عروہ ﷺ سے روایت کی کہ ایک روز صبح کو مدینہ کے مضافات سے کوئی شخص حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا: "راہ میں کسی سے تمہاری ملاقات ہوئی؟" اس نے کہا: حضور ﷺ مجھے تو کوئی ملا نہیں' البتہ سیاہ چہرے' برہنہ تن ایک عورت ملی تھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔

آپ نے فرمایا وہ مدینہ کا بخار تھا۔ آج کے دن کے بعد اب وہ کبھی اس شہر میں نہ آئے گا۔

حضور ﷺ کی مدینہ اور اس کے ملحقات کے لئے برکت کی دعا

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن زید ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے جد سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ طیبہ کو نیز میں مدینہ کے مد اور صاع میں برکت کے لئے دعا کرتا ہوں؛ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ کے لئے دعائے برکت کر چکے ہیں۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں حضرت عبد اللہ بن الفضل بن عباس ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے رب کائنات! میں تجھ سے مدینہ والوں کے لئے مکہ والوں کی طرح دعا کرتا ہوں۔'' حضرت عبد اللہ ؓ کہتے ہیں ہم مطمئن ہو گئے کہ مدینہ کی زندگی اور اس کے کاروبار میں بھی مکہ کی طرح برکت ہمارے شامل حال رہے گی۔

وہ معجزات جو تعمیر مسجد کے وقت ظہور میں آئے

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ''اخبار مدینہ'' میں ابن مطعم ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی اس مسجد کا قبلہ اس وقت رکھا جب میرے سامنے خانہ کعبہ کو رکھا گیا۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ''اخبار مدینہ'' میں داؤد بن قیس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی بنیاد اس وقت رکھی جب جبرئیل علیہ السلام کعبہ کی سمت دیکھ رہے تھے اور اس مسجد و کعبہ کے درمیان تمام حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے خلیل بن عبد اللہ ازدی ؓ سے انہوں نے ایک انصاری صحابی سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو مسجد کے کونوں پر کھڑا کیا تاکہ آپ ﷺ ان لوگوں سے کام لے کر سمت قبلہ کو درست فرما لیں۔ اسی دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آئے تاکہ آپ ﷺ کو تائید خداوندی مل سکے۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ سمت کعبہ رخ کر لیجئے۔ آپ نے اسی طرح کیا' پھر جبرئیل علیہ السلام نے اشارہ کر کے حضور ﷺ اور بیت اللہ کے درمیان پہاڑ یا اور جو کچھ حائل تھا اس کو رفع کر دیا۔ آپ ﷺ کی نگاہ کعبہ شریف پر جمی تھی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الکبیر'' میں ثقہ راویوں کی سند سے شموس بنت نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت کی' انہوں نے کہا جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کے موقع پر تشریف لائے تو میں پذیرائی کے

لئے حاضر ہوا تھا اور میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے قبا میں مسجد کی بنیاد رکھی' وہاں اقامت ہوئی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ تعمیر مسجد کے موقع پر میں نے حضور ﷺ کو پتھر اٹھاتے بھی دیکھا' وہ پتھر آپ ﷺ کو اپنے وزن سے جھکا دیتے تھے۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے "اخبار مدینہ" میں حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ مسجد صنعاء میں قائم کی جاتی تو وہ میری ہی مسجد ہوتی۔

وہ خصائل جو تحویل قبلہ میں واقع ہوئے

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو ۱۶ سال بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ مگر حضور ﷺ کی خواہش یہ رہی کہ قبلۂ نماز کعبۃ اللہ کو کر دیا جائے۔ چنانچہ

حضور ﷺ نے فرمایا: "اے جبرئیل ﷺ! میں چاہتا ہوں کہ اللہ ﷻ میرے رخ کو یہود کے قبلے سے پھیر دے۔"

جبرئیل ﷺ نے فرمایا: میں تو بہر حال بندہ ہوں' آپ ﷺ اپنے رب سے درخواست کیجئے۔ بہر حال نماز کے لئے جب آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تو اپنا سر مبارک آسمان کی جانب اٹھاتے' یعنی عرض مدعا کے طور پر اس پر ارشاد خداوندی ہوا کہ[1]

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا. (پ ۲ البقرۃ ۱۴۴)

ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

---

[1] یہ ہے وہ اصل حکم جو تحویل قبلہ کے بارے میں دیا گیا تھا۔ یہ حکم رجب یا شعبان ۲ ہجری میں نازل ہوا۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بشر بن براء بن معرور ﷺ کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے۔ ظہر کا وقت ہو گیا اور آپ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے کہ تیسری رکعت میں یکا یک بذریعہ وحی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ پس اسی وقت آپ ﷺ اور آپ کی اقتداء میں جماعت کے تمام لوگ بیت المقدس سے کعبے کے رخ پھر گئے۔ اس کے بعد مدینہ اور اطراف مدینہ میں اس کے لئے عام منادی کی گئی۔ حضرت براء ﷺ نے کہا ہے کہ ایک مقام پر منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ ایک جماعت رکوع میں تھی حکم سنتے ہی سب کے سب اسی وقت اور اسی حالت میں کعبے کی سمت پر مڑ گئے۔

اقامتِ صلوٰۃ کے اعلان کے لئے اذان کا طریقہ

ابو داؤد اور بیہقی رحمہا اللہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا ارادہ ہوا کہ اوقات نماز پر گھروں سے لوگوں کو بلانے کے لئے کچھ افراد کو مقرر کردوں اور ایک طریقہ یہ بھی خیال میں آیا کہ کچھ لوگوں کو اس کام پر مقرر کردوں کہ وہ چھتوں پر چڑھ کر مسلمانوں کو نماز کے لئے آوازیں دیں۔ پھر اصحابِ انصار میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز پوش شخص مسجد کے دروازے پر کھڑا تھا۔ پھر اس نے اذان دی اور بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر کھڑا ہوا اور اذان کے کلمات کو دہرایا مگر اس مرتبہ اس نے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کا اضافہ کردیا اور اس مشاہدہ کے وقت میری حالت یہ تھی کہ اگر مجھے لوگوں کا ڈر نہ ہوتا تو بتا دیتا کہ دیکھنا بہ حالت خواب نہ تھا' بیداری میں تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے اللہ ﷻ نے تم کو خیر کو دکھادیا لہٰذا اب تم بلال سے کہہ دو کہ وہ اذان دیں۔[1]

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "جو کچھ میرے اس انصاری بھائی نے دیکھا اور بیان کیا ہے وہی میں بھی دیکھ چکا ہوں' مگر چونکہ یہ اس کے اظہار و بیان میں پہل کر چکے تھے' اس لئے مجھے حیا آئی کہ میں بھی فوراً بیان کرنے لگوں۔

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بغرض اعلان صلوٰۃ بوق اور قرنا کے استعمال کا ارادہ فرمایا۔ میں نے اس موقعہ پر ایک سبز پوش شخص کو خواب میں دیکھا جس کے پاس ناقوس تھا۔ میں نے اس سے کہا اے بندۂ خدا کیا ناقوس کو بیچے گا؟ اس نے پوچھا: "تم اس کا کیا کرو گے؟"

میں نے جواب دیا: "اس سے اقامت صلوٰۃ کے لئے اعلان کروں گا۔" اس نے کہا کیا میں تم کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں' اور وہ یہ کہ تم آوازوں سے کہو:

---

[1] طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک انصاری نے خواب میں کسی کو دیکھا اور اس شخص نے اذان سکھائی یہ اذان سیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور آپ سے خواب بیان کی حضور ﷺ نے فرمایا: ایسی ہی بات جیسی کہ تمہیں بتائی گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی بتائی گئی ہے۔ تم بلال رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ ان کلمات سے اذان دیں۔

ابن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت کثیر بن مروان خصوصی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا سب سے پہلے جس نے نماز کی اذان کہی وہ آسمان دنیا میں جبرئیل علیہ السلام تھے۔ اس اذان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سنا' مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ' بلال رضی اللہ عنہ سے سبقت لے گئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر دی۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے۔ حضور ﷺ ان سے فرمایا تم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سبقت لے جا چکے ہیں۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اور پوری اذان کہی۔ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس کی خبر دی' اتنے میں حضرت عمر ؓ آئے اور انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے بھی وہی دیکھا ہے جو انہوں نے دیکھا ہے۔

غزوات میں نصرت خداوندی اور حضور ﷺ کے معجزات کا ظہور

وہ معجزات جو غزوۂ بدر میں واقع اور ظہور پذیر ہوئے

اللہ ﷻ نے فرمایا: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ (پ۴ آل عمران ۱۲۳)

''اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرمایا: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (پ۹ الانفال ۹)

''جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

ایک اور جگہ فرمایا: اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا (پ۱۰ الانفال ۴۴)

''جب لڑتے وقت تمہیں کافر تھوڑے کر کے دکھائے۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

امام بخاری اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ جب حضرت سعد بن معاذ ؓ عمرہ کرنے گئے تو وہ امیہ بن خلف بن صفوان کے پاس ٹھہرے۔ کیونکہ سفر شام کے سلسلہ میں جب وہ مدینہ سے گزرتا' تو وہ حضرت سعد ؓ کے پاس بھی ٹھہرا کرتا تھا۔

ایک روز امیہ نے حضرت سعد ؓ سے کہا: ''آپ تھوڑی دیر توقف فرمائیں' تاکہ دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں' اس موقعہ پر جا کر آپ طواف کر لینا۔

حضرت ابن مسعود ؓ کا بیان ہے کہ حضرت سعد ؓ دوپہر میں مصروف طواف تھے کہ اتفاقاً ابو جہل پہنچ گیا اور اس نے کہا نہ معلوم کون شخص طواف کر رہا ہے؟ اس کا یہ قول حضرت سعد ؓ نے سن لیا اور فرمایا:

میں سعد بن معاذ ہوں۔ ابو جہل نے کہا: ''کس قدر بے خوفی کے ساتھ تم طواف کر رہے ہو؟ باوجود یہ کہ تم نے محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو اپنے شہر میں ٹھہرایا اور منظم کرنے کا موقع دیا ہے۔'' اس کے بعد دونوں میں نہایت برہمی کے ساتھ تیز کلامی ہوئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر اُمیہ نے حضرت سعد ؓ سے کہا:

''اے سعد ؓ! اس قدر جذباتی نہ ہو اور ابو الحکم کے مقابلے میں اپنی آواز کو بلند نہ کرو

کیونکہ یہ اس وادی کا سردار ہے۔"

اس کے بعد حضرت سعد ﷺ نے فرمایا: "اگر تم لوگ مجھ کو طواف سے روکتے ہو تو میں بھی تمہارے لئے ملک شام کی گزرگاہ کو بند کر دوں گا۔"

اُمیہ (بزبان حضرت سعد رضی اللہ عنہ) برابر توجہ دلاتا رہا اور آواز کو بلند نہ کرنے اور خاموش ہو جانے کی تلقین کرتا رہا۔ اس کے اس طرز عمل پر حضرت سعد ﷺ کو غصہ آ گیا اور آپ ﷺ نے امیہ سے فرمایا: تو ان باتوں سے باز رہ اور خبردار ہو جا کہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے بتا دیا ہے کہ یہ ابوالحکم تیرا قاتل ہے۔

اُمیہ نے کہا: "کیا یہ مجھے قتل کرے گا؟"

حضرت سعد ﷺ نے فرمایا: "ہاں، یقیناً۔"

اُمیہ کے ذہن کو حضرت سعد ﷺ کی اطلاع نے خاصا متاثر کر دیا کیونکہ وہ حضور ﷺ کے اقوال کے بارے میں زندگی بھر کا تجربہ رکھتا تھا۔

وہ مکان پر اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا۔ تمہارے مدنی ابن معاذ (ﷺ) نے ایک خاص خبر مجھے سنائی ہے۔ اس نے پوچھا کیا بتایا ہے؟ امیہ نے کہا: محمد (ﷺ) کے بارے میں بتاتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے "امیہ کا قاتل ابوالحکم ہے۔" بیوی نے جواب دیا: محمد (ﷺ) کی کوئی بات غلط نہیں ہوتی۔

چنانچہ مشرکین مکہ نے جب مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے تیاریاں شروع کیں اور لوگ امیہ کے پاس آئے تو اس کی بیوی نے کہا۔ تمہیں وہ بات یاد نہیں، جو تم سے مدنی بھائی نے کہی تھی؟ امیہ نے جواب دیا، یاد ہے اب نہ جاؤں گا۔

امیہ کے انکار کرنے پر ابوجہل نے کہا: تم قریش کے سرداروں میں ہو، تمہارے نہ چلنے سے عوام بددل اور بے حوصلہ ہو جائیں گے، خواہ چند روز میں لوٹ آنا مگر ساتھ میں چلنا ضروری ہے۔ لہٰذا وہ لشکر کفار کے ساتھ آ گیا اور بدر میں مارا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ بن زبیر ﷺ سے روایت کی کہ قریش جب بدر کی طرف مجتمع ہو کر آئے اور رات میں جحفہ میں قیام کیا تو ان میں بنی عبد المطلب بن عبد مناف کا ایک شخص تھا۔ جس کا نام جہیم بن الصلت تھا۔ جہیم نے اپنے سر کو ٹیک دیا اور وہ سو گیا۔ پھر وہ چونک پڑا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ کیا تم نے اس سوار کو دیکھا ہے جو ابھی میرے پاس سے کھڑا تھا۔

لوگوں نے کہا نہیں، کیا پاگل پنے کی باتیں کر رہے ہو۔ اس نے کہا میرے پاس ابھی

ابھی ایک سوار کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ ابوجہل' عتبہ' شیبہ' زمعہ' ابوالبختری' امیہ بن خلف اور مشرکین مکہ کے بہت سے سردار قتل ہوں گے' اس کے ساتھیوں نے کہا۔ شیطان نے تیرے ساتھ کھیل کیا ہے اور یہ بات ابوجہل سے بیان کی' اس نے کہا: بنی مطلب کے جھوٹ کے ساتھ بنی ہاشم کے جھوٹ کو تم نے ملا دیا ہے۔ کل تم دیکھ لو گے کہ کون قتل ہونا ہے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء ﷺ سے روایت کی کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ اہل بدر کے مسلمانوں کی تعداد تین سو تھی۔ اتنی ہی تعداد جتنی کہ اصحاب طالوت کی تعداد تھی' جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا۔

حاکم اور بیہقی رحمہا اللہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی فرمایا بدر کے دن ہمارے ساتھ صرف دو ہی گھوڑے تھے ایک گھوڑا حضرت زبیر ﷺ کا اور دوسرا حضرت مقداد بن الاسود ﷺ کا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی کہ ہم نے بدر کے موقعہ پر دو کافروں کو پکڑا جن میں سے ایک تو بھاگ گیا۔ ہم نے گرفتار کردہ مشرک سے پوچھا: تمہاری کل تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا قریش کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ جنگجو اور بہادر ہیں۔ ہم نے اسے زدوکوب بھی کیا مگر وہ برداشت کر گیا۔ اس کے بعد ہم اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ مگر اس نے اپنے لشکر کی تعداد بتانے سے صاف انکار کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟"

اس نے جواب دیا: "روزانہ دس اونٹ ذبح کرتے ہیں۔"

اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: "یہ لوگ ایک ہزار ہیں' اس لئے کہ ایک اونٹ سو افراد کو کافی ہوتا ہے۔"

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہا اللہ نے حضرت یزید بن رومان ﷺ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے قیدی سے دریافت کیا' کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ ایک دن نو اور ایک دن دس آپ نے فرمایا یہ لوگ نو سو اور ہزار کے درمیان ہیں۔

ابن سعد' راہویہ' ابن منیع اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت کی کہ بدر کے روز مشرکین مکہ کی تعداد ہمیں بہت کم نظر آ رہی تھی۔ حتیٰ کہ میں نے اپنے برابر والے مسلمان سے پوچھا تمہیں کافروں کی تعداد کس قدر معلوم ہوتی ہے۔ اس نے کہا سو سے زیادہ نہیں۔ جب ہم نے ان کے ایک شخص کو قید کیا تو اس کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ وہ تو ایک ہزار ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے دن لیٹ گئے اور ارشاد فرمایا: "جنگ شروع نہ کرنا جب تک میں اجازت نہ دوں۔" پھر آپ ﷺ گہری نیند سو گئے اور پھر بیدار ہوئے' اللہ ﷻ نے آپ کو خواب میں ان کی تعداد بہت کم دکھائی اور مشرکین کی آنکھوں میں مسلمان بہت کم نظر آئے' یہاں تک کہ ایک دوسرے پر لڑنے میں حریص ہوا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ﷛ سے روایت کی کہ جنگ بدر کے موقع پر جب ہم صف بندی کر رہے تھے' تو رسول اللہ ﷺ کی نظر مشرکین میں اس شخص پر پڑی جو سرخ اونٹ پر اپنے لشکر میں ادھر سے ادھر پھر رہا تھا۔ چونکہ وہ زیادہ قریب نہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کون ہے؟ تھوڑی دیر بعد حضرت حمزہ ﷛ تشریف لائے اور بتایا کہ وہ شتر سوار عتبہ ہے لوگوں کو جنگ سے باز رہنے کی تلقین کر رہا ہے اور واپس ہونے کا مشورہ دے رہا ہے۔

وہ کہہ رہا ہے: "اے قریشی سردارو! تم آج کے دن میرے سر پر پٹی باندھ دو اور کہہ دو عتبہ بن ربیعہ بزدل ہو گیا ہے۔"

مگر ابوجہل اس کے مشورہ کو قبول کرنے کے لئے راضی نہیں ہے۔

(بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ ﷛ کی سند سے بھی روایت کیا ہے اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ وہ لوگ اگر اپنے بوڑھے کا کہا مان لیں گے تو بچ سکیں گے۔)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ بن زبیر ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بدر کی طرف روانہ ہونے کے لئے سرفروشانِ اسلام کو حکم دیا تو فرمایا اللہ ﷻ کا نام لے کر قدم بڑھاؤ' میں مشرک مقتولین میں سے ہر ایک کے گرنے اور مرنے کی جگہ دیکھ چکا ہوں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے موقع پر مشرکین پر نظر کی اور پھر ارشاد فرمایا: "اے دشمنانِ دین حق! تم نے راہِ نجات اختیار نہ کی اور ایسے لوگوں کو مارنے اور مٹانے آ گئے جو ہر انسان کی بھلائی کے لئے حریص ہیں' خیر! اب تم اس سرخ پہاڑ کے پہلو میں مارے جاؤ گے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ﷛ سے روایت کی کہ میں نے کسی دعا کو حق تعالیٰ سے اتنے پرزور الفاظ میں دعا کرتے نہ دیکھا جیسا کہ میں نے حضور ﷺ کو بدر کے معرکہ کے

وقت دیکھا۔[1]

مسلم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی کہ مجھ سے حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے بیان فرمایا جب بدر کا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں کے لشکر کی طرف دیکھا ان کی تعداد ایک ہزار تین سو سترہ تھی۔ پھر آپ ﷺ نے رو بقبلہ ہو کر دعا کے لئے دستِ سوال دراز کئے اس قدر دراز کہ ردائے مبارک شانوں سے نیچے ڈھلک گئی۔ حضرت ابوبکر ﷛ آگے بڑھے اور چادر کو درست کیا اور پھر حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اس غیر معمولی حالت میں نہایت ادب واحترام اور عزم ویقین کے جذبات کے ساتھ عرض کیا: "اے رحمتِ عالم ﷺ! اظہار مدعا میں آپ نے رب سے بہت اصرار کر لیا یقیناً اللہ ﷻ نصرت فرمائے گا۔"

اس موقعہ خاص پر اللہ ﷻ نے جو نصرت فرمائی اس کا ذکر مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ میں اللہ ﷻ نے اس طرح فرمایا:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۝ (پ۹ الانفال ۹)	جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو میں نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزاروں فرشتوں کی قطار سے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

واقدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ﷛ سے روایت کی کہ میں نے میدانِ بدر میں حضور ﷺ کے داہنے اور آگے پیچھے چار اشخاص کو دیکھا اور یہ سب جارحانہ

---

[1] مشرکین مکہ نے صف بندی شروع کی تو حضور ﷺ نے پا کباز و جانباز اسلام کو بھی "بنیانِ مرصوص" کی شکل دینے کے لئے اپنے دست مبارک میں ایک تیر لیا اور اشارے سے صفوں کو درست کیا اور پھر صفوں کے وسط میں آ کر ایک مختصر، موثر اور جامع تقریر کی۔ اس کے بعد بارگاہ قاضی الحاجات میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ آج حق و باطل اور خیر و شر کا فیصلہ کن معرکہ تھا۔ جس میں ایک جانب قریش کی پوری طاقت جس میں ایک سو سوار، ۷۰۰ اونٹ ایک ہزار سے زیادہ نوجوان اور سامان و اسلحہ کی فراوانی اور دوسری طرف مٹھی بھر کم عمر لڑکوں کے ۳۱۳ مجاہدین اسلام جن میں ۸۳ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ انصار میں ۶۱ آدمی اوس کے اور ۱۷۰ خزرج کے یہ بے چارے جنگ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے نہ اس ارادہ اور تیاری سے مدینہ سے نکلے تھے۔ ان کے پاس کل ۳ گھوڑے اور ۷۰ اونٹ تھے۔ زرہ، جوشن، خود وغیرہ صرف دو چار آدمیوں کے پاس تھا۔ یہ فرق حضور ﷺ پر ظاہر تھا، جانتے تھے کہ حق کے دشمن حق پرستوں کو بہر حال ملیامیٹ کرنے کے ارادہ سے ان کے سروں پر چڑھ آئے ہیں، مگر سرکار دو عالم ﷺ کا جی بھر آیا، خضوع و خشوع کی حالت طاری ہو گئی، سجدہ ریز ہوئے اور فرمایا:

"اے اللہ ﷻ اگر آج تیرے یہ چند عبادت گزار مٹ گئے تو پھر تو کبھی دنیا میں پوجا نہ جائے گا۔"

حضور ﷺ اسی حالت میں تھے کہ ملک الامین نے بشارت دی کہ "اللہ نے حق کو ثابت کرنے کا ارادہ فرمالیا اور کافروں کی بنیاد قطع کرنے کا خواہ یہ مجرم لوگ ناپسند کریں، جب آپ اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، اللہ نے وہ سن لی اور آپ کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دی جائے گی۔"

شان سے کفار پر حملے کر رہے تھے۔

ابن اسحاق، ابن جریر، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ بنی غفار کے ایک شخص نے بتایا کہ میں اور میرا چچا معرکہ بدر کے موقعہ پر موجود تھے، ہم نے اس وقت تک اسلام کو سمجھا تھا نہ قبول کیا تھا۔ ہم دونوں پہاڑ پر چڑھے انتظار کر رہے تھے کہ دونوں فریقوں میں سے کوئی ایک ہزیمت کھا کر بھاگے اور ہم جا کر چابک دستی سے مال کو لوٹیں۔ اسی دوران فضا میں ایک طرف سے ابر بلند ہوا جب وہ آگے تک پہنچ کر پہاڑ کے نزدیک ہوا تو ہم نے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنیں۔ پھر کسی کی آواز سنی "اقلم حیزوم" یعنی حیزوم آگے بڑھ۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہا اللہ نے ابو واقد لیثی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا میں بدر کے دن مقابلے سے ایک مفرور مشرک کا تعاقب کر رہا تھا، حتی کہ وہ میری زد پر آیا اور میں اس پر وار کر ہی رہا تھا کہ کسی نادیدہ طاقت نے اسے قتل کر دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ ﷺ سے روایت کی کہ بدر کے دن جس طرح مشرکین کی گردن زدنی ہوئی۔ میں حیران تھا کہ کون اس طرح ان کو قتل کر دیتا ہے۔

واقدی اور بیہقی رحمہا اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ دراصل فرشتے لوگوں کی جانی پہچانی صورت انسانی میں، مجاہدین اسلام کو ثابت قدم رکھنے اور ہمتیں بندھانے آئے تھے۔ وہ کسی جانے پہچانے شخص کی صورت اختیار کر کے آتے اور بتاتے کہ کافر مرعوب ہیں ان میں جرأت جنگ اور تاب مقابلہ نہیں ہے یا ان کے رہنماؤں اور سرداروں میں اتحاد اور متحد الخیالی نہیں ہے۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی بھی ہے۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ	جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔
(پ ۹ الانفال ۱۲)	(ترجمہ کنز الایمان)

واقدی اور بیہقی رحمہا اللہ نے سائب بن ابو جیش سے روایت کی وہ کہتے تھے کہ مجھے کسی انسان نے قید نہیں کیا۔ لوگ پوچھتے کہ پھر کس نے قید کیا؟ تو وہ بتاتے، جب قریش نے ہزیمت اٹھائی وہ قتل ہوئے اور بھاگے تو میں بھی بھاگ کھڑا ہوا دفعتًا ایک گورے رنگ، دراز قامت شخص سفید گھوڑے پر سوار میرے سامنے آیا اور باندھ کر ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ﷺ نے مجھے بندھا پا کر اسلامی لشکر میں اعلان کیا کہ اس کو کس نے باندھا ہے مگر سب نے لاعلمی کا اظہار کیا پھر وہ مجھے اسی حالت میں اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے

پوچھا تم کو کس نے باندھا؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو کسی فرشتے نے قید کیا ہے۔

واقدی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حکیم بن حزام ﷛ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے بدر کے دن دیکھا ہے کہ آسمان سے وادی خلیص میں ایک چادر گری ہے۔ جس نے سارے افق کو گھیر لیا ہے اور میں نے دیکھا کہ وادی میں ہر طرف چونٹیاں ہی چونٹیاں ہیں۔ فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا ضرور آسمان سے محمد ﷺ کی تائید میں کوئی چیز آئی ہے۔ پھر سوائے ہزیمت کے کچھ نہ تھا۔ وہ چار فرشتے تھے، جو مدد کے لئے آئے تھے۔

بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت علی ﷛ سے روایت کی کہ ایک پستہ قد انصاری، بنی ہاشم کے طویل قد شخص کو پکڑ کر لائے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایت میں حضرت عباس بن عبد المطلب ﷛ اس قیدی کا نام بھی بتلایا ہے۔ اس ہاشمی قیدی نے کہا مجھے اس لے کر آنے والے شخص نے گرفتار نہیں کیا بلکہ ایک ایسے شخص نے گرفتار کیا تھا۔ جس کے سر پر بال نہ تھے اور وہ ایک خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھا اور ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ ملک کریم تھے۔

(ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباس ﷛ کو گرفتار کرنے والے ابو الیسر کعب بن عمرو ﷛ تھے۔ ابو الیسر ﷛ ایک ٹھوس اور گٹھے ہوئے جسم کے آدمی تھے اور انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ایک اجنبی نے اس کام میں میری مدد کی ہے)۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے "اوسط" میں حضرت علی ﷛ سے روایت کی کہ غزوۂ بدر میں جب گھمسان کا رَن پڑا تو ہم میں سے اکثر جی دار اور شجاع لوگ جن میں میں خود بھی شامل ہوں، صرف مدافعانہ لڑائی لڑ رہے تھے اور حضور ﷺ سارے اسلامی لشکر میں سب سے زیادہ قوت اور شجاعت سے مشرکوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے برابر آگے بڑھ رہے تھے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر ﷛ سے روایت کی کہ میدان بدر میں صفوں کی ترتیب اور درستی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کنکریوں کو لے کر لشکر مشرکین کے چہروں کی طرف پھینکا جس سے ان کی بصارت اور مدافعت کی قوتیں زائل ہو گئیں۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے "وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" (پ۹ الانفال ۱۷) "اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔" (ترجمہ کنز الایمان) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

ابن اسحاق، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر ﷛ سے روایت کی

کہ یوم بدر میں ابوجہل نے جہالت سے مملو دعا کی اس نے کہا:

"اے خدا! محمد (ﷺ) نے ہماری قرابت کو توڑ دیا' قبیلوں میں تفرقہ ڈلوادیا' اور ہمارے روبرو اس دین کو لائے جس سے سب ہی ناواقف ہیں۔ پس سچائی ہمارے ساتھ ہے اور ہمیں ہی غالب آنا ہے۔" پس وہ کچھ ہی دیر بعد مارا گیا اور اس کے بارے میں کلامِ الٰہی بتا رہا ہے کہ: اِنۡ تَسۡتَفۡتِحُوۡا فَقَدۡ جَآءَكُمُ الۡفَتۡحُ. (پ۹ الانفال ۱۹)

"اے کافرو اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو وہ فیصلہ تم پر آ چکا۔" (ترجمہ کنزالایمان)

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں نے ان کنکریوں کی آوازیں سنی تھیں جو بدر کے دن آسمان سے ماری گئی تھیں۔ گویا کہ وہ طشت میں گر رہی ہیں۔ پھر جب لوگوں نے صفیں درست کیں تو رسول اللہ ﷺ نے کنکریوں کو لے کر مشرکوں کے چہرے پر پھینکا اس کا ذکر اللہ ﷻ نے اس طرح فرمایا ہے۔

"وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" (پ۹ الانفال ۱۷)

"اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی وہ تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔"

(ترجمہ کنزالایمان)

بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قریش کا قافلہ حسب معمول تجارت کے لئے ملک شام گیا ہوا تھا۔ امیر قافلہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ تھے اور ۳۰ اور ۴۰ افراد ان کے ساتھ تھے۔ تجارتی کاروبار سے فارغ ہو کر جب اپنے وطن مکہ کو لوٹ رہے تھے تو مدینہ کے قریب ان کے مقرر کردہ جاسوسوں نے خبردار کیا کہ محمد (ﷺ) مع اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے تمہارے قافلے پر حملہ کرنے آ رہے ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی ابوسفیان نے فوراً ایک تیز رفتار سوار کو روانہ کیا کہ مکہ پہنچ کر پوری صورتِ حال قریش کے سامنے رکھے اور کہے کہ وہ جلد از جلد پوری تیاری کے ساتھ مدد کو پہنچیں' ورنہ نقصانِ مال کے ساتھ ہی جانوں کا بھی خطرہ ہے۔

یہ اطلاع پا کر قریشِ مکہ نہایت جوش وخروش کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ ادھر ابوسفیان ساحل بحر سے اپنے قافلے کو احتیاط اور تیزی سے نکال کر لے گئے اور قریش کو اپنی خیریت کے ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ "ظاہر ہے کہ خطرہ ٹل گیا" اب تم لوگ واپس ہو جاؤ۔ مگر ابوجہل نے از راہِ نخوت (تکبر) انکار کیا اور کہا کہ:

"میدانِ بدر میں جہاں عرب کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے جا کر ٹھہریں گے' تین روز تک پر تکلف کھانے اور پکوان پکائیں گے اور جشن منائیں گے' یہ اس لئے کہ ان غریب الدیار اور لاچار

مسلمانوں کے دل دہل جائیں اور آئندہ ان کو قافلے لوٹنے کا خیال تک نہ آئے۔ ثانیاً تمام قبائلِ عرب میں ہمارے آنے کی شہرت اور ہماری طاقت کا چرچا ہو جائے۔"

نبی ﷺ ۹ رمضان ۲ھ مطابق ۵ مارچ ۶۲۴ء کو صحابہ کرام ؓ کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ جب حضور ﷺ "وادی زفران" میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ تو نکل گیا مگر اہلِ مکہ کا عظیم الشان لشکر بدر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ آپ نے صحابہ ؓ سے مشورہ کیا۔ چونکہ جنگ کے ارادے سے نہ نکلے تھے اس وجہ سے بعض لوگوں نے اس بے سروسامانی کے ساتھ قریش کے مقابلے میں جانا پسند نہ کیا۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ ﷻ کا وعدہ ہے کہ وہ دونوں گروہوں میں سے ایک پر فتح ضرور[1] دے گا۔ چونکہ قافلہ تو نکل گیا اس لئے لشکر قریش پر ہماری کامیابی یقینی ہے۔"

حضور ﷺ کے ارشاد کے جواب میں حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت مقداد ؓ نے کہا۔ ہم کو جو حکم ہو تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔ لیکن حضور ﷺ کا روئے سخن دراصل انصار کی طرف تھا کیونکہ ان ہی کی طاقت اور تعداد زیادہ تھی اور ان سے سابق میں جس معاہدہ پر بیعت لی گئی تھی۔ وہ یہ تھی "اگر کوئی دشمنِ اسلام مدینہ پر چڑھائی کرے گا تو وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ آور سے جنگ کریں گے۔" یہ بات نہیں کہی گئی تھی کہ باہر دوسرے مقامات پر جا کر دشمنوں پر حملہ آور ہوں گے۔

حضرت سعد بن معاذ ؓ رئیس انصار سمجھ گئے اور فوراً عرض کیا:

"اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! شاید آپ ﷺ کا خطاب ہماری طرف ہے۔ اللہ جانتا ہے اگر آپ ﷺ حکم دیں تو ہم بلا تامل اور بلا خوف سمندر میں کود پڑیں۔"

ان کا یہ بہترین جواب سن کر حضور ﷺ کو خوشی ہوئی۔ حاضرین نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک چمک اٹھا اور سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

اکثر علماء حدیث نے حضرت حباب بن منذر ؓ سے روایت کی ہے کہ معرکہ بدر کے موقعہ پر چونکہ کامیابی کا یقین تھا۔ اس وجہ سے اسی مختصر جماعت اصحاب کے ساتھ بدر کی جانب روانہ

---

[1] آیتِ وعدہ یہ ہے۔

وَاِذْ یَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ (پ ۹ الانفال ۷)

اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لئے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں (کوئی نقصان نہ ہو) (ترجمہ کنز الایمان)

ہو گئے اور مدینہ سے لوگوں کو مزید بلانے کی ضرورت نہ سمجھی۔ بدر کے مقام پر پہنچ کر پہلے چشمہ آب پر حضور ﷺ نے اترنے کا حکم فرمایا:

حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: "یہاں پر اترنے کا حکم الہامی ہے کہ جس میں اظہار رائے' مشورے اور چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ یا حضور ﷺ نے خود اپنی رائے سے جنگی تدبیر کا لحاظ اور ضرورت کا تقاضا سمجھ کر اختیار فرمایا ہے؟"

حضور ﷺ نے فرمایا کہ "یہ خود میری رائے ہے۔" حضرت حباب رضی اللہ عنہ نے کہا: "میرے خیال میں یہ مقام موزوں نہیں' بلکہ مناسب تو یہ تھا کہ اور آگے بڑھ کر ہم قریش کی فرودگاہ کے قریب ترین چشمہ پر قبضہ کر لیں اور اپنے لئے حوض بھر کر اردگرد کے کنوؤں اور چشموں کو پاٹ دیں تاکہ اسلام اور اس کے خادموں کے دشمن جو کہ اپنی ساری قوت اور شوکت کو سمیٹ کر اور پھر اس کو اپنے سروں پر رکھے ہوئے نمائش کر رہے ہیں' ایک قطرۂ آب نہ پا سکیں۔"

حضور ﷺ نے ان کی تجویز کو سراہا اور پھر اسی کے مطابق عمل کیا۔ میدان کے اس حصہ میں جس میں نسل انسانی کا سب سے محترم اور باعظمت قافلہ فروکش ہوا' اسی میں ایک جانب صاحبِ خلق عظیم کے لئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے مشورے سے ایک سائبان بنایا گیا تاکہ حضور ﷺ اپنے جانثاروں کے درمیان اس میں استراحت فرمائیں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اس دن تمام مسلمان اونگھ سے رہے تھے اور میدانِ بدر کے ریگ زار میں اترے ہوئے تھے۔ پھر اللہ ﷻ نے بارش کر دی تو وہ ریگ زار ایک ہموار سطح اور منجمد میدان بن گیا۔ ہم محظوظ ہو کر بہت مزے سے اس پر چلنے لگے اور قریش کے پڑاؤ اور اس کے قریب کا حصہ زمین جو انہوں نے ریت سے محفوظ رہنے کے لئے پختہ چپلی مٹی کا اپنے لئے منتخب کر لیا تھا۔ بارش سے لیس دار دلدل بن گیا وہ چلتے ہوئے اس پر ضرور پھسلتے اور بغیر گرے نہ بچتے۔ معرکہ بدر میں ان کی یکسر تباہی اور بربادی کی یہ بھی ایک بڑی وجہ تھی۔ اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم میں مسلمانوں پر اپنے اس انعام کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۝ (پ ۹ الانفال ۱۱)

جب اس نے تمہیں اونگھ سے گھیر دیا تو اس کی طرف سے چین (تسکین) تھی

اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کر دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرما دے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جما دے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ غزوۂ بدر میں حضرت قتادہ بن نعمان ﷺ کی آنکھ کو ایسا صدمہ پہنچا کہ آنکھ کا پورا ڈھیلا نکل کر رخسار پر آ پڑا تو حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کو آنکھ کے حلقے میں رکھ دیا اور ان کی آنکھ بالکل درست ہوگئی۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ کے اس گڑھے پر کھڑے ہوئے جن میں ان کے مقتول بھر دیئے گئے تھے اور کہا: ''اے فلاں بن فلاں جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے فرمایا تھا' وہ تو ہم پا چکے اور جو وعید تم کو ملی تھی ضرور اس سے تمہارا سابقہ ہوگا۔''

حضرت عمر فاروق ﷺ نے عرض کیا: ''اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ تو ایسے اجسام سے خطاب فرما رہے ہیں کہ جن میں روح اور زندگی نہیں ہے۔''

حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''میرے قول کو جتنا وہ سن رہے ہیں' تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔''

قتادہ ﷺ نے کہا کہ اس موقع پر اللہ ﷻ نے ان کو زندہ کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضور ﷺ کی سرزنش کو سنا۔

واقدی و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے روز دعا مانگی خدایا مجھے نوفل بن خویلد سے محفوظ رکھ' اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کسی کو نوفل کی خبر ہے؟ یہ سن کر حضرت علی مرتضیٰ ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا او فرمایا: ''اللہ ﷻ کا شکر ہے اور اسی کے لئے حمد ہے جس نے میری دعا کو قبول فرمایا۔'' وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًاO وَذَرْنِیْ وَالْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَ مَهِّلْهُمْ قَلِیْلًاO (پ ۲۹ المزمل ۱۱-۱۰)

اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو اور مجھ پر چھوڑ دو ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نازل ہونے کے بعد زیادہ وقت نہ گزرنے پایا کہ مشرکین مکہ اور ان کے سارے سردار

میدانِ بدر میں جمع کر دیئے گئے اور پھر سہ شنبہ کو ذرا سی دیر میں ان کی پوری قوت کو جس پر وہ مسلمانوں کے مقابلے میں فخر کرتے تھے ہمیشہ کے لئے توڑ دیا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، قریش کی ایک جماعت آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ رہی تھی، ان بد قماشوں کو شرارت سوجھی، کہنے لگے ہم میں سے کوئی ایک آدمی جائے اور فلاں مقام پر جو اوجھڑی پڑی ہے اسے لا کر محمد ﷺ کے شانوں پر رکھ دے۔ پھر ان میں سے ایک بدبخت اٹھا اور اس کو لا کر بحالتِ سجدہ حضور ﷺ کے شانوں پر رکھ دیا۔ جس کی وجہ سے حضور ﷺ سجدے سے نہ اٹھے اور کافر قلب و ذہن اور مسخ فطرت لوگوں کو اپنے اس عمل اور حرکت کے بعد اس قدر مزہ آیا اس قدر ہنسے کہ کثرتِ ہنسی سے بے تابو ہو کر ایک دوسرے پر گر گر پڑتے تھے۔ کسی بندہ خدا نے جا کر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بتایا وہ لڑکی ہی تھیں، آئیں اور بڑی مشقت کے بعد آپ ﷺ نے اسے علیحدہ کیا اور مشرکین کی اس قدر نازیبا حرکت پر ملامت کرنے لگیں۔

جب حضور ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو اپنے رب سے کہا: "اے میرے اللہ ﷻ! قریش کو اپنی گرفت میں لے لے" تین مرتبہ اس کلمہ کو عرض کیا اور اس کے بعد نام بنام بددعا کی کہ:

"اے خدا! عمرو بن ہشام (ابوجہل)، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن معیط اور عمارہ بن ولید کو اپنی گرفت میں لے لے۔"

ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں میدان بدر سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص زمین سے نکلتا ہے اور اسے ایک شخص اپنے ہتھوڑے سے مارتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین میں غائب ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ پھر نکلتا ہے اور اس کے ساتھ وہی عمل کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے ابوجہل کو دیکھا ہے اس پر قیامت تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق موسیٰ بن عقبہ، ابن شہاب رحمہما اللہ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے فتح بدر کے سبب مشرکوں اور منافقوں کی گردنوں کو پست و خوار کر دیا۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ میں کوئی یہودی اور منافق ایسا نہ رہا جس کی گردن بدر کی شکست کی بنا پر نہ جھک گئی ہو، گویا یہ دن "یوم فرقان" تھا کہ اس دن اللہ ﷻ نے کفر و ایمان کے درمیان فرق و امتیاز پیدا کر دیا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ مجھ سے عمر بن عثمان حجبی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی پھوپھی سے حدیث بیان کی کہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بدر کی جنگ میں جب میری تلوار ٹوٹ گئی تو حضور اکرم ﷺ نے مجھے ایک لکڑی عطا فرمائی میں نے دیکھا تو وہ چمکدار تلوار تھی۔ میں اس تلوار سے لڑتا رہا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے مشرکوں کو شکست دی اور وہ تلوار ان کے انتقال تک ان کے پاس رہی۔

اسے بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے روایت کیا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے اسامہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے داؤد بن حفص رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے عبد الاشہل کے بہت سے لوگوں سے حدیث روایت کی انہوں نے کہا سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہ کی تلوار بدر کے دن ٹوٹ گئی اور وہ بغیر ہتھیار کے رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ شاخ انہیں عطا فرما دی جو اس وقت آپ کے دست مبارک میں تھی وہ کھجور کی ٹہنی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس سے لڑو تو لڑتے وقت وہ تلوار بن گئی' وہ تلوار بدستور ان کے پاس رہی حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عطیہ عوفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے "الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ" (پ۲۱ الروم ۱-۲) "رومی مغلوب ہوئے۔" (ترجمہ کنز الایمان) کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا اول فارسیوں نے رومیوں پر غلبہ پا لیا تھا پھر اس کے چند سال بعد رومی فارسیوں پر غالب آ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد مسلمان بدر میں مشرکوں کے ساتھ اور پھر ایران کے مجوسیوں اور روم کے نصاریٰ سے بھی ہمیں لڑنا پڑ گیا' تو اللہ عزوجل نے ہماری مدد فرمائی۔ چونکہ مسلمانوں کے مشرکوں کے غلبے پر اور اہل کتاب کے مجوسیوں کے غلبے پر ہم کو خوشی ہوئی۔ اسی بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا: "یَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ بِنَصْرِ اللّٰهِ" (پ۲۱ الروم ۴-۵) "اس دن ایمان والے خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے۔" (ترجمہ کنز الایمان)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ بدر میں اپنے قبّے کے اندر تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس جنت کی طرف چلو جس کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے اور جو متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یہ سن کر عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا: "واہ واہ۔" حضور ﷺ نے پوچھا تم نے یہ اظہار مسرت کس وجہ سے کیا ہے؟ عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "اس آرزو میں کاش میں اہل جنت میں شامل ہو جاؤں اور پھر وہاں کی وسعتوں میں گھوموں اور پھروں۔" حضور ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ عزوجل تم وہیں پر بسو گے۔ پھر آپ نے تھیلے سے کچھ

کھجوریں نکالیں اور عمیر ﷺ نے ان کو منہ میں رکھتے ہوئے کہا:

خدا کی قسم اگر زندہ رہا تو ان کو کھاتا رہوں گا۔ ورنہ جنت کی حیات تو دائمی ہے۔ پھر کچھ خیال آیا اور ہاتھ کی کھجوروں کو پھینک دیا۔ سینہ تان کر جھومتے غرور و تمکنت کی چال چلتے رن کی طرف بڑھے بائیں ہاتھ کی ڈھال کو زمین پر چھوڑ دیا اور دشمنانِ اسلام پر آفت ناگہاں بن کر ٹوٹ پڑے اور پھر حیات عارضی سے ابدی زندگی کی طرف منتقل ہو گئے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (پ۲ البقرہ ۱۵۴) "اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔" (ترجمہ کنز الایمان)

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سندِ صحیح حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ عقبہ بن ابی معیط نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے یہاں کھانے پر بلایا۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا اے عقبہ میں تو کھانا نہ کھاؤں گا جب تک تو اللہ ﷻ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی نہ دے گا۔ عقبہ نے گواہی دی اور آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمالیا۔

کچھ دن بعد عقبہ کا ایک دوست آیا اور اس کو قبول اسلام پر ملامت کی اور کہا جو کچھ وہ کہہ سکا۔ عقبہ کی عصبیت بیدار ہو گئی اپنے دوست سے کہنے لگا:

"مجھ کو شرمندہ کرنے والے میرے دوست اب یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں کہ اس عمل کی وجہ سے قریش کے دلوں میں میری طرف سے جو کدورت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ صاف ہو جائے اور میری گئی ہوئی عزت لوٹ آئے؟"

اس نے بتایا: "اس کی صورت یہ ہے کہ تو محمد (ﷺ) کی مجلس میں جا اور حضور ﷺ کے چہرے پر تھوک دے۔"

عقبہ بدنصیب نے ایسا ہی کیا۔ حضور ﷺ نے اپنے چہرۂ مبارک کو صاف کر لیا اور فرمایا اگر میں تجھے مکہ کے پہاڑوں کے باہر پاؤں گا تو تیری گردن صبر کے ہتھیار سے اڑا دوں گا۔ تو جب بدر کا دن آیا اور اس کے ساتھی نکلے مگر عقبہ نے انکار کیا اور لوگوں کو وجۂ انکار بتاتے ہوئے کہا: مجھ سے محمد (رسول اللہ ﷺ) نے کہا کہ اگر مکہ کے پہاڑوں کے پرے وہ مجھے پائیں گے تو صبر کے ہتھیار سے میری گردن اڑا دیں گے۔

لوگوں نے اس کے اطمینان کے لئے کہا: "ہم تمہاری سواری میں سرخ ناقہ دیتے ہیں۔

پھر وہ کس طرح پاسکیں گے؟"

پس وہ ان کے اصرار اور انتظام کی وجہ سے ساتھ ہو گیا اور جب اس کے ساتھیوں کو ہزیمت ہوئی اور وہ اپنی مخصوص ناقہ پر راہ فرار اختیار کرنے لگا تو اسی اونٹنی نے اس کو ایک چٹیل زمین پر لا کر ڈال دیا اور وہ گرفتار کر لیا گیا اور مسلمانوں نے اس کی گردن اڑا دی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا صبر نے اس کی گردن مار دی۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیا جانے لگا تو حضرت عباس ؓ نے کہا۔ میں بے سرمایہ اور تہی دست ہوں، فدیہ کہاں سے دوں؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ مال کہاں ہے جسے تم نے اور ام الفضل رضی اللہ عنہا نے دفن کیا ہے اور تم نے ام الفضل رضی اللہ عنہا کے بارے میں وصیت کی ہے کہ اگر مارا جاؤں تو یہ مال میرے تینوں بچوں فضل، عبد اللہ اور قثم کا ہے۔"

عباس ؓ نے کہا: میں یقین کے ساتھ سمجھ چکا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ ہیں اور مال دفن کرنے والی بات میرے اور میری بیوی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

شیخین رحمہما اللہ نے عروہ ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا[1] اور ثویبہ نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے بہ حالتِ خواب بری حالت میں دیکھا تو ابولہب سے پوچھا کس حال میں ہو؟ جواب دیا کہ تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کوئی راحت بھی نہ پائی، بجز اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کے سبب میں نے اتنا پانی پیا ہے یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ اور انگلیوں کے درمیان گڑھے کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی صرف چند قطرے پانی مل سکا ہے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابان بن سلمان رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد سلمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ قباث بن اشیم لیثی کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ عرب کے کچھ لوگ اس کے پاس گئے اور اظہار واقعہ کے طور پر بیان کیا کہ مکہ میں محمد (ﷺ) نے دعوئ نبوت کیا ہے اور وہ ایک نئے دین کی دعوت دیتے ہیں۔ قباث یہ باتیں سن کر کھڑا ہو گیا اور حضور ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: "قباث! بیٹھو!" تو وہ غم زدہ اور خاموش بیٹھ گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: "تم یہی سمجھتے ہو نا کہ اگر خواتین قریش ہی اپنی پردہ پوش چادروں میں لپٹ کر نکل آتیں تو وہ بھی محمد ﷺ اور ان کے اصحاب ؓ کو میدان سے بھگا

1 ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ جس کو اس نے حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔

دیتیں۔"حضور ﷺ کی بات سن کر قباث نے عرض کیا:

اس ذاتِ جل وعلیٰ کی قسم سے گزارش کرتا ہوں کہ جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ ہماری ہدایت کے لئے بھیجا کہ ان باتوں کے لئے میری زبان نے حرکت کی نہ لب ہلے میری آواز نکلی نہ کسی نے اسے سنا۔

اے واقف اسرار! یہ تو ایک وجدانی تاثر ضمیر کی کیفیت اور دل کے زانو میں بند شدہ بات کا آپ ﷺ ذکر فرما رہے ہیں۔ بے شک وشبہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جو دین آپ ﷺ لائے ہیں وہ حق ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ قباث بن اشیم کنانی بدر کے دن مشرکوں کے ساتھ موجود تھا' قباث بن اشیم کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کے صحابہ کی تعداد کی قلت اور اپنے ساتھیوں کی کثرت جو سوار و پیادے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا' لیکن جب کافروں میں بھگدڑ پڑی تو بھاگنے والوں کے ساتھ میں بھی بھاگا۔ میں اپنے دل میں کہتا جاتا تھا کہ میں نے عورتوں کے سوا کبھی کسی کو اس طرح بھاگتے نہیں دیکھا ہے۔

غزوۂ خندق کے بعد جب میرے دل میں بھی اسلام کا نور ضوفشاں ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مدینہ طیبہ قبول اسلام کے لئے حاضر ہوا' میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ مجھے دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا تم ہی وہ کہنے والے ہو جسے تم نے بدر کے دن کہا تھا کہ میں نے اس امر کی مانند کبھی نہیں دیکھا کہ عورتوں کے سوا کوئی اس طرح بھاگا ہو۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں' یہ بات تو وہ ہے جو مجھ سے نکل کر کسی دوسرے تک نہیں پہنچی۔ یہ تو میں نے اپنے دل میں کہا تھا اگر آپ نبی نہ ہوتے تو اللہ ﷻ آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں صدق دل سے کہتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

عمیر ﷺ کا دشمنی کے ارادے سے مدینہ آنا مگر اسلام قبول کرنا

بیہقی' طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت موسیٰ بن عقبہ ﷺ اور حضرت عروہ بن زبیر ﷺ سے روایت کی' دونوں بزرگوں نے بیان کیا کہ جب مشرکین کا سفیر مکہ واپس پہنچا تو اطلاع پا

کر عمیر بن وہب جمحی آیا اور امیہ مقتول کے بیٹے صفوان کے قریب حجر اسود کے نزدیک بیٹھ گیا۔ صفوان نے کہا: ''بدر میں مرنے والوں کی وجہ سے زندگی بدمزہ اور بے کیف ہے۔'' عمیر نے اس کی بات سنکر آہ سرد بھری اور بولا:

''سچ کہتے ہو' زندگی میں کوئی لطف باقی نہیں رہا' ہر شئے اجنبی اور منظر سنسان اور زمین و آسمان اداس معلوم ہوتے ہیں۔''

تھوڑی دیر توقف کے بعد عمیر نے پھر سکوت اور خاموشی کو توڑتے ہوئے کہنا شروع کیا: ''اے اخی صفوان! اگر میری گردن پر بار قرض نہ ہوتا اور اہل وعیال کی کفالت اور ضروریات کے لئے اندوختہ ہوتا' تو پھر میں یقیناً مدینہ پہنچتا اور محمد (ﷺ) کو موت کے گھاٹ اتارتا (نعوذ باللہ) اور اگر نامعلوم وجہ کوئی مانع آجاتی تو ایسی صورت میں میرے خیال میں ایک بات ہے' میں اس کا سہارا لے کر حیلہ سازی کر لیتا۔ وہ بات یہ ہے کہ ان سے میں کہہ دیتا کہ اپنے قیدی بیٹے سے ملنے آیا ہوں۔''

عمیر کی یہ سنجیدہ باتیں سن کر صفوان خوش ہو گیا اور کہنے لگا:

''اے شریک رنج اور راز دار عمیر! تیرا کل قرض میرے ذمہ اور تیرے اہل وعیال کا نفقہ وہی ہوگا جو میرے اہل وعیال کا ہے اور اس کے علاوہ جس قدر گنجائش ہوگی میں ہرگز اس سے دریغ نہ کروں گا۔''

اس کے بعد صفوان نے عمیر کے لئے ایک گھوڑے کا انتظام کیا' رخت سفر دیا اور ایک عمدہ تلوار صیقل کرنے اور دھار بنانے کے لئے آہنگر کے حوالے کی۔

عمیر نے صفوان سے کہا: ''اس منصوبے کو میرے لوٹ کر آنے تک راز رکھنا اور ہرگز کسی کو کوئی بات نہ بتا دینا۔''

اس کے بعد عمیر روانہ ہوا' یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا اور مسجد نبوی کے دروازے پر اتر کر اپنی سواری کو باندھا اور تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچنے کا ارادہ کیا اتفاقاً اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور وہ دونوں ایک ساتھ داخل ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا آؤ عمر رضی اللہ عنہ بیٹھو پھر عمیر سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا: عمیر تمہارا آنا کیونکر ہوا؟

عمیر نے جواب دیا: ''اپنے قیدی سے ملنے جو آپ کے پاس قید ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ بولنا بری بات ہے اور عمیر مردانگی کے خلاف۔''

عمیر نے پھر کہا: ”میرا مقصد اپنے قیدی بیٹے کو دیکھنے کے سوا کچھ نہیں۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم نے صفوان بن امیہ سے حجر اسود کے پاس کچھ قول وقرار کیا ہے؟“

عمیر نے حیرانی اور سرگردانی کے عالم میں کہا: ”کیا کہہ رہے ہیں آپ ﷺ؟ میں نے تو اس سے کچھ بھی طے نہیں کیا۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں صفوان نے ایک خاص مقصد کے لئے اس شرط یا قیمت پر آمادہ نہیں کیا ہے کہ وہ تمہارے اہل وعیال کا کفیل اور تمہارے اوپر جو قرض ہے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے؟

عمیر نے حیرت زدہ ہو کر عرض کیا: ”حضور ﷺ میں تو رام ہو گیا اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔ صفوان اور میرے مابین یہ قرار داد رازدارانہ معاملہ کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے میرے اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یقیناً اللہ ﷻ نے اس درجہ سربستہ راز سے آپ ﷺ کو مطلع فرما دیا۔ پس میں اللہ ﷻ پر اور آپ ﷺ کی نبوت ورسالت پر سچے دل سے ایمان لاتا ہوں۔“

اس کے بعد حضرت عمیر ﷺ مکہ معظمہ واپس ہو گئے اور جا کر دعوتِ دین میں مصروف ہو گئے جس کے نتیجے میں جن کو توفیق الٰہی ہوئی مسلمان ہو گئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جبیر بن مطعم ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مطعم زندہ ہوتے اور وہ مجھ سے گرفتارانِ بدر کے بارے میں کہتے تو میں قیدیوں کو رہا کر دیتا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جبیر ﷺ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کرنے آیا آپ ﷺ اس وقت صحابہ کرام ﷺ کو نماز پڑھا رہے تھے۔ میں نے جب آپ ﷺ کی زبان سے سنا ”اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ۝ مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝“ (پ۲۷ الطور۸،۷) ”بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونے والا ہے۔ اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

حضور ﷺ کے وہ معجزات جو غزوہ غطفان کے موقع پر ظاہر ہوئے

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے محمد بن زیاد ضحاک بن عثمان اور عبد الرحمٰن بن ابی بکر

رحمہم اللہ وغیرہ بہت سے راویوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ غطفان کے لوگ ذی امر میں جمع ہوئے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیں اور یہ اجتماع دعثور بن حارث کی قیادت میں ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ چار سو پچاس صحابہ ؓ کے ساتھ روانہ ہوئے تو وہ بدوی لوگ پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے اور آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ذی امر میں ٹھہر گئے۔ اس موقعہ پر کثرت سے بارش ہوئی اور رسول اللہ ﷺ رفعِ حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور بارش کا پانی آپ ﷺ کے کپڑوں سے ٹپکنے لگا۔

حضور ﷺ نے وادی کے ایک درخت کے پاس جا کر کپڑے اتارے اور نچوڑ کر خشک ہونے کے لئے پھیلا دیئے اور خود زیرِ درخت لیٹ گئے۔ بدوی پہاڑ کی چٹانوں میں سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے قائد ابن حارث سے کہا:

"اے دعثور! تو ہمارا سردار اور ایک قوی و بہادر شخص ہے' اس وقت تو محمد ﷺ پر قابو پا سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے ہمراہیوں سے دور ہیں۔"

دعثور نے اپنی تلوار لی اور اپنی سرداری کا بھرم رکھنے کے لئے چلا یا۔ یہاں تک کہ تلوار کھینچ کر حضور ﷺ کے روبرو آیا اور کہا اے محمد (ﷺ) تم کو اس وقت مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟

حضور ﷺ نے بڑے پروقار لہجے میں فرمایا: "اَللّٰہ"

اس کے اعصاب میں لرزش ہوئی اور دل میں دہشت' ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑی۔

آپ ﷺ نے تلوار اٹھالی اور اس کے سر کو زد میں لے کر فرمایا: "تجھے بھی ہے کوئی بچانے والا؟"

دعثور نے عاجزانہ نیازمندی کے لہجے میں جواب دیا: "اے اعلیٰ ترین انسان کوئی بھی نہیں۔" پھر اس نے توحید اور رسالت کا اقرار و اعتراف کیا اور کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صدق دل سے پڑھا۔ حضور ﷺ نے اس کی تلوار واپس کر دی اور وہ بھی اجازت لے کر اپنے ساتھیوں کی طرف چلدیا۔

خانہ بدوش بدوؤں نے کہا: "افسوس ہے کہ تو جا کر کھڑا ہوا' کچھ باتیں بنائی ہوں گی اور پھر لوٹ آیا' حالانکہ تو مسلح تھا اور وہ بحالت آرام بے خبر تھے۔"

دعثور نے کہا: "اے ملامت کرنے والو! مجھے جو کچھ میں نے دیکھا اور جس حالت سے مجھ کو سابقہ پڑا۔ کاش تم لوگ اس کا کچھ اندازہ کر سکتے۔"

لوگوں نے پوچھا: "ہمیں بتاؤ۔"

دعثور نے بتایا: "جب میں تلوار کھینچے محمد (ﷺ) کے قریب پہنچا تو دفعتہً ایک گورے رنگ کا لمبے قد والا شخص جس کا چہرہ بھی پر جلال تھا نمودار ہوا اور اس نے میرے سینے پر مکا مارا اور میں نیچے گر پڑا۔

بھائیو! خدائے واحد نے ان کو بچایا ہے۔ بے شبہ محمد ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ[1] (پ ۶ المائدہ ۱۱)

یہود کی عہد شکنی اور مسلمانوں سے مغلوب ہونے کے بعد جلاوطنی

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے تین واسطوں سے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث بیان کی کہ غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد رسول اللہ ﷺ نے یہود کا محاصرہ کیا۔[2] حتیٰ کہ وہ جلاوطنی پر راضی ہو گئے انہیں اجازت دے دی کہ منقولہ جائداد میں سے اونٹوں پر جتنا اور جس قدر لے جا

---

[1] اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیے (ترجمہ کنز الایمان)

[2] مدینہ منورہ کی ملحقہ آبادی میں یہودی بنی اسرائیل کے تین قبیلے آباد تھے بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ۔ حضور ﷺ نے مدینہ آنے کے فوراً بعد ان تینوں قبائل سے معاہدے کیے۔ یہ باہمی خیر سگالی اور تعاون کے معاہدے تھے۔ مگر غزوۂ بدر کے بعد اسلام کے عروج اور مقبولیت کو دیکھ کر ان کے دلوں میں حسد پیدا ہوا اور سرداران قریش مکہ نے بھی ان کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ اس لئے وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہو گئے۔ مکہ میں جو معاندانہ رویہ مشرکین کا تھا وہ اب مدینہ کے یہود اسلام کے خلاف اختیار کیے ہوئے تھے۔ اسلام کی اشاعت میں رکاوٹیں ڈالنا، مسلمانوں کو ایذا دینا اور حضور ﷺ کے ساتھ بدتہذیبی سے پیش آنا وغیرہ۔

یہود کے بارے میں قرآن ایک بہت طویل فرد جرم پیش کرتا ہے جس میں ان کی سود خوری، دروغ گوئی، بد عہدی، خدا فراموشی، عداوت اسلام اور منافقانہ سرشت کی صاف صاف پردہ دری کی گئی ہے۔ سب سے پہلے بنی قینقاع نے جو یہود کے متذکرہ تینوں قبائل میں سرمایہ داری اور جرأت میں مشہور تھے۔ حضور ﷺ سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ یہود کے پورے عرصہ قیام میں مدینہ کے منافق اور مکہ کے مشرک ان کے ہمراز اور مشیر تھے۔

یہود سے سیاسی اور جنگی کشمکش اور سر کرائی میں بھی پہل انہی کی طرف سے ہوئی۔ ایک روز بنی قینقاع کے بازار میں ایک یہودی نے مسلمان عورت پر بے حیائی کی جیسا کہ وہ اکثر کرتے رہتے تھے۔ وہ خاتون مدافعت کے لئے چلائی۔ ایک مسلمان مرد نے پہنچ کر یہودی کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ دست درازی کرنے لگا۔ مسلمان کی ضرب سے یہودی مر گیا۔ پھر یہودیوں نے مل کر مسلمان کو شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطلاع پا کر جائے واقعہ پر تشریف لے گئے اور نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی مگر ان کے دلوں میں تو تعصب اور کینہ پروری پایا جاتا تھا۔ کہنے لگے: "اے پرائے وطن میں آ کر فتنے کھڑے کرتے ہو، ہمارا تجربہ کار قریش پر اتفاقیہ طور پر غالب آ گئے تم لوگوں کو کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اس کے بعد ان کی سازشیں شورشیں اور اسلام دشمن سرگرمیاں اس حد تک بڑھ گئیں کہ جن کی وجہ سے اسلام کا وجود اور مسلمانوں کا مستقبل خطرہ میں پڑ سکتا تھا۔ بالآخر مجاہدین کو اسلام کی راہ سے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ وہ قلعوں میں محصور ہو گئے۔ بالآخر مدینہ کے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی تجویز کے مطابق جو در پردہ ان کا ہمدرد تھا یہود کو جلاوطن کر دیا گیا اور وہ مقام اذرعات میں جو ملک شام میں ہے چلے گئے ان کی تعداد سات سو تھی۔

سکو لے جاؤ۔ البتہ اسلحہ کے لے جانے کی ممانعت کر دی تھی۔ پھر وہ شام چلے گئے۔

اللہ ﷻ نے ان یہود کے اس غلط پندار کے بارے میں کہ ہم عالم اور کتاب آسمانی یعنی توریت موسوی علیہ السلام کے وارث ہیں اور اس وجہ سے ہم مسلمانوں سے افضل ہیں' اللہ ﷻ نے ان کی اس دلیل کا جواب قرآنِ حکیم میں عنایت فرمایا ہے: "مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ' اِلٰی قَوْلِهٖ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ (الجمعہ:۵تا۸)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنی نضیر کے اموال "فی" کی قبیل سے تھے اور اموال فی خاص رسول اللہ ﷺ کے تھے۔ حضور ﷺ اپنے اہل و عیال کا سالانہ خرچ اس سے چلاتے اور جو کچھ بچتا اس کو فی سبیل اللہ استعمال فرماتے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق موسیٰ بن عقبہ زہری رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کلابیوں کی دیت میں ان سے مدد حاصل کرنے کے لئے بنو نضیر کی طرف گئے۔ بنو نضیر کے یہودیوں نے حضور ﷺ سے کہا:

"ابو القاسم ﷺ! آپ تشریف رکھیں' ہمارے ساتھ کھانا کھائیں اور ہماری جانب سے امداد و تعاون کی رقم لے کر تشریف لے جائیں۔"

حضور ﷺ کچھ دیر کے لئے ٹھہر گئے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک عمارت کے سائے میں بیٹھ گئے ادھر بنو نضیر نے موقع کو غنیمت سمجھ کر مشورہ کر کے طے کیا کہ فلاں یہودی عمارت کی چھت پر چڑھ کر حضور ﷺ کے سر پر پتھر گرا دے اس طرح آپ ہلاک ہو جائیں گے۔

اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی ان کے منصوبے سے آگاہ کر دیا اور آپ اٹھ کر چلے آئے۔ بعد ازاں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ" اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ (پ۶ المائدہ۱۱) "اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے۔" (ترجمہ کنز الایمان)

ان کی بار بار کی اور مسلسل ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر حضور ﷺ نے یہود کو مدینہ سے نکلنے کا حکم دیا۔ منافقین مدینہ نے یہود کو اپنے تعاون و امداد کی پیشکش کی اور کہا جنگ و صلح میں ہم ایک ہیں اور متحد ہیں۔ یہود نے اس امداد کو خوش آمدید کہا اور حضور ﷺ سے کہہ دیا کہ ہم اپنے وطن اور دیار کو گھربار کو نہیں چھوڑ سکتے۔

حضور ﷺ نے محاصرہ کر لیا' مکانات گرا دیئے اور باغات کو کاٹ کر آگ لگا دی۔

منافقین نے یہود کے ساتھ بھی نفاق کا رویہ اختیار کیا اور کوئی لمداد نہیں کی چنانچہ یہود نے اب خود مدینہ چھوڑ دینے کی درخواست کی اور حضور ﷺ نے علاوہ ہتھیاروں کے قابلِ منتقلی سامان کو اونٹوں پر ہمراہ لے جانے کی اجازت دے دی۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت جعفر ؓ سے روایت کی میں مدینہ سے اٹھ کر بنونضیر کی طرف گیا تھا کہ اسی موقع پر عمرو بن سعدی آیا اور کھنڈرات کو دیکھ کر بنی قریظہ کی طرف گیا اور کہا میں عبرت کے مناظر دیکھ کر آ رہا ہوں۔ میں نے بزرگی اور شرافت' علم وعزت اور برتری وعظمت کے بعد اپنے بھائیوں کے محلات کی جگہ کو ویران' سنسان اور وحشتناک صورت میں دیکھا ہے' وہ اپنے اموال و جائیداد کو چھوڑ کر ذلت وخواری کے ساتھ نکل گئے اور اللہ ﷻ کسی قوم پر یہ ذلت و خواری بغیر کسی وجہ کے مسلط نہیں کرتا۔ میرا مشورہ مانو چلو ہم محمد مصطفےٰ ﷺ کی دعوتِ اسلام قبول کر لیں۔ خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ وہ نبی برحق ہیں۔

ابن الہیبان ابوعمرو اور ابن جو اس دونوں نے جو کہ یہود کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی نبوت اور آنے کی بشارت دی اور یہ دونوں یہودی بزرگ اپنے وطن بیت المقدس کو چھوڑ کر اس بے آب وگیاہ علاقہ میں آ گئے تھے اور ان ہی نبی مبشر کے انتظار میں یہ سب کچھ وہ کر رہے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کا سلام ان نبی کو پہنچائیں۔ پھر وہ دونوں فوت ہو گئے اور ہم نے ان کے جسموں کو اسی سنگلاخ زمین میں دفن کر دیا۔

عمرو کی یہ ترغیب سن کر زبیر بن باطا نے کہا: میں نے حضور ﷺ کے اوصاف باطا کی اس کتاب توریت میں پڑھے ہیں جو حضرت موسیٰ ؑ پر نازل ہوئی تھی اور ان نسخوں میں موجود نہیں ہے' جو ہمارے پاس اب ہیں اور ہم جنہیں پڑھتے ہیں۔

یہ سن کر اس سے کعب بن اسد نے کہا: ”پھر کون سے اسباب اور وجوہ ہیں جو تم کو ان نبی کی اطاعت سے روکے ہوئے ہیں؟“

اس نے کہا: ”بس تم مانع ہو!“

کعب نے پرزور لہجے میں کہا: ”یہ تم کس طرح کہتے ہو' میں تو تمہارے اور ان کے درمیان کبھی حائل نہیں ہوا۔“

زبیر نے کہا: ”تم ہی تو ہمارے پیش رو ہو' اگر تم ان کی پیروی کر لو تو پھر ہمارے لئے آسان ہو جائے اور کوئی رکاوٹ نہ رہے۔“

اس کے بعد عمر بن سعدی کعب کے روبرو کھڑا ہوا اور اس سلسلے میں دونوں کے درمیان

سخت کلامی ہونے لگی۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر ﷛ سے روایت کی کہ بنونضیر کے محاصرہ کے زمانہ میں جب کہ وہ طویل ہو گیا تھا ایک روز حضرت جبرئیل ﷤ تشریف لائے حضور ﷺ اس وقت سر دھو رہے تھے۔ جبرئیل ﷤ نے کہا: "عفا اللہ عنک ۔" اے اللہ ﷺ کے نبی مسلمان اتنی جلدی ملول ہو گئے اور ہم نے تو اب تک اپنے جسموں سے ہتھیار نہیں اتارے ہیں۔ جب سے آپ نے ان کا محاصرہ کیا ہے۔ اٹھئے اور اپنے ہتھیاروں کو لگایئے خدا کی قسم میں ان کو کچل دوں گا جیسا صاف پتھر پر انڈا کچلا جاتا ہے۔ تو ہم نے ان پر چڑھائی کی اور فتح عطا ہوئی۔

کعب بن اشرف کی اسلام دشمنی اور اپنے اشعار میں اسلام کی ہجو کرنا' بالآخر اس کا قتل ہونا[1]

ابن اسحاق' ابن راہویہ' احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ان صحابہ ﷡ کے ساتھ "بقیع الغرقد" تک تشریف لے گئے۔ جن کو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے روانہ فرمایا تھا اور حضور ﷺ نے وصیت فرمائی بسم اللہ کہہ کر جاؤ۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اے خدا ان کی مدد فرما۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن معتب ﷛ سے روایت کی کہ حضرت حارث بن اوس ﷛ کو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے سلسلے میں ایک زخم آ گیا۔ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ اس کے بعد زخم میں تکلیف نہ رہی۔ (اس حدیث کو واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

غزوۂ احد میں جو معجزات ظہور میں آئے

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا میں نے مکہ سے سرزمین نخلستان کی طرف ہجرت کی ہے۔ تو میں نے خیال کیا کہ شاید یمامہ یا ہجر کی طرف ہجرت ہو گی۔ مگر وہ سرزمین نخلستان' مدینہ کی سرزمین تھی۔ اس کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا "میں نے تلوار کو گھمایا تو وہ درمیان سے ٹوٹ گئی۔" اس کی تعبیر یوم احد کی مصیبت ہے' اسی سلسلہ خواب میں پھر "میں نے اسی شکستہ تلوار کو گھمایا تو وہ تلوار بہت اچھی

---

[1] لالیان مدینہ پر یہودیوں کی جو دھاک بیٹھی ہوئی تھی' وہ رفتہ رفتہ ختم ہو گئی۔ کعب بھی دوسرے یہودیوں کی طرح مسلمانوں کا سخت دشمن تھا' بدر میں کافروں کی شکست کے بعد وہ مکہ پہنچا اور اس نے مقتول قریشی سرداروں کے مرثیے لکھے۔ جلسوں میں تقریریں کیں اور ان کو خوش کرنے کے لئے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ باتیں اشعار میں بیان کیں۔ حضور ﷺ نے اس کے قتل کے لئے صحابہ کرام کی یہ جماعت روانہ فرمائی تھی۔

درست حالت میں ہو گئی۔'' تو یہ بات وہ ہے کہ اللہ ﷻ نے آخر میں ہم کو فتح یاب فرمایا اور مسلمان پھر مجتمع ہو گئے۔

حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے اس خواب میں ایک گائے بھی دیکھی اور دیکھا کہ اللہ ﷻ نے خیر بھیجی ہے! گائے سے مراد تو وہ ضلالت ہے جو یوم احد مسلمانوں میں پیدا ہو گئی تھی اور وہ خیر جو اللہ ﷻ کی طرف سے آئی اس سے مراد وہ حقیقی خیر و ثواب ہے جو اللہ ﷻ نے یوم احد کے بعد ہمیں مرحمت فرمائی۔

امام احمد' بزار اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ احد کے موقع پر جب مشرکوں کے آنے کی اطلاع ملی تو رسول اللہ ﷺ کا خیال تھا کہ مدینہ ہی میں رہا جائے اور یہیں پر مشرکین سے جنگ کی جائے۔ مگر جو لوگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ چاہتے تھے کہ مدینہ سے باہر آگے جا کر دشمنوں کو روکا جائے اور وہیں جنگ کی جائے اور وہ لوگ برابر اپنی بات پر اصرار کرتے رہے۔ پھر حضور ﷺ نے جسم پر ہتھیار لگائے اور لشکر اسلام کو کوچ کا حکم دینے لگے تو پھر وہ لوگ شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے:

''اے اللہ ﷻ کے برگزیدہ رسول ﷺ! آپ ﷺ کا خیال درست اور آپ ﷺ کی رائے وقیع ہے۔ آپ مدینہ سے باہر نہ جائیے اور یہیں جنگ کیجئے۔''

فرمایا: ''مسلمانو! کسی نبی کے لئے سزاوار نہیں کہ اپنے جسم پر ہتھیار لگانے کے بعد اس سے پہلے ہی اتار دے کہ ابھی جنگ اور اس کا انجام سامنے نہ آیا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دن جسم اقدس پر ہتھیار باندھنے سے پہلے گفتگو کے دوران فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک محفوظ قلعہ میں ہوں تو اس کی تعبیر مجھے یہی ملی ہے کہ وہ محفوظ قلعہ مدینہ منورہ ہے اور میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں ایک دنبہ کا تعاقب کر رہا ہوں تو میں نے دنبہ (کبش) سے مراد سردار لشکر لی ہے اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار ذوالفقار میں رخنہ آ گیا ہے تو میں نے اس سے مراد یہ لی کہ تم میں رخنہ پڑ گیا ہے اور میں نے دیکھا کہ میں ایک گائے ذبح کر رہا ہوں تو گائے خدا کی قسم خیر ہے۔

امام احمد' بزار' حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک کبش کے پیچھے ہوں اور میری تلوار کا کنارہ ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میں قوم کے کبش (سردار) کو قتل کروں گا اور اپنی تلوار کے کنارے ٹوٹ جانے کی یہ تعبیر لی کہ میری عترت میں سے کوئی شہید ہو گا۔ چنانچہ حضرت حمزہ ﷺ

شہید ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے طلیحہ جمحی کو قتل کیا کہ وہ لشکر کفار کا علم بردار تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ سے بطریق ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اکثر علمائے حدیث کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی تلوار کے سلسلے میں جو بات خواب میں مشاہدہ فرمائی تھی وہ' وہ صدمہ تھا جو جنگ احد میں آپ کے چہرۂ انور کو پہنچا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابی ابن خلف نے جب اپنا فدیہ ادا کیا تو اس نے کہا میں اپنے گھوڑے کو سولہ رطل دانہ کھلاؤں گا اور (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کے قتل کے موقع پر اس کو استعمال کروں گا۔ آپ کے سامنے جب اس کا ذکر ہوا تو فرمایا۔ انشاء اللہ میں اسے قتل کروں گا۔

پھر احد کے موقع پر ابی بن خلف زرہ اور خود اور دوسرے اسلحہ و سامان حفاظت سے لدا ہوا گھوڑے پر سوار ہوا اور کہنے لگا کہ "محمد (ﷺ) اگلی مرتبہ تو بچ گئے مگر اب ان کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔"

احد کا میدانِ کارزار گرم تھا کہ اس نے حضور ﷺ کی جانب گھوڑا دوڑایا۔ اس کے تیور دیکھ کر جان نثاران رسول اللہ ﷺ نے اس کو ذائقہ موت چکھانا چاہا مگر آپ ﷺ نے فرمایا اس کا راستہ چھوڑ دو اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے جسم پر خود اور زرہ کے درمیان ترقوہ پر نیزے کی انی کا چرکا لگایا۔ ابی زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا اور مکہ مکرمہ تک زندہ نہ پہنچ سکا۔ راستے میں ہی دم توڑ دیا۔

ابی بن خلف جب زخمی ہو کر گرا تو اس کے کچھ ساتھی اسے پوچھنے آئے مگر وہ بیل کی طرح ڈکرا رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کیوں اتنا شور مچا رہا ہے۔ تجھے تو ایک معمولی سی خراش آئی ہے' تو اس نے ان سے رسول خدا ﷺ کے اس ارشاد کا ذکر کیا کہ "میں ابی کو قتل کروں گا۔"

اس کے بعد اس نے کہا قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو تکلیف مجھ پر گزر رہی ہے اگر وہ اہل ذی المجاز پر ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے اور اسی طرح مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں مر گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اسی روایت کو عبد الرحمٰن بن خالد بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بروایت ابی شہاب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ماتحت تیر اندازوں نے دیکھا کہ تمام مشرکین میدان چھوڑ گئے تو انہوں نے کہا: غنیمت اے لوگو غنیمت! مسلمان بھائی غالب آ گئے' تم کس انتظار میں

کھڑے ہو؟ بس اب چلو غنیمت لوٹیں۔"

حضرت عبد اللہ بن جبیر ﷛ نے فرمایا: "تم رسول اللہ ﷺ کی تاکید کو بھول گئے کہ آئندہ حکم ملنے تک اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا۔

انہوں نے کہا: "جنگ ختم ہو چکی ہے اب ضرورت نہیں ہے' ہم کو مال غنیمت ضرور لوٹنا چاہئے۔" جب وہ وہاں سے ہٹے تو مشرکوں کے منہ پھر گئے اور وہ بھاگنے والے مقابلے پر آ گئے اور پھر صورت حال بدل گئی' یہی وہ صورت حال ہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا: "وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْٓ اُخْرٰىكُمْ" (پ۴ آل عمران ۱۵۳) یہ رسول تم کو آخرت کی طرف بلاتے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس بارہ افراد کے سوا کوئی اور نہیں تھا اور ہم میں سے ستر افراد شہید ہو گئے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے بدر کے دن ایک سو چالیس مشرکوں کو مبتلا کیا تھا اور ستر مشرکین قید ہوئے اور ستر مشرکین مارے گئے۔

امام احمد' بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی نصرت جیسی جنگ احد میں ہوئی تھی ایسی کسی جگہ نہیں ہوئی۔ لوگوں نے اس کا انکار کیا۔ حضرت ابن عباس ﷛ فرماتے ہیں کہ اس کا انکار کرنے والوں کے درمیان اللہ ﷻ کی کتاب موجود ہے۔

اللہ ﷻ یوم احد کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِهٖ۔ "اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے۔" حضرت ابن عباس نے کہا حس کا مطلب قتل ہے۔ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ۔ (پ۴ آل عمران ۱۵۲) "کہ جب تم نے بزدلی کی۔" (ترجمہ کنز الایمان)(اس سے مراد وہی تیر انداز ہیں)

اس کا واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تیر اندازوں کو ایک جگہ قائم کر کے فرمایا: "تم ہماری پشت کی حفاظت کرنا اگر تم یہ بھی دیکھو کہ ہم قتل ہو رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر تم دیکھو کہ ہم غنیمت جمع کر رہے ہیں' تب بھی تم ہمارے شریک آ کر نہ بننا۔ جب رسول اللہ ﷺ غانم ہوئے اور مشرکوں کے لشکر کو تہہ وبالا کر دیا تو تمام تیر انداز لشکر میں آ کر مال غنیمت حاصل کرنے لگے اور وہ تیر انداز رسول اکرم ﷺ کے اصحاب کی صفوں میں شامل ہو کر ان سے گھل مل گئے۔ حضرت ابن عباس ﷛ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر بتایا اور ایک دوسرے میں مدغم ہو گئے۔ جب تیر اندازوں نے اس جگہ کو خالی کر دیا' جہاں ان کو متعین کر دیا گیا تھا تو اس جگہ یعنی نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی پشت سے مشرکوں کے تھوڑے سے سوار داخل ہو گئے۔ ایسی حالت میں بعض

نے بعض کو قتل کیا اور مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ شہید ہو گئے۔

رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے لئے ان کا ابتدائی پہر (کامیابی کا پہر) تھا' یہاں تک کہ مشرکوں کے سات یا نو علمبردار مارے گئے۔ اس وقت شیطان نے آواز لگائی "قُتِلَ مُحَمَّدٌ (نعوذباللہ) اس آواز کے صحیح ہونے میں کسی نے شبہ نہیں کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ' سعدین کے درمیان ظاہر ہوئے اور ہم نے آپ کے جھک کر چلنے کے سبب سے پہچانا۔ اس وقت ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ اب تک جو مصیبت ہمیں پہنچی تھی گویا ایسا معلوم ہوا کہ کوئی مصیبت ہی نہیں پہنچی۔ حضور ﷺ ہماری طرف بلندی پر صعود فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اس قوم پر اللہ ﷻ کا غضب شدید ہو گیا ہے۔ جس قوم نے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کے روئے تاباں کو لہولہان کیا ہے اور دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا "اَللّٰهُمَّ لَيْسَ لَهُمْ ان يَّعْلُوْنَا" "الٰہی ان کے لئے سزاوار نہیں کہ یہ ہم پر غلبہ پائیں۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص ﷺ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ یوم احد میں میں نے رسول اللہ ﷺ کی داہنی اور بائیں جانب سفید لباس میں دو شخصوں کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف سے شدید لڑائی لڑ رہے تھے۔ میں نے ان دونوں شخصوں کو نہ اس سے پہلے دیکھا نہ اس کے بعد دیکھا یعنی یہ حضرت جبرئیل ﷺ اور حضرت میکائیل ﷺ تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے کہ بدر کے سوا فرشتوں نے کسی اور جگہ (جنگ میں) قتال نہیں کیا اور کہا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ فرشتوں نے یوم احد مسلمانوں کی طرف سے قتال نہیں کیا' جب کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور وہ حضور ﷺ کے حکم پر قائم نہ رہے۔ اور واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشائخ سے آیت کریمہ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا (پ آل عمران ۱۲۵) "ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ کرو۔" (ترجمہ کنزالایمان) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ انہوں نے صبر نہیں کیا اور پھیل گئے تو ان کی مدد نہیں کی گئی' اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ اللہ ﷻ نے صبر و تقویٰ پر مسلمانوں سے پانچ ہزار صاحب نشان فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور اللہ ﷻ نے ایسا ہی کیا بھی! مگر جب مسلمانوں نے رسول خدا ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی اور اپنی صفوں کی جگہ کو چھوڑ دیا اور دنیا کا ارادہ کر لیا تو اللہ ﷻ نے ان سے فرشتوں کی مدد کو اٹھا لیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مشائخ سے روایت کی انہوں

نے کہا کہ جب مشرکین میں بھگدڑ پڑ گئی اور تیر اندازوں نے جگہ چھوڑ کر مال غنیمت کو جمع کرنا شروع کر دیا تو مشرکین پلٹ پڑے اور ان کو شہید کرنا شروع کر دیا' مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور ان کی چکی چلنے لگی۔ ہوا حائل ہو گئی اور وہ پلٹ کر چلنے لگی حالانکہ اس سے قبل صبا چل رہی تھی۔ ابلیس نے منادی کر دی کہ (معاذ اللہ) محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے اور اس طرح مسلمان آپس میں مل گئے اور غیر شعوری طور پر اپنوں ہی کو قتل کرنے لگے۔ جلدی اور دہشت میں بغیر امتیاز کے ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو لشکر اسلام کے علمبردار تھے اس گیرو دار میں شہید ہو گئے تو ایک فرشتے نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی صورت میں علم کو پکڑ لیا' اس دن فرشتے تو موجود تھے مگر انہوں نے قتال نہیں کیا۔

طبرانی و ابن مندہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بطریق محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے کہا کہ حارث بن صمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا اس وقت حضور ﷺ ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے' میں نے عرض کیا: "میں نے ان کو پہاڑ کے پہلو میں دیکھا ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ فرشتے کافروں سے قتال کر رہے ہیں۔

حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر میں عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو میں نے ان کے پاس (مشرکوں کی) سات لاشوں کو پڑا پایا۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ ﷻ تمہارے ہاتھ کو اور فتح مندی عطا کرے گا۔ ان سب کو تم نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کو اور اس کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ (لاشوں کی طرف اشارہ کر کے کہا) اور بقایا کو اس نے قتل کیا ہے۔ جس کو میں نے نہیں دیکھا! یہ سن کر میں نے کہا کہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن شرجیل بمندری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ یوم احد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ علم کو اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کا داہنا ہاتھ قطع ہو گیا تو بائیں ہاتھ میں علم لے لیا۔ اس وقت وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ○ ان کی زبان پر تھا' ان کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ لیکن انہوں نے علم کو گرنے نہیں دیا اور اپنے دونوں بازوؤں سے جن سے خون کے سوتے جاری تھے' پرچم اسلام کو سینہ سے لگا لیا۔ اس کے بعد وہ شہید ہو گئے۔

نسائی' طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ جب کٹ کر گرا تو اس وقت شدت تکلیف سے کلمہ "آہ" ان کی زبان سے نکلا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے طلحہ! اگر تم اللہ ﷻ کا نام لیتے تو تم کو فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ اس منظر کو دیکھتے ہوتے اور تم فضائے آسمانی میں گم ہو جاتے۔

ابن اسمان' بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عون ؓ سے انہوں نے عمیر بن اسحاق ؓ سے روایت کی' کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہٹ کر لوگ پھیل گئے اس وقت حضرت سعد (ؓ) حضور ﷺ کے آگے کھڑے ہوئے تیر اندازی کر رہے تھے اور ایک جوان ان کو تیر دے رہا تھا' جب کوئی تیر ان کی طرف آتا تو وہ اس تیر کو پکڑ کر انہیں دے دیتا اور کہتا اے ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ تیر پھینکو! جب جنگ سے فراغت ہوئی تو لوگوں نے اس جوان کو تلاش کیا مگر وہ کسی کو نہیں ملا اور کوئی اس کے بارے میں نہ جان سکا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ قریش ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ گئے یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا خدایا! انہیں سزاوار نہیں کہ یہ ہم سے اونچے ہوں' اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب ؓ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے ان کے ساتھ مقابلہ کیا اور یہاں تک کہ ان کو پہاڑی سے اتار دیا اور مسلمانوں میں جو انتشار اور پراگندگی پیدا ہو گئی تھی وہ دور ہو گئی۔

ابو یعلےٰ' بزار' حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کی کہ اوس اور خزرج ایک دوسرے پر اظہار فخر کر رہے تھے۔ خزرجیوں نے کہا:

"ہم میں چار افراد ایسے ہیں' جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جمع قرآن کا کام انجام دیا۔ یعنی حضرت معاذ' زید' ابی اور ابو زید (ؓ)"

اوس کے لوگوں نے مقابلے میں کہا:

"ہم میں ایک شخص ایسا ہے جس کے لئے عرش جنبش میں آ گیا اور وہ حضرت سعد بن معاذ ؓ ہیں اور ایک شخص وہ ہے کہ جس کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا اور وہ حضرت خزیمہ بن ثابت ؓ ہیں اور ہم میں ایک صاحب ایسے ہیں کہ جن کی حفاظت شہد کی مکھیوں سے کی ہے اور وہ حضرت عاصم بن ثابت ؓ ہیں اور ہم میں ایک صاحب ہیں جو غسیل ملائک ہیں اور وہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر ؓ ہیں۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ حضرت حنظلہ ؓ بہ حالتِ جنب[1] احد میں شہید ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔

---

[1] رسول اللہ ﷺ نے ان کی زوجہ مطہرہ سے دریافت کیا اور پھر فرمایا کہ وہ جنبی تھے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ احد کے دن جب میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی بہن یعنی میری پھوپھی رونے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کے لئے نہ روؤ یا پھر فرمایا ان کے لئے کیوں روتی ہو فرشتے ان کو اپنے بازوؤں میں چھپائے رہے' جب تک تم نے ان کو نہ اٹھایا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق عاصم بن عمر بن قتادہ' محمود بن لبید رحمہما اللہ سے انہوں نے قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی کہ ان کی آنکھ کو یوم احد صدمہ پہنچا اور وہ نکل کر رخساروں پر آ گئی تو نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ دوسری آنکھ سے زیادہ صحیح (روشن) ہو گئی۔

طبرانی' ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا یوم احد رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور کی حفاظت کرتے ہوئے میرے چہرے پر تیر لگا اور یہ آخری تیر تھا جو حضور ﷺ کی طرف پھینکا گیا' میں حضور کو تیروں سے بچا رہا تھا تو یہ تیر میری آنکھ پر پڑا اور ڈھیلا حدقہ سے باہر آ گیا' جسے میں نے ہاتھ پر لے لیا۔ جب حضور ﷺ نے آنکھ کو میرے ہاتھ پر دیکھا تو چشمانِ اقدس نم ہو گئیں اور فرمایا الٰہی! قتادہ کو محفوظ رکھ جس طرح کہ اس نے اپنے چہرے سے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے اور اس کی آنکھ کو دوسری آنکھ سے زیادہ حسین اور تیز نظر بنا دے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہہ کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن مجھے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تلاش میں بھیجا اور ہدایت فرمائی اگر وہ مل جائیں تو ان کو میرا اسلام کہنا اور پوچھنا کہ تم نے معاملات خداوندی کو کیسا پایا۔ میں ان کو شہدائے احد میں تلاش کرتا ہوا' ایسے عالم میں پہنچا کہ ان کی جان لبوں پر تھی' ان کے جسم پر تیر' تلوار اور نیزوں کے ستر زخم تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بے انتہا کرب اور تشنگی کی حالت میں کہا تم حضور رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں عرض کرنا۔

"اے اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ؟ میں اس حال میں ہوں کہ جنت کی ہوائیں میرے لئے آ رہی ہیں۔" اور میرے مدنی انصاری بھائیوں سے کہنا کہ "اگر حضور ﷺ کے حکم پر جان فدا کرنے میں سستی بھی ہو گئی' تو اس کے لئے بارگاہِ الٰہی میں کوئی عذر نہ چلے گا۔" یہ پیغامات دینے کے بعد ان کے مجروح جسم سے روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے خثیمہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں بیان کیا کہ

انہوں نے احد کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: افسوس کہ میں بدر کے موقع پر پیچھے رہ گیا تھا' باوجود کہ میں شرکت بدر کے لئے بہت حریص تھا۔ آپ نے میرے لڑکے کی بدر میں شرکت کے لئے قرعہ اندازی فرمائی' اس کا نام نکل آیا' وہ شریک ہوا اور مرتبہ شہادت پایا۔ آج رات میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ "وہ نہایت اچھی صورت میں ہے اور انہار جنت اور سبزہ زار جنت میں مصروف گل گشت ہے' اس نے مجھے دیکھ کر کہا: والد محترم! میرے پاس آ جائیے! ہم دونوں ان آرائش گاہوں میں رہیں گے۔ میں نے ان سب وعدوں کو پا لیا جن کی خبر مجھ کو اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کے ذریعہ ملی تھی۔"

تو اے رحمت عالمیان ﷺ! میں خواب کے بعد سے اپنے بیٹے کی رفاقت کا امیدوار ہوں۔ براہ کرم آپ ﷺ اللہ ﷻ سے میری شہادت کے لئے دعا فرما دیجئے اور جنت میں اس کی رفاقت کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ احد کے روز شہید ہوئے۔

ابن سعد' حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد سے ایک روز پہلے یہ دعا مانگتے سنا:

"اے اللہ ﷻ! کل وادی احد میں جب معرکہ کارزار گرم ہو تو ایک بہت صاحب قوت کافر سے مجھے لڑوا دینا وہ سینے پر چڑھ کر مجھے قتل کرے' پیٹ چاک کر دے' میرے ناک کان کاٹ لے۔ پھر اے میرے پروردگار! میں تیرے حضور اس حالت میں پہنچوں تو پھر تو مجھ سے پوچھے کہ یہ کس وجہ سے ہوا ہے؟ تو میں عرض کروں کہ یہ تیری راہ میں ہوا ہے۔

دوسرے دن جب جہاد کیا گیا تو دشمنوں نے ان کے ساتھ ان کی دعا کے مطابق عمل کیا اور ان کے اعضاء کا مثلہ کیا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ احد کے دن جب رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے زخموں کو چاٹ کر صاف کیا اور جب ان سے کہا گیا خون کو تھوک دو تو انہوں نے کہا: میں حضور ﷺ کے خون کو کبھی نہ تھوکوں گا' اس کے بعد وہ لڑنے میں مصروف ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے تو وہ مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ پھر وہ شہید ہو گئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بدر کے قیدیوں میں جن لوگوں کو بغیر فدیہ کے چھوڑا گیا' ان میں سے ایک ابوعزہ جمحی تھا۔ حضور ﷺ نے اس کو اس کے بیٹے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا اور اس سے عہد لیا گیا تھا کہ آئندہ کبھی جنگ میں شریک نہ ہوگا۔ مگر اس نے عہد

شکنی کی اور لشکر کفار کے ساتھ احد میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ قتل اور واپسی کے بجائے اس کی حراست عمل میں آئے۔ چنانچہ احد میں صرف ایک قیدی بنایا گیا اور وہ ابوعزہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو قتل کرادیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے احد کے دن ارشاد فرمایا کہ "آج کے بعد مشرکین اس طرح کی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے مشائخ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دن یعنی یوم احد کے بعد مشرکین ہم سے بازی یعنی غلبہ نہ لے سکیں گے' یہاں تک کہ ہم رکن کو بوسہ دیں گے۔

ابن سعد' حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ معرکہ احد میں جب سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا انہیں ڈھونڈنے نکلیں۔ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہے۔ تلاش کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ملے' ان حضرات سے دریافت کیا "حمزہ کہاں ہیں؟" ان دونوں حضرات نے ایسا جواب دیا کہ جیسے وہ خود بے خبر ہیں۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اندیشہ تھا کہ میری پھوپھی جب اپنے بھائی کو اس حالت میں دیکھیں گی تو بے تاب اور بے قابو ہو جائیں گی۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا اور دعا کی تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور بغیر آواز نکالے رونے لگیں۔

حاکم و ابن سعد اور بیہقی رحمہم اللہ نے عوف بن محمد رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ احد میں یہ نذر مان کر آئی تھی کہ اگر میں نے حمزہ (رضی اللہ عنہ) پر قابو پایا تو ان کے جگر کو نکال کر چباؤں گی۔ تو اس نے سید الشہداء اشجع دوراں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جگر کا پارچہ لے کر چبایا اور حلق سے اتارنا چاہا مگر نہ اتار سکی تو اس نے اُگل دیا۔ جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ اللہ ﷻ نے آتش دوزخ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم کے کسی حصے کو کبھی جلائے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مشائخ سے روایت کی کہ قبل اسلام سوید بن صامت نے زیاد ابومجذر کو ایک جنگ میں جب کہ وہ دونوں مقابلے پر آئے قتل کر دیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد مجذر نے اپنے باپ کے انتقام میں سوید کو قتل کر دیا۔ قتل اول سے دوم تک' یہ واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں پھر جب حضور ﷺ نے ہجرت کی اور مدینہ میں رونق

افروز ہوئے تو حارث بن سوید اور مجذر بن زیاد ﷺ دونوں اسلام لے آئے اور دونوں بدر میں شریک ہوئے تو حارث اپنے باپ سوید کے انتقام کے لئے مجذر کی گھات میں رہا مگر حارث مجذر پر قابو نہ پا سکا۔ ایک سال بعد احد کا معرکہ آیا اور حارث اور مجذر مسلمانوں کے لشکر میں صف آراء ہوئے اور گھمسان کے رن کے موقع پر حارث مجذر کے پیچھے آیا اور اس کی گردن اڑا دی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد سے واپس تشریف لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر خبر دی کہ حارث بن سوید نے مجذر بن زیاد کو دھوکے سے قتل کر دیا ہے اور حکم پہنچایا کہ حارث کو قتل کر دیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ اسی وقت سخت گرمی میں دوپہر کے وقت مدینہ کے مضافاتی علاقے قبا تشریف لے گئے۔ مسجد قبا میں جا کر نماز پڑھی۔ باشندگانِ قبا نے جب یہ سنا کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں تو وہ سلام و نیاز کے لئے حاضر ہونے لگے۔ حارث بن سوید درس سے رنگی ہوئی چادر اوڑھے آیا۔ حضور ﷺ نے جب اسے دیکھا تو عدیم بن ساعدہ کو بلا کر کہا کہ حارث بن سوید کو مسجد کے دروازے پر لے جا کر مجذر بن زیاد کے قصاص میں گردن مار دو۔ کیونکہ مجذر کو اس نے دھوکے سے قتل کیا ہے۔

حارث نے عرض کیا: مجھے اقرار ہے کہ میں نے مجذر کو قتل کیا ہے اور میرا یہ فعل ہرگز اسلام سے انحراف کی بناء پر نہ تھا اور نہ ہی اسلام کے حق ہونے میں مجھے کوئی شک و شبہ تھا' لیکن یہ قتل شیطان کے فریب اور نفس کی ادعاء کی بناء پر ہوا ہے اور میں اپنے اللہ ﷻ کے حضور میں اس معصیت کے ارتکاب کی بناء پر استغفار کرتا اور دیت ادا کرتا ہوں یا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھتا ہوں اور ایک غلام کو آزاد کرتا ہوں۔ جب اس نے اپنی پوری بات کر لی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے عدیم! اسے لے جاؤ اور گردن اڑا دو۔'' تو وہ لے گئے اور اس کی گردن مار دی۔ اس بارے میں حضرت حسان بن ثابت ﷺ نے یہ اشعار کہے۔

يَا حَارُ فِي سِنَةٍ مِنْ نَوْمٍ اَوَّلِكُمْ — اَمْ كُنْتَ وَيحكَ مُغتَرًا بِجِبْرِيلِ

اَمْ كَيْفَ بِابْنِ زَيَادٍ حِيْنَ تَقْتُلُهُ — تَغْرَةً فِي فَضَاءِ الْاَرْضِ مَجْهُوْلُ

یعنی اے حارث! تم زمانہ جاہلیت کی نیند میں غرق رہے اور اپنی عداوت میں تم نے ابن زیاد کو قتل کر دیا' تم پر افسوس ہے' تم جبرئیل علیہ السلام کی وحی سے دھوکے میں رہے۔ اس وقت تمہاری کیا حالت تھی جب تم نے ابن زیاد کو دھوکے سے ایسی زمین میں قتل کیا جس میں کوئی مفر کی راہ نہ تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی انہوں نے بتلایا میرے والد حضرت عبد اللہ ﷺ کو بہ زمانہ حضرت معاویہ بن سفیان ﷺ ان کی قبر سے نکالا گیا تو ان کو اسی حالت میں پایا جس حالت میں انہیں دفن کیا گیا تھا۔

ابن سعد' بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر ﷺ سے روایت کی کہ احد کے شہداء پر ایک مرتبہ اور نالہ وشیون کی آوازیں بلند ہوئیں' جس زمانے میں حضرت امیر معاویہ ﷺ نے نہر کھدوائی تو بہت سے لوگ قبر کھودنے پر مامور ہوئے اور انہوں نے بعض شہیدوں کو ان کی قبروں سے نکالا تو چالیس برس کے بعد بھی ان کی وہی حالت تھی' جیسی کہ احد کے روز دفن کے وقت تھی۔ نرمی سے ان کے جوڑ ذی روح اجسام کی طرح مڑ رہے تھے۔[1]

حضرت حمزہ ﷺ کے جسم پر کھدائی کے دوران کدال پڑ گیا تو اس سے خون جاری ہو گیا۔

اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور اسی میں بہ طریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مشائخ سے مروی ہے کہ حضرت جابر ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ ﷺ کو اس حال میں پایا کہ ان کا ہاتھ زخم پر تھا۔ ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ ہاتھ کو پھر وہیں رکھ دیا گیا تو خون رک گیا۔

حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو ان کی قبر میں اس طرح دیکھا کہ گویا وہ خوابِ استراحت میں ہیں اور وہ یمنی چادر جس میں انہیں کفن دیا گیا تھا' اس کا ایک تار یا ایک ڈورہ تک نہ بدلا تھا اور جو چیز ان کے پاؤں پر ڈالی گئی تھی اسی حالت اور صورت میں تھی۔ یہ پانی کی نکاسی کی غرض سے کھدائی ۴۰ھ میں ہوئی تھی۔

حضرت ابو سعید خدری ﷺ نے شہدائے احد کی قبور کی کھدائی کے بارے میں فرمایا کہ جب زیارت شہداء کا عام مشاہدہ ہو چکا ہے تو ان کے "احیاء" کے بارے میں اب کسی منکر کو مجال انکار نہیں ہو سکتی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب قبروں کو کھودا گیا تو مٹی سے ایک لطیف خوشبو مثل مشک ہر طرف پھیل گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کے بارے میں فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سب بارگاہ الٰہی میں ہیں تو تم جاؤ اور ان کی زیارت کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' قیامت تک جو بھی ان پر سلام

---

[1] حضرت امیر معاویہ ﷺ کو یہ علم نہیں تھا کہ اس جگہ شہدائے احد دفن ہیں ورنہ وہ یہ مقام کبھی نہ کھدواتے۔

بھیجے گا' وہ ان کو سلام کا جواب دیں گے۔

حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے ابی فروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن قبور شہداء کی زیارت کی اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ وَ نَبِيَّكَ يَشْهَدُ اَنَّ هٰؤُلَاءِ شُهَدَاءُ وَ اَنَّهُ مَنْ زَارَهُمْ اَوْسَلَّمَ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَدُّوْا عَلَيْهِ۔

عطاف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے میری خالہ نے بیان کیا کہ انہوں نے شہدائے احد کے مقابر کی زیارت کی: انہوں نے فرمایا کہ میرے ہمراہ صرف دو غلام تھے جو سواری کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں نے صاحبانِ قبور شہداء کو سلام کیا' میں نے اپنے سلام کا جواب سنا اور پھر آواز آئی۔ ہم تم کو اسی طرح پہچانتے ہیں' جس طرح ہم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔

وہ بیان کرتی ہیں اس کے بعد میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں لوٹ آئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ' واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ خزاعیہ رحمۃ اللہ علیہا نے بیان کیا کہ میں نے سید الشہداء حضرت حمزہ ؓ کی قبر کی زیارت کی اور کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ" (اے اللہ کے رسول کے عم محترم آپ پر سلام ہو) تو میں نے اس کے جواب میں سنا: "وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ"

ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے طلحہ بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ میں نے اپنے اس مال کے پاس پہنچنے کا ارادہ کیا جو بَن میں تھا تو مجھے رات نے آ لیا اور میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو ابن حزام ؓ کی قبر کے پاس پناہ لے لی اور میں نے قبر سے قرأت کی آواز سنی۔ پھر جب میں لوٹا تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کو بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا قرأت کرنے والے عبد اللہ ؓ تھے۔ شاید تم کو معلوم نہیں کہ اللہ ﷻ ان لوگوں کی روحوں کو قبض کر کے زبرجد و یاقوت کی قندیلوں میں رکھتا ہے۔ پھر ان کو جنت کے وسط میں لٹکا دیتا ہے۔ رات بھر کے لئے روحیں اپنے جسموں کے پاس آتی ہیں اور فجر تک رہتی ہیں' پھر اپنے مقامات پر واپس ہو جاتی ہیں۔

حضور ﷺ کا وہ معجزہ جو حَمْرَاءُ الْاَسَد میں واقع ہوا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ؓ نے حدیث بیان کی کہ ابو سفیان نے عبد القیس کے ان سواروں سے جو مدینہ جا رہا تھا کہا کہ محمد (ﷺ) کو بتا دینا کہ ہم ان پر پلٹ کر آنے والے ہیں تا کہ ہم ان کا قلع قمع کر دیں۔ جب وہ سوار

رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ابوسفیان کا پیغام دیا تو آپ ﷺ نے اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے کہا:
حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ[1]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو انہوں نے کہا تھا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے بھی انہیں کلمات کو پڑھا۔

مسلمانوں کی ایک دیکھ بھال کرنے والی جماعت پر بنی ہذیل کا حملہ اور ظہورِ معجزات

بخاری و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹی سی جماعت کو دیکھ بھال کے لئے بھیجا اور اس جماعت پر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ جماعت مفوضہ خدمت انجام دینے کے سلسلہ میں عسفان اور مکہ کے درمیان تھی کہ بنی ہذیل کو معلوم ہوا اور ایک سو سے زیادہ افراد مسلح ہو کر مسلمانوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور نشاناتِ قدم پر چلتے رہے حتی کہ انہوں نے جماعت مسلمین کو پالیا اور محاصرہ میں لے کر کہا:

---

[1] غزوہ احد سے فارغ ہو کر جب مشرکین کئی منزل دور چلے گئے تو انہیں نے سوچا اور آپس میں تبادلہ خیال کرنے لگے کہ ہم نے حقیقتاً قابل علاقی حماقت کی ہے اور وہ یہ کہ محمد (ﷺ) کی طاقت کو توڑ دینے کا جو بہترین موقع تھا اس سے فائدہ اٹھائے بغیر چلے آئے اور وادی احد میں شکست جب دے چکے تھے تو اس کے فوراً بعد بڑھ کر مدینہ کے گھروں اور عورتوں اور رہے سہے مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہئے تھا۔ کچھ کافروں نے کہا اب لوٹ کر مدینہ پر حملہ کئے دیتے ہیں مگر ہمت نہ ہوئی۔ راستہ میں قریش کو عبدالقیس کا قافلہ جو مدینہ کی طرف آ رہا تھا اس کے ذریعہ یہ زبانی پیغام دینے پر اکتفا کیا جس کا ذکر اوپر متن میں ہے ادھر حضور ﷺ کو بھی اندیشہ تھا کہ یہ دشمن اسلام کہیں مدینہ پر نہ ٹوٹ پڑیں اس لئے ابھی تھکے ماندے مسلمانوں نے ہتھیار بھی نہ کھولے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قریش کے تعاقب میں چلو کہیں وہ اطاعت کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور حضور ﷺ کے ساتھ حمراء الاسد تک گئے جو مدینہ سے آٹھ میل پر ہے۔ قرآن پاک میں اجمالاً اس طرح فرمایا گیا:

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕۛ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۚ O اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ O وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ (پ۴ آل عمران ۱۷۲، ۱۷۳)	وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑا ثواب ہے۔ وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لیے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔ (ترجمہ کنز الایمان)

"ہم وعدہ کرتے ہیں اگر تم خود کو ہمارے حوالے کر دو گے تو پھر ہم تم میں سے نہ کسی کو قتل کریں گے نہ کوئی ایذا دیں گے۔"

حضرت عاصم ؓ نے کہا: "ہم کافروں کے عہد اور ضمان میں آنا گوارا نہیں کر سکتے۔"

پھر دعا کی کہ "اے ہمارے پروردگار ﷻ! اس صورت حال کی خبر اپنے نبی ﷺ کو دے دے۔"

اس کے بعد کافروں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ حضرت عاصم ؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑتے رہے۔ بالآخر سب شہید ہو گئے اور تین مسلمان جن میں حضرت خبیب ؓ اور حضرت زید بن دثنہ ؓ اور ایک اور صحابی باقی رہ گئے۔ ان حضرات کرام سے کافروں نے قول و قرار کے بعد لڑائی بند کر دی۔ جب کافروں نے ان پر قابو پا لیا تو کمانوں سے چلّوں کو اتار کر باندھ دیا۔ ان مسلمانوں میں سے ایک نے کہا یہ ان کافروں کی پہلی خلاف ورزی اور دھوکہ ہے انہوں نے چند مسلمانوں کو قتل کر دیا اور حضرتِ خبیب و زید ؓ کو مکہ میں لے جا کر فروخت کر دیا۔

حضرت خبیب ؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا چونکہ بدر میں حضرت خبیب ؓ نے حارث کو قتل کیا تھا۔ چند روز ابن حارث کی قید میں گزرے تھے ایک روز گھر کے کسی فرد سے حضرت خبیب ؓ نے ایک استرہ ضرورت کے لئے مانگا وہ ان کو دے دیا گیا وہ استرہ کو دیکھ رہے تھے کہ اتفاقاً ایک چھوٹی بچی ان کے پاس چلی گئی۔ حضرت خبیب ؓ نے از راہِ شفقت بچی کو ران پر بٹھا لیا۔ بچی کی ماں نے دیکھا تو وہ لرز گئی۔ حضرت خبیب ؓ اس عورت کے اضطراب کو سمجھ گئے اور انہوں نے کہا اے خاتون! تم کو اندیشہ ہے اور خوف ہے کہ میرے پاس استرہ ہے اور بچی اتفاقاً میرے پاس پہنچ گئی ہے اب میں اس بچی کو قتل کر دوں گا' یہی بات ہے نا؟

بچی کی ماں کچھ نہ بولی' البتہ اس کی نگاہیں رحم طلب اور لطف کی ملتجی تھیں۔ چنانچہ خبیب ؓ نے یہ تاثر لینے کے بعد فرمایا:

"اے اس معصوم کی ماں! تو اطمینان رکھ' میں انشاء اللہ ہرگز ایسا نہیں کروں گا' مسلمان ایسا نہیں کرتے۔"

حضرت ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ بچی بھی تمام عرب اور قبائل عرب کی طرح آئندہ چند برسوں میں مسلمان ہو گئی تھی اور کہا کرتی تھی "میں نے ایسا عجیب اور اچھا قیدی کبھی نہ دیکھا اور میں نے ایسے زمانے میں کہ مکہ میں کسی کا بھی کوئی پھل نہ تھا اور ہمارا قیدی آہنی زنجیروں سے بندھا ہوا' مگر بایں ہمہ ان کے پاس تازہ ترین انگوروں کے خوشے ہوتے وہ انہیں کھاتے اور

کبھی میں سامنے آ جاتی تو کچھ مجھے بھی دے دیتے۔" راوی حدیث نے فرمایا وہ جنت کے انگور تھے جو اللہ ﷻ اپنے محبوب بندے کی بھوک اور پیاس کو رفع کرنے کے لئے عطا فرماتا تھا۔

حضرت خبیب ؓ کو جب ابن حارث اور اس کے اہلِ خاندان حرم سے لے کر چلے تو انہوں نے فرمایا مجھے اتنا موقع دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں اور پھر انہوں نے نماز پڑھ کر اپنے رب ﷻ سے دعا کی: "اے خدا! ان نافرمانوں، حد سے متجاوز ہونے والوں اور اسلام کے دشمن ظالموں کو گھیر لے اور پھر انہیں جدا جدا کر کے قتل کر دے اور اس درجہ سنگدل خاندان میں سے کسی ایک کو باقی نہ رکھ۔"

اسی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ عاصم ؓ نے اپنی شہادت سے قبل دعا کی تھی کہ اے پروردگار صورتِ حال کی خبر اپنے نبی ﷺ کو دے دے تو اللہ ﷻ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس واقعہ کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچا دی۔

بنی ہذیل کے کچھ لوگ حضرت عاصم ؓ کی نعش کو شناخت کرنے کے لئے ان کے قریب آنا چاہتے تھے، وجہ اس کی یہ تھی کہ بدر کے دن آپ ؓ نے بہت سے سردارانِ قریش کو قتل کیا تھا اور ہذیل والے اس کارنامہ سے قریش کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مگر اللہ ﷻ نے شہد کی مکھیوں سے مدافعت فرمائی اور وہ شناخت کے لئے آپ کی نعش کے نزدیک نہ پہنچ سکے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن عمر بن قتادہ ؓ سے روایت کی کہ ہذیل کے لوگوں نے جب حضرت عاصم بن ثابت ؓ کو شہید کر دیا تو ان کا ارادہ ہوا کہ آپ کا سر کاٹ کر سلافہ بنت سعد قرشی مکی کے ہاتھ فروخت کر دیں، کیونکہ سلافہ نے نذر مانی تھی کہ اگر میں نے عاصم ؓ پر قابو پا کر اس کو قتل کر دیا تو میں اس کے کاسۂ سر میں شراب نوش کروں گا۔[1] پس اللہ ﷻ نے مقتول فی سبیل اللہ حضرت عاصم ؓ کی نعش کی حفاظت کے لئے شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا۔

بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے بریدہ بن سفیان اسلمی ؓ سے روایت کی کہ حضرت خبیب ؓ کو جب خاندان حارث کے لوگ قتل کرنے کے لئے جا رہے تھے تو انہوں نے اپنے خدا سے عرض کیا:

"اے رب کائنات ﷻ! میں نہیں سمجھتا کہ کسے قاصد بناؤں اور وہ میرا آخری سلام تیرے رسول ﷺ کی خدمت میں لے جائے۔

"پس اے واحد و بے ہمتا، ارحم الراحمین معبود! تو ہی اس کام کو کر دے۔" خدا کی پیام

---

[1] حضرت عاصم ؓ نے بدر میں سلافہ کے کئی بیٹوں کو قتل کیا تھا۔

رسائی دیکھئے سرکار دو عالم صحابہ کرام ﷺ کے جھرمٹ میں تھے کہ معاً فرماتے ہیں۔ وعلیکم السلام۔

صحابہ ﷺ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کس کے سلام کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں؟" صحابہ ﷺ کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"تمہارے بھائی خبیب ﷺ کو کافر قتل کرنے کے لئے جا رہے ہیں اور وہ ایک آخری سلام خلوص و محبت مجھے کر رہے ہیں۔"

پھر وہ دار کے تختے پر دعا کے لئے قبلہ رو ہوئے۔ ایک شاہد نے بعد میں بیان کیا کہ جب میں نے ان کو طلب دعا کرتے دیکھا تو میں زمین پر لیٹ گیا' اس واقعہ کو ایک سال نہیں گزرا تھا کہ بجز ان لوگوں کے جو زمین پر لیٹ گئے تھے' وہ سب مشرکین ہلاک ہو گئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ماویہ باندی سے روایت کی کہ حضرت خبیب ﷺ مکہ میں میرے گھر میں قید کئے گئے۔ میں ایک روز ان کے پاس گئی تو میں نے انکو ایک بڑے تر و تازہ اور عمدہ انگوروں کے خوشے کو کھاتے دیکھا حالانکہ اس زمانے میں انگور کا موسم تھا نہ بازار میں اس کا کوئی دانہ۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد راویوں سے جن میں جعفر ابو ابراہیم اور عبد الواحد بن ابی عون رحمہا اللہ وغیرہ شامل ہیں' روایت کی کہ ایک روز ابو سفیان بن حرب نے مکہ میں قریش کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"اے قریشیو! ایک عجیب مشکل مجھے درپیش ہے کہ جس کا کوئی حل میرے خیال میں نہیں آتا اور وہ مشکل یہ ہے کہ میں پوری قوم میں کسی ایک شخص کو بھی نہیں پاتا جو مدینہ پہنچ کر محمد (ﷺ) کو قتل کر دے اور بدر کے بعد میرے اندر اور میرے اندر کیا بلکہ پوری قوم کے اندر جو جذبۂ انتقام موجزن ہے وہ اس کارروائی کے بعد کچھ سرد پڑ جائے۔ حالانکہ وہ بغیر کسی اندیشہ اور خوف کے تنہائیوں میں اور بازاروں میں پھرتے ہیں۔"

اس کی یہ جذبات انگیز تقریر سن کر ایک اجڈ دیہاتی سفیان کے پاس آیا اور اس کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے بعد اس نے کہا:

"اے سردار! یہ کیا بڑی بات ہے' اگر تم تعاون کرو تو مدینہ پہنچتا ہوں اور محمد (ﷺ) کے قتل کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ میں تمہارے بھرپور اطمینان اور اطلاع کے طور پر یہ بتا دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ میں اس نوعیت کے کاموں کی انجام دہی کے لئے تمام گھاتوں اور پینتروں سے بالکل واقف ہوں اور میرے پاس ایک کرگس کے خافیہ[1] کے انداز کا ایک مہلک خنجر بھی ہے۔"

[1] کرگس کے خافیہ یعنی کرگس کے چھپے ہوئے پنجے جس کی انگلیوں کے ناخن بہت ہی تیز ہوتے ہیں۔ آج کل بھی بعض وحشی قبائل میں اس قسم کے آہنی پنجے بنائے جاتے ہیں۔

ابوسفیان گفتگو کے دوران اس کے چہرے اور لہجے کا بہ غور جائزہ لیتا رہا تھا۔ اس نے جواب دیا: ”تو میرا دوست ہے، نہیں پوری قوم کا دردمند ہے لو۔“ پھر اس کو ایک تیز رفتار اونٹ اور سفر خرچ دیا اور مدبرانہ انداز میں نصیحت کے طور پر کہا:

”تو اپنے ارادہ کو بہر صورت پوشیدہ رکھنا‘ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی مطلع ہو جائے اور محمد ﷺ کو جا کر بتا دے۔“ بدو نے اخفا اور راز داری کے خیال سے رات کو سفر کا آغاز کیا اور پانچ راتیں سفر کر کے چھٹے دن صبح کو ظہر الحرۃ میں آیا اور پھر وہاں سے مدینہ پہنچ گیا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ ؓ کو بتایا یہ شخص نیت بد کے تحت یہاں آیا ہے حالانکہ اللہ ﷻ اس کے اور اس کے ارادہ کے درمیان حائل ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے اس سے فرمایا:

اے شخص! کیا تو صحیح صحیح نہ بتائے گا کہ تو کون ہے اور کس ارادہ سے آیا ہے اگر تو نے صداقت بیانی اور راست گوئی سے کام لیا تو سچائی تجھے نفع دے گی اور اگر تو نے جھوٹ بولا تو تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ میرے رب ﷻ نے مجھے اس بات سے آگاہ کر دیا ہے جس کا تو نے ارادہ کیا ہے۔

بدو نے کہا: ”اے نادر انسان! مجھے موقع دیجئے اور میرے قول کو نادرست نہ سمجھئے۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”مجھے سب کچھ بتا دیا گیا ہے اگر اس کے خلاف کہے گا‘ نادرست ہوگا۔ پس ہماری طرف سے اطمینان رکھ اور صحیح صحیح صورت حال بیان کر دے۔“

بدو نے پوری صورت حال بلاکم و کاست بیان کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تجھے امان دے چکا ہوں تو جا سکتا ہے۔ مگر اس سے زیادہ بہتر تیرے لئے ایک شئے اور ہے؟ اس نے دریافت کیا وہ کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ یہ کہ تو دل سے یقین اور زبان سے اقرار کر لے کہ ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں‘ اور میں اللہ کا رسول ہوں“۔

تو اس نے ایسا ہی کیا اور مسلمانوں کے زمرے میں شامل ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے کہا: ”میں لوگوں سے نہیں ڈرتا‘ میرا دل ہمیشہ قوی اور ارادہ مضبوط ہے۔ مگر یہاں آ کر جب آپ ﷺ پر نظر پڑی تو میرا فہم فاتر اور رہنمائی سے عاجز ہوگیا اور اپنے قلب میں مجھ کو ضعف معلوم ہونے لگا۔ حیرت ہے آپ ﷺ میرے ارادہ سے باخبر ہو گئے‘ حالانکہ میں تیز رفتار سانڈنی پر ہر سارباں کو پیچھے چھوڑتا ہوا آیا ہوں‘ نیز میرے ارادے سے نہ کوئی باخبر ہے نہ میرا کوئی راز دار۔

ظاہر ہے کہ اس پر اسرار نوعیت کے معاملہ سے آپ ﷺ کا واقف ہونا اللہ ﷻ کی مشیت

سے ہوا ہے اللہ ﷻ آپ ﷺ کا نگراں اور رکھوالا ہے اور یہی ایک بات اتنی بڑی بات ہے جو آپ ﷺ کی سچائی اور نبی برحق ہونے کی بین دلیل ہے۔"

ابو براء عامری کی قیادت میں وفد کی دربار رسالت ﷺ اور ستّر قراء کی شہادت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے بتایا میرے والد بیان کرتے تھے کہ جب مسلمان بیر معونہ میں شہید ہوئے اور عمرو بن امیہ ضمیری ؓ گرفتار ہو گئے تو ان سے عامر بن طفیل نے پوچھا یہ کون ہے اور اس نے ایک شہید مقتول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ عمرو بن امیہ نے جواب دیا۔ یہ عامر بن فہیرہ ہیں۔ ان کا جواب سن کر عامر بن طفیل نے کہا ان کو شہید ہونے کے بعد میں نے آسمان کی طرف لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں ان کے اور زمین کے درمیان آسمان تک دیکھتا رہا اس کے بعد ان کو روک دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو جب ان شہداء کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ ؓ کو ان کی شہادت کی اطلاع دی اور یہ بھی بتایا کہ انہوں نے بارگاہ ﷻ میں عرض کی:

"اے ہمارے مہربان آقا! ہمارے بھائی کو ہماری شہادت کی اور نیز اس بات کی کہ ہم تجھ سے اور تو ہم سے راضی ہو گیا ہے' خبر پہنچا دے۔" اور میں ان کی دعا کی مقبولیت کے سلسلے میں تم کو اطلاع دے رہا ہوں۔

مسلم و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا کچھ لوگوں کو ہمارے یہاں بھیجیں تاکہ وہ ہمیں قرآن سکھائیں۔

تو آپ ﷺ نے ان کے قبیلے کو تعلیم دینے ستر انصاری قراء کو روانہ فرمایا۔ مگر ان لوگوں نے راستے ہی میں گھیر کر ان سب کو شہید کر دیا۔ ان قراء نے بہ وقت شہادت دعا کی:

"اے پروردگار! رسول اللہ ﷺ کو ہماری حالت کی خبر کر دیجئے۔"

عین اسی وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے مسلمانو! تمہارے بھائیوں کو شہید کر دیا گیا ہے اور اللہ ﷻ کے ان دوستوں نے یہ دعا مانگی ہے۔ اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اِنْ قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ فرمایا۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور اللہ ﷻ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: "اے لوگو! تمہارے بھائیوں پر مشرکین حملہ آور ہو گئے ہیں اور ان

کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ ان کی دعا تھی:

اے رب! ہمارے حالات کی اطلاع ہمارے مسلمان بھائیوں کو کر دے اور بے شک ہم اللہ ﷻ کے سایہ عاطفت میں ہیں اور اللہ ﷻ ہم سے راضی ہے تو میں تمہارے ان بھائیوں کی طرف رسول ہوں اور تمہیں خبر پہنچاتا ہوں کہ وہ خدا سے راضی ہو گئے اور خدا ان سے راضی ہو گیا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے مصعب بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بروایت ابو الاسود رضی اللہ عنہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ حضرت منذر بن عمر رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور مذکورہ بالا قصہ بیان کیا اور کہا کہ عامر بن طفیل [1] نے حضرت عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم اپنے ساتھیوں کو پہچانتے ہو؟

انہوں نے کہا ہاں' تو اس نے انہیں ہمراہ لے کر شہیدوں میں چکر لگایا اور ان سے ہر ایک کے بارے میں معلومات لیتا رہا۔ آخر میں دریافت کیا' کیا تم ان شہداء میں کسی کو غیر موجود پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ہاں' میں ایک صاحب کو جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں' ان میں نہیں پاتا اور ان کا نام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ہے۔

اس نے پوچھا وہ تم لوگوں میں کیسے تھے؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا وہ ہم میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت تھے۔ عامر نے کہا۔ کیا میں تمہیں ان کا حال بتاؤں؟ انہیں بھالا مارا گیا۔ پھر اسے نکال لیا تو ایک شخص ان کو اٹھا کر آسمان میں لے گیا اور وہ پھر مجھے نظر نہ آئے اور جبار بن سلمٰی کلابی نے ان کے بھالا مارا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ جب نیزے کی انی ان کے جسم کو

---

[1] ماہ صفر ۴ھ میں' غزوۂ احد سے ساڑھے چار ماہ بعد ابو براء عامری حضور ﷺ سے ملنے آئے۔ آپ ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ انہوں نے نہ اسے قبول کیا نہ تردید کی۔ البتہ عرض کیا: اگر آپ ﷺ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو نجد کی طرف بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ وہاں کے باشندے اس دین کو قبول کر لیں گے۔ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ اہل نجد عصبیت کی بنا پر میرے اصحاب کو شہید نہ کر دیں؟ ابو براء نے عرض کیا: میں آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا ذمہ لیتا ہوں۔ پس آپ نے منذر بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چالیس اور بعض روایات کے مطابق زیادہ سے زیادہ ستر آدمی روانہ کئے۔ ان سیلنوں نے بئر معونہ پہنچ کر وہاں کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضور ﷺ کا مکتوب بھیجا۔ عامر بن طفیل نے از راہ نخوت حرام رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور اپنے قبیلے بنو عامر کو حکم دیا کہ جا کر سارے مسلمانوں کو قتل کر دو۔ ان لوگوں نے کہا اے ہمارے سردار! جب ابو براء نے مسلمانوں کو اپنی حمایت میں لیا ہوا ہے تو غور فرمایئے اس کے باوجود ہم ان کو قتل کر دیں۔ اس کے بعد سردار عامر نے بنو سلیم کو بلوایا اور پھر ان کو ساتھ لے کر بذات خود مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور ان کی فرودگاہ میں اچانک پہنچ کر سب کو قتل کر دیا۔ صرف دو آدمی بچ سکے۔ ایک تو عمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ جن کو سردار عامر نے پکڑ لیا۔ مگر پھر یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام کو آزاد کرنے کی منت مانی تھی اور دوسرے حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ جو مجروح ہو کر نعشوں کے نیچے دب گئے تھے اور ظالم کافر ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ ان کو جب ہوش آیا تو اٹھ کر چلے آئے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

توڑ کر اندر داخل ہوئی تو انہوں نے نعرہ مارا "فُزْتُ وَاللّٰہ" یعنی قسم خدا کی میں کامیاب ہو گیا۔ اس شخص نے کہا اس کے بعد میں حضرت ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس آیا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔

مجھے اس مشاہدہ نے دعوت اسلام دی اور مجھ پر اسلام اور مسلمانوں کی صداقت اور ثبات و پامردی کا بہت گہرا اثر ہوا اور یہ ایک فطری اور قدرتی تاثر تھا' لہٰذا میں پورے اذعان و یقین کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔

اس کو نقل کرنے کے بعد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ممکن ہے کہ انہیں اٹھا لیا گیا ہو اور پھر رکھ دیا گیا ہو اس کے بعد وہ مفقود ہو گئے ہوں اور اگر اس طرح روایت کو مان لیا جائے تو بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عروہ ﷺ والی روایت سے تطبیق ہو جائے گی۔

ہم نے موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مغازی" میں اس روایت کے ضمن میں دیکھا ہے کہ عروہ ﷺ نے کہا کہ حضرت عامر بن فہیرہ ﷺ کا جسم نہ پایا گیا اور لوگ گمان کرتے ہیں کہ فرشتوں نے ان کو دفن کر دیا ہے۔

ایک اور روایت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند عروہ ﷺ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متصلاً ان لفظوں میں روایت کی کہ میں نے قتل کے بعد دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور میں نے ان کو آسمان وزمین کے درمیان دیکھا۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ پھر انہیں رکھ دیا اور متعدد سندیں تو یہی بتاتی ہیں کہ آسمان پر لے جا کر ان کو پوشیدہ کر دیا گیا اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم سے واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عبد اللہ ﷺ نے بروایت عروہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عامر بن فہیرہ ﷺ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور کسی نے ان کے جسد کو نہیں پایا۔ فرشتوں نے ان کو روپوش کیا۔

وہ معجزات جو غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر رونما ہوئے

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے

(بقیہ حاشیہ) حضرت عمرو بن امیہ ﷺ واپس مدینہ آ رہے تھے کہ راستے میں ان کو قبیلہ بنو عامر کے دو فرد ملے۔ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے امان نامہ لکھ کر دیا تھا۔ لیکن حضرت عمرو ﷺ کو کیا خبر تھی وہ تو بنو عامر سے ملے ہوئے تھے' لہٰذا ان دونوں افراد کو بے خبری میں قتل کر ڈالا اور مدینہ منورہ پہنچ کر سارا ماجرا سنایا۔

حضور نبی کریم ﷺ کو مسلمانوں کے اس طرح قتل ہو جانے کا نہایت صدمہ ہوا' فرمایا: مجھے پہلے ہی سے اس کا اندیشہ تھا۔

حضرت عمرو ﷺ نے اثنائے راہ میں جن امان یافتہ دو افراد کو غلطی میں قتل کر دیا تھا' ان کا خون بہا آپ ﷺ نے بیت المال سے ان کے وارثوں کو عطا فرمایا۔

ساتھ نجد کی جانب ایک غزوہ میں گئے۔ واپسی کے دوران عضاۃ کے کثیر درختوں کی وادی کے درمیان حضور ﷺ کے قیلولہ کا وقت ہو گیا اور آپ سَمُرَۃ کے سایہ دار درخت کے سایے میں لیٹ گئے اور تلوار درخت میں لٹکا دی اور دوسرے لوگ جتھوں کی شکل میں اپنی اپنی پسند کے مطابق مختلف درختوں کے نیچے دراز ہو گئے اور ہم میں سے اکثر سو گئے کہ اچانک حضور ﷺ نے ہم کو بلایا۔ جب پہنچے تو آپ ﷺ کے پاس ایک صحرائی اجڈ (بدو) بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس شخص نے میری تلوار اٹھائی اور پھر مجھے بیدار کر کے برہنہ تلوار دکھا کر کہنے لگا۔ اب کوئی ہے جو تم کو مجھ سے بچا سکتا ہے؟ میں نے کہا "ہاں اللہ ﷻ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' اس نے اپنی تلوار نیام میں کر لی اور وہیں بیٹھ گیا اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کو کچھ سرزنش نہیں فرمائی۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت جابر ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے خصفہ کے نخلستان میں غزوہ کیا۔ ایک وقت مسلمانوں کو غافل دیکھ کر اس جنگل کا ایک شخص جس کا نام غورث بن حارث تھا آیا اور تلوار سونت کر حضور ﷺ سے کہنے لگا: "بولئے اب مجھ سے آپ ﷺ کو کون بچائے گا؟"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ ﷻ" پھر اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ حضور ﷺ نے اس تلوار کو ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا: "اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟" اس نے کہا آپ تلوار کا صحیح استعمال کرنے والے اور اس کے اہل ہیں۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ مجھ کو کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ آپ ﷺ کے قابو میں ہوں مگر امید ہے کہ آپ ﷺ عفو و کرم سے کام لیں گے۔

پھر حضور ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ دیہاتی اپنے گاؤں میں چلا گیا اور جا کر لوگوں سے کہا: میں تمہارے پاس خیر الناس (بہت شفیق) کے پاس سے ہو کر آیا ہوں۔ اس کے بعد راوی نے نماز خوف کا ذکر کیا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری سند کے ساتھ حضرت جابر ﷺ سے روایت کی فرمایا رسول اللہ ﷺ ماہِ صفر میں تشریف لے گئے اور ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا اور اپنی تلوار کو آپ ﷺ نے درخت سے لٹکا دیا۔ ایک بدوی آیا اور تلوار تان کر سرہانے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

"اے محمد ﷺ! آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟" حضور ﷺ نے فرمایا "اللہ۔" یہ سن کر وہ کانپنے لگا اور تلوار رکھ کر چلا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ ﷺ کے ساتھ نخلستان میں ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکوں نے نماز کے دوران حملہ کا

ارادہ کیا پھر ان میں سے کسی نے کہا کہ ابھی ٹھہر جاؤ' اس نماز کے بعد مسلمانوں کی ایک نماز اور ہے اور جو ان کو اپنی اولاد سے زیادہ محبوب ہے (نمازِ عصر) اس وقت ہم ان پر بھرپور حملہ کر دیں گے۔

اسی وقت حضور ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور خبر دی تو پھر آپ ﷺ نے نمازِ خوف پڑھائی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہینہ کے لوگوں پر غزوہ کر رہے تھے اور انہوں نے بہت بہادری سے ہمارا مقابلہ کیا۔ ظہر کا وقت ہو گیا اور حضور ﷺ نے نماز پڑھائی۔ مشرک کہنے لگے اگر ہم ان پر بہ حالت نماز دفعتہً ٹوٹ پڑیں' تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور پھر وہ کچھ سوچ کر کہنے لگے کہ ان کی اگلی نماز ایسی آ رہی ہے' جو ان کو اپنی اولادوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا اور حضور ﷺ نے ہم کو بتا کر نمازِ خوف پڑھائی۔[1]

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے ابو عیاش زرقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عسفان کے علاقے میں تھے اور مشرکوں پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر تھے۔ حضور ﷺ نے نمازِ ظہر ادا کی اس کے بعد مشرکین نے کہا۔ مسلمان ایسی حالت میں تھے کہ اگر ہم ارادہ کرتے تو اچانک نماز کی حالت میں ان پر حملہ کر دیتے۔ چنانچہ آیتِ خوف ظہر اور عصر کے درمیان نازل ہوئی۔

---

[1] نمازِ خوف کا حکم قرآن میں اس طرح آیا ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۚ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً

(پ۵ النساء ۱۰۲)

اور اے محبوب جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہیے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اور اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں۔

(ترجمہ کنز الایمان)

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت خالد بن ولید ﷺ سے ان کے قبول اسلام کے واقعہ میں بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے لئے تشریف لے گئے تو میں مشرکین کے رسالہ سواروں میں تھا اور رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب میں مقام عسفان پر تشریف فرما تھے تو میں حملہ کے لئے مسلمان لشکر کے سامنے آیا۔ مگر حضور ﷺ نے ہمارے مقابلے کے لئے نہ کوئی کارروائی کی نہ اندیشہ اور خوف بلکہ آپ نے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کر دی۔ ہم تمام مسلمانوں کو نماز میں مصروف پا کر حملہ کا ارادہ کرنے لگے تھے مگر پھر کچھ سوچ کر ہم ایسا کرنے سے باز رہے اور اللہ ﷻ نے ہمارے اس ارادے سے حضور ﷺ کو مطلع کر دیا اور اس کے بعد عصر کی نماز آپ ﷺ نے "صلوٰۃ خوف[1]" کے طریق پر پڑھائی۔

مسلم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں گئے اور ایک وسیع میدان میں ٹھہرے۔ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور میں پانی کا آفتابہ لے کر آپ کے پیچھے روانہ ہوا۔ ہم نے ہر طرف نگاہ دوڑائی کہ کوئی آڑ کی پوشیدہ جگہ مل جائے تو ہمیں وادی کے کنارے دو

---

[1] صلوٰۃ خوف کی عملی صورت یا ترکیب کا انحصار بڑی حد تک حالات جنگ پر ہے۔ حضور ﷺ نے مختلف حالات میں مختلف طریقوں سے نماز پڑھائی ہے اور امام وقت مجاز ہے کہ جنگی صورت حال دیکھ کر طریقۂ نماز اختیار کرے۔ معرکہ کارزار گرم ہو تو اس صورت میں نماز مؤخر کر دی جائے گی۔ امام مالک اور ثوری رحمہما اللہ کے نزدیک اگر رکوع و سجود ممکن نہ ہو تو اشاروں سے پڑھ لی جائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کی حالت میں تھوڑی سی زد و خورد بھی ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ نے غزوۂ خندق' جو ذی قعدہ ۵ھ میں ہوئی تھی' اس سے پہلے ہی صلوٰۃ خوف کا حکم جو ہم نے گزشتہ صفحہ میں درج کیا ہے آ چکا تھا۔

نماز خوف کا ایک طریقہ یہ ہے کہ لشکر کا ایک حصہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا مصروف جہاد ہو مگر صرف ایک رکعت پر سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابلہ پر جا کر اس حصہ لشکر کو نماز کے لئے جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی بھیج دے امام دوسری رکعت میں مصلیوں کی تبدیلی کی وجہ سے قیام کو طویل کر دے گا اور محروم حصہ فوج آ کر امام کی دوسری رکعت میں شریک ہو گا اور امام کے ساتھ سب کا سلام ہو گا۔ اس صورت میں امام کی دو اور فوج کی ایک ایک رکعت ہو گی۔ اس طریقہ کو حضور ﷺ سے ابن عباس ﷺ' جابر بن عبد اللہ ﷺ اور مجاہد ﷺ نے روایت کیا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا پہلے طریقہ پر جماعت سے نماز پڑھے پھر دونوں دستے باری باری سے انفرادی طور پر ایک ایک رکعت پڑھ کر دو دو رکعتیں پوری کریں۔ اس طرح پورے لشکر کی دو دو رکعتیں ہو جائیں۔ جن میں ایک جماعت کے ساتھ اور دوسری رکعت انفرادی۔ یہ طریقہ دوم ابن مسعود ﷺ نے روایت کیا جو حنفیہ کا مسلک ہے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور جب امام دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو مقتدی امام کا اتباع چھوڑ دیں اور آزاد ہو کر بطور خود ایک ایک رکعت پڑھ کر بیٹھ کر سلام پھیرے اور پھر نماز سے فارغ شدہ حصہ فوج جا کر دوسرے محروم حصہ کو بھیج دے امام اس وقت تک قیام میں رہے اور یہ آ کر شریک ہو جائے۔ امام دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور لشکری قیام کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اس دوسری رکعت کو بغیر امام بطور خود پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ اس طرح ہر لشکری کی دو دو رکعتیں ہو جائیں۔ جن میں ایک جماعتی اور دوسری انفرادی ہو گی۔ اس تیسرے طریقہ کو امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ ترجیح دی ہے اس کا ماخذ سہل بن ابی حثمہ ﷺ کی روایت ہے۔

درخت نظر آئے اور رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک درخت کے قریب تشریف لے گئے اور حضور ﷺ نے اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا:

"اللہ ﷻ کے حکم سے میرا حکم مان۔" تو وہ درخت حضور ﷺ کے ساتھ چل دیا۔ جس طرح کوئی اونٹ کو نکیل پکڑ کر لے جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ اسی طرح ایک دوسرے درخت کے پاس آئے اور اس کی ٹہنیوں کو پکڑ کر فرمایا: "اللہ ﷻ کے حکم سے میری فرمانبرداری کر۔" تو وہ دونوں درخت مل گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بیٹھ گیا اور اپنے دل سے باتیں کرنے لگا۔ اچانک میری نظر اٹھی تو درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہیں اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ توقف فرمایا اور اپنے سر مبارک سے داہنے اور بائیں اشارہ فرمایا۔ پھر روانہ ہوئے اور میرے پاس آئے اور فرمایا: اے جابر رضی اللہ عنہ کیا تم نے میرے کھڑے ہونے کی جگہ کو دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: "جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم" پھر آپ نے فرمایا: "تم ان دونوں درختوں کے پاس جاؤ اور دونوں میں سے ایک ایک ٹہنی کاٹ لو اور ان دونوں ٹہنیوں کو جہاں میں کھڑا ہوا تھا ایک داہنی جانب اور دوسری بائیں جانب نصب کر دو۔"

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں یہ سن کر میں اٹھا اور ایک پتھر کو لے کر توڑا اور اس کی دھار بنائی اور دونوں درختوں سے ایک ایک ٹہنی کاٹی اور گھسیٹتا ہوا لایا اور حضور ﷺ کے کھڑے ہونے کے مقام پر ایک ٹہنی داہنی جانب اور دوسری بائیں جانب گاڑ دی۔ میں نے واپس آ کر حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے حسب ارشاد ٹہنیاں گاڑ دیں، مگر اے ہادی عالم ﷺ کیا مجھ سے فرمائیں گے کہ اس عمل سے کیا ہوگا؟

چنانچہ میرے سوال کرنے پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جابر رضی اللہ عنہ میں آ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ان دونوں قبروں کے مردوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ تو میں نے یہ پسند کیا کہ میری شفاعت سے ان پر عذاب قبر اس وقت تک دور رہے، جب تک یہ ٹہنیاں تر ہیں۔

پھر ہم لشکر میں آ گئے، مجھ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جابر رضی اللہ عنہ اعلان کر دو کہ لوگ وضو کریں۔ پس میں نے منادی دی "اے بھائیو! وضو کرو، مسلمانو! وضو کر لو۔" میں نے عرض کی کہ "اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! لشکر میں تو پانی نہیں ہے۔" (حضور ﷺ کے واسطے ایک مدنی صحابی کچھ پانی لگا رکھتے تھے تاکہ ٹھنڈا ابھی رہے اور اگر کسی وقت پانی موجود نہ ہو تو فوراً بلا تاخیر مہیا کر دیا جائے)۔

حضورﷺ نے فرمایا: ”جابرؓ فلاں انصاری کی قیام گاہ پر جاؤ وہ ہمارے لئے پانی کی ضرورت کا خیال رکھتے ہیں' ان سے دریافت کرو مشکیزہ میں کچھ پانی ہے؟“ میں گیا اور دریافت کیا دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اتفاقاً اس میں بھی پانی ختم ہو گیا ہے اور اس کے دہانے پر چند قطرۂ آب اس کی سلوٹ میں ٹھہرے ہوئے ہیں کہ اگر مشکیزے کے دہانے کو سیدھا کیا جائے تو وہ اس کے جوف میں ڈھلکتے ہوئے جذب ہو جائیں۔ پھر میں لوٹ کر آیا اور صورتِ حال حضورﷺ کو بتائی۔

میری باتیں سن کر آپﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اس مشکیزہ کو لے آؤ۔ میں گیا اور لے آیا اور حضورﷺ نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر کچھ پڑھا اور دبایا پھر میرے حوالے کر دیا اور فرمایا لگن لانے کا اعلان کر دو۔ لوگ فوراً لگن لے آئے جس کو آپﷺ کے آگے رکھ دیا گیا۔ آپﷺ نے دست مبارک کو اس کے اندر مستقیم شکل میں اس کے پیندے تک اس طرح پہنچا دیا کہ انگلیوں کے سرے اس سے جا ملے۔ پھر فرمایا: ”اب بسم اللہ پڑھ کر پانی ڈالو۔“ میں نے تعمیل کی پس آپ کے انگلیوں کے پوروں سے پانی کے سوتے جاری ہو گئے اور تھوڑی دیر میں لگن لبالب بھر گیا۔ اب حضورﷺ نے حکم دیا کہ:

”اے جابرؓ! اعلان کر دو' جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ آئیں اور اپنی پانی کی تمام ضروریات پوری کر لیں۔“

لوگ آگے پیچھے آتے رہے' پینے اور وضو کرنے کی ضرورتوں میں استعمال کرتے رہے' مگر لگن جوں کا توں بھرا ہوا تھا۔

پھر کچھ لوگ آئے اور حضورﷺ سے گرسنگی کی شکایت کی۔ جواب دیا گیا' بہت جلد اللہ ﷻ کھانے کا انتظام فرما دے گا۔ ہم میں سے کچھ لوگ جنگل میں نکل گئے اور تھوڑا ہی چلے ہوں گے کہ ایک بڑا جانور ہم کو مل گیا' جس کو گھیر کر مارا اور ذبح کر کے پکا لیا اور سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں پانچ آدمی اس کی آنکھ کے حدقہ میں داخل ہوئے تو ہم پانچوں میں سے کوئی کسی کو نظر نہیں آیا' ہم پھر باہر نکل آئے اور ہم نے اس کی ایک پسلی نکالی اور اس کو کمان کی مانند کھڑا کیا۔ ہم نے لشکر کے سب سے بلند قامت شخص کو بلایا اور سب سے اونچے اونٹ پر بٹھا کر اس کے نیچے سے گزارا تو سوار کو اپنا سر جھکانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت جابر ﷺ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گیا تو میرا اونٹ سست رفتار ہو گیا اور اس نے مجھے تھکا دیا تو رسول اللہ ﷺ میرے قریب سے گزرے اور پوچھا کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا اونٹ نہیں چلتا اس نے مجھے تھکا دیا اور میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ میری شکایت سن کر حضور ﷺ نے چھڑی سے اونٹ کو کچوکا دیا اور مجھ سے فرمایا اب چلو تو پھر میں نے راہِ سفر اختیار کی اور وہ اونٹ اس قدر سبک رفتار ہو گیا کہ پورے لشکر سے آگے جا رہا تھا اور میں اس کو احتراماً حضور ﷺ کی سواری سے پیچھے رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

امام احمد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت جابر ﷺ سے روایت کی کہ ایک تاریک رات میں میرا اونٹ کھو گیا میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: ''جابر ﷺ کہو کیسا حال ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''حضرت میرا اونٹ کھو گیا۔''

فرمایا ''وہ ہے تمہارا اونٹ جا کر اسے پکڑ لو۔''

وہ کہتے ہیں کہ میں اس طرف گیا جس طرف آپ نے اشارہ فرمایا تھا' مگر میرا اونٹ مجھے نہ ملا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضور ﷺ نے پھر یہی فرمایا۔

میں گیا وہ نہ ملا پھر حضور ﷺ میرے ساتھ آئے اور ہم اونٹ کے پاس پہنچ گئے اور حضور ﷺ نے اونٹ کو پکڑ کر مجھے دے دیا۔

ہم اسی سفر میں تھے' میرا اونٹ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہا تھا' میں نے کہا: لَهفَ اِمْهَـــــالُ ۔''افسوس ہے اس کے آہستہ چلنے پر'' قدم نہیں بڑھتا۔ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا تم نے کیا کہا۔ میں نے اپنے اونٹ کی سست رفتاری کی شکایت کی۔

آپ نے اونٹ پر چھڑی سے کچوکا دیا اور وہ اتنا تیز رفتار ہو گیا کہ وہ اس سے پہلے کبھی ایسا تیز رفتار نہ تھا اور وہ مجھ سے اپنی مہار کھینچے لئے جاتا تھا۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوۂ ذات الرقاع کا ارادہ فرمایا تو علبہ بن زید حارثیؓ ﷺ شترمرغ کے تین انڈے حضور ﷺ کی خدمت میں لائے اور کہا میں نے یہ انڈے اس کے آشیانے سے لئے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جابر ان انڈوں کو پکا لو۔ پھر میں انہیں پکا کر ایک کاسہ میں رکھ کر لایا۔ میں نے روٹی بھی تلاش کی مگر نہ ملی' رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے ان انڈوں

کو بغیر روٹی کے خوب سیر ہو کر کھایا اور کاسہ میں بریاں انڈے اسی مقدار میں موجود تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بنی انمار[1] میں گیا۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا: اے کیا ہوا ہے' اس کی گردن کٹے۔

یہ بات متعلقہ شخص نے سن لی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری گردن راہِ خدا میں کٹے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں راہِ خدا میں۔ حضرت جابر ﷺ کا بیان ہے وہ شخص جنگِ یمامہ[2] میں شہید ہوا۔

بنی نضیر' بنی وائل' بنی غطفان اور قریش کا متحدہ محاذ حضور ﷺ کے خلاف غزوۂ خندق[3] میں

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم احزاب میں فرمایا اس جارحیت کے بعد قریش کبھی منظم اور بھرپور جنگ اور جارحانہ کارروائی نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی یہ بشارت درست ثابت ہوئی۔[4]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان بن صرد ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم الاحزاب کے موقع پر فرمایا کہ قریش نے جب اپنے حلیف قبائل کو ناخوش کر دیا تو وہ انشاء اللہ اب ہم سے جنگ نہ کریں گے۔ (ابو نعیم نے حضرت جابر ﷺ سے اسی مضمون کی روایت بیان کی)[5]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی کہ ہم غزوۂ خندق

---

[1] غزوۂ بنی انمار' غزوۂ ذات الرقاع ایک ہی جنگ ہے پہلے نام میں قبیلہ سے نسبت اور دوسرے میں مقام سے ہے۔

[2] جنگِ یمامہ عہدِ صدیقی میں ۱۱ھ میں مسیلمہ کذاب کے مقابل تھی۔

[3] غزوۂ خندق اور غزوۂ احزاب ایک ہی جنگ ہے پہلے نام میں اس خندق سے نسبت ہے جو لشکر اسلام کے گرد اس لڑائی میں بنائی گئی تھی اور دوسرے میں ان قبائل گروہوں اور جماعتوں سے نسبت ہے جن سے سازباز اور اتحاد کر کے قریش اپنے ساتھ میدانِ جنگ میں لائے تھے۔

[4] اس کا تجزیہ اگر کسی نے کیا ہو تو وہ ہماری نظر سے نہیں گزرا کہ حضور ﷺ کی یہ بشارت اور پیشگی اطلاع الہام یا وحی کی بنیاد پر تھی یا ذاتی سیاسی بصیرت کی بنا پر۔ بہرطور سرورِ کائنات کی بشارت خواہ کسی بنیاد پر ہو حق ہوتی تھی' چنانچہ یہ بھی ہوئی وہ کبھی نبرد آزما نہ ہو سکے اور سال ۱۰ ماہ کے بعد مکہ فتح ہو گیا

[5] بنی نضیر کے یہود جو خیبر میں جا کر سکونت پذیر ہو گئے تھے' ان میں سے بعض سردار قبیلہ بنی وائل کی ایک جماعت کو اپنے ہمراہ لے کر مکہ پہنچے اور مشرکین قریش سے تبادلۂ خیال کر کے ایک جنگی منصوبہ بنایا تا کہ مشترکہ وسائل و قبائل کو یکجا کر کے محمد (ﷺ) کے خلاف ان کو استعمال کیا جائے اور مسلمانوں کو معاذ اللہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اس کے بعد بنی غطفان کو بھی اپنے مقصد سے متفق بنا کر اتحادیوں میں شامل کر لیا گیا۔ حسبِ قرارداد و منصوبۂ جنگ قریش مکہ اور غطفان اپنی پوری طاقت کے ساتھ اسلام کو مٹانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے موقع پر گڑھے کھودر ہے تھے کہ ایک چٹان اس میں آ گئی۔ لوگوں نے حضور ﷺ سے ذکر کیا۔
آپ نے فرمایا:

(بقیہ حاشیہ) حضور سرورِ کائنات ﷺ کی یہ بشارت اور حضور ﷺ کی یہ پیشگوئی حرف بہ حرف صحیح اور درست ثابت ہوئی۔ بعد میں رونما ہونے والے واقعات شاہد ہیں کہ باوجودیکہ تمام مشرکین کی متحدہ قوت ایک جانب تھی لیکن ان کو شکست اٹھانا پڑی اور پھر وہ کبھی مسلمانوں پر حملہ کی جرأت نہ کر سکے اور ۲ سال ۱۰ ماہ بعد مکہ فتح ہو گیا۔

چونکہ اس موقع پر عرب کے متعدد قبائل متحد ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو جب مشرکین و کافرین اسلام کے ارادوں کا علم ہوا تو صحابہ کرام ؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی ؓ نے رائے دی کہ ہم مدینہ سے نکل کر مقابلہ کریں اور کھلے میدان کی بجائے اپنی حفاظت کے لئے چاروں طرف خندق کھود لیں۔ اہل عرب کے لئے خندق کی کھدائی کا عمل ایک نیا تجربہ تھا اور خندق کھود کر مورچہ بندی کرنے سے واقف نہ تھے لیکن اس کی افادیت کے پیش نظر حضور ﷺ نے اس مفید رائے کو پسند فرمایا اور ۲۰ ہزار کی تعداد میں آتے ہوئے لشکر کے مقابلے میں صرف تین ہزار کے قلیل لشکر کے ساتھ اپنے شہر مدینہ سے نکلے اور وادی اُحد میں خیمہ زن ہوئے۔

صبح کی نماز سے اول وقت فارغ ہوئے اور پانچ ہاتھ گہری خندق کی کھدائی کا کام مجاہدین کے گروہ بنا کر ہر ہر اور علیحدہ علیحدہ مساوی پیمائش کے مطابق شروع کر دیا گیا اور مجاہدین اسلام اور فدایانِ دین کی عسرت کی حالت تھی شدید سردی کا موسم پہاڑ کی وادی میں اس کا زور اور فاقوں میں بڑی دقت بڑھتی گئی تھی۔ یہاں پھر رسد اور سامان خوراک کی کمی کی وجہ سے کئی وقت کے فاقے سے تھے مگر لگاتار محنت کر کے خندق کی کھدائی مکمل کر لی گئی۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے بھی کئی وقت سے کھانا تناول نہیں فرمایا تھا۔ حضور ﷺ کے شکم مبارک پر دفع گرسنگی کی غرض سے کئی پتھر بندھے ہوئے تھے یہاں بھی آپ اپنے شریک کار کے ساتھ اپنے حصہ کی کھدائی میں مصروف تھے۔

اسلامی لشکر خندق سے مدافعت کر چکا تھا پھر اس کے بعد کفار کا اتحادی لشکر اُحد کے قریب پہنچ کر اتر گیا۔

بنی نضیر کا سردار حیی ابن اخطب بنی قریظہ کے رئیس کعب بن اسد کے پاس آیا اور کہا "میں اس دفعہ اس قدر کثیر فوج اور جمعیت فراہم کر لایا ہوں کہ مسلمان ہرگز ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے نہ فنا ہونے سے خود کو بچا سکتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ تم بھی ہمارا ساتھ دو۔"

کعب نے جواب دیا کہ:

"میں محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں اور اب تک ان سے بجز وفا اور راستی کے دوسری بات نہیں دیکھی اس لئے ظاہر ہے معاہدہ کو کیسے توڑ سکتا ہوں۔"

لیکن بنی نضیر کے سردار حیی نے اس قدر اصرار کیا اور ایسے خوش آئند انجام کا یقین دلایا کہ وہ بالآخر عہد شکنی کر کے ان کے ساتھ شریک ہو گیا۔

رسالت مآب ﷺ کو جب معلوم ہوا تو قریش اور غطفان کے معاملات سے بھی زیادہ اس سے اندیشہ ہوا اور وہ اس وجہ سے کہ یہ پڑوسی تھے لہٰذا آپ ﷺ نے دو انصاری سرداروں حضرت سعد بن معاذ ؓ اور حضرت سعد بن عبادہ ؓ کو جو زمانہ جاہلیت میں بنی قریظہ کے حلیف تھے بھیجا کہ جا کر صحیح صورت حال دریافت کریں۔ یہ دونوں حضرات جب ان کے علاقے میں پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے عہد و میثاق کے علی الرغم جنگ کی تیاری شروع کر دی ہے۔ سعد بن معاذ ؓ نے ملامت کی مگر سعد بن عبادہ ؓ نے کہا: "جانے دو کہ ہمارا ان کے ساتھ معاملہ اور اصل نزاع اس ملامت سے کہیں زیادہ ہے۔"

ان دونوں اصحاب ؓ کی تصدیق کے بعد حضور ﷺ کو رنج ہوا اور پریشانی بھی۔ اس زمانے میں مسلمانوں کے مصائب انتہا کو پہنچ چکے تھے جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا جا چکا ہے "تین تین دن کا فاقہ" خندق کی کھدائی "پر آشوب خبریں" بے سروسامان تمام لشکر "سرما کی شدت اور تنگی اور ہر طرف سے دشمنوں کا نرغہ۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

میں ابھی چلتا ہوں' آپ کے شکم اقدس پر پتھر بندھا تھا اور تین وقت سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ پس سردار کونین ﷺ کدال لے کر تشریف لائے' چٹان پر ضرب لگائی اور وہ شکستہ ہو گئی' پھر مزید چوٹیں ماریں حتیٰ کہ وہ پاش پاش ہو گئی۔

(بقیہ حاشیہ) اس سے آگے کی چار آیات میں منافقین کے رویہ پر اجمالی تبصرہ ہے اور اس کے بعد چار آیات کے اندر از ۱۶ تا ۱۹ حضور ﷺ کو بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ان کو یہ حقائق سمجھا کر اس طرح متنبہ فرما دیجئے۔

بہر حال منافقین کا نفاق ظاہر ہونے لگا اور وہ اپنے گھروں کے انتظام اور حفاظت کے حیلے بہانے کر کے بھاگنے لگے۔ اس سختی اور جاں گسل حالت میں لشکر اسلامی کو بیس دن سے زیادہ گزر گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے دشمنوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے غطفان کے سردار اور سپہ سالار عیینہ فزاری سے نہایت دانشمندانہ اور حکیمانہ طور پر گفت و شنید شروع کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"عیینہ! اگر تم اپنے قبیلہ غطفان کو لے کر چلے جاؤ تو ہم مدینہ کی کل پیداوار کا ایک تہائی حصہ ہر سال تم کو دیتے رہیں گے"

وہ اس طمع میں جانے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ لیکن حضور ﷺ نے تحریری معاہدہ ہونے سے پہلے انصار کے دونوں سرداروں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھی بلا کر جاطرۂ خیال کیا تو انہوں نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ﷺ اللہ کے حکم سے یہ معاملہ کر رہے ہیں یا اپنی رائے سے؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں اپنی رائے سے ایسا کر رہا ہوں۔"

حضرت سعد بن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: "جب ہم مشرک اور بت پرست' اللہ کی معرفت اور طریق بندگی سے ناواقف و نا آشنا تھے' اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! اس زمانے میں بھی ان کا یہ حوصلہ نہ ہوا کہ وہ مدینے کا ایک کھجور بھی بلا قیمت لینے کا ارادہ کر سکیں اور اے ہمارے پیشوا ﷺ! اب' جبکہ ہم کو اللہ ﷻ نے آپ کے ذریعے سے ہدایت و معرفت اور عزت و مرتبت اور ہمت و جرأت دے دی ہے' تو ہم ایسے لوگوں کو اس مہربانی یا تحفہ کے طور پر کہ وہ ہمدردی فرما کر ہم سے نہ لڑیں' اپنے مدینہ کی محنت کی پیداوار میں سے ایک تہائی دے دیں' اے سردار عالم ﷺ! یہ تو ہم سے کبھی نہ ہو گا۔ سوائے برچھیوں کی انی اور تلواروں کی دھار' کمانوں کی انیں اور تیروں کی بوچھاڑ کے ان کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔"

قرآن حکیم نے ان سرداروں اور دوسرے ان کے مخلص ساتھیوں کے طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کو سراہا ہے (پ ۲۱ الاحزاب ۲۲' ۲۳)

ان انصاریوں یعنی اوس اور خزرج کے مخلص و مومن سرداروں کا ہمت افزا جواب پا کر سرور کائنات ﷺ مطمئن ہو گئے اور پھر معاہدہ نہیں لکھا۔

اسی عرصہ میں ایک روز قریش کے چند نوجوان اپنی کثرت کے زعم اور جنگ کے جوش میں گھوڑے دوڑاتے ہوئے مسلمانوں پر حملے کے لئے بڑھے۔ جن میں ایک مع گھوڑے کے خندق میں گر کر ہلاک ہو گیا اور دوسرے کو انہیں بھوک اور مصائب کا شکار لشکر دین حق کے پرستاروں نے قتل کر ڈالا اور بعض خندق کے پار بھی نکل آئے جن میں ایک عمرو بن عبدود عرب کا نامی شہسوار تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا اور قتل کر دیا۔ پھر کفار خندق کے باہر سے تیر برساتے رہے اور دن بھر لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے خواتین اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں مدینہ کے پاس رکھا تھا' بنی قریظہ کا ایک یہودی عورتوں کی پناہ گاہ کے پاس آ کر حملہ کرنے اور اندر داخل ہونے کا سراغ لگا رہا تھا۔ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی نظر اس پر پڑ گئی۔ چونکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے جو ملت اسلامیہ کے شاعر تھے' معمر تھے اور خواتین کے ساتھ چھوڑ دیئے گئے تھے' ان

(بقیہ اگلے صفحے پر)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ضرورت سے گھر جانا چاہتا ہوں' حضور ﷺ اجازت عطا فرما دیں۔ کہا جاؤ' میں گھر آیا اور بیوی سے حضور ﷺ کے اتنے دنوں سے کچھ نہ کھانے کا ذکر کیا۔ انہوں نے جواب دیا کچھ جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے بچہ کو

(بقیہ حاشیہ) سے کہا باہر جا کر اس کو قتل کر دیجئے۔ حسان ﷺ میں جرأت نہ ہوئی۔ بالآخر خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا گئیں اور اس زور سے لٹھ مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور مر گیا۔ پھر انہوں نے حضرت حسان ﷺ سے کہا کہ اس مقتول کے ہتھیار اتار لاؤ لیکن ان کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دوبارہ گئیں' اس کے ہتھیار اتارے اور سر کاٹ کر دوسری طرف جہاں یہودیوں کا جمگھٹا تھا' پھینک دیا۔ یہودی بریدہ کے سر کو دیکھ کر وہاں سے بھاگے اور انہوں نے سمجھا کہ یہاں کچھ کا تو ضرور ہیں۔ ایک کالی اور تاریک رات میں نعیم بن مسعود جو بنی غطفان کے ایک ہر دلعزیز اور ممتاز رئیس تھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:

''اے اللہ ﷺ کے رسول ﷺ! میں صدق دل سے مسلمان ہو گیا ہوں۔ لیکن میری قوم میں سے کوئی شخص واقف نہیں ہے اور لطف کرم مجھے کسی خدمت پر جو حضور ﷺ کے نزدیک اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہو' اس پر مامور فرما دیجئے۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم اس وقت ایسی حالت میں ہو کہ دانائی اور فہم سے کام لے کر دشمنان اسلام میں پھوٹ ڈال سکتے ہو اور جنگ میں اس طرح کی دراندازی جائز اور درست ہے۔'' حضور ﷺ سے مشاورت کر کے اور آپ کا منشا معلوم کر کے وہ واپس اپنی قوم میں چلے گئے۔

نعیم ﷺ نے بنی قریظہ کے سرداروں کو جو ان کے پرانے دوست تھے' بلا کر کہا کہ:

''اے میرے پرانے ساتھیو اور دوستو! آپ لوگ واقعی سنجیدگی سے غور کرنے کے بعد اس محاصرہ اور جنگ میں شریک ہوئے ہو۔ میں ایک قدیمی خیر خواہ ہونے کی حیثیت سے صاف صاف کہتا ہوں کہ قریش کے معاملات اور حالات تم سے مختلف ہیں۔ اگر وہ محاصرہ اٹھا کر چلے گئے تو تم کو ایک اپنی ہمسایہ قوم سے جو بہر حال ایک اصول پسند اور شرافت شعار ہے فیصلہ کن جنگ لڑنی ہو گی۔ اس سلسلہ میں میرا مشورہ یہ ہے کہ ''تم قریش کے چند سرداروں کو بطور یرغمال اپنے پاس رکھ لو'' اس کارروائی سے یہ ہو گا کہ اس طرح وہ جنگ کی ہولناکیوں اور اس کے مصائب میں تم کو تنہا چھوڑ کر نہ جائیں گے۔ سرداران بنی قریظہ کے ذہنوں میں یہ بات نقش ہو گئی۔

اس کے بعد نعیم ﷺ رؤسا قریش کے پاس گئے اور ابوسفیان وغیرہ سے کہا:

''جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں بنی قریظہ کا محمد (ﷺ) کے ساتھ معاہدہ تھا اور وہ اس کی خلاف ورزی کر کے ہمارے ساتھ ہو گئے تھے مگر وہ ایسا کر کے اور بعض دوسری مصالح کی وجہ سے محمد (ﷺ) سے کہلا چکے ہیں کہ ہم نادم ہیں اور از سر نو معاہدہ کے خواستگار ہیں ہم دوبارہ معاہدہ سے قبل' پچھلے رویہ اور خلاف ورزی کی تلافی نیز اس مرتبہ طلب معاہدہ کے اخلاص کے ثبوت کے لئے قریش اور غطفان کے چند سرداروں کو حیلے بہانے سے قابو میں کر کے آپ کے حوالے کر دیں گے اور پھر ہم اور آپ مشورے سے منصوبۂ جنگ بنا کر ان کو ہزیمت و نامرادی کے ساتھ نکال دیں گے۔'' یہ ہے کعب بن اسد قریظی کا پیغام جس پر وہ مسلمانوں کا حلیف ہو چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت نعیم ﷺ نے غطفان کے سردار عیینہ فزاری سے بھی ایسا ہی کچھ کہا۔

شنبہ کی رات میں قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو چند آدمیوں کے ہمراہ کعب بن اسد سردار بنی قریظہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ:

''اے محترم دوست کعب! محاصرہ بہت طویل ہو چکا ہے' سامان اور رسد ختم ہو رہا ہے اور آدمی زحمت اٹھا رہے ہیں' ہمارا خیال ہے کہ صبح کو نکل کر جو کچھ کرنا ہے کر ڈالیں۔''

کعب نے جواب دیا کہ کل تو سبت کا دن ہے جس میں ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ نیز ہم شریک جنگ اس وقت ہوں گے جب تم اپنے چند سرداروں کو بطور ضمانت ہمارے سپرد کر دو گے۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

ذبح کیا اور جو کا آٹا پسوایا' گوشت پکنے کو رکھ دیا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا:

"حضور ﷺ اہلیہ نے کچھ کھانا تیار کیا ہے' براہِ کرم آپ ﷺ ایک یا دو اشخاص کے ہمراہ گھر پر چلنے کی زحمت فرمائیں۔"

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا:

"جابر ؓ! کتنا کھانا ہے؟" میں نے مقدار بتادی۔ آپ نے ارشاد فرمایا بہت خوب! جب تیار ہو جائے تو میری قیام گاہ پر لے آنا۔ میں لے آیا۔ آپ نے اس پر چادر ڈال دی اور اعلان کرادیا کہ تمام مجاہدینِ اسلام باری باری آ کر حضور ﷺ سے کھانا حاصل کرلیں۔

حضور ﷺ چادر کے نیچے ہاتھ ڈالتے اور روٹیاں اور بوریاں گوشت تقسیم فرماتے رہے۔

حتیٰ کہ سارا لشکر بہرہ یاب ہو گیا اور حضور ﷺ نے مجھ کو دے کر خود بعد میں لیا اور پھر فرمایا: باقی ماندہ

(بقیہ حاشیہ) قریش اور غطفان کو یہ یقین کرنعیم ؓ کی بات کا یقین ہو گیا اور انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم کسی آدمی کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتے اور اسی بنیاد پر باہم بے اطمینانی اور بد دلی پیدا ہو گئی۔

حضور ﷺ نے یہ خبریں سنیں تو حضرت حذیفہ ؓ کو تجسس حال کے لئے بھیجا۔ رات میں وہ جا کر قریش میں مل گئے۔ ابوسفیان نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ ہر شخص اپنے پاس والے کا ذمہ دار ہے وہ دیکھ لے کہ کوئی اجنبی تو اس کے قریب نہیں بیٹھا ہے۔ پس حضرت حذیفہ ؓ نے فوراً اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور بے باکی سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور اس نے تعارف کرایا۔

ابوسفیان نے کہا: "حضرات مجھے آپ کے جذبات کا احساس ہے بے شک ہم گھروں سے باہر پڑے ہوئے ہیں' ہوا کے جھکڑ خیموں کو مستقل طور پر اکھاڑ چکے ہیں کیونکہ ہواؤں کے طوفان دریا رہ ان کو نصب نہیں ہونے دیتے۔ ہمارے سواری اور جانور تباہ اور خستہ حال ہو گئے' کسی وقت سے نہ آگ جل سکی ہے اور نہ کھانا پکا ہے۔ لہٰذا سامان باندھ لیجئے اور طلوعِ آفتاب سے پہلے روانگی کر دیجئے۔"

اس طرح اللہ ﷻ نے مصیبت کی اس بھیانک گھٹا کو مسلمانوں کے سروں سے ہٹا دیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ط (پ ۲۱ احزاب ۹)	اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے۔ اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔
۲. وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ط وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط (پ ۲۱ احزاب ۲۵)	۲۔ اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ پلٹایا کہ کچھ بھلا نہ پایا اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفالت فرما دی۔ (ترجمہ کنزالایمان)

اس غزوہ میں کل چھ مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں ایک حضرت سعد بن معاذ ؓ رئیس انصار بھی ہیں۔ ان کی رگِ اکحل میں ایک تیر آ کر لگا تھا اس سے خون کا اخراج رہتا تھا۔ بنی قریظہ کا فیصلہ کرنے کے بعد آپ نے اسی زخم سے وفات پائی۔ مشرکین کے کشتوں کی تعداد تین تھی۔

غزوۂ خندق کا بیان سورۂ احزاب میں ہے جو قرآن کی سورتوں کی ترتیب میں ۳۳ نمبر پر ہے۔ اس سورہ میں غزوۂ خندق کے بعد بنی قریظہ کے واقعات محاصرت' قتل اور قید وغیرہ کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے بعد قریش کے دو نامور مرد حضرت عمرو بن العاص ؓ اور حضرت خالد بن ولید ؓ مدینہ آ کر اسلام لائے۔

فل حرب حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق اس کے بعد مسلمانوں کے خلاف کبھی منظم ہو کر حملہ آور نہ ہو سکے۔

گھر لے جاؤ اور آس پاس کی عورتوں میں ہدیہ کے طور پر تقسیم کر دو کیونکہ سب لوگ بھوکے ہیں۔

ابویعلیٰ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بہ طریق عبید اللہ بن علی ؓ حضرت ابو رافع ؓ سے روایت کی رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک روز غزوہ خندق کے زمانے میں ایک طباق کے اندر بکری کا بریاں گوشت لایا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابو رافع مجھے بازو دے دو۔

میں نے دے دیا اس کے بعد پھر فرمایا: بازو دے دو اور میں نے دے دیا۔ تیسری بار پھر فرمایا بکری کا بازو دے دو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بکری کے بازو دو ہی ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم یہ بات نہ کہتے تو جتنی بار میں طلب کرتا تم برابر دیتے رہتے۔

ابونعیم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی کے لئے تشریف لے گئے۔ کدال سے ضرب ماری اور فرمایا ہے یہ ضرب وہ ہے جس کے ذریعہ اللہ ﷻ روم کے خزانوں کو مسلمانوں کے لئے مفتوح کرے گا۔ اس کے بعد دوسری ضرب ماری اور فرمایا یہ ضرب وہ ہے جس کے ذریعہ اللہ ﷻ فارس کے خزانوں کو اپنے مسلمان بندوں کے لئے مفتوح کرائے گا۔ پھر تیسری ضرب ماری اور فرمایا یہ ضرب وہ ہے جس کے سبب اللہ ﷻ اہل یمن کو معین و مددگار بنائے گا۔

ابن سعد ابن جریر ابن ابی حاتم بیہقی اور ابونعیم رحہم اللہ ابن عوف مزنی ؓ سے روایت کرتے ہیں۔ غزوۂ احزاب میں خندق کی کھدائی کے وقت ایک بڑا سفید پتھر نکل آیا اس نے ہمارے لوہے کے آلات اور کدال توڑ ڈالے اور اس کا توڑنا ہم پر دشوار ہو گیا تو ہم نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلمان فارسی ؓ کے ہاتھ سے کدال لے کر اس پر ضرب لگائی اور وہ یکا یک پاش پاش ہو گیا۔ حضور ﷺ نے تکبیر بلند کی اور دوسری ضرب لگائی اور پھر اسی طرح تیسری ضرب لگائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! پہلی ضرب کے بعد میں نے حیرہ اور مدائن کے محلات دیکھے جو چمک رہے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا: آپ کی امت ان کو فتح کرے گی اور دوسری مرتبہ میں نے روم کے محلات دیکھے اور مجھ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا ان کو بھی مسلمان فتح کریں گے اور میں نے تیسری مرتبہ کی ضرب میں صنعاء کے محلات دیکھے اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ آپ ﷺ کے اتباع کرنے والے ان کو بھی فتح کر لیں گے۔

تو اے پرستارانِ حق! تم کو نصرت خداوندی اور تائید ایزدی کی یہ بشارت ہے۔

منافقین نے کہا مسلمانوں کو محمد ﷺ خوش خبری دیتے ہیں کہ وہ مدینہ سے حیرہ اور مدائن

کسریٰ کے محلات دیکھ رہے ہیں اور یہ کہ تم ان کو فتح کرو گے حالانکہ تم لوگ خندقیں کھود رہے ہو اور اتنی قوت بھی تمہارے اندر موجود نہیں کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کرسکو تو اس موقع پر آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ○ (پ۲۱ الاحزاب ۱۲)	اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا ہمیں اللہ و رسول نے وعدہ نہ دیا تھا مگر فریب کا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے سہل بن سعد ﷜ سے روایت کی کہ غزوۂ احزاب میں خندق کھودی گئی تو ایک پتھر نکلا اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم کی وجہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مجھے ان لوگوں پر ہنسی آئی جن کو مشرق سے قید کر کے جنت کی راہ پر لے جائیں گے، مگر وہ اس کو برا سمجھیں گے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷜ سے روایت کی کہ آلِ مغیرہ کے ایک شخص نے کہا میں محمد ﷺ کو ضرور قتل کروں گا اور پھر اس نے اپنے گھوڑے کو خندق پار کرانے کے لئے ایڑ لگائی۔ وہ اتنی جست نہ لگا سکا اور خندق میں گر پڑا۔ لوگوں نے کہا اس کو ہمیں ہی دے دیجئے ہم اس کی دیت ادا کئے دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اس کو چھوڑ دو یہ خبیث ہے اور اس کی دیت بھی مکروہ ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ ﷜ سے فرمایا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ

---

۱ یہ آیت کریمہ سورۂ بقرہ رکوع ۲۶ اور ۲۱۴ نمبر آیت ہے، مطلب یہ ہے کہ: "(اے مدعیانِ ایمان!) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی تمہیں جنت میں داخلہ مل جائے گا حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے جو تم سے پہلے مدعیانِ ایمان پر بیت چکا ہے؟ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، مارے گئے، حتی کہ پیغمبرِ وقت اور اس کے ساتھی اہل ایمان چلا اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد قریب ہے"

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اور مومنین کو ہر دور میں باغی و سرکش لوگوں سے نہایت ہی سخت مقابلے پیش آتے رہے ہیں اور انہوں نے اپنی جانیں جوکھوں میں ڈال کر ہمیشہ برائیوں اور باطل طریقوں کو مٹانے اور دینِ حق کو قائم کرنے کی جدوجہد کی ہیں۔ اس دین کا راستہ کبھی پھولوں کی سیج نہیں رہا۔

اس آیت کا مطلب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے کہ وہ اس کے مصداق تھے اور ان پر یکی بیت رہی تھی۔

قَرِيْب" ○ [1] اور جب مسلمانوں نے احزاب کو یعنی قبائل اور جماعتوں کو بڑی تعداد میں اپنے خلاف لڑتے دیکھا اور ہر طرف سے زحمت کے سائے ان کی جانب بڑھنے لگے تو انہوں نے اس آیت کو پڑھ کر کہا کہ یہ ہے وہ وعدہ اور اس کا سامان اور یہ ہے وہ "زلزلوں" کی کیفیت جس سے ہم دوچار ہیں اور "نصر اللہ" کے ہم منتظر ہیں۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "صَبا" سے میری مدد فرمائی گئی اور قوم عاد کو "دَبُور" سے ہلاک کیا گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا جس وقت "احزاب" کی رات ہوئی تو شمالی ہوا نے کہا جنوب کی طرف جا اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے ماننے والوں کی مدد کر تو جنوبی ہوا نے کہا رات کو گرم ہوائیں چلتی ہے تو کافروں پر صبا کو بھیجا گیا اور اس نے ان کی آگ بجھا دی۔

بیہقی نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحاً (پ۲۱ الاحزاب:۹) "تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی۔" (ترجمہ کنز الایمان) کی تفسیر میں روایت کی کہ اس ریح یعنی ہوا کی نوعیت "صبا" تھی جو غزوۂ خندق کے موقع پر مختلف احزاب کفر پر بھیجی گئی۔ ان کے سالن کے دیگ چولہوں پر سے اڑ گئے۔ خیموں کی رسیاں ٹوٹ گئیں اور وہ پتنگوں کی طرح ہوا میں لہرانے لگے وَجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا کے بارے میں فرمایا وہ نظر نہ آنے والا لشکر فرشتوں کا تھا اور فرشتوں کو قتال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ غزوۂ احزاب کی آخری شب بہت زیادہ سرد تھی اور طوفانی ہوا چل رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کون ہے جو ابھی جائے اور مشرکین احزاب کے ارادوں اور حالات کی خبریں لا کر ہمیں دے اور قیامت کے روز وہ میری معیت قبول کرے۔"

اس بات کا ہم میں سے کسی نے جواب نہ دیا۔ حضور ﷺ نے دوسری مرتبہ پھر وہی بات ارشاد فرمائی اور پھر تیسری بار بھی اس کے بعد فرمایا:

"اے حذیفہ رضی اللہ عنہ! تم اٹھو اور یہ کام انجام دو۔"

میں جب لشکر کفار میں پہنچا تو یوں محسوس ہوا جیسے میں حمام میں پہنچ گیا ہوں اور جب واپس آیا تو ایسا تھا جیسے نخلستان طائف میں شب [1] ماہ کا موسم۔

---

[1] دی و ماہ تیر وغیرہ شمسی سال کے مہینے ہیں آج کل بھی ایران میں یہی تقویم رائج ہے اور یہی مہینے استعمال ہوتے ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ حضرت حذیفہ ﷺ سے حضور ﷺ نے فرمایا: "احزاب الکفر میں اضطراب پیدا ہوا ہے' تم پہنچو اور خبریں لاکر دو۔

حذیفہ ﷺ کا بیان ہے کہ میں لوگوں میں کم ہمت بھی تھا اور میرے اعصاب میں سردی وغیرہ کا احساس بھی زیادہ تھا' میں اطاعت و تعمیل کے جذبہ سے روانہ ہوا اور رحمت عالم ﷺ نے پروردگار عالم سے دعا کے لئے لبوں کو جنبش دی کہ:

"اے رب العلمین جل جلالہ! حذیفہ ﷺ کو اس کے آگے' اس کے پیچھے' اس کے داہنے' اس کے بائیں' اس کے اوپر اس کے نیچے سے محفوظ رکھ۔"

انہوں نے بیان کیا۔ اس روز میں "مخبر" خبر دینے والا جاسوس' خون کے پیاسے دشمنوں کی مسلح عسکری تنظیم کے خفیہ اجلاس میں گھس کر ان کے اسرار و رموز کا پتہ لگانے کے لئے جانے والا تھا۔ بایں ہمہ میرے اندر قطعی ہراس پیدا نہ ہوا بلکہ میرے اندر کچھ اس نوع کی طمانیت تھی جیسے مجرمین کے جرائمی منصوبے کا سراغ لگانے کے لئے ایک خبری جاسوس روانہ ہو رہا ہو۔ سردی کا تو ذکر ہی کیا۔

میں کفار کے لشکر میں پہنچا اور میں نے سنا لوگ کہہ رہے تھے "کوچ کرو' کوچ کرو۔" کوئی کہہ رہا تھا "ہم یہاں کیسے ٹھہر سکتے ہیں اور وہاں ہواؤں کا شدید ترین طوفان لشکر اور اس کے متعلقات کو زیر و زبر اور تلپٹ کر چکا تھا۔ یہ سب کچھ سننے اور دیکھنے کے بعد واپس ہو رہا تھا کہ مجھے کچھ سوار ملے ان کے سروں پر عمامے تھے اور جن کی تعداد شاید بیس ہو گی۔ مجھے دیکھ کر رک گئے اور کہنے لگے:

"اپنے امام اور سردار سے کہہ دینا کہ خدائے تعالیٰ نے اشرار کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا۔" اس کے بعد مجاہدین اسلام کے پرسکون ماحول سے گزر کر رسالت مآب ﷺ کے مستقر پر آیا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اذْکُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ إِذْ جَاءَتْکُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیحًا وَّ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا (پ۲۱ الاحزاب ۹)

"اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے۔" (ترجمہ کنز الایمان)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات غزوۂ احزاب کے موقع پر ارشاد فرمایا: "کون ہے جو میرے پاس مشرکوں کی خبریں لائے اور

اللہ ﷻ اسے جنت میں میرا رفیق بنائے۔"

حضور نے ﷺ یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا چنانچہ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: "اے حذیفہ ؓ!"

"لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!" حذیفہ ؓ نے جواب میں کہا۔

"کیا تم نے میری بات سنی ہے؟" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حذیفہ ؓ نے جواب دیا۔

"پھر کیا تمہیں اس کی تعمیل میں ہچکچاہٹ ہے؟" حضور ﷺ نے سوال کیا۔

"نہیں تو' صرف سردی بہت محسوس کر رہا تھا۔" حذیفہ ؓ نے جواب میں عرض کیا۔

"تمہیں سردی محسوس نہ ہوگی' انشاء اللہ ﷻ۔" حضور ﷺ نے فرمایا:

حذیفہ ؓ روانہ ہو گئے اور خبریں لے کر لوٹے۔ حذیفہ ؓ بیان کرتے تھے مجھ کو بالکل سردی محسوس نہیں ہوئی۔ مگر واپسی کے بعد پھر میں ٹھنڈ محسوس کرنے لگا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے احزاب کے لئے بددعا کی کہ: اَللّٰھُمَّ مُنَزِّلَ الْکِتَابِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اَھْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰھُمَّ اَھْزِمْھُمْ وَزَلْزِلْھُمْ۔

"اے خدا! کتاب کو نازل کرنے والے اور حساب میں تعجیل فرمانے والے! تو احزاب کو ہزیمت دے' ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دے اور ان کو ہلا مار۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن جبیر ؓ سے روایت کی' خندق کی محصوری کے آخری دنوں میں ایک مرتبہ حضرت جبرئیل ؑ تشریف لائے' ان کی آمد کے ساتھ ہی سخت طوفانی ہوائیں دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَبْشِرُوا الْمُؤْمِنِیْنَ" مسلمانوں خوش ہو جاؤ۔ تین بار فرمایا۔

پھر ہواؤں نے ان کے خیموں اور ڈیروں کو اکھاڑ پھینکا' دیگوں کو الٹ دیا' طنابوں کو توڑ دیا' ان کے خوابوں کو پریشان اور ان کے حوصلوں کو خاک میں ملا دیا۔ وہ وادی کے پڑاؤ سے اس طرح سدھارے کہ ایک نے دوسرے کو پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں غزوۂ احزاب کے موقع پر پیر' منگل اور بدھ کے روز دعائیں کیں اور حضور ﷺ کی دعا

تیسرے روز ظہر اور عصر کے درمیان قبول فرمائی گئی اور ہم نے آپ ﷺ کے چہرے پر چمک اور مسرت کے آثار دیکھ کر پہچان لیا۔

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ نے بہ طریق واقدی رحمتہ اللہ علیہ ان کے مشائخ سے روایت کی کہ عمرو بن عبدود نے خندق کے زمانے میں ایک روز گھوڑے کو مہمیز لگا کر کھائی کو پار کر لیا اور کہا:

"کوئی تم میں مرنے کا خواہش مند ہو تو وہ میرے سامنے آ جائے' بے شک اس کو ایسا قاتل کہیں نہ ملے گا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے مقابلہ کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت کے ساتھ اپنی تلوار اور عمامہ مرحمت فرمایا اور دعا کی کہ اے اللہ ﷻ! اس مغرور پر علی رضی اللہ عنہ کی مدد فرما۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تیزی اور بے تابی کے ساتھ اس کی طرف بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ وہ بالکل قریب ہوئے' علی رضی اللہ عنہ نے ایسی پُرزور آواز سے تکبیر کہی کہ راوی کا خیال ہے عمرو کا دل کانپ گیا ہوگا۔ وہ کچھ پیچھے ہوا اور پھر دونوں کا غبار پھیلا اور عمرو دو پارہ ہو کر اس طرح گرا کہ اس کا سر گھوڑے کے ایک طرف اچھل رہا تھا اور دھڑ دوسری طرف تڑپ رہا تھا۔

غزوۂ بنی قریظہ کے موقع پر حضور ﷺ کے معجزات کا ظہور

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا۔ آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار دیئے اور ہم یعنی فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے ہیں' لہٰذا آپ ﷺ تشریف لے چلئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا' کس طرف؟ کہا وہاں اور بنی قریظہ کی سمت اشارہ کیا اور آپ ﷺ پھر اسی طرف روانہ ہو گئے۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تھے کہ ایک شخص نے باہر ہی سے ہمیں سلام کیا اور رسول اللہ ﷺ تیزی سے باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی دروازے تک گئی' میں نے دیکھا تو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضور ﷺ کچھ وقفہ کے بعد اندر آ گئے اور فرمایا اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور ہمیں بنی قریظہ کی طرف پہنچنے کا حکم دے گئے ہیں۔ میں نے کہا آپ ﷺ نے تو

ہتھیار اتار دیئے مگر ہم نے نہیں اتارے اور مشرکوں کا تعاقب کیا حتیٰ کہ ان کو حمراء الاسد پہنچا دیا۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی ﷛ سے روایت کی ہے کہ اللہ ﷻ نے جب تک چاہا بنی قریظہ اور بنی نضیر کا محاصرہ ہم سے کرایا اور بغیر فتح ہم لوٹ کر آتے رہے۔ ایک روز حضور ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور سر دھویا۔ اتنے میں حضرت جبرئیل ؑ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے' فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے ہیں۔ پس حضور ﷺ نے سر مبارک کو دھوئے بغیر ایک کپڑا طلب فرما کر سر سے لپیٹ لیا۔ ہم کو طلب فرمایا اور جب لوگ آ گئے تو بنو قریظہ اور بنو نضیر کے قلعوں اور آبادیوں کی طرف کوچ فرمایا۔ اللہ ﷻ نے فرشتوں سے ہماری مدد فرمائی اور بہت آسانی کے ساتھ مسلمانوں کو فتح یاب کیا اور ہم باری تعالیٰ کے فضل کے ساتھ واپس آئے۔[1]

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کی کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم ﷛ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کی عورتوں میں سے اپنے لئے ریحانہ بنت عمرو کو منتخب فرمایا۔ مگر اس خاتون نے مسلمان ہونے سے صاف انکار کر دیا اس لئے آپ ﷺ نے اس سے علیحدگی اختیار فرمائی' اس وجہ سے آپ ﷺ کی طبیعت پر کچھ اثر بھی ہوا۔ اسی عرصہ میں ایک روز آپ ﷺ مجلس صحابہ ﷡ میں رونق افروز تھے۔ آپ ﷺ نے پیچھے سے کسی کے آنے کی آواز سنی فرمایا آواز کسی نیک بخت کے فرزند کی ہے جو مجھے ریحانہ کے اسلام کی بشارت دے گا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے چند واسطوں سے بنی قریظہ کے ایک شیخ سے روایت کی۔ اس

---

[1] احزاب کی جنگ ہوئی اس کے سلسلے میں مسلمانوں کو جس چیز نے سب سے زیادہ پریشان اور اندوہناک کر دیا تھا وہ بنو قریظہ کے لوگوں کی بد عہدی تھی اور وہ بالکل پاس بھی تھے ان کے لئے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ آسان تھا اور اس صورت میں ان کو برداشت کرنا در اصل آستین میں سانپ پالنے کے مترادف تھا۔ چنانچہ احزاب مشرکین سے فراغت پانے کے بعد آپ ﷺ نے فوراً اس فتنہ کو جڑ سے کاٹنے کے لئے فوج کشی کی اور انہوں نے اپنی طینت اور خو کے مطابق اور اسلام دشمنی کے جذبہ کی بناء پر ندامت' انفعال اور پشیمانی کے اظہار کی بجائے اول تو مقابلہ کیا اور جب ضربات کی شدت اور تلواروں کی کاٹ کے آگے نہ ٹھہر سکے تو اپنے ان مضبوط اور محفوظ قلعوں میں جن کو وہ اپنی حفاظت کا ضامن سمجھتے اور ناز کرتے تھے بیٹھ رہے اور ۲۵ روز محصور رہنے کے بعد درخواست کی کہ حضرت سعد بن معاذ ﷛ ہمارے بارے میں جو فیصلہ کر دیں وہ ہم کو منظور ہو گا۔ حضرت سعد ﷛ مجروح اور خون کے اخراج کی وجہ سے بہت کمزور تھے مگر اس کے باوجود اللہ ﷻ کو ان سے یہ کام لینا تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا لڑنے والے قتل کر دیئے جائیں۔ عورتیں اور بچے اور جملہ اموال غنیمت قرار دیئے جائیں۔ چنانچہ ۴۰۰ مرد نیز ایک عورت بھی جس نے پتھر گرا کر ایک مسلمان کو شہید کیا تھا قتل کر دیئے گئے۔

نے کہا ہمارے پاس ملک شام سے ایک یہودی آیا۔ اس کا نام ابن الہیبان تھا اور ہم نے اپنی زندگی میں اس سے بہتر آدمی نہ دیکھا۔ وہ بزرگ ہمارے یہاں آ کر ٹھہرا۔

جب بارش نہ ہوتی تو ہم اس سے کہتے کہ دعا کرو اور وہ ہمیشہ یہ کہتا کہ دعا کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ دے دو اور ہم ایسا ہی کرتے۔ پھر وہ ہمیں لے کر حرہ کے مقام پر آتا اور واللہ ہم مجلس دعا سے اٹھتے بھی نہ تھے کہ بارش ہونے لگتی اور ہماری گھاٹیاں اور نالے پانی سے بھر جاتے اور یہ بات کوئی ایک دو مرتبہ نہیں کئی بار ہوئی۔ اس نے مرنے سے کچھ پہلے کہا:

"اے بنی اسرائیل! تم خیال کرتے ہو گے میں شام کی خوش منظر اور شاداب زمین اور وادیوں کو چھوڑ کر اس خشک' بے آب وگیاہ بنجر اور بھوک وافلاس کے علاقہ میں کس وجہ سے آ گیا۔"

ہم نے جواب دیا کہ اس بات کو آپ ہی بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا: "سنو! اے صاحبو! یہ سب ترک وطن وغیرہ اس امید پر میں نے کیا کہ نبی آخر ظہور فرمانے والے ہیں اور یہ مقام اور علاقہ ان کی ہجرت کر کے آنے کا مقام ہے۔ میرا خیال تھا کہ شاید میری زندگی میں ایسا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں اور بشارتوں کے مطابق وہ آنے والے نبی مبعوث ہو جائیں۔

اس نبی کے متبعین کا خون بہایا جائے گا ان کی عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کیا جائے گا۔ ان کو ہر طرح سے خوف زدہ کیا جائے گا۔ ان کے باغ اور پھل رہ جائیں گے اور ان پر خدا سے پھرے ہوئے لوگ متصرف ہو جائیں گے۔ اے یہودِ بنی قریظہ! میں تو محروم رہا البتہ تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ اگر تم کو وہ عہد سعادت ملے تو تم اس سے استفادہ کرنا' اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن رومان اور عاصم بن عمر رحمہا اللہ وغیرہ سے روایت کی کہ کعب بن اسد ﷺ نے بنی قریظہ سے کہا کہ اے گروہ یہود!

محمد (ﷺ) کا اتباع اور دعوت قبول کر لو۔ یہ نبی ہیں اور وہی نبی جن کا ذکر تم کتب آسمانی میں پڑھتے رہے ہو اور جن کے بارے میں ابن مریم ﷺ نے بشارت دی۔ یہود نے اپنے پیشوا کعب سے کہا آپ نے ساری باتیں درست فرمائیں اور وہ دوسری علامات بھی جو آپ ﷺ کی ذات سے متعلق ہیں۔ ہم نے ان کے مطابق آپ ﷺ (محمد ﷺ) کو پایا ہے مگر اتباع وتقلید اور ان کی دعوت اسلام کی قبولیت پر ہمارے دل مطمئن نہیں ہیں۔

یہودی پیشوا کی یہی باتیں سعید کے دونوں بیٹوں ثعلبہ و اسید اور اسد بن عبید ﷺ کے اسلام لانے کا سبب بنیں۔ جس رات قریظہ پر فتح پائی گئی اسی رات ان لوگوں نے اسلام قبول کر

لیا۔ اس روایات کے ماخذ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے بروایت واقدی رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ داؤد بن حصین از ابوسفیان مدنی بن ابی احمد رحمہم اللہ روایت کی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ثعلبہ بن مالک ﷺ سے روایت کی کہا کہ سعید کے دونوں بیٹے ثعلبہ و اسید اور ان کے علاوہ اسد بن عبید (ﷺ) نے کہا اے بنی قریظہ کے لوگو! خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ وہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ ہیں اور ان کے اوصاف ہمارے علماء اور بنی نضیر کے علماء نے بیان کئے ہیں اور یہ حیی بن اخطب ان کا اول درجہ کا پیشوا ہے اور ابن الہیبان دونوں عالم ہمارے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔ ابن الہیبان نے تو اپنی موت کے وقت ان (رسول کی) یہی صفت ہم سے بیان کی ہے۔

یہودیوں نے کہا ہم توریت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جب ان لوگوں کو انہوں نے انکار کرتے دیکھا تو وہ اسی رات اتر کے آ گئے جس کی صبح بنو قریظہ باہر اتر کے آئے تھے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ خندق کی جنگ میں حضرت سعد بن معاذ ﷺ کو تیر لگا جسے حبان بن عرقہ نے ان کی اکحل میں مارا تھا تو نبی کریم ﷺ نے مسجد خندق میں ہی ان کا خیمہ نصب کرادیا تھا تاکہ مزاج پرسی قریب سے ہوتی رہے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ خندق سے واپس آئے اور ہتھیار جسم اقدس سے الگ کر کے غسل فرمایا تو اچانک جبرئیل ﷺ آئے اس وقت آپ سر اقدس غبار سے پاک و صاف فرما رہے تھے انہوں نے عرض کیا:

"آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار دیئے حالانکہ خدا کی قسم ہم نے ابھی نہیں اتارے ہیں۔ اب ان کی طرف چلئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کدھر!

حضرت جبرئیل ﷺ نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور یہود آپ کے حکم پر اتر کے آئے اور حضور ﷺ نے حکم کو حضرت سعد بن معاذ ﷺ کی طرف پھیر دیا۔ حضرت سعد ﷺ نے فرمایا میں حکم دیتا ہوں کہ ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کی اموال تقسیم کر دی جائیں یہ حکم دے کر حضرت سعد ﷺ نے دعا مانگی الٰہ العالمین تو خوب واقف ہے کہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں کہ میں اس قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور وطن سے نکالا۔

اے خدا! میں یقین سے کہتا ہوں کہ تو نے ان کے اور ہمارے درمیان جنگ جاری کر دی ہے اور اے میرے خدا! اگر قریش سے یا کچھ دوسرے مخالفین اسلام سے سلسلہ جنگ اگر

جاری ہے تو مجھ کو اس میں حصہ لینے کے لئے زندہ رہنے دے اور اگر عرب اور قبائل کو تو نے اسلام کے لئے مغلوب کر دیا ہے تو پھر میرے اکحل سے خون کو رواں رکھ تا کہ وہ سارا خون تیرے دین کی جدوجہد میں بہہ جانے والا ہو جائے۔"

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رگ اکحل سے خون اسی طرح بہتا رہا یہاں تک کہ تمام خون بہہ گیا اور وہ قولِ خداوندی کے مطابق "زندۂ جاوداں" ہو گئے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (پ۲ البقرہ ۱۵۴) "اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔" (ترجمہ کنز الایمان)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خندق کے دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے تیر لگا اور ان کی رگِ اکحل کٹ گئی اور خون جاری ہو گیا تو اس وقت انہوں نے دعا کی:

"اے میرے پروردگار! میری روح کو قبض نہ کر جب تک میری آنکھیں بنو قریظہ سے ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔" اس دعا کے بعد رگ کا خون بند ہو گیا۔ حتیٰ کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کے معاملہ میں حَکَم ہوئے ان کے فیصلہ پر عملدرآمد ہوا پھر اس کے بعد رگِ اکحل سے دوبارہ خون جاری ہو گیا اور ان کی شہادت واقع ہو گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ ان کی وفات پر عرشِ الٰہی کو جنبش ہوئی اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے کے ساتھ گئے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام بارگاہِ نبوت میں آئے اور عرض کیا:

وہ کون بندۂ صالح ہے جس نے وفات پائی ہے کہ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عرشِ الٰہی جنبش میں ہے؟ تھوڑی ہی دیر میں معلوم ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں داخل ہوئے کہ گھر میں سوائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ تھا اور وہ چادر اوڑھے لیٹے تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ حضور ﷺ نے قدم مبارک بڑھا کر دیکھا اور مجھ سے اشارہ فرمایا کہ ٹھہر جاؤ تو میں ٹھہر گیا اور کچھ پیچھے بھی ہٹ گیا۔ حضور ﷺ کچھ دیر ٹھہرے اس کے بعد باہر

تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو حضرت سعد ﷺ کے گھر میں کسی کو موجود نہ پایا' مگر میں نے آپ ﷺ کو بڑی احتیاط سے قدم بڑھاتے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیا وجہ ہے؟" ارشاد فرمایا: میرے لئے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی' تمام جگہ فرشتوں سے پُر تھی۔ یہاں تک کہ ایک فرشتے نے اپنے بازوؤں کو سمیٹ کر میرے لئے جگہ نکالی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے محمود بن لبید ﷺ سے روایت کی کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے کسی کی میت کو حضرت سعد ﷺ کی میت سے زیادہ ہلکا کبھی نہ اٹھایا۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت سعد ﷺ کے ہلکے اور سبک ہونے میں کون سی چیز مانع ہوتی۔ ان کے جنازے میں تو اس قدر فرشتے اترے کہ اس سے پہلے کبھی نہ آئے' وہ میت کو تمہارے ساتھ اٹھائے ہوئے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن ﷺ سے روایت کی کہ حضرت سعد ﷺ جب فوت ہوئے تو وہ ایک تنومند' قوی جثہ اور جسیم شخص تھے۔ منافقین کہنے لگے ہم نے اس سے زیادہ ہلکی میت کسی کی نہ دیکھی۔ مسلمانوں نے کہا تم کو ہلکے ہونے کی وجہ معلوم ہے؟

اس کی وجہ غالباً ان کا وہ فیصلہ ہے جو بنوقریظہ کے بارے میں انہوں نے دیا۔

ان باتوں کا ذکر کسی نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ ان کے جنازے کو اٹھائے ہوئے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن شرجبیل ﷺ سے روایت کی کہ حضرت سعد ﷺ کی قبر سے کسی نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اپنے ساتھ لے گیا پھر جب کسی دوسرے وقت اس نے دیکھا تو مثلِ مشک کے تھی۔ اس واقعہ کو سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ' سبحان اللہ اور مسرت و انبساط کی کیفیت کو آپ ﷺ کے چہرہ پر دیکھا گیا اور فرمایا:

الحمد للہ' اگر کوئی قبر کے ضغطہ سے نجات پانے والا ہوتا تو حضرت سعد ﷺ ضرور اس سے نجات پاتے۔ قبر نے ان کو ضم کیا پھر اللہ ﷻ نے اسے کشادہ فرما دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت کی کہ انہوں نے بتایا کہ حضرت سعد ﷺ کی قبر کھودنے والوں میں ایک میں بھی تھا اور ہم کھدائی کے دوران مٹی سے خوشبو پاتے تھے۔

حضور ﷺ کا ایک معجزہ جو ابو رافع کے قتل پر ظاہر ہوا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء بن عازب ﷺ سے روایت کی کہ حضرت عبد اللہ

بن عتیک ﷺ جب ابو رافع یہودی کو قتل کر کے نیچے اترے تو اس کے گھر کی سیڑھی سے گر کر زمین پر آ رہے اور پنڈلی ٹوٹ گئی تو انہوں نے کہا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ! تو میں نے پھیلا دیا۔ آپ ﷺ نے اس پر دست مبارک پھیرا تو میری پنڈلی ایسی ہو گئی' جیسے اس پر کوئی ضرب ہی نہ لگی ہو۔

سفیان بن نبیح ہذلی کے قتل کے سلسلے میں جو معجزہ ظاہر ہوا

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن انیس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو بلا کر فرمایا۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ ابن نبیح ہذلی مجھ سے جنگ کرنے کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ وہ نخلہ یا عرنہ میں ہے تو تم جا کر اسے قتل کر دو۔

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! مجھے اس کی پہچان بتا دیجئے تا کہ شناخت کر سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی شناخت یہ ہے کہ جب وہ تم کو دیکھے گا تو لرزنے اور کانپنے لگے گا۔ میں روانہ ہو کر اس کے پاس پہنچ گیا اور جب میں نے اسے اور اس نے مجھے دیکھا تو وہ کانپنے لگا۔ پھر میں کچھ دور اس کے ساتھ چلا اور جب میں نے اندازہ کر لیا کہ میں اس پر قابو پا سکتا ہوں' تو میں نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ خدا تمہیں سرخرو کرے۔ میں نے کہا اے اللہ ﷺ کے رسول ﷺ میں نے اسے قتل کر دیا۔ فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور مجھے ایک عصا دیا اور ہدایت فرمائی کہ اسے پاس رکھو۔

میں نے کہا بہت اچھا۔ مگر حضور ﷺ یہ کیا کوئی خاص کاموں میں مدد دے گا؟ فرمایا یہ قیامت کے روز میرے اور تمہارے درمیان نشانی ہو گی تو عبد اللہ ﷺ نے عصا کو اپنی تلوار کے ساتھ ملا کر رکھا اور جب انتقال ہوا تو وصیت کی کہ عصا کو کفن میں رکھ دیا جائے۔

غزوۂ بنی مصطلق کے سلسلے میں بعض معجزاتِ مصطفویٰ ﷺ

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے سعید بن عبد اللہ بن ابی الابیض ﷺ نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کی دادی سے جو جویریہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں یہ حدیث بیان کی کہ میں نے جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے قبیلے میں تھے۔ اس موقع پر میں نے اپنے باپ کو جو قبیلہ کے ہر دل عزیز سردار اور بڑے شجاع تھے یہ کہتے سنا "ہمارے مقابلہ میں وہ لوگ آئے ہیں' جن سے نمٹنے کی ہم میں تو طاقت نہیں۔"

باوجود یہ کہ اہل قبیلہ بڑے جیالے اور حوصلے والے تھے۔ میں نے اسی وجہ سے مخالفین پر پوری توجہ سے نظر ڈالی اور بہ غور جائزہ لیا تو میری نگاہیں خیرہ ہوگئیں وہ تو بہت ہی زیادہ تھے پھر جب میرے باپ کو شکست ہوگئی اور میں اسلام قبول کر کے رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئی اور مسلمانوں کا لشکر واپس ہوا تو میں نے لشکر کا پھر جائزہ لیا تو وہ زیادہ نہ تھا۔ میں چونکہ مسلمانوں میں ان کی ہر ادا میں ان کی طرز معاشرت میں بڑی خوبیاں مشاہدہ کر رہی تھی جو اسلام کی عظمت میرے دل میں پیدا کر رہی تھیں۔ لہٰذا مسلمانوں کی تعداد کم وبیش نظر آنے کے بارے میں مجھے یہ خیال ہوا کہ ضرور اللہ ﷻ نے مسلمانوں کا رعب اور خوف پیدا کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔

بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نیز واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی کہ میں نے حضور ﷺ کے تشریف لانے سے تین دن پہلے خواب دیکھا کہ ایک چاند مدینہ سے روانہ ہوا ہے اور میری گود میں آ کر ٹھہر گیا ہے۔ میں نے اس خواب کو بہتر نہ سمجھا کہ لوگوں کو بتاؤں۔ تیسرے روز مسلمانوں کی آمد جنگ خواتین قبیلہ کی گرفتاری اور میرا حضور نبی کریم ﷺ سے نکاح ہونا یہ تمام واقعات رونما ہوئے اور اس طرح مجھے خواب کی تعبیر مل گئی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر ﷺ سے روایت کی کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ سفر سے تشریف لا رہے تھے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ہوا ایسی تیز ہوئی کہ احتمال تھا کہ سواروں کو گرد و غبار ڈھانپ لے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ ﷺ سے روایت کی کہ غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی میں جو آندھی چلی تھی وہ بعد میں دن کے آخری حصے پرسکون ہوگئی۔ لوگوں نے اپنی اپنی سواریوں کی خبر خبر لی جس کے بعد معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی سواری کا اونٹ غائب ہے پھر اس کی تلاش میں لوگ ہر طرف نکل گئے۔ ایک منافق چند انصاری صحابہ ﷺ کے ساتھ مصروف کلام تھا۔ جب اونٹ کی تلاش کے بارے میں اسے معلوم ہوا تو کہنے لگا کہ:

"اے مدینے والو! کیا اللہ ﷻ حضور اکرم ﷺ کو یہ نہ بتلائے گا کہ تمہارا اونٹ کہاں ہے حالانکہ حضور ﷺ کی تو عادت ہے کہ وہ بہت بڑی بڑی باتوں کو بتا دیا کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے اٹھا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس باتیں سننے کے لئے آ گیا۔ آپ ﷺ کو اللہ ﷻ نے اس کے اقوال بیہودہ سے آگاہ فرما دیا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: "ایک جھوٹے مسلمان نے اس طرح بدگوئی کی ہے" اور اس کا

قول انہیں الفاظ میں لوگوں کو بتا کر فرمایا:

"سن لو اور تم میں اگر وہ بھی پہنچ گیا ہے تو وہ بھی سن لے۔ اللہ ﷻ نے مجھے بتا دیا ہے جہاں وہ اونٹ ہے' اے لوگو! جاؤ اور جا کر دیکھو۔" وہ سامنے کی گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک جھاڑی میں الجھ گئی ہے۔

لوگ گئے اور اونٹ کو لے آئے۔ منافق اس "دید و شنید" کے بعد بہت زیادہ اور امکانی تیزی کے ساتھ ان لوگوں کے پاس گیا جہاں بیٹھ کر اس نے حضور ﷺ پر طنز کیا تھا۔ ان انصاری لوگوں کو اس نے وہیں پر موجود پایا۔ منافق نے سوال کیا: "میں تم کو قسم دیتا ہوں۔

کیا آپ حضرات میں سے کوئی رسول اکرم ﷺ کے پاس اٹھ کر گیا تھا اور میں نے جو کچھ کہا تھا وہ حضور ﷺ کو جا کر بتایا ہے؟" لوگوں نے کہا بھئی ہم تو جب سے اسی طرح اور اسی جگہ بیٹھے ہیں' حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچنے اور کچھ بتانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس نے کہا "میں نے تو حضور ﷺ سے وہ بات سنی ہے جو یہاں تم لوگوں سے کہی تھی۔ مجھے حضور ﷺ کی بعض اوقات میں بتائی ہوئی درپردہ اور غیبی نوعیت کی باتوں پر شبہ تھا۔ بحمد اللہ وہ رفع ہو گیا اور میرا یقین آپ کی نبوت و رسالت پر راسخ ہو گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو نہایت تیز اور بدبودار ہوا چلی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کچھ منافق لوگوں نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے اس وجہ سے یہ بدبودار ہوا چلی ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ غزوۂ بنی مصطلق میں ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو قیدی عورتوں میں ملیں۔ ان کا باپ فدیہ لے کر آ رہا تھا جب وہ وادی عقیق میں پہنچا تو اس نے فدیہ کے اونٹوں پر نظر ڈالی' ان میں دو اونٹ اچھے لگے جو ہر لحاظ سے سب سے عمدہ تھے۔ پھر اس نے ان دونوں اونٹوں کو وادی عقیق میں کسی طرف باندھ دیا اور باقی اونٹوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

"میری بیٹی کو میرے حوالے کر دیجئے اور اس کے فدیہ میں یہ اونٹ حاضر ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ دو اونٹ کب لاؤ گے جو تم کو زیادہ پسند تھے اور تم انہیں وادی عقیق میں باندھ آئے ہو؟"

حارث رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ بلاشبہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ ہیں اور یہ راز میرے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ وہ بہت اچھے' مخلص اور باصلاحیت مسلمانوں میں سے ایک تھے۔

حدیثِ اِفک

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے جس زوجہ کا نام ان میں سے نکل آتا آپ ﷺ اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے۔ ایک مرتبہ آپ نے جہاد کے لئے غزوہ کا ارادہ فرما کر ہم سب ازواج کے درمیان قرعہ ڈالا اور اس میں میرا نام نکل آیا۔ اس سے پہلے آیتِ حجاب نازل ہو چکی تھی۔[1] پس میں حضور ﷺ کے ہمراہ گئی۔ میری سواری کا بندوبست ہودج میں ایک اونٹ پر تھا اور مجھے بہ حالت پردہ ہودج میں بٹھا کر اس کو رسیوں سے باندھ دیا جاتا اور پڑاؤ یا منزل پر رسیاں کھول کر مجھ کو ہودج ہی میں بیٹھے ہوئے نیچے اتار لیا جاتا۔

حضور نبی کریم ﷺ غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد واپسی کے لئے روانہ ہو گئے اور مدینہ پہنچنے سے پہلے پڑاؤ فرمایا۔ پھر شب میں لشکر کو روانگی کا حکم فرما دیا۔ میں اٹھی اور قضائے حاجت کے لئے ذرا فاصلے پر لشکریوں کے پڑاؤ اور ٹھہراؤ سے باہر چلی گئی اور فراغت پا کر اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئی۔ اتفاق سے میرا ہاتھ سینے پر گیا تو مجھے پتہ چل گیا کہ میرا ہار گلے میں نہیں ہے جو جزع غفار کا بنا تھا۔

تو میں اسی راستہ سے اسی جگہ پر پہنچ کر ہار کو تلاش کرنے لگی جس میں دیر لگی ادھر وہ لوگ آئے جو ہودج کو اونٹ پر رکھتے اور باندھتے تھے۔ میں ایک ہلکی اور سبک جسم کی عورت تھی وہ سمجھے کہ میں ہودج میں بیٹھ چکی ہوں۔ پس انہوں نے محمل کو باندھ دیا اور لشکر روانہ ہو گیا۔ میں ہار

---

[1] آیتِ حجاب پارہ ۲۲ سورۂ احزاب میں اللہ ﷻ کا ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (پ۲۲ الاحزاب ۵۹)

اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اسی سورۂ میں گھر میں جم کر بیٹھے رہنے کا حکم ہے۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (پ۲۲ الاحزاب ۳۳)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

تلاش کر کے اقامت گاہ لوٹی تو وہاں کوئی پکارنے والا تھا نہ جواب دینے والا۔ میں اپنی قیام گاہ پر یعنی جہاں میرا ڈیرہ تھا بیٹھ گئی۔ میرا خیال تھا کہ حضور ﷺ جب مجھ کو نہ پائیں گے تو کسی کو بھیج کر مجھے بلوالیں گے۔ بیٹھے ہوئے آنکھیں بوجھل ہوئیں' نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطل ؓ لشکر کے پیچھے معتقب کارواں پر مامور تھے۔ صبح کے وقت اس مقام پر پہنچے اور مجھ کو سوتا پایا۔

چونکہ احکاماتِ حجاب سے قبل جب عورتوں کے شرعی پردے نہ تھے انہوں نے مجھ کو دیکھا تھا اس لئے انہوں نے مجھ کو پہچان لیا۔ ان کے استرجاع[1] سے میں بیدار ہوئی اور چہرے اور جسم کو میں نے چادر میں اور زیادہ چھپالیا۔ استرجاع کے علاوہ انہوں نے کچھ کہا نہ میں نے سنا۔ وہ اونٹنی سے اترے اس کو بٹھایا اور میں جا کر سوار ہوگئی اور صفوان ؓ اونٹنی کو کھینچ کر چل دیئے ہم نے چل کر لشکر کو سخت گرمی اور دھوپ کے وقت ٹھہراؤ میں پایا۔ پھر ہلاک ہوا جس کو میرے معاملے میں ہلاک ہونا تھا اور جس شخص نے سب سے بڑھ کر اس کی تشہیر اور اتہام طرازی کی وہ عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق تھا۔

ہم مدینہ منورہ آ گئے اور میں بہ مشیتِ ایزدی ان ہی دنوں میں بیمار ہوگئی اور علالت کا سلسلہ ڈیڑھ ماہ سے کچھ کم چلتا رہا۔ مجھے فتنہ پردازوں کے الزام کا کچھ پتہ نہ تھا البتہ حضور ﷺ کا میں وہ التفات نہیں پاتی تھی جو ہمیشہ سے میرے لئے مخصوص تھا اور یہ بات مجھے کسی وقت زیادہ محسوس ہوئی اور میں غیر ارادی طور پر رنجیدہ سی بھی ہو جاتی۔

حضور ﷺ کا رویہ بس اس حد تک تھا کہ آپ ﷺ تشریف لاتے اور سلام علیکم فرما کر دریافت فرماتے "تمہارے بیمار کا کیا حال ہے؟ اور پھر واپس تشریف لے جاتے۔"

بہ فضلِ خداوندی بیماری ختم ہوئی اور ضعف و نقاہت باقی تھی کہ میں مسطح کی بوڑھی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے اسی جگہ گئی۔ جو اس ضرورت کے لئے خواتینِ مدینہ کے لئے مخصوص تھی اور ہم عورتیں عموماً رات ہی کو اس ضرورت کے لئے نکلا کرتی تھیں۔

اتفاقاً ام مسطح رضی اللہ عنہا اپنے چادر کے پلو سے الجھ کر گر گئیں اور ان کے منہ سے نکلا "مسطح ہلاک ہو" یہ سن کر میں نے کہا تم نے ایک بڑی بات کہہ دی' کیا تم ایسے آدمی کو برا کہتے ہو کہ جو بدر میں شریک ہو چکا ہے؟ ام مسطح رضی اللہ عنہا نے کہا:

"حیرت ہے تم ایسا کہتی ہو؟ کیا تم نے وہ باتیں نہیں سنیں جو مسطح بتاتا ہے؟" میں نے ام مسطح سے پوچھا:

---

[1] استرجاع انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھنا۔

"مجھے یہ بتاؤ وہ کیسی باتیں بناتا ہے۔"

پھر انہوں نے الزام تراشیوں اور اتہام سازیوں کے بارے میں ساری باتیں مجھ سے بیان کیں جنہیں سن کر میں پہلے سے زیادہ بیمار ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے اور حسب سابق میرے پاس تشریف لائے اور سلام علیکم کر کے فرمایا: "تم کیسی ہو؟" اس وقت میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

"اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں؟" میرا ارادہ تھا کہ میں اپنے والدین سے ان بیہودہ خبروں کے بارے میں دریافت کروں۔ حضور ﷺ نے اجازت دے دی اور پھر میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے گھر چلی گئی۔

میں نے اپنی والدہ[1] سے دریافت کیا: "اے ماں! لوگ کیسی باتیں بنا رہے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا کہ:

"اے بیٹی! تم خود پر نرمی کرو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شوہر اپنی ایک خوبصورت بیوی سے محبت کرتا ہو اور اس کے بارے میں باتیں نہ بنائی گئی ہوں۔"

میں نے کہا سوکنوں نے تو باتیں نہیں بنائیں' مجھے تو مسطح وغیرہ کے بارے میں دریافت ہوا ہے۔ میں تمام رات روتی رہی اور صبح ہو جانے پر میرے آنسو تھمتے ہی نہ تھے' تمام شب جاگتی رہی پلک تک نہ جھپکا سکی۔

رسول اللہ ﷺ کو وحی کا انتظار تھا اور جب اس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے علی بن ابی طالب ؓ اور اسامہ بن زید ؓ کو بلایا۔

حضرت اسامہ ؓ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نیک گمان اور اچھی رائے کا اظہار کیا اور اشارۃً بتایا کہ میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بارے میں اپنی اس رائے کی وجہ سے افواہوں کو ہرگز باور نہیں کرتا۔ الفاظ یہ تھے:

"حضور ﷺ آپ کے اہل میں' ہم تو بجز خیر و خوبی کے اور کچھ نہیں جانتے۔"

حضرت علی ؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر کوئی تنگی نہیں فرمائی ہے۔ ان کے سوا اور عورتیں بہت ہیں اور آپ ﷺ لونڈی سے پوچھے وہ صحیح باتیں آپ ﷺ

---

[1] حضرت ابوبکر ؓ نے چار نکاح کیے دو قبل اسلام اور دو زمانہ اسلام میں ام رومان رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور عبدالرحمٰن ؓ کی والدہ تھیں۔

کو بتا دے گی۔"

حضور ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

"اے بریرہ رضی اللہ عنہا! تم نے کبھی کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار کو شبہ میں ڈالتی ہو؟" بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "میں سچ کہتی ہوں' کوئی بات میں نے دیکھی ہے نہ ان میں ہے کہ جس کی وجہ سے میری آنکھیں بند ہوں' بجز اس کے کہ وہ کم سن بچی ہیں نیند زیادہ آتی ہے' آٹا گوندکر رکھ دیتی ہیں اور اس سے غافل ہو کر سو جاتی ہیں' بکری آتی ہے اور آٹا کھا جاتی ہے۔"

اس مشورے اور تحقیق کے بعد رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن ابی کے پاس پوچھ گچھ کے لئے تشریف لے گئے اور میں دن بھر مسلسل روتی رہی' میرے آنسو تھمتے نہ تھے اور نیند نام کو نہ تھی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ شدت گریہ سے شاید میرا جگر پھٹ جائے گا۔

یہی حال تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ آپ نے جب سے یہ افواہیں سنی تھیں' میرے پاس نہ بیٹھے تھے۔ ایک مہینہ گزر چکا تھا اور آپ ﷺ کو وحی کا انتظار تھا۔ بہرحال آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ کلمہ توحید و رسالت پڑھا اور اما بعد فرمایا:

"اے عائشہ! تمہارے بارے میں مجھے یہ اور یہ باتیں بتائی گئی ہیں' اب اگر تم پاک اور بری ہو تو انشاء اللہ ﷻ بہت جلد تمہاری برأت ہو جائے گی اور اگر تم کسی گناہ سے آلودہ ہو گئی ہو تو پھر تم کو چاہئے اللہ ﷻ سے استغفار کرو' توبہ کرو کیونکہ جب بندہ اعتراف معصیت کر کے نادم اور شرمسار ہوتا ہے تو اللہ ﷻ رحمت سے متوجہ ہوتا ہے۔"

جب حضور ﷺ نے گفتگو ختم فرمائی تو میرے آنسو بھی ختم ہو گئے۔ اب میری آنکھوں میں ایک قطرہ بھی آنسو کا نہ تھا۔ میں نے اپنے والد ﷺ سے کہا:

"میری طرف سے آپ وکالت کریں اور رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں۔" انہوں نے کچھ تامل اور تھوڑے سے سکوت کے بعد فرمایا:

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا عرض کروں؟" پھر میں نے اپنی والدہ سے درخواست کی' آپ ہی جواب دیجئے۔ تو انہوں نے بھی یہی کہا: "سمجھ قاصر ہے اس لئے میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں۔"

بالآخر مجھے کہنا پڑا' میں اٹھی' باوجود کہ میں کم سن لڑکی تھی اور میں نے زیادہ قرآن بھی نہ پڑھا تھا میں نے کہا: "میں جان گئی ہوں کہ جن افواہوں کو آپ نے سنا ہے وہ دل میں جگہ کر گئی

ہیں اور ان کو سچ سمجھ لیا ہے۔ اب اگر میں یہ کہوں بھی کہ میں بری ہوں تو آپ ﷺ باور نہ فرمائیں گے اور اگر میں ان باتوں کا اعتراف کرلوں اگر چہ اللہ ﷻ واقفِ اسرار و حالات ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں ان اتہامات سے بری ہوں تو آپ تائید و تصدیق فرمائیں گے۔ میں اپنے اور آپ کے درمیان کوئی مثال موجود نہیں پاتی بجز اس کے کہ جس طرح والد یوسف علیہ السلام نے کہا تھا:
"فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ O" (پ۱۲ یوسف ۱۸) "اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔" (ترجمہ کنزالایمان) اس کے بعد میں نے اپنا رخ اور پہلو بدلا اور بستر پر دراز ہو گئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں امید رکھتی تھی کہ اللہ ﷻ میری برأت فرمادے گا لیکن مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ اللہ ﷻ میرے اس معاملہ میں نزولِ وحی فرمادے گا کیونکہ میں اپنے آپ کو اور اپنے معاملے کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی۔ البتہ مجھ کو صرف اس بات کی توقع تھی کہ رسول اللہ ﷺ شاید خواب دیکھیں گے اور اس ذریعہ سے مجھ بے چاری کی عفت و عصمت پر گواہی مل جائے گی۔[1]

اللہ ﷻ کا کرم دیکھئے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے ہنوز اٹھے بھی نہ تھے اور افرادِ خانہ سے نہ کوئی باہر نکلنے پایا تھا کہ آپ ﷺ پر نزولِ وحی ہونے لگا اور جو شدت ایسے موقعہ پر ہوتی تھی وہ شروع ہوئی' حتیٰ کہ پیشانی مبارک پر موتیوں کی مانند پسینہ چمکنے لگا۔ آپ ﷺ پر موسم سرما میں بھی شدتِ وحی سے پسینہ وغیرہ کی یہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ نے نزولِ وحی سے فارغ ہو کر تبسم فرمایا اور پھر کلام کی ابتدا ان الفاظ سے کی:

"يَا عَائِشَةُ اَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّاَكِ" یعنی اے عائشہ! سنو اللہ ﷻ نے تم کو بری فرما دیا۔"

اب میری ماں نے مجھ سے کہا: "عائشہ! اٹھو حضور ﷺ کے پاس جاؤ۔"

میں نے ماں کو جواب دیا: "اے میری ماں! خدا کی قسم میں تو اٹھ کر ان کے پاس نہ

---

[1] جب سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور بریرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پاکیزہ خیالات سماعت فرمائے اور بقول بعض اربابِ سیر حضور ﷺ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے اس معاملہ میں مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کے جسمِ اقدس پر جب کہ مکھی تک نہیں بیٹھتی کیونکہ اس کے پاؤں نجاستوں سے آلودہ ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ آپ کے لئے کیسے گوارا کرے گا اس بات کو جو اس سے کہیں زیادہ بدتر ہو اور اس سے آپ کی حفاظت نہ فرمائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کا سایہ شریف تک زمین پر نہیں گرتا مبادا کہ وہ زمین نجس ہو۔ حق تعالیٰ جب کہ آپ کے سایہ کی اتنی حفاظت کرتا ہے تو آپ کے حرمِ محترم کی ناشائستگی سے کیوں نہ حفاظت فرمائے گا۔

جاؤں گی اور میں اپنے اللہ کے سوا کسی کی ثنا نہ کروں گی۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس موقع پر "اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ" سے دس آیتوں تک وحی ہوئی۔

زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ افک کے سلسلہ میں قرآن حکیم کا انداز بیان بڑا جامع اور پر زور ہے اس میں اعجاز و ایجاز اور احکامات وتنبیہات اس اسلوب سے بیان کی گئی ہیں کہ معصیت کے کسی دوسرے وقوع اور موقع پر اس انداز سے بیان نہیں کی گئیں۔

تہمت طرازی اور سخن سازی کا منافقین کی طرف سے جو مظاہرہ ہوا جس سے اہل بیت رسول ﷺ اور خود رسالت مآب ﷺ کو جو انتہائی صدمہ اور دکھ پہنچا تھا اس کی وجہ سے انداز بیان میں شدت ہوئی ہے۔

ان کا یعنی زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی ہے کہ اصنام پرستی اور شرک کے بارے میں جو تنبیہات ہیں وہ بھی مقابلۃً اس سے کچھ کم ہی ہیں کیونکہ یہ ایک پاک باز زوجہ رسول ﷺ کی طہارت وبرأت کی حال ہیں۔

قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قرآن حکیم میں اللہ ﷻ نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ جس کو مشرکین حق تعالیٰ کی جانب منسوب کرتے ہیں اس کے بعد اپنی پاکی خود بیان فرمائی جیسے: "وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ" (پ۱۷ الانبیاء ۲۶) "وہ بولے رحمٰن نے بیٹا اختیار کیا پاک ہے وہ" (ترجمہ کنز الایمان) اس کے علاوہ بہ کثرت آیات تحمید و تذکیر میں وارد ہیں۔ اسی طرح اللہ ﷻ نے جب اس کا ذکر فرمایا کہ منافقین جس بات کو پاک عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کرتے تھے تو کہا: "سُبْحٰنَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (پ۱۸ النور ۱۶) الٰہی پاک ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے (ترجمہ کنز الایمان) تاکہ عصمت مآب خاتون نفس کی شہادت ہو جائے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبد اللہ بن جحش ﷺ سے روایت کی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مابین اتفاق سے اظہار تفاخر پر باتیں ہونے لگیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں وہ ہوں کہ میرے عقد کا حکم اللہ نے دیا۔ اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اور میں وہ ہوں کہ

میرے عذر کو اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں مذکور فرمایا جب کہ صفوان بن معطل ﷺ نے مجھے سواری پر سوار کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا: "اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ تو بتاؤ جب تم صفوان ﷺ کے اونٹ پر سوار ہو رہی تھیں تو کیا تم نے کچھ پڑھ لیا تھا؟"

انہوں نے جواب دیا کہ میں نے "حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ" پڑھا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا تم نے بڑے اعتماد کا کلمہ پڑھا۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ۔ (پ۱۸ النور ۲۳) "بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا ایمان والیوں کو" (ترجمہ کنز الایمان) کو خاص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل فرمایا گیا۔

سعید بن منصور اور ابن جریر رحمہما اللہ نے ایک دوسری روایت کے ذریعہ حضرت ابن عباس ﷺ سے بیان کیا کہ انہوں نے اس آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ (پ۱۸ النور ۲۳) کو پڑھ کر کہا کہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازواج مطہرات کے بارے میں ہے اور جن لوگوں نے افک میں حصہ لیا ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ انہوں نے اپنے قول کی دلیل میں آیت مندرجہ ذیل تلاوت کی۔

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (پ۱۸ النور ۴)

اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد انہوں نے اس کے آگے کی آیت تلاوت کی۔

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پ۱۸ النور ۵)

مگر جو اس کے بعد توبہ کریں اور سنور جائیں تو بے شک اللہ بخشنے والا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں کی توبہ کے بارے میں ہے جنہوں نے کسی اور عام عورت پر قذف ("قذف" تہمت لگانا' گالی دینا) کیا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جنہوں نے حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ کی طرف قذف کو منسوب کیا ہو' کیونکہ حقیقتِ حال کے ظاہر اور عام ہونے سے پہلے جس کو اللہ ﷻ نے بذریعہ وحی ظاہر اور عام کیا' ان لوگوں نے نہ توبہ کی اور نہ قذف کے ثبوت میں شہادتیں مہیا کیں۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے خصیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے حضرت سعید بن جبیر ﷺ سے پوچھا کہ "زنا" اور "قذف" میں کون سا عمل زیادہ سخت اور کبیرہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا ان دونوں میں بدترین فعل زنا ہے۔

میں نے کہا اللہ ﷻ تو فرماتا ہے: "اِنَّ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ۔" (پ۱۸ النور۲۳) انہوں نے جواب دیا کہ یہ آیت کریمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خاص ہے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضحاک بن مزاحم رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا یہ آیت خاص سرور دو عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

قبائل عرنیہ اور عسکل کا قبول اسلام اور ارتداد

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قبائلِ عسکل عرنیہ کے کچھ افراد مدینہ میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور کلمہ اسلام پڑھا اور کہنے لگے کہ اے اللہ ﷻ کے نبی ﷺ! ہم اونٹ' بکریوں والے چرواہے ہیں اور کھیتی باڑھی کرنے والے کسان نہیں ہیں' یہ لوگ مدینے میں رہ گئے لیکن مدینہ کی آب وہوا ان کو راس نہ آئی اور بیمار ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینہ کے باہر بھیج دیا وہاں مسلمانوں کے جانوروں کو ایک چراگاہ میں حضور ﷺ کے چرواہے چراتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان نومسلموں سے فرمایا کہ تم لوگ بھی دیکھ بھال کرو اور اونٹوں کا دودھ وغیرہ پیتے رہو۔ وہ لوگ چلے گئے اور مقام حرہ پہنچ کر اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے اور مسلمان چرواہے کو قتل کر کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ حضور ﷺ نے کچھ مسلمانوں کو ان کے تعاقب میں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ ان کی آنکھیں نکال کر ہاتھ پاؤں کاٹ کر حرہ کے گوشہ میں چھوڑ دینا یہ سب لوگ اسی حال میں مر گئے۔

حضور ﷺ نے سریہ دومۃ الجندل کے لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سردار بنایا

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے راویوں سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بنوکلب کی طرف' دومۃ الجندل روانہ فرمایا اور ہدایت کی کہ اگر وہ دعوتِ اسلام قبول کرلیں' تو تم ان کے سردار کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔

وہ روانہ ہو گئے۔ تین روز قیام کیا اور ان کو دعوتِ اسلام دی۔ جس کے نتیجے میں ان کا سردار اصبغ بن عمرو کلبی نے جو نصرانی تھا اسلام قبول کرلیا اور اس کے ساتھ ہی بنوکلب کے بیشتر

لوگ بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بجائے جزیہ ادا کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا اور جزیہ کی وصولی کا بھی انتظام کر دیا۔

حضرت عبد الرحمٰن ﷺ نے تماضر بنت اصبغ سے نکاح کر کے اپنے ہمراہ مدینہ لے آئے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے مطابق ایک اور حدیث بیان کی ہے جس کے آخر میں اتنا اور مزید ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اور تم اللہ ﷻ کا ذکر کثرت سے کرنا' امید ہے کہ اللہ ﷻ تمہارے ہاتھ پر اس کو فتح کرا دے۔ اگر تمہارے ہاتھ پر فتح ہو جائے تو ان کے سردار کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔"

وہ معجزات جو واقعہ حدیبیہ میں ظاہر ہوئے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسور بن مخرمہ ﷺ اور مروان بن الحکم ﷺ سے روایت کی کہ ان دونوں حضرات نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے موقع پر ایک ہزار سے کچھ اوپر صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب آپ ﷺ ذوالحلیفہ پہنچے تو ہدیٰ [1] کے جانوروں کے گلوں میں قلادے [2] ڈالے اور ان کا اشعار کر کے عمرہ کا احرام باندھا اور دیدبانی کے لئے خزاعہ کے ایک شخص کو روانہ کیا۔

حضور ﷺ جاو اشطاط پر پہنچے تھے تو وہ خزاعی دیدبان حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچا اور بتایا:

> "قریش نے آپ ﷺ کے اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے بہت بڑی جمعیت کو فراہم کر لیا ہے اور آس پاس کے مختلف قبائل کے لوگ بھی ان کے حلیف اور شریک بن گئے ہیں وہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے' راستہ روکیں گے اور مزاحمت کریں گے۔"

یہ اطلاع پا کر آپ نے فرمایا مسلمانو! مجھے رائے دو کہ میں ان لوگوں کے اہل و عیال اور ان کے بچوں کی طرف متوجہ ہوں جو ہمیں بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا ہم بیت اللہ کا

---

1 ہدیٰ قربانی کا جانور جو بیت اللہ قربانی کی نیت سے روانہ کیا جائے۔

2 قلادہ قربانی کے جانور کے گلے میں نشانی کے طور پر پٹا باندھا جاتا تھا۔

ہی قصد کریں اور جو ہمیں اس سے روکے اس کا مقابلہ کریں۔[1]

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم زیارتِ بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلے ہیں، جنگ و قتال کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں۔ تو آپ ﷺ بیت اللہ ہی تشریف لے چلیں۔ ہم کو اگر کوئی زیارت سے روکے گا تو ہم اس کی رکاوٹ کو سیلِ ارم بن کر راہ سے ہٹا دیں گے، اگر کوئی مقابل آئے گا ہم اس سے جنگ کریں گے۔"

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بسم اللہ پڑھ کر چل دو۔"

اثنائے راہ میں حضور ﷺ نے مطلع کیا کہ "خالد بن ولید ؓ قریش کے رسالہ کا قائد اس وقت طلیعہ پر ہے، اس لئے داہنی جانب کا راستہ اختیار کرلو۔"

پس خالد کو پتہ نہ چلا کہ مسلمانوں کی جمعیت دفعتہً کافر سواروں کے سر پر پہنچ گئی۔ جب رسالہ نے گرد و غبار دیکھا تو قریش کو ہوشیار اور خبردار کرنے کے لئے الٹے قدم مکہ کی طرف بھاگا۔

رسول اللہ ﷺ مسلسل مکہ کی جانب بڑھتے رہے اور پھر ایک سطحِ مرتفع پر حضور ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے اٹھایا، چلانے کے لئے ٹکٹکایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ کچھ لوگ کہنے لگے قصوٰی سرکشی کر رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قصوٰی نے سرکشی نہیں کی ہے وہ طبعاً ایسی نہیں ہے بلکہ اس کو اسی قوت نے روکا ہے۔ جس نے[2] ہاتھی کو روکا تھا۔ پھر فرمایا: "قسم ہے اس ذات اعلیٰ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قریش مجھ سے کسی ایسی بات کو نہیں منوا سکتے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کی جاتی ہے۔ اس کے سوا وہ جس بات کو کہیں گے، میں ان کی بات مان لوں گا۔"

اس کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی کو تنبیہ فرمائی اور وہ کچھ اچھلی اور سیدھی ہوگئی۔ آپ سوار ہو کر حدیبیہ میں اس مقام پر آئے جہاں ایک گڑھے میں تھوڑا پانی تھا۔ لوگوں نے کفایت کے ساتھ پانی لے کر استعمال کیا اور تھوڑی دیر بعد وہ پانی استعمال کر لیا گیا اور گڑھے میں پانی نہ رہا اصحاب ؓ نے پانی کی صورتِ حال سے حضور ﷺ کو آگاہ فرمایا۔

---

[1] رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کو زیارت بیت اللہ کی بہت خواہش تھی، آپ نے عالم رویا میں بھی ملاحظہ فرمایا کہ آپ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ (لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا ۔۔۔ فَتْحًا قَرِيبًا ۝) ۔ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا، حج حدیبیہ کے بعد ۹ ہجری میں فرض ہوا۔ حضور ﷺ نے اس نیک مقصد کے اظہار کے لئے قربانی کے جانور بھی ساتھ لے لئے تاکہ کفار مکہ کو یہ شک نہ ہو کہ مسلمان جنگ کے ارادے سے آ رہے ہیں۔

[2] جس نے ہاتھی کو روکا تھا، یہ فرما کر حضور ﷺ نے واقعہ اصحاب فیل کی طرف اشارہ فرمایا جس کے لشکر کے ہاتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کی کنکریوں سے تباہ و برباد کردیا۔

پس آپ نے ترکش سے ایک تیر نکال کر دیا اور فرمایا: "اس تیر کو اس گڑھے میں گاڑھ دو جس کا پانی ختم ہو چکا ہے چنانچہ تعمیلِ ارشاد کی گئی اس کے بعد خدا کی قسم اس میں اتنا پانی جوش مارتا رہا کہ تمام مسلمان اس پانی سے سیراب ہوتے رہے گویا گڑھے میں پانی کے سوتے پھوٹ گئے تھے۔"

قریش کی جانب سے بدیل بن ورقاء خزاعی جو بنوخزاعہ کا سردار تھا چند افراد کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

"میں نے بنی کعب اور عامر بن لوی کو حدیبیہ کے چشموں پر پڑاؤ ڈالے دیکھا ہے' ان کے ساتھ دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں۔ وہ تم کو بیت اللہ سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے وہاں موجود ہیں اگر تم ضد اور اصرار کرو گے تو وہ جنگ کریں گے۔"

حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا:

"ہم لڑنا چاہتے ہیں نہ لڑنے کے ارادے سے آئے ہیں' ہمارا مقصد زیارتِ کعبہ اور طوافِ عمرہ ہے۔ باوجود یہ کہ کفار قریش بار بار کی لڑائیوں' جھڑپوں اور مسلسل جارحانہ فوجی کارروائیوں سے کشتہ اور مضروب ہو چکے ہیں' پھر بھی وہ ایسے لوگوں سے جو امن و سلامتی کے پیغامی ہیں' بلاوجہ لڑنا اور جنگ کی دھمکیاں دینا پسند کرتے ہیں۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے نمائندہ قریش بدیل! اگر وہ لوگ یعنی قریش پسند کریں تو میں ایک مدت مقرر کر دوں اور اس مدت میں وہ ہمارے کاموں اور سرگرمیوں میں مزاحم نہ ہوں۔ اگر اس مدت میں ہم کامیاب اور غالب ہو جائیں' تو وہ اگر پسند کریں' ہمارے اندر نیک نیتی سے مدغم ہو جائیں یعنی ملت اسلامیہ میں شامل ہو جائیں۔ ورنہ وہ جنگ کی صعوبتوں سے تو بہر حال محفوظ رہیں گے اور اگر قریش نے میری اس پیشکش سے فائدہ نہیں اٹھایا اور ہم پر جنگ مسلط ہی کر دی تو قسم ہے اس ذات اعلیٰ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

کہ میں دینِ حق کی خاطر اس وقت تک جنگ جاری رکھوں گا جب تک میں زندہ ہوں اور دین خداوندی غالب ہو جائے اور امور الٰہی نافذ ہو جائیں اور اللہ ﷻ کے پرستاروں کے لئے موانعات باقی نہ رہیں۔[1]

---

[1] رسول اکرم ﷺ نے جو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے اس موقع پر اپنی رحمت و رافت سے کام لیا اور قریش کے نمائندے سے وہی باتیں فرمائیں جن میں صلح و آشتی پنہاں تھی۔ آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ بے وجہ خونریزی اور اتلاف جان ہو۔ یہاں تک کہ اتمام حجت کے طور پر آپ قریش سے چند سال کے لئے صلح نامہ تحریر کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور ان کو وہ واقعات بھی یاد کرائے جن کے نتیجے میں قریش بہت سی جانیں گنوا بیٹھے تھے اور مسلمانوں سے لڑائی میں سوائے شکست کے اور کچھ نہیں حاصل نہ ہو سکا۔

لیکن قریش اپنی کینہ پروری اور مسلمان دشمنی کے باعث اس بات پر اڑے رہے کہ ہم مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے' خواہ کتنا ہی خون خرابہ کیوں نہ ہو جائے۔

بدیل نے واپس جا کر قریش سے کہا۔ میں نے محمد (ﷺ) سے یہ اور یہ کہا مگر وہ کچھ بھی مرعوب اور متاثر نہ ہوئے البتہ انہوں نے ایک اور تجویز تمہارے سامنے رکھی ہے۔ بدیل کا قطع کلام کرتے ہوئے بعض جذباتی اور پست ذہنیت لوگ بول اٹھے: ''ہمیں ضرورت نہیں ہے۔''

کچھ سنجیدہ' معتدل مزاج اور اہل الرائے اصحاب نے پوچھا وہ کون سی تجویز ہے بتاؤ تو سہی؟ بدیل نے آپ ﷺ کی ساری گفتگو اور مدت معین کرنے کی تجویز کو ان سے بیان کیا۔

عروہ بن مسعود نے ساری باتوں کو بہ غور سنا اور پھر مجمع کو خطاب کرنے کے لئے کھڑا ہوا' اس کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ:

''اے لائق احترام قریشیو! کیا آپ میرے بڑے اور بزرگ نہیں؟''

جواب آیا: بے شک' کیوں نہیں پھر عروہ نے پوچھا:

''اور کیا میں سن طفولیت کی ابتداء ہی سے آپ کے اندر نہیں رہا؟'' (یعنی بچپن سے میرا پورا ماضی اور زندگی کے سارے مراحل تمہاری نظروں کے سامنے سے نہیں گزرتے رہے ہیں؟)

جواب ملا: بے شبہ' ہم تمہاری پوری زندگی اور مزاج سے باخبر ہیں۔ اس کے بعد عروہ نے سوال کیا:

''کیا میں نے کبھی اور کسی وجہ سے کوئی ایسا کام کر لیا ہے کہ آپ بزرگوں اور بھائیوں کے نزدیک میں ساقط الاعتبار ہو گیا ہوں؟''

لوگوں نے کہا: نہیں' تم نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اعتماد کو مجروح کرنے کا سبب بنتا۔ یہ سن کر عروہ بن مسعود نے ان کو اپنا ایک واقعہ ہمدردی کو یاد دلاتے ہوئے کہا:

''کیا آپ حضرات کو یاد ہے کہ میں نے آپ کی مدد کے لئے عکاظ والوں کو آواز دی اور جب وہ میرے بلانے سے نہیں آئے تو پھر میں اپنی بیوی اور بچوں کو اور ان لوگوں کو بھی جنہوں نے میری بات مانی' آپ کے سامنے لے آیا تھا۔''

لوگوں نے مانا اور اعتراف کیا۔ اتنے سوالات کر کے جب عروہ بن مسعود نے قریش کی رائے کو اپنے حق میں موافق اور ہموار کر لیا تو وہ مقصد اصلی کی طرف آیا اور کہا:

''اے میری قوم کے بزرگو اور دانشورو! میرے خیال میں محمد (ﷺ) نے جو تجویز ہمارے روبرو رکھی ہے وہ ہرگز نامناسب اور نادرست نہیں ہے۔[1] اس وجہ سے اسے مان لو اور مجھے

---

[1] عروہ بن مسعود قریش کے نوجوانوں میں بہت فہیم و دانا تھے بدیل کی زبانی رسول اکرم ﷺ کی آشتی پسندی کا حال سن کر وہ بہت متاثر ہوئے تھے۔ یہ تقریر اس تاثر کا نتیجہ تھی۔

اجازت دو کہ میں اس بارے میں مزید دریافت طلب امور پر گفتگو کروں۔"

عروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور باتیں کیں۔ آپ نے ان سے وہی باتیں فرمادیں جو اس سے پہلے خزاعہ کے سردار بدیل سے کہی تھیں۔

عروہ نے کہا: "محمد (ﷺ)! کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ آپ کی قوم آپس ہی میں لڑ کر اپنا انفرادی وجود کھو بیٹھے اور فنا ہو جائے کیا اس سے پہلے عرب کی قومی تاریخ میں کبھی اس نوع کا المیہ ملتا ہے یا جزیرہ نمائے عرب کے خاکدان سے کوئی ایسی شخصیت ابھری ہو جس نے اس طرح کی خانہ جنگی کو ہوا یا تحریک دی ہو۔ اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر قریش مکہ زور آزمائی میں غالب آ جائیں تو میں آپ کے حلقہ اور جماعت میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں جو یقیناً بھاگ جائیں گے اور آپ کو کسمپرسی کے عالم میں بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔[1]

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ وہ اپنی فطری رواداری، تحمل اور غیر معمولی قوتِ برداشت کے باوجود بپھر گئے، غصہ سے بے تاب ہو گئے، مداخلت کرتے ہوئے عروہ کو مخاطب کیا اور نہایت ہی تحقیر آمیز لہجے میں فرمایا:

اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ — او کمینے والے! تو اپنے بت لات کی شرم گاہ کو چاٹ۔

کیا اول فول بکنے آ گیا ہے؟ واقعی کیا تو عقل سے اس درجہ عاری ہے کہ یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ ہم بھاگ جانے والے اور حضور ﷺ کو چھوڑ جانے والے ہیں۔

عروہ ہکا بکا رہ گیا۔ دریافت کیا "یہ کون صاحب ہیں؟" بتلایا گیا کہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رفیقِ سفرِ ہجرت ہیں۔

عروہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا: "اے عبد الکعبہ! واللہ اگر آپ کا وہ احسان مجھ پر نہ ہوتا اور جس کے جواب میں ہنوز کوئی احسان میں آپ کے ساتھ نہیں کر سکا ہوں۔ اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو شاید آپ کی بات کا جواب اس سے زیادہ سخت ہوتا۔"

راوی کا بیان ہے۔ عروہ گفتگو کے دوران اپنا ہاتھ حضور ﷺ کی ریشِ مبارک سے چھو دیتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نزدیک ہی کھڑے تھے، ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھا، جب

---

[1] عروہ بن مسعود کا یہ کہنا بالکل غلط تھا۔ جنگ بدر و احد اور غزوۂ احزاب میں عروہ دیکھ چکے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے جانثاروں اور رفیقوں نے کسی وقت پر بھی آپ پر آنچ نہ آنے دی۔

بھی عروہ اپنے ہاتھ کو حضور ﷺ کی ریش مبارک کی طرف بڑھاتا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اس کی یہ طرز ادا نہایت ناگوار گزرتی تھی۔ لہٰذا وہ عروہ کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے ہوئے کہتے "اپنے ہاتھ کو سرکار کی ریشِ مبارک سے علیحدہ رکھ۔"

عروہ نے نظر اٹھائی' حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور حاضرین میں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا یہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ ہیں۔

عروہ نے کہا: "اے احسان فراموش مغیرہ! کیا تیری بے وفائی اور ظلم رسانی کے سلسلے میں' میں نے بھاگ دوڑ نہیں کی تھی؟" [1]

عروہ اپنی کنکھیوں سے نبی کریم ﷺ کے اصحاب اور رفقاء کے انداز و اطوار دیکھتے جاتے تھے ان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم رسولِ خدا ﷺ جب کھنکار تے تو لعاب دہن پاک زمین پر نہیں گرتا تھا بلکہ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچ جاتا تھا اور وہ جس کے ہاتھ میں پہنچتا تو وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا جب آپ کسی کو حکم فرماتے تو وہ اس کی تعمیل میں عجلت و سبقت دکھاتا اور جب حضور ﷺ کے روبرو باتیں کرتے تو اپنی آوازوں کو بہت ہی پست کر لیتے اور

حضور ﷺ کی عظمت اور آپ ﷺ کے احترام کے باعث کوئی نظر بھر کر آپ کو نہیں دیکھتا' ان کے لہجوں میں عجز اور الفاظ میں نرمی ہوتی تھی' یہ تمام انداز و اطوار دیکھ کر عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے اور ان سے کہا لوگو!

خدا کی قسم میں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں جو دنیا کے عظیم الشان افراد ہیں۔ روم اور ایران بھی گیا ہوں اور اس کے علاوہ بارگاہوں میں بھی' انہوں نے اپنے خادموں کو آداب خدمت سکھائے ہیں انہوں نے اپنے دانشوروں سے منصوبے تیار کرا کر خاص قسم کے لوگوں کو آداب سکھائے ہیں مگر وہاں یہ بات کہاں؟ محمد (ﷺ) کے اصحاب تو پروانہ ہیں وہ ہمہ وقت اطاعت و حکم کی بجا آوری میں لذت محسوس کرتے ہیں۔

خدا کی قسم میں نے نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی تعظیم اس کے اصحاب ایسی بجالاتے ہوں

---

[1] حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں کچھ آزمودہ ش لوگوں کے ساتھ آبادی سے دور موجود تھے' موقع پا کر ایک جماعت پر انہوں نے حملہ کر دیا اور ان سے اموال لوٹ لئے پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: مغیرہ میں تمہارا اسلام تو قبول کرتا ہوں لیکن تمہارے اس قتل و غارت کے معاملہ میں جو ملت اسلامیہ میں تمہاری شمولیت سے پہلے کا واقعہ ہے تمہاری حمایت ہرگز نہیں کروں گا۔ عروہ نے اس معاملہ میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے قبل کچھ مدد کی تھی۔ اس وقت اس نے اسی تعاون کا آپ کو طعنہ دیا تھا۔

جیسی اصحاب محمد ﷺ محمد ﷺ کی بجالاتے ہیں۔

اس کے بعد اصل موضوع گفتگو اور سفارتی امور کے بارے میں اس نے بتایا کہ محمد (ﷺ) اسی تجویز پر قائم ہیں اور میرا مشورہ ہے کہ آپ لوگ اسے بلا تامل قبول کر لیں کیونکہ اس میں امن وسکون کی ضمانت ہے۔

بنی کنانہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ قریش نے اجازت دی تو وہ مسلمانوں کے پڑاؤ پر آیا۔ جب رسول اکرم ﷺ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا:

یہ فلاں شخص اس قبیلہ کا ہے یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں' اس کے سامنے سے قربانی کے جانوروں کو گزارو اور لبیک پڑھتے ہوئے گزرو۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا۔ ان حضرات کو زیارت بیت اللہ سے روکنا ہرگز مناسب نہیں۔ واپس چلا گیا اور جا کر بتایا میں نے ان جانوروں کو دیکھا جو مسلمان قربانی کے لئے لائے ہیں۔ تمام جانور قلاوے ڈالے اور اشعار کئے ہوئے تھے میں تو خیال کرتا ہوں انہیں زیارت بیت اللہ سے نہ روکا جائے۔

یہ باتیں سن کر ایک شخص جس کا نام مکرز بن حفص تھا اس نے آنے کے لئے اجازت طلب کی جب وہ آیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ایک برا آدمی ہے اور اس کا نام مکرز ہے۔ وہ حضور ﷺ سے باتیں کر رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آ گیا اسے دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا: اب تو تمہارا معاملہ آسان ہو گیا۔

معمر راوی نے بیان کیا کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو نقل کیا کہ سہیل بن عمرو آیا اور اس نے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان صلح نامہ تحریری ہونا چاہئے تو رسول اللہ ﷺ نے کاتب کو بلوایا اور کہا لکھو[1] : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

سہیل نے کہا: میں رحمٰن کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ لکھیے' جیسا کہ پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا ہم تو تسمیہ ہی لکھیں گے۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا "بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ" ہی لکھ دو۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو املاء کے لئے بتایا "هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اس پر بھی سہیل کو اعتراض ہوا اور اس نے کہا: "اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ ﷺ کو محمد بن عبد اللہ لکھوانا چاہئے۔" رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] صلح نامہ حدیبیہ کے کاتب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

فرمایا: ''میں بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں مگر تم تسلیم نہیں کرتے۔'' حضرت علی ؓ سے اس کے بعد آپ ﷺ نے ''محمد بن عبداللہ'' لکھوا دیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس تحریر کی پہلی شرط یہ ہے کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان قریش مکہ حائل نہ ہوں گے اور ہمیں بیت اللہ کا طواف اور زیارت کرنے سے نہ روکیں گے۔''

سہیل نے کہا: ''ہم یہ ننگ گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں کہ سارے عرب میں چرچا ہو کہ ہمارے دشمن زبردستی مکہ آکر عمرہ کر گئے۔ اگر آپ ﷺ اور دوسرے مسلمان آئندہ سال آکر طواف و زیارت کرنا چاہیں تو قریش مزاحمت یا ممانعت نہیں کریں گے۔'' اس پر اتفاق کر لیا گیا اور پہلی شرط قرار دے کر صلح نامہ تحریر کر دی گئی۔[1]

اس کے بعد سہیل نے کہا: ''دوسری شرط یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس نہ جائے گا اگرچہ وہ آپ کا دین قبول کر چکا ہو۔ اگر کوئی شخص آ جائے گا تو اسے ہمارے پاس واپس کرنا ہوگا۔'' صحابہ نے کہا: ''واہ! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص اسلام قبول کر کے ہمارے پاس آ جائے' ہم اس کو امن تعاون اور سہارا دینے کے بجائے مشرکوں میں دھکیل دیں۔''

ابھی اس دوسری شق پر بحث و گفتگو جاری تھی کہ اچانک سہیل بن عمرو نمائندہ قریش کے فرزند ابو جندل ؓ بیڑیوں سے پاؤں فگار گرتے پڑتے یہاں آ پہنچے یہ اسی مکہ سے قید سے فرار ہو کر آئے تھے۔ مسلمانوں کے درمیان پہنچ کر وہ ناتوانی سے گر پڑے' سہیل نے اپنے بیٹے کو دیکھ کر کہا کہ اے محمد (ﷺ) یہ پہلا شخص ہے جس پر میں آپ سے اس شق کے تحت فیصلہ طلب کرتا ہوں' اب اس کو میری طرف پھیر دیجئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو صلح نامہ کی تحریر مکمل نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کو نافذ کیا گیا ہے۔ سہیل نے کہا خدا کی قسم اب میں آپ سے کبھی کسی چیز پر صلح نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا سہیل اس کو اجازت دے دو' سہیل نے کہا کہ میں اس کو مسلمانوں میں رہنے کی اجازت نہیں دوں گا' بالآخر ابو جندل ؓ کو ان کے نالہ و شیون داد طلبی اور انصاف خواہی کے باوجود ان کے باپ سہیل بن عمرو کے حوالہ کر دیا۔

---

[1] هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا اس کو قلم زد کر دو۔ مگر فرمان نبوی کے باوجود ان کی حمیت دینی نے گوارا نہ کیا کہ رسول اللہ کے لفظ کو مٹائیں۔ عرض کیا یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ پھر آپ نے خود اپنے دست مبارک سے مٹا دیا۔ شرط اول کا پورا متن یہ تھا: ''مسلمان اس مرتبہ واپس لوٹ جائیں آئندہ سال آئیں اور سوائے تلوار کے کہ وہ بھی میان میں ہوگی اور کسی قسم کے ہتھیار لے کر مکہ میں داخل نہ ہوں۔ ان کو صرف تین روز تک حرم میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی اور اس عرصہ میں قریش مکہ معظمہ سے باہر چلے جائیں گے۔

ابو جندل ؓ نے کہا مسلمانو! کیا تم مشرکوں کے حوالے مجھے کرتے ہو حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھ پر کیا کچھ گزری ہے اور کیسا شدید عذاب میں اللہ کی راہ میں اٹھا رہا ہوں۔

مسلمان یہ منظر دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ حضرت عمر ؓ کو تو تاب ضبط نہ رہی۔ حضور ﷺ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ ﷺ نبی برحق نہیں ہیں؟"

آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "بے شک میں نبی برحق ہوں۔"

حضرت عمر ؓ نے عرض کیا: "کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟"

حضور ﷺ نے فرمایا: "بے شک تم مسلمان ہو۔"

حضرت عمر ؓ نے پوچھا: "کیا وہ لوگ مشرک اور دشمن دین حق نہیں ہیں؟"

حضور ﷺ نے فرمایا: 'بلاشبہ وہ شرک کرنے والے اور دین الٰہی کے دشمن اور کفر و سرتابی کی روش پر قائم ہیں۔"

ان سوالات کا جواب پانے کے بعد حضرت عمر ؓ نے ادب و تعظیم کے لہجے میں گذارش کیا: "اے اللہ کے سچے رسول ﷺ ابراہ کرم مجھے بتائیے کہ جب حقیقت یہ ہے تو پھر ہم دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟"

حضور ﷺ نے فرمایا: "اے عمر ؓ! میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں' اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ وہ انشاء اللہ مجھے ہرگز خوار نہ کرے گا۔"

حضرت عمر ؓ اکثر فرمایا کرتے کہ میں اس بے تابانہ جوش کے فرد ہونے پر اپنی جرأت پر بہت پشیمان ہوا اور مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا۔ آپ اس کے کفارے کے لئے توبہ و استغفار کے علاوہ صدقات و خیرات اور بردے آزاد کرتے رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے سوالات کرنے کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ حضرت ابوبکر ؓ کے پاس تشریف لے گئے اور وہی سوالات ان سے بھی کئے۔ حضرت صدیق ؓ نے ان کو جوابات دینے کے بعد فرمایا اے عمر ؓ سنو!

حضور ﷺ یقیناً اللہ ﷻ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب ﷻ کی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کا مددگار ہے لہٰذا تم حضور ﷺ کے اونٹ کی رکاب کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ خدا کی قسم حضور ﷺ حق پر ہیں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: کیا حضور ﷺ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت

اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے انہوں نے کہا یقیناً فرمایا تھا لیکن کیا یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم اسی سال جائیں گے حضرت عمر ؓ نے کہا یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا تو تم ضرور جاؤ گے لیکن اس وقت نہیں آئندہ سال۔[1]

---

[1] بظاہر صلح حدیبیہ دب کر ہوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح سے تعبیر کیا اور سورہ فتح نازل ہوئی یعنی نتائج کے اعتبار سے یہ صلح حقیقت میں فتح کا دیباچہ یا آغاز تھی۔ صلح کے معاہدے سے پہلے مسلمان کافروں سے الگ تھلگ رہتے تھے اس صلح کے بعد دونوں میں میل جول اور آمد و رفت شروع ہو گئی۔ چونکہ ہر مسلمان اسلام کی متحرک تصویر تھا ان کے اختلاط اور میل جول سے اور ان کے کردار کے اثر سے کافروں کے دل خود بخود اسلام کی طرف کھنچنے لگے۔ جس کے نتیجے میں اسلام بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا۔

چنانچہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک جس کثرت سے کفار اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں میں جو اضطراب، مایوسی اور دل شکستگی عام طور پر پیدا ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے اضطراب اور مایوسی دور فرمانے کے لئے "سورۃ الفتح" نازل فرمائی۔ اس سورت میں صلح حدیبیہ کی اجمالی صورت حال بیان فرمائی ہے، نزول سکینہ کا ذکر اس طرح فرمایا:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ط (پ ۲۶ الفتح ۴)

وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں پر تسلی فرمائی تاکہ ایمان سابقہ پر مزید قوت ایمان کا ان کے لئے اضافہ ہو جائے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ط (پ ۲۶ الفتح ۲۶)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو اپنی طرف سے تاب و تحمل عطا فرمایا اور مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمے رہنے کی توفیق دی کیونکہ وہ اس کے مستحق اور اہل ہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے نزول سکینہ کے ذکر کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسلمان جس معاہدہ کو اپنی ناکامی یا شکست سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں ایک قریبی فتح ہے (یعنی فتح مکہ) دوسرے یہ کہ رسول برحق ﷺ نے حرم کعبہ میں داخل ہونے، قصر اور تحلیق کے بارے میں جو خواب دیکھا تھا وہ خواب سچا ہے عنقریب تم حرم میں داخل ہو گے ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۙ مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ط فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝

بیشک خدا نے اپنے پیغمبر کو سچا (اور) صحیح خواب دکھلایا کہ تم خدا نے چاہا تو مسجد حرام میں اپنے سر منڈوا کر اور اپنے بال کتروا کر امن و امان سے داخل ہو گے اور کسی طرح کا خوف نہ کرو گے جو بات تم نہیں جانتے تھے اس کو معلوم تھی سو اس نے اس سے پہلے ہی جلد فتح کرا دی۔

اس سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام ؓ سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا اور کتب سماوی کے ذکر کے ساتھ ان حضرات کی توصیف فرمائی۔ اللہ اللہ کیا نصیب تھا قربان جائیے۔

رسول اللہ ﷺ نے بادشاہوں، امیروں اور سرداران قبائل کے ساتھ مراسلت شروع کی جس سے شہر اور دیہات، کوچہ و بازار، ہر مجلس اور ہر صحبت کا موضوع گفتگو "اسلام" اور "مسلمان" اور "محمد ﷺ" بن گئے۔ گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا اور لوگ کثرت کے ساتھ اسلام قبول کرنے لگے۔ علم بردارن اسلام کی تعداد اور ان کی قوت میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہونے لگا۔ (جاری ہے)

رسول اللہ ﷺ عہد نامے کی کتابت سے فارغ ہوئے تو مسلمانوں سے فرمایا: اب قربانی کے جانوروں کو ذبح کر کے حلق کرلو راوی حدیث نے بیان کیا کہ اس حکم کی تعمیل میں ایک مسلمان بھی نہ اٹھا اور پھر اس بات کو حضور ﷺ نے تین بار دہرایا۔ جب کوئی نہ اٹھا تو آپ ﷺ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور مسلمانوں کی حالتِ جمود و سکتہ کو ان سے بیان فرمایا: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ ﷻ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ اپنے جانوروں کی قربانی شروع کریں' سر مونڈنے والے کو بلا کر حلق کرا لیں اور اب کسی سے کچھ نہ کہیں۔

رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور کسی سے کچھ نہ کہا۔ پھر اپنے اونٹ کو ذبح کیا حلق کرایا۔ جب مسلمانوں نے یہ دیکھا تو وہ بھی اٹھے' سبھوں نے اپنے اپنے جانور ذبح کئے اور باہم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ ان کاموں میں اب بے حد گہما گہمی اور حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ مردوں کے بعد عورتیں آئیں اور اپنی قربانیوں سے فارغ ہوئیں۔

اس مرحلہ پر ان عورتوں کے بارے میں جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں اور ان کے دلوں میں ایمان راسخ نہ ہوا ہو تو ان کی آمد اور ان کا وجود مسلمانوں کے لئے مضرت رساں بھی ہو سکتا تھا۔ اس لئے ان کے متعلق ارشادِ خداوندی ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ○

(پ۲۸ الممتحنہ: ۱۰)

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں

(بقیہ) ان وجوہ کی بنا پر اس معاہدہ میں کفار کے ساتھ جو خفیف سی رعایت برتی گئی تھی اس کے مقابلے میں اس عظیم الشان نفع کا حاصل ہوا حقیقت میں فتح عظیم و مبین تھی اور جو پہلو معاہدہ کی شرائط میں مشرکین کے لئے نفع بخش معلوم ہو رہے تھے اللہ ﷻ نے ان کے فوائد بھی مسلمانوں کو عطا فرمائے حتیٰ کہ وہ خود درخواستیں کرنے آئے کہ حضور ہم تو اس سے بھر پائے مہربانی کیجئے اور اس شرط کو معاہدے سے نکال دیجئے۔ اس کے بعد ان لوگوں کو اپنی رضا اور خوشنودی کا مژدہ سنایا جنہوں نے درخت مغیلاں کے نیچے بیعت کی تھی۔ پھر ان اسباب کا تذکرہ فرمایا جن کی وجہ سے حضور ﷺ کو جنگ سے احتراز کرنا پڑا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے رؤیا (خواب) کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ برحق ہے اور یقیناً تم مسجد حرام میں داخل ہو گے لیکن ہم نے اس سے پہلے تم کو اس معاہدۂ حدیبیہ کے ذریعہ ایک فتح اور کامیابی عطا فرما دی۔ خواب کی تعبیر تم کو آئندہ جلدی ہی ملے گی۔

حلال نہ وہ انہیں حلال۔

(ترجمہ کنز الایمان)

سورۂ ممتحنہ کے اس حکم کے نزول کے بعد حضرت عمر فاروق ﷺ نے اپنی ان دونوں بیویوں کو طلاق دے دی جو ہنوز مشرکہ تھیں۔ ان میں سے ایک کے ساتھ معاذ بن ابی سفیان نے اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔ [1]

جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو ایک دن ابو بصیر ﷺ نامی مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں مسلمانوں کے پاس آ گئے۔ ان کو واپس بلانے کے لئے قریش نے دو افراد کو مدینہ بھیجا چنانچہ معاہدے کے بموجب ابو بصیر ﷺ کو ان کے حوالے کر دیا گیا اور وہ دونوں آدمی ان کو اپنے ساتھ لے کر مکہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ دوران سفر میں ذوالحلیفہ پر رکے اور کھجوریں کھانے لگے۔ ابو بصیر ﷺ نے ایک ساتھی سے کہا:

"اے فلاں! واللہ تیری تلوار نہایت عمدہ معلوم ہوتی ہے۔" یہ سن کر اس کے دوسرے ساتھی نے تلوار کو نیام سے کھینچتے ہوئے کہا:

"واقعی یہ ایک عمدہ تلوار ہے اور مجھے خوشی ہوئی کہ ابو بصیر تمہاری شناخت اچھی ہے اور میں نے تو اس کو بار بار دیکھا اور تجربہ بھی کیا ہے۔"

ابو بصیر ﷺ نے کہا: "ذرا مجھے دینا۔" اور تلوار لے کر اسے قتل کر دیا اور دوسرا شخص بھاگ کر مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں بے چین اور پریشان ٹہلنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر اس پر پڑی تو آپ ﷺ نے اس کی حالت دیکھ کر کہا شاید اس نے کوئی دہشت ناک منظر دیکھا ہے۔ پھر وہ حضور ﷺ کے قریب آیا اور کہنے لگا: "میرا ساتھی قتل کر دیا گیا اور میری جان بھی محفوظ نہیں ہے۔"

اتفاقاً اسی وقت حضرت ابو بصیر ﷺ بھی پہنچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ ﷺ میرے بارے میں ایفائے عہد کر چکے ہیں کیونکہ میں ان کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اب میرے خدا نے مجھے ان کے پنجے سے نجات دے دی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا (ابو بصیر ﷺ کی طرف دیکھ کر) یہ جھگڑالو ہے۔ (پھر فریادی شخص کی طرف دیکھ کر کہا) کاش اس کا کوئی مددگار ہوتا۔

ابو بصیر ﷺ سمجھ گئے کہ حضور ﷺ کا روئے سخن کس طرف ہے انہوں نے سوچا اگر میں

[1] حضرت عمر فاروق ﷺ نے اس حکم کے نزول کے بعد اپنی ان دونوں بیویوں کو جو ہنوز ایمان نہیں لائی تھیں قید نکاح سے آزاد کر دیا۔ ان دونوں بیویوں میں سے ایک ملیکہ بنت جرول خزاعی تھی اور دوسری قریبہ مخزومیہ ابی تھی۔ تاریخ اسلام میں دیگر صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔

تھوڑی دیر ٹھہر گیا تو پھر آپ کوئی بندوبست کر کے مجھے واپس اسی شخص کے ساتھ کر دیں گے۔ لہٰذا وہ آنکھ بچا کر نکل کھڑے ہوئے اور سمندر کے ساحل پر مقیم ہو گئے۔[1]

کچھ دنوں بعد ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہ جن کو حدیبیہ سے واپس کر دیا تھا' قریش کے پنجہ سے دوبارہ چھٹکارا پا کر ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری ہو گیا اور مکہ کے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے بھائی ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ابوجندل رضی اللہ عنہ نے اپنی جرأت اور قوتِ بازو سے ایک پناہ گاہ بنائی ہے تو مکہ کے ظلم رسیدہ اور ستم کش مسلمان خلاصی پا کہ ایک ایک دو دو کی شکل میں ابوبصیر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ملتے گئے اور جب ان کی کچھ جمعیت ہو گئی تو قریش کے کاروانِ تجارت پر حملے کرنے لگے۔ مجبور ہو کر قریش نے حضور ﷺ کو لکھا کہ ہم معاہدہ کی اس شرط سے باز آئے۔ اب جو مسلمان مدینہ چلا جائے گا ہم اس کی واپسی کا مطالبہ نہیں کریں گے اور مہربانی فرما کر آپ ابوبصیر رضی اللہ عنہ اور ابوجندل رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلا لیں چنانچہ رسول خدا ﷺ نے ان مسلمانوں کو ساحلی مقام سے مدینہ منورہ بلا لیا اور خود قریش کی درخواست پر یہ شرط عہدنامہ سے خارج ہو گئی۔

صلح حدیبیہ کے واقعہ کو بہ تغیر الفاظ اس طریق پر بھی بیان کیا گیا ہے کہ:

امام احمد' نسائی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس درخت کے سائے میں تھے جس کا ذکر اللہ ﷻ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اس درخت کی شاخیں حضور ﷺ پر سایہ کیے ہوئے تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو حضور ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو حضور ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لکھو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سہیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "ہم رحمٰن کو جانتے ہیں نہ رحیم کو۔ ہمارے قضیہ میں الفاظ لکھو جنہیں ہم جانتے ہیں۔" "بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ لکھو" پھر انہوں نے وہی لکھ دیا اور لکھا کہ "هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو اس پر بھی نمائندہ قریش سہیل کو اعتراض ہوا اور کہنے لگا۔ اگر آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو پھر تو ہم نے آپ ﷺ پر ظلم کیا۔

آپ ﷺ عرب کے عام دستور کے مطابق تحریر لکھیں اور اسی سے ہم واقف ہیں۔ بالآخر آپ نے فرمایا لکھ دو هٰذا ما صالح علیه محمد بن عبداللہ۔ اسی دوران تیس جوان آئے یہ مسلح تھے' یہ حضور کے سامنے آ کر شور و غوغا کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے بد دعا کی

---

[1] اس مقام کا نام عیص تھا یہ ایک ساحلی مقام تھا۔

چنانچہ اللہ ﷻ نے ان کی سماعت سلب کر لی اور وہ بہرے ہو گئے۔ پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تم لوگ امان یافتہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ کے سال گئے۔ اثنائے راہ میں ہم عقبہ ذات حنظل میں آئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج رات اس ٹیلہ سے گزرنا ایسا ہے' جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے اس دروازے سے گزرنا تھا جس کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا: وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ (پ البقرہ ۵۸) ''اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

تو جو کوئی آج کی رات اس ٹیلے سے گزرے گا بخشا جائے گا۔ جب ہم اس ٹیلے سے گزرے تو کچھ دیر ٹھہر گئے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! قریش ہماری آگ کی روشنی کو دیکھ لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوسعید ؓ! ہرگز ایسا نہ ہو گا۔

صبح کو حضور ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور اس کے بعد حمد وثنا کے بعد فرمایا اللہ ﷻ نے اپنے فضل سے آج کی رات تمام سواروں کو بخش دیا مگر ایک شتر سوار جو سواروں کے ساتھ ہی ٹیلے سے گزرے ہیں وہ نہیں بخشا گیا۔ ہم لوگ یہ ارشاد سن کر اس شتر سوار کی تلاش میں نکلے حتیٰ کہ ہم نے اس کو پایا وہ ایک بدوی غیر مسلم ساربان تھا۔[1]

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایک قوم ایسی آئے گی جن کے اعمال کو دیکھ کر تم اپنے کارناموں کو حقیر سمجھو گے۔ ہم نے پوچھا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! جس قوم کے بارے میں آپ ﷺ نے مطلع فرمایا کیا وہ بنو قریش ہوں گے؟''

جواب میں فرمایا: ''نہیں' وہ یمنی لوگ ہوں گے۔ وہ رقیق القلب اور انسان دوست ہوں گے' ایمان میں مخلص اور اعمال میں سرگرم۔''

لوگوں نے سوال کیا: اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! کیا وہ لوگ ہم سے بہتر ہوں گے؟''

حضور ﷺ نے جواب دیا: ''اگر کوئی ایک پہاڑ برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرے تو وہ تم سے ایک

---

[1] یہ غیر مسلم ساربان ساحلی علاقہ کا رہنے والا تھا اور بنی حمزہ کا آدمی تھا۔ جب اس سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں چل تاکہ حضور تیرے لئے مغفرت کی دعا کریں تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم! مجھے اپنا اونٹ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تمہارے آقا میرے لئے مغفرت کی دعا مانگیں۔

مُد یا اس کے نصف کے برابر حیثیت نہ رکھے گا۔ سن لو! یہی وہ فرق ہے جو تمہارے اور بعد کے مسلمانوں کے درمیان ہے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء بن عازب ﷺ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: آپ لوگ فتح مکہ کو عربوں پر فتح تصور کرتے ہیں اگر چہ یہ غلط نہیں ہے مگر ہم حدیبیہ کے دن بیعتِ رضوان کو فتح مکہ قرار دیتے ہیں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو مسلمان تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر ایک کنواں تھا۔ ہم نے اس کا پانی نکال لیا اور ایک قطرہ اس میں نہ رہا۔

جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور کنویں کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ ایک برتن میں پانی طلب فرمایا: وضو کے دوران اس میں کلی کی اور دعا فرمائی۔ کچھ دیر توقف کے بعد ہم اپنی اور جانوروں کی تمام ضروریات اس کے پانی سے پوری کرتے رہے مگر اس میں پانی ختم ہونا تو کیا کم بھی نہ ہوا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اکوع ﷺ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ آئے۔ ہم چودہ سو مسلمان تھے اور ان کے پاس پچاس بکریاں تھیں' جن کو سیراب نہیں کر سکتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کنویں کی منڈیر پر بیٹھے اور دعا فرمائی یا لعاب دہن اقدس اس میں ڈالا' اسی دم کنواں جوش مارنے لگا اور پانی بھر گیا۔ ہم نے اس سے اپنی اور جانوروں کی تمام ضروریات پوری کیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ناجیہ بن انجم ﷺ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیبیہ کے موقع پر جب پانی کے ختم ہو جانے کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر مجھے دیا اور ایک ڈول پانی منگایا اور وضو کر کے ایک کلی کنویں میں ڈال دی۔ اس کے بعد فرمایا ڈول کے پانی کو ڈال کر تیر سے اسے کھودنا' پانی نکل آئے گا۔

ناجیہ ﷺ نے کہا میں نے ایسا ہی کیا اور فوراً بہت تیزی سے پانی ابلنے لگا اور وہ اس طرح جوش مارنے لگا جیسے ہانڈی جوش مارتی ہے حتیٰ کہ پانی کنویں کے کنارے پر آ گیا اور لوگ کناروں سے پانی لے کر پینے لگے اور تمام ضروریات پوری کیں۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر ﷺ سے روایت کی انہوں نے فرمایا حدیبیہ کے روز ان لوگوں کو پیاس لگی جو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ ایک برتن کے پانی سے وضو فرما رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ لوگوں میں تشریف لائے اور پوچھا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا

ہمارے پاس پانی نہیں ہے وضو کر سکتے ہیں نہ پی سکتے ہیں۔صرف یہ ایک پیالے میں پانی ہے۔

حضور ﷺ نے دست اقدس پیالے میں ڈالا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی جوش مار کر نکلنے لگا۔جس طرح کہ چشمے سے نکلتا ہے۔پھر ہم سب نے پیا اور وضو کیا۔راوی حدیث سالم بن ابی جعدہ ؓ نے کہا کہ میں نے حضرت جابر ؓ سے پوچھا تم وہاں کتنے مسلمان تھے؟ انہوں نے جواب دیا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی سب کو کفایت کرتا۔ہم صرف پندرہ سو آدمی تھے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ کے لئے روانہ ہوئے۔گرسنگی نے اس قدر ستایا کہ ہمارا ارادہ ہوا کہ اپنی سواری کے اونٹوں کو ذبح کر دیں۔عین اسی وقت حضور ﷺ نے حکم دیا کہ تمام کھانا ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔پھر ہم نے دستر خوان بچھایا اور لوگوں نے جو کچھ بھی ان کے پاس تھا لا کر رکھ دیا۔

حضرت سلمہ ؓ کا بیان ہے میں نے جھانک کر دیکھا کہ کھانے کی کتنی مقدار ہو گئی ہے تو وہ مجھ کو ایک بکری کے بچے کے برابر اونچا ڈھیر نظر آیا۔پھر ہم کو کھانے کا حکم دیا گیا اور ہم سب چودہ سو مسلمان تھے۔ہم سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور پھر باقی ماندہ کھانے کو لوگوں نے توشہ دانوں میں بھر لیا۔پھر فرمایا کیا ہاتھ دھونے کو پانی ہے؟ تو ایک شخص مشکیزہ لایا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔آپ نے اسے پیالے میں لوٹا اور ہم سب نے وضو کیا اور چودہ سو افراد نے اس کو باری باری سے مشکیزوں میں بھر لیا۔

بزاز طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے ابو خنیس غفاری ؓ سے روایت کی کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ تہامہ میں گیا۔جب ہم عسفان پہنچے تو صحابہ ؓ نے شدت بھوک کی شکایت کی اور عرض کیا کہ ہمیں اجازت دیجئے تا کہ ہم اپنی سواری کے اونٹوں کو ذبح کر دیں۔

حضرت عمر ؓ نے عرض کیا۔اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! اگر ہم نے سواری کے اونٹوں کو کھا لیا تو پھر سواری کرنے سے مجبور اور پریشان ہو جائیں گے۔آپ ﷺ لوگوں کے پاس جتنا بھی کھانا ہے اکٹھا کرا کر دعائے برکت و افزونی فرما دیں۔پھر حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا اور اللہ ﷻ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ تمام لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور دوسرے اوقات کے لئے توشہ دان بھر لئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں قیام کے دوران حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف بھیجا[1] اور فرمایا: تم انہیں خبر دے دو کہ ہم ارادہ جنگ سے نہیں آئے ہیں' نہ لڑائی مقصود ہے۔ ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں اگر دوستانہ ماحول میں باتیں ہوں تو دعوتِ اسلام دینا اور نیز جو مسلمان مرد اور عورتیں مکہ میں ہیں انہیں جا کر فتح قریب کی بشارت دینا اور بتا دینا کہ بہت جلد مکہ مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والا

---

[1] قیام حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کے لئے عجیب سیاسی الجھن پیدا ہو گئی تھی۔ اس موقع پر حضور ﷺ کو واپس کرنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لئے جب پے در پے تین قاصد آ چکے یہ تینوں افراد چونکہ سرداران قبائل تھے۔ قریش میں ان کا بڑا احترام تھا اور یہ صائب الرائے سمجھے جاتے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ بدیل بن ورقا خزاعی سردار قبیلہ بنو خزاعہ

۲۔ حلیس بن علقمہ کنانی' کنانہ کے سردار اور احابیش کے رئیس اعظم۔

۳۔ عروہ بن مسعود سردار بنو ثقیف۔

یہ قاصد آتے رہے اور پیغامات کا تبادلہ ہوتا رہا مگر کوئی حل نہ نکلا۔ حضور ﷺ نے طے کیا کہ ایک نمائندہ مسلمانوں کی طرف سے بھی بھیجا جائے اور حضور ﷺ کی نگاہ انتخاب اس کام کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر پڑی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قریش کے ساتھ میرا رویہ یہ رہا ہے اور جس قدر سختی میں نے کی ہے ان کے جذبات پر اس کا اثر ہے اس وجہ سے وہ میری بات کو کسی طرح تسلیم نہیں کریں گے علاوہ ازیں میرے قبیلہ بنی عدی کا کوئی فرد بھی وہاں موجود نہیں ہے جو مجھے پناہ دے سکے لہٰذا میری رائے ہے کہ حضرت عثمان بن عفان کو بھیج دیا جائے اس لئے وہ خاندان بنی امیہ کے ایک معزز رکن ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ جیسے ہی وہ مکہ میں داخل ہوئے ان کے قبیلے کے ایک با اثر رئیس ابان بن سعید ان کو امان دے کر اپنے همراه لے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرداران قریش کو حضور ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم اگر طواف کعبہ کرنا چاہو تو کر لو کیونکہ محمد ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کو ہم مکہ میں نہ آنے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی پیش کش کو رد کرتے ہوئے فرمایا: "میں ان کے بغیر طواف نہیں کر سکتا۔"

ابان' میزبان عثمان رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چند دن کے لئے روک لیا۔ ادھر مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ وہ قتل ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو جب تک ہم ان کے خون کا بدلہ نہ لے لیں گے واپس نہ ہوں گے یہ فرما کر مغیلان کے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے جن کی تعداد چودہ سو سے کچھ کم تھی قتال کرنے اور تادم آخر لڑنے کے لئے بیعت لی۔ اسی کا نام "بیعتِ رضوان" ہے اور قرآن پاک میں اس کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (پ۲۶ الفتح ۱۸) "بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے" (ترجمہ کنز الایمان)

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ غلط نکلی اور وہ مکہ سے واپس حدیبیہ کے مقام پر تشریف لے آئے۔

ہے اور پھر کسی کی مسلمان کو اپنے اسلام اور عقیدہ کو چھپانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

چنانچہ حضرت عثمان ؓ مکہ میں قریش کے پاس پہنچے۔ انہیں مسلمانوں کی آمد کا مقصد بتایا اور دعوت اسلام دی۔ مگر قریش نے انکار کیا اور جنگ کی دھمکیاں دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ باتیں سن کر اصحاب ؓ کو بیعت کے لئے بلایا۔ منادی کو حکم ہوا کہ وہ ان الفاظ سے اعلان کرے:

"آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کے پاس روح القدس نازل ہوئے ہیں اور بیعت کے لئے بلا رہے ہیں۔"

تمام مسلمانوں نے بیعت کی کہ پشت نہ دکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ﷻ نے مشرکین پر رعب ڈالا اور انہوں نے جن مسلمانوں کو بالجبر روک رکھا تھا' انہیں چھوڑ دیا اور مصالحت کی باتیں شروع کر دیں۔

ادھر مسلمانوں نے حدیبیہ میں حضرت عثمان ؓ کے واپس تشریف لانے سے پہلے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمان ؓ تو طواف کعبہ کریں گے۔ یہ باتیں سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ اس صورت میں کہ ہم سب کو تو طواف وزیارت سے روک دیا گیا ہو' وہ بیت اللہ کا طواف نہ کریں گے۔"

حضرت عثمان ؓ کی واپسی کے بعد لوگوں نے ان سے پوچھا: "آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کرلیا؟"

حضرت عثمان ؓ نے جواب میں فرمایا:

"اے برادران ملت! میرے بارے میں شاید آپ لوگوں نے حسن ظن سے کام نہیں لیا' واللہ اگر میں مکہ میں کسی وجہ سے ایک سال بھی مقیم رہتا تو میں بغیر رسالت مآب ﷺ کے ہرگز طواف نہ کرتا بلاشبہ مجھے قریش نے دعوتِ طواف دی تھی۔ مگر میں نے اسی وجہ سے انکار کر دیا۔"

اس بارے میں حضرت عثمان ؓ کا بیان سن کر صحابہ ؓ نے کہا آپ ؓ نے درست فرمایا اور بے شک حضور ﷺ سب کے بارے میں زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں۔

امام احمد و بیہقی رحمہا اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ حدیبیہ کے دن ستر اونٹ ذبح کئے گئے۔ بکریوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ جس شب ہم حدیبیہ پہنچے اور پھر ہمیں روک دیا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون پہرہ دے گا؟

میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میں دوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم سو جاؤ گے اس کے بعد دوبارہ فرمایا: "ہمارا پہرہ کون دے گا؟"

میں نے پھر عرض کیا: حضور ﷺ میں دوں گا۔ ارشاد فرمایا اچھا تم ہی دو۔ پھر میں پہرہ دینے لگا حتیٰ کہ شب کے اختتام اور طلوع فجر کا وقت ہوا تو حسب ارشاد رسول اللہ ﷺ کہ "تم تو سو جاؤ گے۔" نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گیا۔ اس وقت بیدار ہوا کہ جب سورج طلوع ہو چکا تھا جب ہم بیدار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ ﷻ نہ چاہتا تو تم ہرگز نہ سوتے۔ اس کے بعد آپ نے نماز پڑھائی اور کہا جو شخص مسلمانوں میں سو جائے اس کے لئے میرا یہی عمل سنت ہے۔[1]

اس کے بعد مسلمان اپنی سواریوں کی تلاش میں نکلے اور ہر ایک اپنی سواری کے جانور کو ہانک لایا مگر حضور ﷺ کی ناقہ نہ ملی۔ جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو مجھ سے فرمایا: وہ فلاں مقام پر ہے اسے ہانک لاؤ۔ پس آپ نے جس طرح فرمایا تھا میں پہنچا تو دیکھا کہ اونٹنی کی رسی ایک جھاڑی میں الجھ گئی ہے۔ میں نکال کر لے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے اس کی نکیل کو الجھا ہوا پایا اور وہ بغیر چھڑائے نہیں آ سکتی تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی یعلےٰ ؓ سے آیۂ کریمہ "وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا" (پ۲۶ الفتح ۱۸) "اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔" (ترجمہ کنز الایمان) کی تفسیر میں روایت کی کہ اس سے فتح خیبر مراد ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قیام حدیبیہ کے دنوں میں خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ مکہ مکرمہ میں سر منڈائے ہوئے امن کے ساتھ داخل ہوئے ہیں تو صحابہ ؓ نے حضور ﷺ سے جس وقت آپ ﷺ حدیبیہ میں اونٹوں کو ذبح کر رہے تھے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کے خواب کی تعبیر کیا ہے؟ اس وقت نزولِ وحی ہوا کہ:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ (پ۲۶ الفتح ۲۷)	بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن و امان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف۔ (ترجمہ کنز الایمان)

[1] یعنی ایسی صورت میں قضا نماز پڑھ لے۔

جب حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے خیبر کو فتح کیا اور آئندہ سال احرام عمرہ باندھا اور مسجد حرام میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کا خواب پورا ہو گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو جندل ؓ کے واقعات کے سلسلے میں بنو مضر کے لئے بددعا کی کہ اے اللہ! مضر پر ایسا قحط مسلط کر دے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں اہل مصر پر مسلط کیا تھا۔ چنانچہ مضر کے لوگ قحط کے شکار ہو گئے اور غذاؤں کی کم یابی اس حد کو پہنچی کہ انہوں نے علہز یعنی اونٹ کے خون کو اس کے بالوں سمیت پکا کر کھایا اور ابوسفیان حضور ﷺ کے دربار میں بھوک اور فاقوں کی شکایت کرنے پہنچا۔

ہشم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے الاخبار میں حضرت سعید بن العاص ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا بدر میں جب ابو العاص مارا گیا تو میں اپنے چچا ابان بن سعید کی کفالت اور تربیت میں تھا۔ ابان بن سعید ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے شام گیا اور وہاں اس کو ایک سال لگ گیا' پھر وہ واپس آ گیا' وہ جہالت اور عصبیت کی وجہ سے حضور ﷺ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ اس نے سفر سے واپس آ کر پوچھا "محمد (ﷺ) کا کیا حال ہے؟"

میرے چچا عبد اللہ نے جواب دیا: "وہ تو پہلے سے زیادہ معزز با اثر اور جماعتِ عظیم کے پیشوا ہیں۔"

ابان نے توجہ سے اس بات کو سنا اور خاموش ہو گیا حضور ﷺ کو برا نہ کہا۔ اس کے بعد اس نے کھانا تیار کرایا اور کھانے پر بنو امیہ کے سرداروں کو بلوایا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو ابان نے ان سے خطاب کیا کہ:

"اے سردارانِ آلِ امیہ! میں جو کچھ کہوں اسے غور سے سنیے اور صحیح نتائج اخذ کیجئے میں ایک ایسی بستی میں تھا وہاں میں نے بکا راہب کو دیکھا۔ وہ ایک مردِ مرتاض اور بڑا عبادت گزار تھا۔ چالیس برس سے زمین پر نہ اترا تھا۔ ایک روز نیچے آیا تو اس کی زیارت کے لئے لوگ جمع ہو گئے۔ دیکھنے والوں میں' میں بھی تھا۔ میں نے اس سے کہا: "مجھے آپ سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔" اس نے میرے لئے تخلیہ کر دیا۔ پھر میں نے اس سے کہا:

"اے مردِ بزرگ! میں ایک عربی قریشی ہوں' میری قوم کا ایک شخص "رسول اللہ ﷺ" ہونے کا مدعی ہے۔"

راہب نے پوچھا: "اس کا نام کیا ہے؟"

میں نے جواب دیا: ''ان کا نام محمد (ﷺ) ہے۔''

اس نے پوچھا: ''کب سے اس کا ظہور ہوا ہے؟''

میں نے جواب دیا: ''بیس سال سے؟''

اس نے کہا: ''میں اس کا حلیہ اور سراپا اگر تم کہو تو بیان کروں؟''

میں نے کسی قدر حیرت سے کہا: ''ضرور۔''

پھر اس زاہدٖ واقفِ حال نے محمد (ﷺ) کا سراپا بیان کر دیا اور تعجب ہے کہ وہ بالکل درست ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا یقین کرو یا نہ کرو بہر حال ان کا دعویٰ نبوت صحیح اور درست ہے۔ کسی کا یقین کرنا اور کسی دوسرے کا بے یقینی میں مبتلا ہونا' اس کی ذات اور اس کے مقاصد میں فرق اور حرج پیدا نہیں کرتا۔ دنیا بھر کی مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود تم دیکھو گے کہ وہ غالب ہو کر رہیں گے۔

ہماری باتیں ختم ہوئیں' راہب صومعہ کے بالاخانے پر چڑھ گیا۔ پھر اس کو خیال آیا اور اس نے بالائی منزل سے جھانک کر کہا:

''اے تاجرِ عرب! خدا تم کو راہِ راست کی توفیق دے' اگر تمہارا جانا محمد (ﷺ) کے شہر میں ہو تو مجھ غریب فقیر کا سلام کہنا۔''

یہ واقعہ حدیبیہ کے زمانہ کا ہے۔

حضرت خالد بن ولید ﷛ کا قبولِ اسلام

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت خالد بن ولید ﷛ سے روایت کی انہوں نے کہا۔ جب اللہ ﷻ نے میرے لئے خیر کا ارادہ فرمایا تو اس نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور توفیق ہدایت بخشی۔ اللہ ﷻ نے صحیح رخ پر سوچنے کا انداز عطا فرمایا تو میرے دل نے کہا:

اے خالد تو محمد (ﷺ) کے خلاف ہر معرکہ میں شریک رہا اور ہر مرتبہ غیر متوقع' نادر' انوکھے اور حیرت فزا ڈھنگ پر ان کو نمایاں کامیابی ہوئی۔ ہر معرکے کے حالات کا تجزیہ کر کے میری فکر نے بتایا۔ ان کی تعداد بہت کم' اسلحہ بہت کم' رسد اور دوسرا ضروری سامان بہت کم' افراد کی تربیت اور ان میں صلاحیتِ جنگ بہت کم' ان تمام کوتاہیوں اور بہ ظاہر محرومیوں کے باوجود ہر رزم پر' ہر موقعہ پر' ہر میمنہ پر' ہر میسرہ پر' ہر مبارزت اور ہر حملۂ عام پر ان کی خلاف اسباب' خلاف امید اور خلاف حالات' نمایاں اور غیر معمولی کامیابیاں' تو خدا کی نصرت و امداد کا یقین دلاتی ہیں۔ ان

شعوری اور باطنی افکار کی روشنی میں پھر میں سوچتا رہتا۔

رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں پڑاؤ کیا اور میں مقابلہ و مقاتلہ کے لئے ماتحت سواروں کو لے کر نکلا پس مجھے حضور ﷺ اپنے اصحاب ؓ کے ساتھ عسفان میں ملے۔ میں قریب پہنچ گیا اور متصادم ہونے کا ارادہ کر لیا۔

ادھر حالات کی نزاکت اور خطرۂ جنگ ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ہمارے سامنے نماز دوپہر پڑھائی۔ جنگ میں مفید مطلب حیلوں کا رواج ہے پس میں نے سوچا اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دوں اور حملہ کروں، مگر شاید خدا ساز بات[1] تھی، میں یہ سوچتا ہی رہ گیا اور حملہ کرنے سے باز رہا۔ نیز اللہ ﷻ نے ہمارے دلی ارادے اور ایسے خیال کو کہ جو صرف ذہن میں تھا اس سے آپ ﷺ کو باخبر کر دیا اور اس کے بعد نماز عصر آپ ﷺ نے نماز خوف کے طریقہ پر پڑھائی اور نماز خوف کے طریقے کو اختیار کرنے کی وجہ سے پھر ہمارے لئے موقع نہ رہا اور میرے دل نے کہا یہ شخص اور اس کے ہمراہی مصؤن و مامون ہیں۔ اس کے بعد ہم جدا ہو گئے اور حضور ﷺ نے ہماری ناکہ بندی کئے ہوئے راستوں کو چھوڑ کر ایک علیحدہ دوسرا راستہ اختیار فرما لیا اور ذات الیمین کی راہ پر چل پڑے۔

پھر جب قریش سے صلح نامہ ہو گیا اور حالات پر امن و پر سکون ہوئے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب کون سی شے باقی رہ گئی ہے اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ عزت و کامرانی سے میں اور میری قوم بہت دور ہیں۔ حبشہ کے نجاشی نے دین اسلام اختیار کر لیا ہے اور اس کے ملک میں بھی مسلمان موجود ہیں۔ مجھے ہرقل کے پاس روم جانا چاہئے اور اس مشرکانہ دھرم کو چھوڑ کر مجھے نصرانی یا پھر یہودی ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ اب تو اپنی بے بضاعتی بھی مجھ پر واضح ہو گئی ہے لہٰذا ان کمزوریوں کی بنا پر مجھے عجمیوں کا ہی زیر دست اور تابع ہو جانا چاہئے۔ یا پھر جو لوگ باقی رہ گئے ہیں ان کے ساتھ اپنے گھر میں پڑا رہوں۔ بہر صورت میں شش و پنج میں تھا اور اپنی زندگی اور اس کے مقصد کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔

یکبارگی مجھے رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں داخل ہو جانے کی اطلاع ملی کہ آپ عمرہ اور طواف کرنے اپنے اصحاب ؓ کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ میں اس خبر کو سن کر فوراً روپوش ہو گیا۔ میرا بھائی ولید بن ولید ؓ حضور ﷺ کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ آیا اس نے مجھے تلاش کیا کہ میں قریش کے ہمراہ کس طرف نکلا ہوں، مگر وہ کسی سے پتہ نہ چلا سکا۔ پھر بے چارے نے

---

[1] یعنی اللہ نے مدد فرمائی۔ خدا تعالیٰ نے نجات دلا دی۔

میرے پاس خط روانہ کیا' اس میں لکھا تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' امابعد! میں تم سے نہ مل سکا اور اسلام کے بارے میں ہنوز تمہاری بے خبری اور غفلت شعاری پر مجھے حیرت بھی ہے اور افسوس بھی کیونکہ اسلام تو اب عملاً نافذ ہے اور اس کی خیر و برکت اور دوسرے فلاحی نتائج مشاہدہ میں ہیں۔ جن کو دیکھا جارہا اور محسوس کیا جارہا ہے۔

تمہارے بارے میں اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے فرمایا: خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ ﷻ انہیں لائے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا۔ اس کی مانند ذی فہم اور سلیم الطبع شخص کوئی نہیں جو اب تک اسلام سے غافل اور باہر ہو۔ اگر وہ اسلام کی صفوں میں آ کر مشرکوں اور سرپھرے لوگوں کی ذلت وخواری کا موجب ہوتا' تو یہ اس کے لائق تھا۔

تو اے بھائی! جو کچھ اس تاخیر سے فوت ہوگیا' اس کی تلافی کرو میرے خط کو بہ غور پڑھ کر تم کو اقدام کرنا چاہئے۔"

میں خط کو پڑھ کر متاثر ہوا اور جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ اسی دوران میں نے خواب دیکھا کہ قحط زدہ' تنگ شہروں میں سرسبز و شاداب اور بارونق شہروں کی جانب رواں دواں ہوں۔ میں نے سوچا' یہ خواب ایک بشارت ہے۔ مدینہ پہنچ کر اس خواب کو میں نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارا نکلنا یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے تم کو توفیق اسلام دی اور قحط زدہ تنگ حالت' کفر کی زندگی تھی۔[1]

بہرحال حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے میں صفوان بن امیہ سے ملا اور اس سے کہا: اے ابووہب! کیا تو اس حالت کو محسوس کرتا ہے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ ہم سب آپس میں دانتوں کی مانند ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ محمد (ﷺ) نے عرب و عجم پر غلبہ پالیا ہے۔ اگر ہم ان کے پاس جا کر ان کی اطاعت کر لیں تو ان کی عظمت سے ہم کو عظمت ملے گی۔

صفوان نے منہ بنالیا اور انکار کردیا' کہا اگر سارا عرب مسلمان ہو جائے تب بھی میں محمد (ﷺ) کے طریقوں کو اختیار نہ کروں گا۔

میں نے سوچا یہ وہ شخص ہے کہ جس کا باپ اور بھائی بدر میں مارے گئے ہیں۔ اس وجہ سے یہ سوختہ دل ہے۔ اس کے بعد میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور اس سے وہی باتیں کہیں جو صفوان بن امیہ سے کہی تھیں اور اس نے بھی وہی کفر وانکار کا رویہ اختیار کیا۔

---

[1] حضرت خالد بن ولید ؓ فتح مکہ سے قبل ۸ ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

پھر میں نے عکرمہ سے کہا مہربانی کر کے تم ان باتوں کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ اس نے اقرار کیا اور کہا میں کسی کو نہ بتاؤں گا حضرت خالد ؓ نے کہا اب میں گھر آیا اور خادم سے سواری نکالنے کو کہا اور تاکید کر دی کہ اتنی دیر میں تیار ہو جائے کہ میں عثمان بن طلحہ کے پاس سے آ جاؤں۔

اب کچھ خیالات میرے دماغ میں حرکت کرنے لگے: عثمان میرا گہرا دوست ہے میں اس سے اپنے ارادے کا اظہار کر دوں تو کیا برائی ہے؟ میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے اس کے باپ طلحہ اور دادا کا مارا جانا یاد آ گیا۔ اس کے بعد میں نے پسند نہ کیا کہ اس سے اپنا ارادہ ظاہر کر کے راز دار بناؤں۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دماغ کے ایک دوسرے زاویے میں ایک دوسرا خیال ابھرا جو یہ تھا کہ جب میں اسی لمحے کوچ کا ارادہ اور تیاری کر چکا ہوں تو پھر ذکر کر دینے سے کیا فرق پڑتا ہے اور اس میں کیا حرج ہے۔

میں نے عثمان کے پاس جا کر اپنا ارادہ بیان کیا نیز وہی باتیں کیں جو اس سے پہلے صفوان اور عکرمہ سے کی تھیں۔ مزید یہ بھی کہا کہ "ہم اپنی حالت کے اعتبار سے لومڑی کے سوراخ کے مانند ہیں کہ اس میں ڈول پر ڈول پانی ڈالا جائے مگر سارا کا سارا نکل جائے۔"

میری باتیں توجہ سے سن کر وہ تو بلا تردد میرے خیالات سے پورا اتفاق کرتے ہوئے اسی وقت چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے کہا: "تم میری اس اونٹنی کو راستہ میں بیٹھا پاؤ گے۔" خالد ؓ نے بیان کیا کہ ہم نے ایک دوسرے سے طے کر لیا اور مقام یا جج میں ملنے کا پروگرام بنا لیا۔ ہم علی الصبح روانہ ہو کر مقام ہدہ پہنچ گئے۔ وہاں ہم کو حضرت عمرو بن العاص ؓ مل گئے۔ انہوں نے ہم کو اور ہم نے ان کو مرحبا کہا۔ اس کے بعد ہم نے آپس میں ارادۂ سفر کے بارے میں سوال و جواب کئے اور دونوں نے دعوتِ اسلام کو قبول کرنے کا ارادہ اور خود کو اطاعتِ رسول ﷺ میں دینے کا مقصد بیان کیا ہم تینوں کو بڑی خوشی ہوئی اور ساتھ میں سفر کر کے مدینہ میں داخل ہوئے اپنے اونٹوں کو ظہر حرہ میں باندھا تھا کہ کسی نے ہماری آمد کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو کر دی۔ جس کو سن کر آپ ﷺ کو مسرت ہوئی۔

دربار رسالت میں حاضر ہونے کے لئے میں نے غسل کر کے عمدہ کپڑے پہنے ہی تھے کہ میرا بھائی ولید ملنے آ گیا۔ مزاج پرسی اور نیک تمناؤں کے اظہار کے بعد انہوں نے کہا۔

آپ کی آمد اطلاع حضور ﷺ کو ہو چکی ہے جلدی چلو وہ انتظار فرما رہے ہیں۔ میں تیز قدموں سے روانہ ہوا۔ حتی کہ میں نزدیک ہی پہنچ گیا۔ آپ ﷺ کا چہرہ انور مجھے نظر آنے لگا آپ

ﷺ کی نظریں مجھ پر تھیں اور تبسم فرما رہے تھے۔ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا اور حضور ﷺ نے خندہ روئی اور شگفتہ انداز میں جواب سلام عطا فرمایا:

ازاں بعد میں نے کہا: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ "حضور ﷺ نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاکَ۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

خالد رضی اللہ عنہ! میں تمہارے اندر جوہر ذاتی اور دانائی پاتا تھا اور میرا خیال تھا کہ جب کبھی تم نے اپنی ان خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے دعوتِ اسلامی پر فکر وتدبر کیا' تم اس کو قبول کرلو گے۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ میں بہت مرتبہ اسلام کے لئے رکاوٹ بنا ہوں اور دین حق کے علم برداروں اور خادموں کے مقابلے میں آیا ہوں اور گھڑ سواروں کو لایا ہوں۔ آپ ﷺ میرے اس عمل کی معافی کے لئے اللہ رب العزت ﷻ سے دعا فرما دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسلام ما قبل کے تمام گناہوں کو فنا کر دیتا ہے۔

وہ معجزات جو غزوۂ خیبر میں ظاہر ہوئے

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے' ہم رات میں سفر کر رہے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کیا تم ہمیں اپنا نغمہ نہیں سناؤ گے؟ تو وہ اترے اور مسلمانوں کو حدی سنانے لگے۔ انہوں نے کہا۔

۔اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَیْنَا	وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَکَ مَا بَقَیْنَا	وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا

اے خدا! اگر تو نہ ہوتا تو ہم نہ ہدایت پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

تو ہمیں بخش دے' ہم تجھ پر قربان ہوں۔ جب تک ہم زندہ رہیں ہم کو ثابت قدم رکھ اگر ہم دشمنوں سے جنگ کریں۔

اس نغمہ کو سن کر سرورِ کائنات ﷺ نے دریافت فرمایا۔ حدی گا کر اونٹوں کو کون ہانک رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا: عامر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: "یَرْحَمُهُ اللّٰهُ"

ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے عامر رضی اللہ عنہ کے لئے شہادت واجب کر دی۔ کاش ہم اس سے مزید فائدہ اٹھاتے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب مسلمان صف بستہ ہوئے تو حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار لی کہ یہودی پر وار کریں تو ان کی تلوار کی نوک ان کے پیر کے گھٹنے پر لگ گئی اور وہ شہید ہو گئے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: کل اس جھنڈے کو میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ ﷻ فتح دے گا۔ دوسرے دن صبح کو آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ نے انہیں بلا کر اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور دعا فرمائی تو ان کا آشوبِ چشم رفع ہو گیا' کوئی تکلیف نہ رہی۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوبِ چشم کی وجہ سے خیبر کے غزوہ میں لشکر سے ردیف میں رہ گئے اور خیبر میں پہنچ کر مل گئے۔ فتح خیبر کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کل میں پرچم اسلامی ایسے شخص کے سپرد کروں گا جو اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شب میں باہم یہ تذکرہ کرتے رہے کہ دیکھیں وہ کون خوش نصیب ہے جس کو حضور ﷺ کل صبح پرچم اسلام عطا کرتے ہیں۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے لہٰذا ان کی طرف کسی کا خیال بھی نہیں گیا جب صبح ہوئی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور علَم ان کے سپرد کر دیا اور پھر اسی روز اللہ ﷻ نے خیبر فتح کروادیا۔

بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں[1] فرمایا: کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے اور اس اعلان کے بعد لوگوں میں حصول علَم کے لئے حسرت و اشتیاق پیدا ہو گیا۔

دوسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ان کی پر آشوب آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور وہ ٹھیک ہو گئیں۔ اس کے بعد علَم جنگ عطا فرمایا:

امام احمد' بیہقی' ابو یعلے اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب سے

---

[1] "صلح حدیبیہ" کے بعد ملت اسلامیہ کو مشرکین قریش کی طرف سے تو سکون اور فراغت مل گئی۔ خیال تھا اب مبلغین اسلام دین کی دعوت کے لئے نکلیں گے اور ہر طرف' ہر قریئے' ہر قبیلے اور ہر برادری میں اسلام کی دعوت و پیغام پہنچائیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ خیبر کے یہود نے جن میں بنی نضیر اور بنی قریظہ کے لوگ بھی جلاوطنی کے بعد جا کر آباد ہو گئے تھے' اسلام کے خلاف جارحیت' مخالفت اور معاندت کا طوفان اٹھایا۔ دوسرے قبائل کو ساتھ ملایا چنانچہ بنی غطفان سے مدینہ کو فتح کر کے آدھوں آدھ پیداوار لینے کا معاملہ کر لیا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضور ﷺ نے لعابِ دہن لگایا ہے میری آنکھیں ہر بیماری سے محفوظ ہیں۔

حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک اعرابی شخص ایمان لایا اور ہجرت کی اور جب غزوۂ خیبر واقع ہوا اور غنیمت ملی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے تقسیم فرمایا اور اس مہاجر اعرابی کو حصہ دیا۔ اس نے عرض کیا میں نے حلقہ اسلام میں شمولیت اس مال کے لئے نہیں کی ہے بلکہ میں نے تو آپ ﷺ کا اتباع اس لئے کیا ہے کہ میرے اس جگہ تیر لگے یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا اور پھر اس تیر کے لگنے سے میں مر جاؤں اور جنت میں پہنچایا جاؤں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ ﷻ کی تصدیق کرتے ہو تو وہ تمہاری خواہش ضرور پوری کرے گا۔

اس کے بعد لشکر مجاہدین کفار سے لڑنے گیا تو اس اعرابی کے وہیں حلق میں تیر آ کر لگا' جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے اللہ ﷻ کی تصدیق کی' اللہ ﷻ نے اسے سچا کر دیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ میں سبزی دیکھی تو اس کے بارے میں پوچھا یہ کیسے ہوا؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا میں ابن ابی الحقیق کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی کہ سو گئی' اسی حالت میں' میں نے بحالتِ نیم بیداری ایک خواب دیکھا۔

(بقیہ) اگرچہ مدینہ سے خیبر کافی دور ہے' ان دونوں آبادیوں کے درمیان ۸ منزل کا فاصلہ ہے لیکن مدینہ کے منافقین کو بھی مخفی طور پر یہود نے ملا لیا تھا اور ان منافق جاسوسوں کی وجہ سے خیبر کے یہود کو مسلمانوں کی ایک ایک بات کی خبر ملتی رہتی تھی۔ حضور ﷺ نے اس خطرے کو محسوس فرمالیا اور پھیلا ہوا دیکھ کر مجبوراً مقابلے کی تیاری کی اور نہایت ہی پوشیدہ طریقے سے ۷ہجری میں تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جن میں دو سو سوار تھے مدینہ سے روانہ ہوئے اور مقام رجیع میں پہنچ کر جو بنو غطفان اور خیبر کے وسطی علاقہ میں ہے نزول فرمایا:

یہود کے پاس چھ قلعے تھے۔ مسلمانوں نے ان کو یکے بعد دیگرے فتح کرنا شروع کیا۔ مگر بنو غطفان کی ہمت نہ ہوئی اور وہ یہودِ خیبر کے ساتھ شریک جنگ نہ ہوئے۔

سب سے مستحکم اور عظیم قلعہ "قموص" تھا۔ جس میں یہود کا مشہور شہسوار مرحب رہتا تھا' اس قلعہ کو مسخر کرنے کی جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر علم عطا فرمایا۔ مرحب نامور شجاع و شہسوار نے قلعہ سے نکل کر جنگ کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ تعالیٰ نے مرحب سے مقابلہ کر کے اس کو قتل کیا اور قلعہ فتح کر لیا۔

اس غزوہ میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور صرف ۱۵ مسلمان شہید ہوئے۔ یہود نے شکست کے بعد درخواست کی کہ ہم کو معاف کر دیا جائے۔ ہم سالانہ پیداوار کا نصف غلہ ہر سال پیش کریں گے۔

چاند میری گود میں آ گیا ہے۔ میں نے یہ واقعہ خواب اسے بتایا' جسے سن کر اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا تو مدینہ کے بادشاہ کی تمنا رکھتی ہے۔[1]

ابو یعلےٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حمید بن بلال ﷺ سے روایت کی کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حال میں آئی کہ آپ ﷺ مجھ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری قوم نے ایسا اور ویسا کیا ہے۔ اس کے بعد میں ابھی اپنی جگہ سے کھڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ میرا دفعتہً انداز پسند بدل گیا اور آپ ﷺ مجھ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب معلوم ہونے لگے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عاصم الاحول رحمۃ اللہ علیہ' ابوعثمان ہندی یا ابی قلابہ رحمہما اللہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ خیبر میں تشریف لائے تو اس زمانے میں کھجوریں تیار نہ تھیں بلکہ کچی اور خام کھجوریں درختوں میں لگی تھیں۔ مسلمانوں نے کچی کھجوروں کو یا نیم پختہ کھجوروں کو کھایا اور انہیں بخار ہو گیا جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے بہ طور طریقہ علاج فرمایا کہ خاصی مقدار میں پانی کو مشکیزوں کے ذریعہ ٹھنڈا کیا جائے اور صبح کی دونوں اذانوں کے درمیان وہ ٹھنڈا کیا ہوا پانی ان پر ڈالا جائے اور اللہ کا نام لیتے رہیں اور اس کی جانب سے شفاء کی امید رکھیں۔ پس اصحاب نے ایسا ہی کیا چنانچہ وہ سب بیمار حضرات بطفیل رسالت پناہی ﷺ صحت یاب ہو گئے۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن انیس ﷺ سے روایت کی کہ غزوۂ خیبر کے سفر میں میرے ساتھ میری زوجہ بہ زمانہ حمل میں تھیں۔ اتفاقاً راہ میں نفاس سے ہو گئیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے بتایا کھجوروں کو پانی میں بھگو دو پھر وہ پانی پلاؤ۔ تو میں نے اس پر عمل کیا اور میری بیوی کو کوئی ناگوار بات پیش نہ آئی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق علقمہ ﷺ حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت کی کہ ہم غزوۂ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک روز حضور ﷺ نے رفع حاجت کے لئے ارادہ فرمایا اور کہا:

اے عبد اللہ ﷺ! دیکھو کوئی پردے کی چیز نظر آتی ہے؟ میں نے دیکھا تو ایک درخت نظر آیا۔ میں نے حضور ﷺ سے جا کر عرض کر دیا: فرمایا اور غور سے دیکھو میں نے بہ غور دیکھا تو ایک

---

[1] ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہودیوں کے سردار ابن اخطب کی صاحبزادی اور کنانہ ابن ابی الحقیق کی بیوی تھیں۔ غزوۂ خیبر میں کنانہ مارا گیا اور حضرت صفیہ غنیمت میں لائی گئیں۔ حضور اکرم ﷺ نے آپ سے عقد فرمالیا۔

دوسرا درخت نظر آیا جو پہلے درخت سے بہت فاصلہ پر تھا۔ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں درختوں سے جا کر کہو کہ اللہ ﷻ کا رسول ﷺ حکم دیتا ہے کہ دونوں یکجا ہو جاؤ۔ میں نے جا کر کہا اور وہ دونوں مل گئے۔

حضور ﷺ ان درختوں کے پاس تشریف لائے ان دونوں درختوں نے آپ ﷺ کو پردے میں لے لیا۔ اس کے بعد جب حضور ﷺ ان سے الگ ہوئے تو پھر دونوں درخت اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ اہل خیبر جب شکست خوردہ اور مغلوب ہو گئے تو ان کے سامنے یہ شرطیں رکھی گئیں کہ وہ اپنی جانوں اور اہل و عیال کو لے کر نکل جائیں' ان کے ساتھ سونا جا سکے گا نہ چاندی۔ پھر کنانہ اور ربیع حاضر ہوئے ان دونوں سے حضور ﷺ نے فرمایا:

"تمہارے وہ ظروف کہاں ہیں جن کو تم اہل مکہ کو عاریۃً دیا کرتے تھے؟"

ان دونوں نے کہا: "ہم لوگ اس حال میں بھاگے کہ ایک زمین ہمیں کمزور بناتی اور دوسری زمین ہمیں عزت دیتی تھی تو ایسی زبوں حالی میں ہم نے ان تمام ظروف کو خرچ کر ڈالا" حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا:

"اگر تم لوگ مجھ سے ذرہ برابر چھپاؤ گے اور مجھ کو اپنی فریب کاری سے اور چرب زبانی سے دھوکا اور چکمہ دینے کی کوشش کرو گے تو اس کی سزا تم کو ملے گی۔"

دونوں نے یک زبان ہو کر کہا: "آپ ﷺ ہمارے بارے میں ایسا خیال نہ فرمائیں جو کچھ ہم نے کہا ہے اگر اس کے خلاف ہو تو سزا کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ ہم کو منظور ہوگا۔"

اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک انصاری صحابی کو بلایا اور فرمایا: فلاں میدان میں ایک درخت ہے اور اس درخت کی داہنی جانب یا بائیں جانب ایک اور اس سے بلند درخت نظر آئے گا اس کے نیچے جو کچھ ہے وہ نکال کر لے آؤ تو وہ گئے اور ظروف وغیرہ لے کر آ گئے' پھر ان کو گرفتار کر لیا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ثوبان ؓ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انشاء اللہ ﷻ ہم آج رات سفر کریں گے۔ ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص سفر نہ کرے کہ جس کا اونٹ کمزور یا سرکش ہو۔ اس کے باوجود ایک شخص اپنے سرکش اونٹ پر ہی روانہ ہو گیا۔ چنانچہ اونٹ نے اس کو گرا دیا ران ٹوٹ گئی بالآخر وہ مر گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے بلال ؓ سے اعلان کرا دیا کہ

مرنے والے نے حکم عدولی کی' جنت اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم ﷺ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز ﷺ نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لکھا کہ کتیبہ [1] کے بارے میں تحقیق و تفتیش کر کے مجھے اطلاع دو کہ وہ خیبر کے اموال میں سے رسول اللہ ﷺ کا خمس تھا یا آپ ﷺ کے لئے خاص تھا۔ میں نے اس بارے میں عمرہ بنت عبد الرحمٰن سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ابن ابی الحقیق سے صلح فرمائی تو نطاۃ اور شق کے پانچ حصے کئے اور کتیبہ کو اس کا ایک جزو قرار دیا اور

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پانچ گولیاں بنائیں۔ ایک گولی پر لفظ 'لِلّٰہ'' یعنی اللہ کے لئے لکھا اور بارگاہ خداوندی میں دعا اور التجا کی ''اے خدا! اپنے حصہ میں کتیبہ کو قبول فرما لے۔ قرعہ اندازی میں سب سے پہلے جو گولی نکلی' وہ کتیبہ برائے اللہ تھی اس وجہ سے کتیبہ جناب رسول اللہ ﷺ کا خمس قرار پایا اور دو حصے خالی تھے جن میں کوئی نشان نہ تھا اور وہ مسلمانوں میں اٹھارہ مساوی حصوں میں مشترک تھے۔ راوی حدیث ابوبکر ﷺ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے نتائج تحقیق سے مطلع کر دیا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت سہل بن سعد ﷺ سے روایت کی کہ ایک غزوہ میں مسلمان اور مشرکین کے درمیان نہایت ہی گھمسان کا رن پڑا۔ مجاہدین اسلام میں ایک مرد شجاع ایسا تھا جس نے ہر مقابل کو پچھاڑا اور جس کسی پر حملہ آور ہوا اس کو زندہ نہ چھوڑا۔ اگر وہ بھاگا تو اس نے تعاقب کیا اور قتل کئے بغیر نہ لوٹا۔ خاتمہ جنگ کے بعد غازیانِ اسلام کی کارگزاریوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کہا کہ:

''آج جس قدر ثواب فلاں شخص نے حاصل کیا ہے اتنا تو کسی کو ملنے کی امید نہیں۔'' یہ بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص تو دوزخی ہے۔''

مجلس صحابہ ﷺ میں حضور ﷺ کے اس انکشاف پر تمام لوگ سشدرہ اور حیران رہ گئے اور اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں پر غور کرتے ہوئے ان کی زبان سے نکل گیا۔ جب وہ شخص دوزخی ہے تو پھر ہم کیسے جنتی ہو سکیں گے۔

ایک صحابی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا: ''میرا تو خیال ہے وہ شخص اس حالت پر

---

[1] کتیبہ ایک مقام کا نام ہے جو خیبر کے نواح میں شامل تھا۔ جس طرح حضرت عمر بن عبد العزیز ﷺ نے فدک خاندان نبوت کو واپس کر دیا تھا اسی طرح کتیبہ کے سلسلہ میں بھی آپ ﷺ نے تحقیق فرمائی۔

ہرگز نہیں مرے گا۔"

حضرت سہل ﷺ راوی حدیث نے بتایا کہ میں اس کے بعد اس شخص کے تجسس حال میں لگ گیا ایک مرتبہ وہ مجروح ہو گیا اور زخم پھیل کر بڑے شدید اور تکلیف دہ ہو گئے اور درد و کرب کی تاب نہ لا کر اس نے خود کشی کا ارادہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے تلوار کے قبضہ کو زمین پر ٹیک کر کھڑا کر لیا اور نوک کو اپنی چھاتیوں کے مابین رکھ کر زور لگا دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر میں تھے تو آپ نے ایک مدعی اسلام کے بارے میں فرمایا: یہ ایک دوزخی ہے۔ جب میدانِ کارزار گرم ہوا تو اس شخص نے بڑی جرأت اور جاں فروشی کا مظاہرہ کیا۔ حتیٰ کہ اس کے جسم پر بہت شدید زخم آ گئے۔ وہ مضطرب تھا اس کا جسم جنبش اور حرکت کی برداشت بھی نہ کر سکتا تھا اور جس کے باعث وہ سخت کرب میں گرفتار تھا۔

اصحاب میں سے کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فلاں شخص کو دیکھا جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اہل نار سے ہے۔ اس نے جان کی پروا کئے بغیر فی سبیل اللہ جہاد کیا اور میدانِ جنگ میں اس کی جرات مندانہ کوششیں نتیجہ خیز رہیں۔ بڑی کثرت سے زخم آئے ہیں اور شدید ٹیسیں اور تکلیف ہے۔

فرمایا: سنو! وہ اہل نار سے ہے۔ پھر اس مجروح نے درد و زخم کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی' لوگوں نے کہا حضور ﷺ! آپ کا ارشاد کس قدر سچ ہوتا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن خالد ﷺ سے روایت کی کہ خیبر کے موقع پر ایک صحابی فوت ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی اور فرمایا تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو یہ سن کر لوگوں کے چہروں کے رنگ اتر گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھی نے اللہ کی راہ میں خیانت کی ہے۔ تو پھر ہم نے متوفی کے سامان کو دیکھا تو اس میں یہود کے منکوں میں سے ایک منکا موجود پایا' جس کی حیثیت دو درہم بھی نہ ہو گی۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر گئے ہمیں غنیمت میں سونا اور چاندی نہ ملا۔ البتہ کپڑے' سامان اور دیگر اموال ملے۔ جب رسول اللہ ﷺ وادی قریٰ کی جانب متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ کی خدمت میں ایک حبشی غلام جس کا نام مدعم تھا بطور پیش کش بھیجا گیا تھا۔ وہ حضور ﷺ کا کام کاج کرتا رہتا ایک موقعہ پر وہ حضور ﷺ کی سواری کس رہا تھا کہ اچانک اس کے ایک تیر آ کر لگا اور وہ مر گیا۔ مسلمانوں نے کہا اسے

جنت مبارک ہو یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس نے خیبر کے اموال میں سے قبلِ تقسیم ایک چادر پوشیدہ کر لی تھی وہ مدعم پر جہنم کی آگ بھڑکا رہی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ فتح خیبر کے بعد ایک زہریلی بکری یہود کی طرف سے ہدیہ میں پیش کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام یہودیوں کو یک وقت طلب فرمایا: چنانچہ سب یہودی حاضر ہو گئے۔

حضور ﷺ نے ان سے کہا: ''میں تم لوگوں سے کچھ سوالات کروں گا تم ان کے جوابات نفی یا اثبات (انکار یا اقرار) میں دینا۔''

یہود نے کہا: ''بہت اچھا۔''

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تمہارا باپ کون ہے؟''

یہود نے کہا: ''ہمارا باپ فلاں ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم نے جھوٹ کہا' تمہارا باپ وہ نہیں' بلکہ فلاں ہے۔''

یہود نے کہا: ''بلاشبہ آپ نے صحیح فرمایا۔''

حضور ﷺ نے پوچھا: ''تم نے مجھ کو سوغات اور تحفہ میں ایک بکری بھیجی ہے' اس کو تم نے زہر آلود کیا تھا؟''

یہود نے اثبات میں جواب دیا' کہا: ''ہاں کیا تھا۔''

حضور ﷺ نے سوال کیا: ''تمہیں اس کام پر ابھارنے کا کیا سبب ہوا؟''

یہود نے کہا: ''ہمیں خیال ہوا کہ اگر آپ ﷺ جھوٹے مدعی نبوت ہیں' تو آپ ﷺ کو ہمارے اس زہر ملانے کا علم نہ ہوگا آپ اس بکری کا دودھ یا گوشت جو کچھ استعمال کریں گے وہ موت کا سبب بن جائے گا اور ہم آپ ﷺ سے نجات پا لیں گے اور اگر آپ واقعی سچے رسول ہیں' تو پھر ظاہر ہے آپ ﷺ کو نقصان نہ ہوگا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس ﷺ سے روایت کی کہ ایک یہودی عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بکری کا سالن لے کر حاضر ہوئی' تو آپ ﷺ نے اس میں سے تھوڑا سا ہی لیا تھا کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرما دیا۔ وہ یہودی عورت بلائی گئی اور اس سے پوچھا گیا تو اس نے جو بیان دیا وہ یہ تھا کہ:

''میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ آپ ﷺ کو ہلاک کر دوں اور اس ارادے کی تکمیل کے لئے میں نے یہ زہر خورانی کا طریقہ اختیار کیا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ ﷻ نے تیرے غلط ارادے کی زد سے اپنے نبی (ﷺ) کو بچا لیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے مقام حرت میں رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا نماز عشا کے بعد لوگوں کے پاس نہ جاؤ۔ قبیلہ کا ایک شخص اس کے باوجود رات کو اپنی بیوی کے پاس گیا مگر اس نے بیوی کو قابل اعتراض اور لائق ملامت حالت میں دیکھا۔ وہ ہٹ گیا اور تعرض کیا نہ مشتعل ہوا۔ البتہ وہ بے حد دل شکستہ ہوا اور بیوی کی طرف سے مایوس ہو گیا اور اس کو اپنی زوجیت سے نکالنے کے مسئلہ پر غور کرتا رہا۔ اس اقدام میں اس کے لئے دو بڑے موانعات اور رکاوٹیں تھیں اول بچوں کی پرورش اور ان سے غیر معمولی محبت دوسرے کچھ عقد نکاح کے شرائط۔

حضور ﷺ نے اس مصلحت سے رات میں اہل کے پاس جانے کی ممانعت فرما دی تھی۔ اللہ ﷻ نے اپنے محبوب ﷺ کو غیب کی تمام باتوں سے آگاہ فرما دیا تھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر سے لوٹتے وقت رات میں سفر کیا اور جب لشکر مجاہدین پر نیند نے غلبہ کیا تو پڑاؤ کیا اور حضرت بلال ؓ کو رات کے پہرے پر مقرر فرمایا:

سحر کے قریب حضرت بلال ؓ کی آنکھیں کثرت بیداری کے اثر سے بوجھل ہو گئیں اور وہ فطری طور پر اپنے کجاوے سے ٹیک لگائے ہوئے سو گئے۔ وہ جاگے نہ کوئی اور صحابی ؓ حتی کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔[1] (ابوہریرہ ؓ نے اس حدیث کو آخر تک بیان کیا)۔

حضور ﷺ کا یسیر بن رزام یہودی کی طرف عبداللہ بن رواحہ ؓ کو بھیجنا

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بطریق عروہ اور بطریق موسیٰ بن عقبہ حضرت شہاب رحمہم اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کو تیس سواروں پر امیر بنا کر جن میں حضرت عبداللہ بن انیس ؓ بھی تھے۔ یسیر بن رزام یہودی کی طرف بھیجا۔ یسیر نے حضرت عبداللہ بن انیس ؓ کے چہرے پر ایسا زخم لگایا جس کا اثر دماغ تک پہنچا۔

حضرت عبداللہ بن انیس ؓ کو حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ ﷺ نے ان

---

[1] بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بطریق مالک رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے فرمایا کہ شیطان بلال ؓ کے پاس ایسے حال میں آیا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ شیطان نے ان کو لٹا دیا اور اس طرح تھپکا جیسے بچوں کو تھپکا جاتا ہے یہاں تک کہ بلال ؓ سو گئے۔

کے اس گہرے اور بڑے زخم پر لعاب دہن لگا دیا جس سے وہ مندمل ہو گیا۔

ان معجزات کا ظہور وصدور جو عمرۂ قضاء میں ہوئے

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ عمرۂ قضاء کے سلسلے میں بطن یاجج تک پہنچے تھے کہ کچھ قریشی آئے اور انہوں نے کہا:

محمد (ﷺ) مکہ کا ہر چھوٹا اور بڑا سوچنے کا ایک ہی انداز نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ اسلحہ لگا کر اپنی قوم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ ان سے شرط کر چکے ہیں کہ مسافرت میں عام طور پر جو اور جس قدر اسلحہ عرب رکھتے ہیں' اتنا ہی آپ اپنے ہمراہ لائیں گے اور تلواریں میانوں میں ہوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ سب ٹھیک ہے' ہم معاہدہ یا قول وقرار کے خلاف نہیں کرتے۔ لہٰذا تم لوگ بدگمانی نہ کرو' ہم حرم مکہ میں اسلحہ لگا کر داخل نہ ہوں گے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب عمرۂ شریفہ کے لئے جب مکہ میں داخل ہوئے تو مشرکوں نے کہا مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آباد ہو جانے والے صحابیوں کو مدینہ کی آب وہوا اور بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ حضور ﷺ کو اطلاع ہو گئی چنانچہ حضور ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کریں' یعنی سینہ تان کر دوڑتے ہوئے چلیں تاکہ مشرکین تمہاری توانائی کو دیکھیں۔[1]

حضور ﷺ کا غالب لیثی ﷛ کو بنی ملوح پر تاخت کے لئے بھیجنا

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے جندب بن مکیث جہنی ﷛ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت غالب بن عبد اللہ لیثی ﷛ کو ایک مجاہدین کی جماعت پر سربراہ بنا کر بنو ملوح پر تاخت کے لئے کدید بھیجا۔ راوی حدیث جندب ﷛ کا جماعتِ مجاہدین میں شمول تھا۔

ہم نے علی الصبح پہنچ کر چھاپہ مارا اور ان کے تمام جانوروں کو ہانک لائے۔ انہوں نے بڑی تیزی سے خطرہ اور نقصان کا ڈھنڈورہ پیٹا اور بہت جلد پورے قبیلے کو تعاقب اور مقابلے کے لئے ہمارے پیچھے لگا دیا۔ ہماری تعداد بہت مختصر اور محدود تھی اور ان سے اس حالت میں ہمارے لئے لڑنے کا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوتا۔

وہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے نزدیک پہنچ گئے اور صرف ایک چھوٹی وادی ہمارے اور ان کے درمیان حائل رہ گئی۔ ہم سوچ رہے تھے کہ بہر حال اب ہمیں تلواریں سونت لینی چاہئے۔ ہم

---

[1] آج بھی طواف میں جو رمل کیا جاتا ہے وہ اسی ارشاد رسول کریم ﷺ کی اطاعت ہے جو آج سے چودہ سو برس پہلے کیا گیا تھا۔

یہ سوچ ہی رہے تھے اور ہم نے پھر نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ وادی بہت تیزی کے ساتھ پانی سے بھر رہی ہے۔ ہم نے باہم ایک دوسرے کو بتایا اور پھر ہم اس کرشمہ خداوندی کو آیاتِ قدرت الٰہی سے ایک آیت سمجھ کر دیکھتے رہے اور دیکھتے دیکھتے وادی ایک سیلِ رواں بن گئی۔ آلِ ملوح کے لوگ ہم سے زیادہ اس کو حیرت و استعجاب سے منہ کھولے دیکھ رہے تھے۔

ام قرفہ کا حضور ﷺ کے قتل پر اقدام و اہتمام

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ بنی فرارہ کی ایک عورت تھی جس کا نام ام قرفہ تھا۔ اس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کا تیس افراد پر مشتمل لشکر تیار کیا تاکہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے قتل پر مامور کرے۔ آپ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے دعا کی ''اے خدا! اس کو اس کی اولاد پر رلا دے۔'' پھر حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ ﷺ کو چند جانے والے یعنی صحابہ کے ساتھ ان سے نمٹنے کے لئے بھیجا۔ پس انہوں نے جا کر ام قرفہ اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کو قتل کر دیا۔

لشکرِ اسلام سے بارہ مجاہدین کی شہادت اور ان کا جنت الفردوس میں داخل ہونا

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے بہ سندِ صحیح حضرت انس ﷺ روایت کی۔ ایک عورت آئی اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے خواب دیکھا کہ جنت میں داخل ہوئی ہوں۔ پھر میں نے وہاں کچھ آوازوں کی جانب دیکھا تو مجھ کو فلاں اور فلاں اشخاص نظر آئے جن کو شاید اسی وقت لایا گیا تھا۔ میں نے شمار کیا وہ بارہ اصحاب تھے۔ چند روز قبل ہی حضور ﷺ نے مجاہدین کی ایک جماعت کو ایک مہم پر روانہ فرمایا تھا یہ آمدان ہی شہداء فی سبیل اللہ کی تھی۔ اس عورت نے بیان کیا:

''ان کے جسموں پر شکستہ اور بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑے تھے جس سے اندازہ کر لیجئے کہ وہ تہی دست اور غریب تھے' ان کے جسم تازہ تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا۔ پھر حکم ہوا ان فدا کارانِ اسلام کو نہر بیدخ لے جاؤ تو انہیں وہاں لے جا کر غسل دیا گیا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مانند نور افشاں ہو گئے۔ اس کے بعد تختِ طلائی پر انہیں بٹھایا گیا' جنت کی طلائی کرسیاں اور طلائی طشتوں میں پھل رکھے گئے اور میں نے بھی ان کے ساتھ میوے کھائے۔

ان ہی دنوں پیامی آیا اور اس نے بارہ مسلمانوں کی شہادت اور سریہ کی کامیابی اور فتح

کی اطلاع دی۔[1]

سریۂ موتہ[2] کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے سریۂ موتہ کے لئے پہلا امیر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور فرمایا اگر وہ شہید ہو جائیں تو دوسرے امیر لشکر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوں اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو تیسرے امیر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ ہوں۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے ربیعہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر بن الحکم رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد سے حدیث بیان کی کہ نعمان بن زنطی یہودی آیا اور وہ لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ فرما رہے تھے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ لشکر کے امیر ہیں۔ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور اگر عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس شخص کو پسند کریں امیرِ لشکر بنا لیں۔

نعمان یہودی نے یہ سن کر کہا: ''اے ابو القاسم (ﷺ)! اگر واقعی آپ ﷺ نبی ہیں تو جن جن اشخاص کا نام آپ نے لیا ہے وہ ضرور شہید ہوں گے کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے جن کو ایسے معرکے پیش آئے اور اس میں انہوں نے یکے بعد دیگرے امیر مقرر کئے تو وہ مقرر شدہ امیر شہید ہو گئے۔''

اس کے بعد وہ یہودی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوا اور کہا:

''اگر محمد (ﷺ) اپنے دعوئ نبوت میں سچے ہیں تو تم ہرگز زندہ نہ آ سکو گے۔''

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث کو بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں سریۂ موتہ میں

---

[1] فتح کی خوشخبری لانے والے نے نام بنام ان بارہ شہداء کا ذکر کیا اور گنا جن کو اس عورت نے گنایا اور بتایا تھا۔ جب اس عورت نے اس شخص کے سامنے اپنا خواب بیان کیا تو اس نے اس کی تصدیق کی کہ شہداء یہی حضرات تھے۔

[2] ''سریہ'' عہد رسالت کا وہ اسلامی لشکر جس کی تیاری، ترتیب اور تنظیم وغیرہ حضور ﷺ نے فرما کر مہم پر روانہ کر دیا ہو اور بہ نفس نفیس شرکت نہ فرمائی ہو۔ ''موتہ'' ایک گاؤں کا نام ہے جو شہر بلقا کا ایک حصہ ہے اور بلقا شام میں واقع ہے۔

موجود تھا۔ میں نے وہاں مخالفین اسلام کے کیمپ میں وہ ساز و سامان' اسلحہ' گھوڑوں کے حدِ نگاہ تک طویلے' سونا اور دیباج و حریر کے کپڑے اور لباس دیکھا کہ میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ میری حالت دیکھ کر ثابت بن اقرم ﷜ نے کہا: ''اے ابو ہریرہ ﷜ تمہیں یہ کیا ہوا کہ مخالفین اسلام کی اس کثرت و شان اور ساز و سامان کو دیکھ کر حیرت زدہ اور مبہوت ہو رہے ہو؟''

حضرت ابو ہریرہ ﷜ نے جواب دیا: ''ہاں بھائی ثابت ﷜ واقعہ تو یہی ہے کہ ان کی اس اعلیٰ افراط سامان سے میں کچھ ضرور متاثر ہوا ہوں۔'' [1]

حضرت ثابت بن اقرم انصاری ﷜ نے کہا کہ اے ابو ہریرہ ﷜ تم غزوہ بدر میں موجود نہ تھے اگر موجود ہوتے تو دیکھتے کہ حق تعالیٰ نے قلت تعداد اور بے سرو سامانی کے باوجود کس طرح مدد فرمائی اور اسلامی لشکر کو نصرت عطا فرمائی' انشاء اللہ اب بھی نصرت و تائید خداوندی ہمارے شریک حال ہوگی اور ہم کامیاب رہیں گے۔

بیہقی و ابو نعیم رحمہا اللہ نے بہ روایت موسیٰ بن عقبہ' ابن شہاب رحمہا اللہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بیان کیا کہ ہم سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے سے حضرت جعفر ﷜ فرشتوں کی معیت میں' فرشتوں کی مخصوص پرواز کے مطابق اڑتے ہوئے گزرے اور ان کے دو بازو بھی میں نے دیکھے۔

صحابہ ﷜ نے بیان کیا کہ حضرت یعلےٰ بن منیہ ﷜ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مجاہدین موتہ کی خبریں لے کر حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم اپنی خدمت یا فرض منصبی کی

[1] تمام سرایا میں سریہ موتہ بہت ہی اہم اور مشہور سریہ ہے کیونکہ اس سریہ میں صعوبت' شدت اور سخت ترین جدال و قتال ہوا۔ اس سریہ کا وقوع کا باعث یہ ہوا کہ رسول خدا ﷺ نے بصرہ کے بادشاہ کے نام اسلام کی دعوت کا مکتوب تحریر کرایا اور حضرت حارث بن عمیر ازدی ﷜ کو دیا کہ وہ یہ مکتوب بادشاہ بصرہ کو پہنچا دیں۔ حضرت حارث ﷜ ارشاد نبوی ﷺ کی تعمیل میں مکتوب لے کر روانہ ہوئے جب مقام موتہ پر پہنچے تو شرجیل بن عمر غسانی نے جو قیصر روم کے امراء میں سے تھا ان کا راستہ روکا اور دریافت کیا کہ کہاں جا رہے ہو انہوں نے فرمایا: شام جا رہا ہوں تاکہ رسول خدا برحق (ﷺ) کا دعوت نامہ بادشاہ شام کو پہنچا دوں۔ شرجیل نے یکبارگی حضرت حارث ﷜ پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ اس سے قبل حضور ﷺ کے کسی قاصد کو قتل نہیں کیا گیا اور نہ کسی بادشاہ کا یہ دستور تھا۔ یعنی قاصدوں کا قتل آداب سفارت کے خلاف تھا۔

حضرت حارث ﷜ کی شہادت کی خبر رسول اکرم ﷺ پر بہت شاق گزری اور صحابہ کرام ﷜ سے فرمایا دشمنوں کی سرکوبی کے لئے تیار ہو جاؤ' چنانچہ موضع ''جرف'' میں تقریباً تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے۔ اس کے بعد حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور صحابہ کرام سے خطاب فرمایا کہ میں زید بن حارثہ ﷜ کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں' اگر وہ شہید ہو جائیں تو (حضرت) جعفر بن ابی طالب امیر ہیں اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر بنائے جائیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں امیر بنا لیں۔ (﷜)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

بجا آوری کے طور پر وہاں کے حالات بتانا چاہو تو بتا سکتے ہو' ورنہ میں باخبر ہوں اور یعلیٰ میں تم کو تمام حالات مفصل طور پر جزئیات کی صراحت کے ساتھ بتا سکتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: پھر تو حضور ﷺ میں آپ ہی کی زبان مبارک سے سننا پسند کروں گا۔ پس حضور ﷺ نے اپنے بیان سے حالات وکوائف کی تصویر سی پیش کر دی۔ حضرت یعلیٰ ؓ نے کہا:

"اے رسول عربی ﷺ! فداک امی و ابی! میدانِ جنگ کے یہ مربوط' مکمل اور تفصیلی حالات جس صحت کے ساتھ آپ نے بیان فرمائے' میں یقین کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ بلقاء کی جنگ کا کوئی مبصر اس طرح نقل واقعات پر قدرت نہ رکھ سکے گا۔"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ﷻ نے میرے سامنے سے زمین کے تمام حجابات اٹھا دیئے تھے اور میں بہ حیثیت مجموعی پورے لشکرِ مجاہدین کو اور انفرادی طور پر ان میں سے ہر فرد کو دیکھتا رہا ہوں۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید ؓ' حضرت جعفر ؓ اور حضرت عبد اللہ ؓ کو روانہ فرمایا اور علم حضرت زید ؓ کو عطا فرمایا

(بقیہ) اس کے بعد حضور ﷺ نے سفید علم تیار کر کے حضرت زید بن حارثہ ؓ کو مرحمت فرمایا اور "ثنیۃ الوداع" تک ان کے ساتھ مشایعت فرمائی' جب یہ لوگ آگے روانہ ہوئے تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کے لئے دعا فرمائی اور مناجات کی کہ حق تعالیٰ تمہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے اور سالم و غانم واپس لائے۔ چنانچہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آئے اور صفیں سیدھی ہو گئیں تو حضرت زید بن حارثہ ؓ علم اٹھائے میدان کارزار میں تشریف لائے اور خوب ہی داد شجاعت دی یہاں تک کہ تیروں سے مجروح ہو کر شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ نے حسب ارشاد نبوی علم سنبھال لیا۔ گھوڑے سے اتر پڑے اور لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا اس وقت علم بائیں ہاتھ میں لے لیا اور بدستور جنگ کرتے رہے پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ کر گر گیا تو علم کو دونوں بازوؤں میں دبا لیا۔ اسی اثناء میں کسی دشمن دین نے ان کے سر پر تلوار کا بھرپور ہاتھ مارا اور وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ رہے۔

بخاری میں مروی ہے کہ حضرت جعفر ؓ کے جسم پر نوے سے زیادہ تیروں کے زخم تھے۔ آپ کے شہادت کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ ؓ نے علم لے لیا اور رجز پڑھتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم یہ تھا کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ ؓ کی شہادت کے بعد مسلمان کسی کو اپنا امیر منتخب کر لیں اس وقت حضرت ثابت بن اقرم انصاری ؓ نے سبقت کی اور علم سنبھال لیا اور پھر سب مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو امیر لشکر منتخب کر لیا۔ اولاً تو حضرت خالد ؓ کو تھوڑے پسپائی کا سامنا کرنا پڑا لیکن حضرت قطبہ بن عامر ؓ نے مسلمانوں کو جوش دلایا اور حضرت خالد ؓ نے پوری شدت کے ساتھ حملہ کیا اور مشرکوں کی ایک بڑی جماعت کو تہہ تیغ کر ڈالا' اس روز حضرت خالد ؓ کے ہاتھ میں ۹ تلواریں ٹوٹیں۔ جب شام ہو گئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے مقام کو پلٹ آئے' دوسرے دن پھر کارزار گرم ہوا اور جنگ موتہ کا معرکہ حضرت خالد ؓ کے ہاتھ سے سر ہوا اور بارگاہ رسالت ﷺ سے حضرت خالد ؓ کو سیف اللہ کا خطاب ملا۔

تو وہ تینوں بزرگ شہید ہو گئے اور حضور ﷺ نے ان کی خبریں آنے سے پہلے مسلمانوں کے تمام حالات بیان فرما دیئے۔

چنانچہ معرکہ کارزار میں جس وقت حق و باطل نبرد آزما ہوئے تو سینکڑوں میل دور دراز موتہ کے میدانی مقابلہ کا حال بیان کرتے ہوئے' مجلس نبوی میں حاضر صحابہ کرام ﷺ سے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا:

''حضرت زید ﷺ علم اسلام لے کر بڑھے اور اب وہ شہید ہوئے۔'' اس کے بعد ارشاد ہوا کہ: ''حضرتِ جعفر ﷺ عَلَم لے کر بڑھے اور اب وہ بھی شہید ہو گئے۔'' اس کے بعد حضرت عبد اللہ ﷺ نے علم سنبھالا' اب وہ بڑھ رہے ہیں اب وہ بھی شہید ہو گئے۔''

پھر فرمایا: ''اب حضرت خالد ﷺ نے بغیر امیر بنائے علم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔'' اور پھر اللہ ﷻ کے آخری رسول ﷺ نگاہ غیب بین والے نے فرمایا: ''اللہ ﷻ خالد ﷺ کے ہاتھ پر فتح[1] دے گا۔''

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے موتہ کے لئے سریہ کو روانہ فرماتے وقت سریہ ای کا تعین کرتے وقت حکم دیا کہ

اے شرکائے لشکرِ حق! تم پر زید بن حارثہ امیر ہیں۔ وہ شہید ہو جائیں' تو جعفر بن ابی طالب امیر ہیں' اگر وہ بھی شہید ہو جائیں' تو پھر عبد اللہ بن رواحہ امیر ہیں۔ (ﷺ)

لشکرِ الٰہی مدینۃ الاسلام سے روانہ ہو گیا اور نوع انسانی کے سب سے بڑے محسن اور مصلح اعظم سرورِ کائنات ﷺ نتائج و حالات معلوم کرنے کے لئے منتظر رہے۔ پھر ایک روز وہ نور مجسم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا:

''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ'' کی آبادی میں گشت لگا کر منادی کر دو۔

چنانچہ فی الفور جاں نثار اٹھ کھڑے ہوئے اور شاہ دو عالم ﷺ کی دعوت پر مسجدِ نبوی میں دیکھتے ہی دیکھتے اصحاب ﷺ کا کثیر اجتماع ہو گیا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد بموجب طریق سنت اما بعد کہا اور پھر ارشاد ہوا:

''میں تم کو روانہ شدہ لشکر کی خبر دیتا ہوں۔ دشمن کی ٹڈی دل فوجوں سے حضرت زید ﷺ

---

[1] سریہ موتہ میں شہادت پانے والے حضرت صحابہ کے بارے میں سرورِ کائنات ﷺ نام بنام ان کی شہادت کا ذکر فرماتے جاتے تھے اور چشم ہائے مبارک اشکبار تھیں۔ حضرت عبد اللہ ﷺ بن رواحہ کی شہادت کی خبر دے کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد ﷺ نے علم لے لیا ہے اور ان کے ہی ہاتھ پر فتح ہو گی اسی دن سے حضرت خالد ﷺ کا لقب سیف اللہ ہو گیا۔

نے جواں مردی سے مقابلہ کیا حتی کہ جان دے دی۔ اسکے بعد حضرت جعفر ﷺ نے علم لیا اور لشکر غنیم پر پے در پے شدید حملے کئے' ہمت و استقلال اور ثبات وعزیمت کی انتہائی حدوں کو چھو لیا اور جان دے دی۔ اس کے بعد ہمارے تیسرے سالار حضرت عبد اللہ ﷺ نے اسلامی لشکر کا علم بہ طور امانت اپنے مضبوط ارادہ سے' مضبوط ہاتھوں میں' مضبوط گرفت سے پکڑا' چاروں جانب سے زور ڈالنے والوں کا زور' چاروں طرف پر زور حملے کر کے توڑ دیا' غنیم کی سپاہ کو آج پہلی بار معلوم ہوا کہ انسان اس ارادہ' اس دل گردہ اور اس زور کے بھی ہوتے ہیں۔ عبد اللہ ﷺ لڑتے رہے' لڑاتے رہے' کاٹتے رہے اور بالآخر انہوں نے بھی جان دے دی۔

اس کے بعد خالد بن ولید ﷺ نے علم لے لیا اور وہ جوش وعزیمت کے غلبہ کی وجہ سے بلا انتظار از خود امیر ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد کر۔'' یہ ساعت تھی کہ جب سے خالد ﷺ کے ساتھ حضور ﷺ کا دیا ہوا وصفی نام بہ طور لقب کے ملت اسلامیہ استعمال کرنے لگی اور وہ قیام و بقائے عالم تک ''حضرت خالد ﷺ سیف اللہ'' ہو گئے۔[1]

ابن اسحاق' ابن سعد' بیہقی اور ابو نعیم رحمہا اللہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور کہا: جعفر ﷺ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں بچوں کو آپ ﷺ کے پاس لائی۔ آپ ﷺ نے چہرۂ مبارک کو ان کے جسموں کے قریب کر دیا جیسے ان کے پاس سے خوشبو لے رہے ہوں۔ پھر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! میں آپ ﷺ پر قربان ہو جاؤں' آپ نصیبِ دشمناں کس وجہ سے گریہ کناں ہیں؟ کیا آپ کے پاس حضرت جعفر ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی کوئی خبر آتی ہے؟ ارشاد فرمایا: ''میرے بھائی جعفر ﷺ آج شہید ہو گئے۔''

واقدی' بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن جعفر ﷺ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: مجھے یاد ہے جب رسول اللہ ﷺ میری والدہ کے پاس تشریف لائے اور میرے

---

[1] واقدی کا بیان ہے کہ جب دشمن نے موتہ میں مسلمانوں پر حملہ کیا تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے اور سرزمین شام کے درمیان کے تمام حجابات دور کر دیے اور حضور ﷺ مدینہ منورہ میں میدان کارزار کو اس طرح ملاحظہ فرما رہے تھے جیسے آپ وہاں موجود ہیں۔

والد کی شہادت کی خبر انہیں دی اور فرمایا:

''اے اسماء (رضی اللہ عنہا)! کیا تمہیں خوش خبری سناؤں؟ اللہ ﷻ نے جعفر رضی اللہ عنہ کو دو بازو عطا فرما دیئے ہیں اور اب وہ جنتوں میں پرواز فرما رہے ہیں۔''

ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ والدہ صاحبہ کے پاس جب تشریف لائے تو میں اپنے بھائی سے بکری خرید رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے دعا کی ''اے خدا! عبداللہ کی تجارت میں برکت عطا فرما۔'' تو میں جو کچھ خریدتا یا بیچتا اللہ ﷻ اس میں میرے لئے خزانہ غیب سے برکت عطا فرماتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ جب ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو کہتے: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْنِ۔''

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ جعفر رضی اللہ عنہ جنت میں فرشتوں کو جلو میں لئے اڑ رہے ہیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھا وہ جنت الفردوس کے ایک اعلیٰ مقام میں تکیہ لگائے تخت نشین تھے۔

اللہ ﷻ کے نصرتِ کاملہ سے مکہ معظّمہ کا فتح ہونا اور اس موقع خاص پر معجزات نبوی ﷺ کا ظہور وصدور

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ تین واسطوں سے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ صلح حدیبیہ میں شرط تھی کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کرنا چاہے تو وہ کر سکتا ہے اور جو کوئی قریش کے عہد و پیمان میں آنا چاہے' تو اس کو بھی اختیار ہے کہ وہ ایسا کر لے۔ چنانچہ بنوخزاعہ رسول اللہ ﷺ کے اور بنوبکر قریش کے حلیف اور معاہد ہو گئے۔ اس معاہدہ کے سولہ یا سترہ ماہ بعد بنوبکر' بنوخزاعہ پر پانی کے قضیہ کی وجہ سے ایک رات حملہ کر بیٹھے۔ قریش نے یہ سوچ کر کہ بنوبکر رات کی تاریکی میں حملہ آور ہوں گے' اس لئے مسلمانوں کو کچھ پتہ ہی نہ چلے گا' ان کی ساز و سامان اور اسلحہ سے مدد کر دی نیز کچھ منچلے قریش بنوبکر کے ساتھ مل کر بنوخزاعہ کے خلاف جنگ میں بھی شریک ہو گئے۔

ان دونوں قبیلوں میں جنگ ہو رہی تھی[1] تو عمرو بن سالم تیز رفتار سواری کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دینے روانہ ہو گیا[2] حضور ﷺ نے فرمایا: عمرو تمہاری مدد کی جائے گی۔ آپ نے لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور اس تیاری کی وجوہ اور روانگی کو کہ وہ کس طرف ہوگی' راز میں رکھا۔[3]

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے عروہ ﷺ سے روایت کی کہ جب عمرو بن سالم خزاعی کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرف روانگی کے لئے لشکر کی تیاری کا حکم دیا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ﷺ نے قریش کو خفیہ طور پر ایک مکتوب لکھا کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے تم پر حملہ کرنے کے لئے لشکرِ اسلامی کو تیاری کرنے کا حکم دے دیا ہے۔"

حاطب ﷺ نے یہ خط لکھ کر مذنیہ کی ایک عورت سے اجرت طے کی اور خط اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے سر کے بالوں میں رکھ کر ان کی گرہ جیسے کہ عورتیں بناتی ہیں' بنالی اور روانہ ہوگئی۔ حضور ﷺ کو اللہ ﷻ نے اس واقعہ سے مطلع فرما دیا۔

حضور ﷺ نے حضرت علی ﷺ اور حضرت زبیر بن العوام ﷺ کو اس کے تعاقب میں روانہ فرمایا: ان حضراتِ کرام ﷺ نے جا کر اسے پکڑا اور اس کے پاس سے وہ خط برآمد ہوا جو اس نے حاطب ﷺ سے لیا تھا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے' حضرت زبیر ﷺ اور حضرت مقداد ﷺ کو بلا کر حکم دیا کہ تم تینوں اشخاص نخلستانِ خاخ میں پہنچو گے تو وہاں کجاوے میں اونٹ پر ایک عورت تم کو ملے گی' اس کے پاس ایک خط پوشیدہ ہے' تم اس خط پر قبضہ

---

[1] اس جنگ کے نتائج بنو بکر کے حق میں رہے ایک تو اس وجہ سے کہ اچانک غیر متوقع اور شب کو بہ حالت خواب خزاعہ پر حملہ کیا گیا دوسرے خزاعہ کی عددی قوت کم تھی' تیسرے بنو بکر کے قریش بھی شریک اور شامل حال ہو گئے تھے۔ بنو خزاعہ نے شکست کھا کر حدود حرم میں پناہ لی۔ مگر بنو بکر کے سردار نوفل نے کہا ایسا موقع چھوڑنا نہ چاہیے۔ چنانچہ ان کو حرم میں بھی قتل کیا جہاں ان کے نزدیک بھی' خونریزی حرام تھی۔

[2] عمرو خزاعی کے بعد استغاثہ کے لئے بدیل بن ورقاء خزاعی بھی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ تمام روئیداد سنائی اور معاہدہ کے تحت امداد کا طالب ہوا۔

[3] قریش اپنی تعمیرِ عہد کی غلطی پر پشیمان بھی تھے اور خائف بھی کیونکہ وہ حضور ﷺ کے عہد و میثاق کی بجا آوری سے خوب واقف تھے۔ جنگ کی وہی مہیب صورت جس سے صلح نامہ حدیبیہ میں پیمان باندھ کے دس برس کے لئے نجات حاصل کی تھی' پھر ان کے سامنے پھرنے لگی۔ اس لئے انہوں نے اپنے سردار اعلیٰ ابوسفیان کو مدینہ بھیجا کہ حضور ﷺ سے حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کے لئے کہیں اور ہماری عہد شکنی کے باعث جو گرانی مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہوگی اس کی معذرت کر کے مسلمانوں کو بنو خزاعہ کی مدد سے باز رکھیں۔

کر لو۔ چنانچہ ہم روانہ ہو گئے' اپنے گھوڑوں کو تیز کیا اور خاخ کے شاداب باغ کے قریب اس عورت کو پالیا اور خط طلب کیا۔ مگر اس نے خط کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا ایک مسافر خاتون کو تنگ نہ کرو میرے پاس کوئی خط نہیں۔

ہم نے کہا: "تیرے جسم کو ہاتھ لگانا ہمیں پسند نہیں ہے' تیرے لئے بہتر ہوگا کہ از خود وہ خط تو ہم کو دے دے ورنہ مجبوراً ہم تیری تلاشی لیں گے' اگر تجھ کو برہنہ کرنے کی ضرورت محسوس کی تو ہم کو اس سے بھی دریغ نہ ہوگا۔"

حضرت علی ﷺ نے بیان کیا کہ بہت ردوکد کے بعد خط کو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے سے نکال کر ہمارے حوالے کیا۔ جس کو ہم لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ خط حاطب ابن ابی بلتعہ ﷺ کی طرف سے مشرکین قریش کے نام تھا۔ جس میں انہوں نے قریش کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی جنگی تیاریوں کی خبر دی تھی۔

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: "حاطب! ایسا کیوں کیا؟"

انہوں نے جواب میں عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اس معاملے کے سلسلے میں جلدی فیصلہ نہ فرمایئے۔"

حضرت حاطب ﷺ ایک مکرم و بزرگ صحابی اور شرکائے "بدر" میں سے تھے۔ ان کی یہ حرکت یقیناً سب کے لئے باعثِ حیرت بن گئی۔ بعض کو سخت غصہ بھی آیا چنانچہ حضرت عمر ﷺ نے جوشِ غضب میں آ کر فرمایا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "اے عمر ﷺ! اہل بدر کے گناہ اللہ ﷻ معاف کر چکا ہے' اس نے فرمایا ہے:

اِعۡمَلُوۡا مَا شِئۡتُمۡ فَقَدۡ غَفَرۡتُ لَکُمۡ — تم سے جیسا بھی عمل سرزد ہو جائے' میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

اس کے بعد اللہ ﷻ نے آیت نازل فرمائی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَ عَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَ قَدۡ کَفَرُوۡا بِمَا جَآءَکُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ ج یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَ اِیَّاکُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ رَبِّکُمۡ ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ ٭ تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ ٭ وَ اَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَیۡتُمۡ وَ

مَآ اَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ O

(۲۸پ الممتحنۃ ۱)

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیغام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو تم ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

(ترجمہ کنز الایمان)

ابن اسحاق' ابن راہویہ' حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور "مر الظہران" میں قیام فرمایا۔قریش باوجود تجسس کے کوئی ایک خبر بھی نہ پا سکے اور وہ یہ اندازہ بھی نہ کر سکے کہ ہماری جانب سے جو بدعہدی اور ظلم و جور کیا گیا ہے' اس کا ردعمل مسلمانوں کی طرف سے کیا ہوگا؟

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت حرم مکہ تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے عرض کیا: اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور آپ ﷺ دونوں مکہ کے قریب پہنچ گئے اس وقت ایک کتیا برآمد ہوئی اور بھونکنے لگی اور جب ہم اس کے قریب پہنچے تو وہ زمین پر دراز ہوگئی۔میری نظر اس کے تھنوں پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ ان سے دودھ جاری تھا۔"

میرا خواب سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: مادۂ سگ سے مراد مشرکین مکہ ہیں' جنہوں نے اول اول ہم پر رعب ڈالنے اور ہمارے کاموں میں مزاحمت کی اور جب ہم بلا کسی تردد اور مرعوبیت کے اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے تو وہ خود ہم سے متاثر ہوگئے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے مخبر صادق کے طور پر فرمایا:

"ابوبکر (ﷺ)! تم ان کے بعض افراد سے ملو گے' پس اگر تمہیں ابوسفیان ملے تو تم اسے قتل نہ کرنا۔" چنانچہ سیدنا ابا بکر ﷺ سے مر الظہران میں ابوسفیان اور حکیم دونوں ملے۔

مسلم، طیالسی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ فتح مکہ کے دن بعض انصاری نوجوانوں نے کہا حضور اکرم ﷺ کو اپنے شہر کی رغبت اور اپنے اہل خاندان کی رافت نے آ لیا ہے اسی وقت آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ پھر جب آپ ﷺ اخذ وحی سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

اے گروہ انصار! تم نے کہا ہے کہ مجھے اپنے شہر سے رغبت اور اپنے خاندان کی رافت نے آ لیا ہے۔ اے میرے انصار! جیسا تم خیال کر رہے ہو ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اے میرے ہمدرد ساتھیو! میں تو اللہ ﷻ کا فرمان پذیر اور اس کا رسول ہوں۔ میرا مرنا اور جینا تمہارے ساتھ ہے۔[1] میں تم کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔ حضور ﷺ کا یہ خطاب سن کر انصار رو پڑے اور مودبانہ طور پر عرض کیا: ''خدا شاہد ہے ہم سے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے جذبہ کے تحت ہماری زبان سے یہ نکل گیا تھا' نہ کہ کسی برے خیال سے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ تمہارے جذبات سے واقف ہیں اور میں تمہارے قول کو باور کرتا ہوں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے پاس ذوالجوشن کلابی آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: کس وجہ سے تو نے اسلام قبول نہیں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا:

''اے محمد (ﷺ) میں نے تمہاری قوم کا ردعمل دیکھا۔ اس نے آپ کی تکذیب کی' آپ کو نکل جانے پر مجبور کر دیا اور آپ کے قتل کرنے کے درپے رہی۔ لہٰذا میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں کمزور' جلا وطن اور مظلوم لوگوں کو کیوں کر قابل توجہ سمجھوں اور ان دوسرے لوگوں کو غالب اور برتر حالت میں دیکھنے کے باوجود غریب اور خارج البلد لوگوں کی جمعیت میں کیسے شامل ہوں؟ میرا یہ ارادہ موجودہ صورت حال کے تقاضہ کے مطابق ہے اور سیاسی فضا اور عینی مشاہدہ کی روشنی میں' میں اس ارادہ پر نظر ثانی کرنے کی کوئی حاجت محسوس نہیں کرتا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے ذوالجوشن! اگر تو کچھ دن زندہ رہا تو انشاء اللہ تو جلد ہی حق کو باطل پر غلبہ پاتے دیکھ لے گا۔''

ذی الجوشن بیان کرتا ہے کہ میں ضریہ کے مقام پر تھا کہ میرے سامنے مکہ سے آتا ہوا

---

[1] آپ ﷺ نے اپنی اس تقریر سے انصار کو یقین دلایا کہ آپ مکہ مکرمہ کو اب وطن نہیں بنائیں گے اور مدینہ منورہ ہی واپس تشریف لے جائیں گے۔

ایک سوار گزرا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا خبریں ہیں؟ اس نے بتایا کہ محمد (ﷺ) نے اہل مکہ کو مغلوب کر لیا ہے۔

ذی الجوشن کا بیان ہے کہ مجھے اس وقت احساس ہوا کہ میں نے حضور ﷺ کی دعوت اسلام کو رد کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے بطریق قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فتح مکہ کے روز ایک شخص سرور دو عالم ﷺ سے گفتگو کے دوران ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے کو قابو میں رکھو' میں اس بے چاری قریشی عورت کا فرزند ہوں جو قدید[1] کھاتی تھی۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں' یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ''میں بادشاہ تو نہیں ہوں۔''

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق عبد اللہ بن دینار رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے وہاں تین سو ساٹھ بتوں کو موجود پایا۔ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا O'' (پ۱۵ بنی اسرائیل ۸۱) ان کو آپ اپنے عصا سے گراتے اور وہ گر پڑتے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر جب کہ آپ ﷺ مکہ کے قریب پہنچ چکے تھے فرمایا قریش میں چار اشخاص ہیں جو شرک سے متنفر ہیں اور اسلام سے رغبت رکھتے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ' جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ' حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ہیں۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو ساتھ میں لیا اور خانہ کعبہ میں تشریف لا کر مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ! تو میں ایک طرف کو بیٹھ گیا۔ پھر حضور ﷺ میرے شانوں پر چڑھ گئے اور فرمایا کھڑے ہو جاؤ تو میں کھڑا ہو گیا' اب حضور ﷺ نے میری کمزوری کو محسوس کر لیا اور فرمایا بیٹھ جاؤ' تو میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم میرے شانوں پر سوار ہو جاؤ تو میں نے ایسا ہی کیا۔ حضور ﷺ مجھے لے کر کھڑے ہو گئے۔ مجھے بلندی کا احساس ہوا اور میری ہمت بلند ہو گئی' میں خیال کرنے لگا اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں کو چھو لوں تو میں خانہ کعبہ کے اوپر چڑھ گیا اور رسول اللہ ﷺ دور ہٹ گئے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: قریش کے اس بڑے بت کو گرا دو یہ بت تانبے کا اور بڑا جسیم تھا' لوہے کی کیلوں سے جڑا

---

[1] ''قدید'': سکھایا ہوا گوشت۔

ہوا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: علی بت شکنی کے دوران پڑھتے رہو"جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا○" حق آیا اور باطل نابود ہوگیا۔ اور بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان) میں حسب ارشاد رسول ﷺ! اس آیت کریمہ کو پڑھتے رہا اور میں نے اس عظیم نصب شدہ بت کو اوندھے منہ گرا دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عبد اللہ بن عباس ﷺ اپنے والد حضرت عباد ﷺ سے روایت کی کہ فتح مکہ کے روز مجھ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تمہارے دونوں بھتیجے عتبہ [1] اور معتب جو ابولہب کے بیٹے ہیں' تمہیں معلوم ہیں کہا کہاں ہیں؟"

میں نے عرض کیا: "مجھے صحیح طور پر تو معلوم نہیں' خیال کرتا ہوں کہ وہ بھی ان ہی اطراف میں چلے گئے ہوں گے جہاں کچھ قریش چلے گئے ہیں۔"

فرمایا: 'اچھا' ان دونوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔"

میں سوار ہو کر مقام عرنہ میں ان کے پاس پہنچا اور ان دونوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو اسلام کی دعوت پیش کی جس کو انہوں نے خوش دلی اور بہ رضا قبول کیا اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس کے بعد ان دونوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے آپ ﷺ ملتزم تک آئے دونوں کے لئے دعا کی پھر واپس تشریف لے آئے۔ میں نے دیکھا اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے بھی خوشی ہوئی اور میں نے عرض کیا:

اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! میں آپ ﷺ کو خوش دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے ان دونوں چچا زادوں کو مانگا تھا۔ پس پروردگار نے مجھے ان دونوں کو دے دیا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "اوسط" میں حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس کا وعدہ میرے رب نے ان الفاظ میں فرمایا:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا○

(پ۳۰، ۱۱۰، ۱-۳)

---

[1] عتبہ ﷺ نے داخل اسلام ہو کر اسلام کی خدمت بڑے جوش و خروش سے کی۔

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش طلب کرو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

ابن سعد، ترمذی، حاکم، ابن حبان، دار قطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حارث بن مالک ﷺ سے روایت کی کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج سے قیامت تک سرزمین مکہ میں جہاد نہ ہوگا۔ (بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مراد یہی لی ہے کہ اہل مکہ قیام قیامت تک روشِ کفر و شرک اختیار نہ کریں گے)۔

بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے ابو الطفیل ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے فوراً بعد حضرت مجاہد اعظم خالد بن ولید ﷺ کو صنم خانہ عزّیٰ کو توڑنے اور ڈھانے کے لئے قبائل بنو ثقیف کے درمیان مقامِ نخلہ روانہ فرمایا:

حضرت خالد ﷺ پہنچے اور آپ نے عزّیٰ کو تین آہنی میخوں سے جڑا ہوا پایا۔ انہوں نے بت اور عمارت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور آ کر حضور ﷺ سے عرض کی کہ تعمیل کر آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کام مکمل نہیں کیا لہٰذا پھر جاؤ اور کام کو مکمل کر کے واپس آؤ۔

حضرت خالد ﷺ پھر گئے پجاریوں اور پروہتوں نے دیکھا تو پہاڑیوں اور چٹانوں میں جا کر چھپ گئے اور دعائیں کرنے لگے "اے الوہیت اور عظمت کے حال عزّیٰ تو اس قریشی صابی کو "فاتر العقل" کر دے کسی طرح اس کو ناکارہ اور ناکام بنا دے ورنہ تیری رسوائی اور ذلت آ پہنچی۔"

حضرت خالد ﷺ نے بیان کیا کہ میں نے ایک برہنہ عورت کو دیکھا جس کے بال پریشان اور سر پر خاک پڑی تھی۔ میں نے جا کر اس کے سر پر تلوار سے وار کیا وہ قتل ہو گئی۔ واپس آ کر حضور ﷺ کو بتایا آپ نے فرمایا: وہی تو عزّیٰ تھی۔[1]

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد بن زید اشہلی ﷺ کو منات کے بت خانے کی طرف روانہ فرمایا جو مکہ مدینہ کے درمیان قدید میں سمندر کے ساحل پر واقع تھا۔ بیس سوار ان کے ساتھ کر دیئے اور حکم دیا "بت کو توڑ دو اور عمارت کو منہدم کر دو۔"

---

[1] ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن عمرو ہذلی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو حضور نے اپنا لشکر ہر طرف روانہ فرمایا چنانچہ حضرت خالد ﷺ کو عزّیٰ کے بت خانے کو گرانے بھیجا۔

حضرت سعد ؓ جب منات کے قریب پہنچے تو مجاور پروہتوں نے پوچھا: تم لوگوں نے کیسے زحمت کی سعد ؓ نے جواب میں فرمایا ہم منات کو توڑنے آئے ہیں۔ پروہتوں نے کہا: "تمہارا تو معاملہ منات سے براہ راست رہے گا۔"

حضرت سعد ؓ بت کی طرف چند قدم چلے تھے کہ معاً ایک کریہہ صورت' کالی رنگت' تند خصلت اور برہنہ حالت میں ایک عورت نکلی آہ و بکا اور شور وشیون کرتی ہوئی۔

سب سے بڑے پروہت نے کہا: "اے صاحب اختیار دیوتا منات! تو صاحب قوت اور صاحب شوکت ہے' تو اپنے غیظ و غضب سے اپنے مٹانے والے کو مٹا دے۔

جب حضرت سعد ؓ نے یہ دیکھا تو تلوار کا ہاتھ مارا' وہ ٹکڑے ہو کر تڑپی پھر جہنم رسید ہوئی بعد ازاں منات کو ضربوں سے چور چور کر دیا گیا اور اس کی عمارت کو منہدم کر دیا گیا۔

شیخین رحمہما اللہ نے ابو الشریح عدوی ؓ سے روایت کی کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: مکہ اللہ ﷻ کا حرم ہے جو شخص اللہ ﷻ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے یعنی مسلمان ہے' آئندہ کبھی بھی اس کے لئے لائق نہیں ہے کہ حرم کی حدود میں جنگ وقتال کرے خون ریزی کرے حدودِ حرم کے درخت کاٹے یا جانوروں کا شکار کرے۔ یہ میرے لئے بھی ہے کیونکہ فتح کے دن میرے لئے اجازت بھی دن کی ایک گھڑی میں تھی [1]

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے اصحاب فیل سے مکہ کی حفاظت کی مگر اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو اہل مکہ پر غالب کر دیا۔ لوگو! آگاہ رہو حرم مکہ میں خون ریزی حرام ہے اور میرے لئے بھی صرف ایک بار' دن کے ایک خاص حصے میں ایک گھڑی کے لئے حلال ہوا تھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ چند واسطوں سے حضرت عثمان بن طلحہ ؓ کی یہ حدیث ہمیں پہنچی انہوں نے بیان کیا کہ ہجرت مدینہ سے قبل رسول اللہ ﷺ نے مجھے دعوت اسلام دی۔ میں نے کہا حیرت ہے آپ ﷺ مجھ سے امید رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی اتباع کر لوں گا۔ آبائی اور موروثی دین کو چھوڑ کر آپ ﷺ کا نیا دین قبول کر لوں گا۔

زمانہ جاہلیت میں دوشنبہ اور پنج شنبہ کو کعبہ طواف کے لئے کھولا جاتا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ایک روز آپ ﷺ تشریف لائے اور کعبۃ اللہ میں داخل ہونا چاہا۔ مگر میں نے سختی سے روک

---

[1] یعنی حرم کعبہ میں جدال وقتال کی اجازت آج کے دن مجھے کچھ دیر کے لئے عطا ہوئی تھی اب آئندہ ابد الآباد تک جدال وقتال حرم کعبہ میں منع ہے' اب اس کی پہلی حرمت پھر اسی طرح لوٹ آئی ہے۔

دیا۔ آپ ﷺ نے تحمل و برداشت سے کام لیا اور فرمایا: اے عثمان ؓ یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تولیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔

میں نے کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ) کیا اس وقت قریش مر چکے ہوں گے یا پھر وہ ذلت و رسوائی کو برداشت کر لیں گے؟''

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا تھا ''عثمان ؓ! ایسا نہیں ہے' اس دن قریش کو عزت اور معافی ملے گی۔[1] یہ فرما کر آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میں آپ ﷺ کو کعبہ کے اندر داخلہ سے نہ روک سکا۔ لیکن آپ ﷺ کی باتیں میرے دل میں گھر کر گئی تھیں۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے' وہ ہو کر رہے گا پھر میں نے مسلمان ہو جانے کا ارادہ کیا تو میری قوم نے مجھے جھڑکا اور سختی کے ساتھ خائف کر دیا۔

فتح مکہ کے روز حضور ﷺ نے کعبۃ اللہ کی چابی مجھ سے طلب فرمائی' میں نے چابی دی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لے کر پھر مجھ ہی کو عطا فرما دی اور کہا یہ چابی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ تم سے کسی کا چابی لینا دراصل ظلم سے چھین لینے کے مترادف[2] ہوگا۔

میں حضور ﷺ سے جدا ہو کر چند قدم چلا تھا تو مجھے آواز دی' میں پلٹ کر حاضر ہوا تو

---

[1] رسول خدا ﷺ اور آپ کے اصحاب اور حق کے پرستاروں پر ۲۱ سال چند ماہ تک مشرکین مکہ طرح طرح کے ظلم ڈھاتے رہے اور طرح طرح کے طوفان اٹھاتے رہے' اس کے بعد ۱۷ رمضان المبارک ۸ ہجری کو فتح مکہ کے بعد جب وہ ایسی حالت میں قید ہو کر آئے کہ ان میں سے ہر ایک بھیانک سزا کے خوف سے لرزاں اور ترساں تھا اور ان میں سے ہر ایک مایوسی اور ناکامی کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا' خوف سے ان کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔ اس وقت سرور کونین ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:

''اے جماعت قریش! آج تمہارا وہ غرور اور گھمنڈ کہاں ہے؟ سنو! اللہ ﷻ نے تمہارے اس جاہلیت کے غرور اور تکبر اور نسب کے فخر کو مٹا دیا' تمام آدمی آدم کی اولاد ہیں اور حضرت آدم خاک ہی سے بنے تھے۔

قریش نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا شرم و ندامت سے ان کی نظریں زمین میں گڑی تھیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا! اے قریشی سردارو! تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔

سرداران قریش نے جواب دیا: ''آپ ﷺ ہمارے شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں۔'' یہ جواب پا کر لسان نبوت ﷺ سے یہ کلمات جاری ہوئے: ''اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔'' جاؤ تم آزاد ہو' آج تم پر کوئی ملامت یا گرفت نہیں ہے اور اللہ ﷻ بھی تم کو معاف فرما دے گا وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

[2] ابھی تک یہ چابی حضرت عثمان بن طلحہ ؓ کی نسل میں برقرار ہے اور کعبہ کی تولیت کو مسلمانوں نے ان ہی کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

آپ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے پوچھا:

عثمان رضی اللہ عنہ! کیا وہ بات پوری نہ ہوئی جو میں نے تم سے کہی۔ فوراً مجھے آپ ﷺ کا وہ فرمان یاد آ گیا جو آپ نے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مجھ سے فرمایا تھا' یہ سن کر میں نے عرض کیا آپ ﷺ نے جو فرمایا وہ بالکل صحیح ثابت ہوا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ عزوجل کے رسول ﷺ ہیں۔

وہ معجزات جو غزوۂ حنین میں واقع ہوئے

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ تم لوگ حنین میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں ہم لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے مگر سرور کونین ﷺ نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ فرمائی ہوازن بڑی ماہر تیر انداز قوم تھی جب ہمارا ان سے مقابلہ ہوا اور ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لوگ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے ہم پر سامنے سے تیر اندازی شروع کر دی جس کے بعد مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ ہم نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کی لگام ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔[1] اور حضور ﷺ کی زبان پر تھا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

یعنی میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے' میں ابن عبد المطلب ہوں۔

---

[1] "فتح مکہ" کے بعد بنی ثقیف اور ہوازن کے قبائل جو مکہ اور طائف کے درمیانی علاقوں میں آباد تھے' بڑی جنگجو اور سرکش قوم تھی۔ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو کر آ گئے۔ مالک بن عوف ایک نامور شجاع ان کا سپہ سالار تھا۔ سرور دو عالم ﷺ کو جب خبر ملی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر مکہ سے مقابلے کے لئے نکلے۔ اسلامی فوج کی تعداد بارہ ہزار تھی اور ساز و سامان بھی وافر تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہمیشہ تھوڑی تعداد اور ناکافی سامان کے باوجود بڑی بڑی افواج پر غالب آتے رہے تھے۔ اس وقت اپنی اس کثرت اور شوکت کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اب ہمارے اوپر کون غالب آ سکتا ہے؟ بجائے اس کے کہ اسلام کا یہ دقتی تفاخر اور عارضی خیال نظر جس میں مادی اسباب اور وسائل پر ان کی نگاہیں کچھ زیادہ ہی پڑنے لگیں تھیں۔ بارگاہ خداوندی عزوجل میں ناپسند ہوا اور جنگ کے ولین حملے اور ہلکی بھی مرحلے میں جب مشرکین ہوازن نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کی' تمام مسلمانوں کا ضبط و نظم درہم برہم ہو گیا اور انتشار پھیل گیا' سب کے پیر اکھڑ گئے اور میدان جنگ چھوڑ بیٹھے۔

سرور کونین ﷺ نے یہ دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے جو بلند آواز تھے فرمایا کہ "لوگوں کو پکارو اور کہو قضا و قدر کے فیصلوں سے فرار نہیں' صبر و ثبات کا دامن اپنے ہاتھوں سے چھوڑ دینا مسلمانوں کا کام نہیں۔

ان کی آواز اور اس اعلان کو سن کر پہلے انصار پلٹے اور ان کی تعداد ایک سو ہو گئی' انہوں نے پورے جوش اور جذبے سے دینی حمیت میں سرشار ہو کر غنیم پر حملہ کیا۔ پھر بقیہ مسلمان بھی آ گئے اور وہ بھی دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ بنو ثقیف اور ہوازن نے اپنی روایتی بہادری کا ثبوت دیا مگر نتائج جنگ اور فتح و کامرانی اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے مسلمانوں کے لئے مقسوم اور مقدر کر دی تھی۔ مشرکین چند گھنٹوں کی زور آزمائی کے بعد تھم سکے اور سراسیمہ ہو کر بھاگے۔

مسلمانوں کو غنیمت میں چھ ہزار عورتیں اور بچے چوبیس ہزار اونٹ' چالیس ہزار بھیڑ بکریاں اور (بقیہ اگلے صفحے پر)

بخاری نے تاریخ میں اور ابن سعد و حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عیاض بن حارث نصری ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین میں مٹھی بھر کنکریاں لیں اور مخالف لشکر کی طرف پھینکیں تو پھر وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمٰن مولیٰ اُمّ بُرثن رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ان سے مشرکین حنین میں سے ایک شخص نے کہا:

جب ہم مسلمانوں کے مقابل ہوئے اور حملۂ عام کا آغاز ہوا تو مسلمان اتنی دیر بھی میدان میں نہ رکے کہ جتنی دیر میں چرواہا ایک بکری کا دودھ نکالتا ہے' ہم نے ان کے پاؤں اکھیڑ دیئے ہم نے

(بقیہ) چار ہزار اوقیہ چاندی ملی۔

قرآن حکیم میں اس واقعہ کا ذکر سورہ توبہ میں اس طرح ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (پ۱۰ التوبہ ۹)

بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اموال غنیمت میں سے زیادہ تر حصہ سرکار دو عالم ﷺ نے رؤسا قریش کو جو نئے مسلمان ہوئے تھے تالیف قلوب کے لئے دینا پسند فرمایا۔ اس عطا پر مدینہ کے بعض انصار کو ملال ہوا۔ انہوں نے آپس میں کہا سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے قبیلے اور قوم کو تمام مال تقسیم کر دیا اور ہم کو محروم رکھا۔ درحالیکہ خود قریش ہماری ہی تلواروں سے سیدھے ہوئے ہیں۔ مصیبت ہم اٹھاویں اور غنیمت دوسرے لے جائیں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے جب ان باتوں کا چرچا سنا تو حضرت انصار کو جمع کر کے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ انصار نے جواب دیا کہ ہمارے بعض نوجوانوں نے بے شک اس قسم کی باتیں کہیں ہیں لیکن سنجیدہ اور ذمہ دار لوگوں میں سے کسی نے کچھ نہیں کہا اور نہ ان کا ایسا خیال ہے۔ پھر آپ نے انصار صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ:

"کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم لوگ گمراہ تھے اللہ ﷻ نے میری بدولت تم کو ہدایت دی۔ تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے میرے ذریعے سے تم میں اتفاق اور الفت پیدا کر دی تم لوگ نادار تھے میری وجہ سے اللہ نے تم کو غنی کر دیا۔"

انصار صحابہ کرام ہر بات پر احساس کرم کے ساتھ عرض کرتے رہے "کار سب" "بے شک" بالکل درست۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا فضل و کرم اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔

ان کے جوابات پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "نہیں اے انصار مدینہ! تم مجھ کو جواب دے سکتے ہو کہ ساری دنیا نے تم کو جھٹلایا اور ہم نے تائید اور تصدیق کی۔ سب نے تم کو چھوڑ دیا اور ہم نے سینہ سے لگایا' تم محتاج تھے اور ہم نے حاجت روائی کی اور میں تمہاری ان سب باتوں کی تصدیق اور اعتراف کروں گا۔ اے جماعت انصار! کیا تم اس بات کو پسند نہ کرو گے کہ لوگ اپنے گھروں کو اونٹ اور بکری لے کر جائیں اور تم محمد (ﷺ) کو اپنے گھر لے کر چلو۔"

یہ پر اثر تقریر سن کر انصار روتے رہے حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس ترجیحی سلوک کی وجہ بیان کی اور بتایا کہ یہ لوگ اسلام میں نو وارد ہیں۔ تالیف قلوب کی خاطر ان کو زیادہ مال دے دیا گیا ہے ان کے کسی استحقاق کی وجہ سے نہیں دیا گیا ہے شکوہ شکایت کرنے والے نوجوان بھی پشیمان تھے آپ ﷺ سے خواستگار معافی ہوئے اور آپ ﷺ نے معاف فرما دیا۔

ان کے تعاقب میں آگے بڑھ رہے تھے کہ اسی اثناء میں ہماری نظر ایک سوار پر پڑی جو سفید خچر پر تھا ہم نے بہ غور دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے چاروں طرف آس پاس سفید و حسین چہروں والے افراد تھے۔ انہوں نے ہم تعاقب کرنے والوں پر ایک خاص انداز سے نگاہ ڈالی اور پھر کہا: "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ اِرْجِعُوْا" تو ہم بھاگ پڑے اور وہ لوگ ہمیں تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہمارے حلقوم کو چھید رہے ہیں اور شانوں پر چڑھے بیٹھے ہیں۔

ابو القاسم بغوی، بیہقی، ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بہ طریق ابن المبارک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر ہذلی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی کہ شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حنین میں جہاد کیا تو مجھ کو اپنے باپ عثمان اور چچا کی یاد آ گئی۔ ان دونوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ میرے اندر بے پناہ جوش انتقام بھڑک اٹھا پس میں نے ارادہ کر لیا کہ محمد ﷺ سے انتقام لوں گا۔

میں حنین کے میدانِ جنگ میں پہنچا۔ میری نظروں نے حضور ﷺ کو تلاش کر لیا مگر آپ کے قریب دائیں جانب عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے سوچا یہ آپ ﷺ کے چچا ہیں آپ ﷺ کی بھرپور مدافعت کریں گے۔ جب میں نے دوبارہ ماحول کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے بائیں جانب ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں، سوچا یہ چچازاد برادر ہیں، ان کو بھی تجی اور پوری ہمدردی ہو گی۔ پھر میں اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے پیچھے کی طرف اس قدر قریب آ گیا کہ وہاں سے تلوار کا وار آسانی کر سکتا تھا کہ معاً ایک آگ کا شعلہ بالکل میرے قریب سامنے کی طرف فروزاں ہوا۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔ عین اسی وقت حضور ﷺ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا:

شیبہ! قریب آؤ میں آگے بڑھا تو حضور ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھا جس سے تمام کدورت اور خصومت کا بخار میرے دل سے نکل گیا اور آپ ﷺ کی شخصیت میرے واسطے دنیا کی ہر شئے سے زیادہ محبوب ہو گئی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: شیبہ! مشرکین سے جہاد کرو۔ اس کے بعد عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مہاجرین کو بلاؤ اور انصار کو بھی آواز دو۔ شیبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے اس جذبہ اخلاص، محبت اور ایثار کو بیان کرنے کے لئے میں کون سا اسلوب بیان اختیار کروں اور کس شئے سے اس کو تشبیہ دوں؟ پھر شیبہ رضی اللہ عنہ نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: ایک ناقہ کی اپنی اولاد سے محبت ضرب المثل ہے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے بھی کہیں زیادہ محبت اپنے سردار ﷺ سے تھی۔

میں دیکھ رہا تھا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بس اعلان ہی کیا تھا اور مہاجرین و انصار اس مرکز برکات، ذاتِ والا صفات ﷺ کی جانب کھنچے آ رہے تھے، گویا مہتاب کی طرف خلاء میں کواکب و کہکشاں کا ایک لڑی میں پرویا ہوا قافلہ۔ ان آنے والوں نے ہر طرف سے آ کر ہجوم کر لیا پھر آپ ﷺ نے زمین پر سے کنکریاں لیں اور مشرکین بنو ثقیف اور ہوازن کی طرف پھینکا اور فرمایا "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ

حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ۔" پس تمام مشرکین ہزیمت کھا کر بھاگ پڑے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عطیہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ عطیہ ان لوگوں میں سے تھا جس نے نبی ﷺ سے ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں باتیں کی تھیں اور پھر تمام صحابہ ؓ نے اپنے اپنے حصے میں آئے ہوئے قیدیوں کو واپس کر دیا تھا۔ مگر ایک شخص نے قیدی کو نہیں لوٹایا۔ حضور ﷺ نے دعا کی کہ اے خدا تو اس کا حصہ ضائع کر دے۔ پس وہ نوعمر دوشیزہ لڑکیوں اور نوجوان مضبوط غلاموں کے پاس سے گزرتا اور ان کا چھوڑتا گیا۔ اس کی نگاہ ایک سن رسیدہ بوڑھی عورت پر پڑی' اس نے کہا یہ عورت مجھے مطلوب ہے اس لئے کہ یہ قبیلہ کی ماں ہے' لوگ آئیں گے اور مناسب فدیہ دے کر لے جائیں گے۔

اس انتخاب پر عطیہ نے فعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا عجیب رہا اس کا انتخاب۔ اس نے ایک ایسی ضعیفہ کو پسند کیا ہے جو نہ آنکھوں سے ٹھیک دیکھتی ہے نہ کانوں سے ہر آواز سنتی ہے' اس کے منہ میں نہ دانت ہیں نہ ٹھوس جسم۔

بے چاری کا کوئی ولی وارث بھی نہ تھا۔ معزز گھرانہ بھی نہ تھا کہ قبیلہ کی عزت ہو۔ حضور ﷺ نے جس شخص کو بددعا دی تھی مجبوراً چند دن انتظار کے بعد اس بڑھیا کو آزاد کر دیا۔

غزوۂ تبوک اور سلسلۂ غزوات میں اس کی اہمیت اور معجزات کا ظہور

ابن اسحاق' حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو کچھ افراد پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ابو ذر ؓ بھی بعد میں آ کر لشکر میں شامل ہوئے تھے کچھ مسلمانوں نے دیکھ کر عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کوئی شخص راہ میں ہے اور ہماری طرف آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابو ذر ؓ ہوں گے۔ جب وہ مزید آگے بڑھے' کچھ لوگوں نے مزید غور کیا تو وہ پہچان گئے اور کہنے لگے ہاں اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ وہ تو ابو ذر ؓ ہی ہیں۔ حضور ﷺ نے کہا: اللہ ﷻ ابو ذر ؓ پر رحم فرمائے وہ تنہا ہی چلتے ہیں' تنہا ہی مریں گے اور تنہا ہی اٹھائے جائیں گے۔

تو زمانے کے لوگوں کو جو ایذا پہنچی وہ انہیں بھی پہنچ کر رہی۔ وہ ربذہ میں جا کر رہے اور وہیں یکہ و تنہا رہ کر زندگی گزار دی اور وہیں وفات پائی۔ ان کے پاس صرف ان کی زوجہ اور غلام تھا۔ ان کا جنازہ شاہراہ عام پر لا کر رکھ دیا گیا۔ اسی وقت ایک قافلہ وارد ہوا۔ قافلہ میں حضرت ابن مسعود ؓ تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ ابو ذر ؓ کا جنازہ ہے تو اشکبار ہوئے' حضور ﷺ کا ابو ذر ؓ کی تنہائی کے بارے میں جو قول اوپر بیان ہوا اس کو بیان کیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت کی کہ جب ہم غزوۂ تبوک پر روانہ ہوئے تو ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا: انشاء اللہ تم کل صبح چشمہ تبوک پر پہنچ جاؤ گے مگر چاشت سے پہلے پہنچنا نہ ہوگا۔ تو جو لوگ یا افراد وہاں پہنچے وہ چشمہ کے پانی کو نہ چھوئے نہ استعمال کرے۔

حضور ﷺ چشمہ پر پہنچے وہ تسمہ کی مانند تھا اور کسی قدر اس سے پانی نکل رہا تھا۔ حضور ﷺ نے

برتن میں پانی لیا اور اس سے چہرۂ انور اور دست مبارک دھوئے اس کے بعد وہ پانی چشمہ میں ڈال دیا تو پھر اس سے بہ کثرت پانی جاری ہوگیا' تمام لوگوں نے اسے استعمال کیا۔ اس کے بعد فرمایا: اے معاذ (ﷺ)! اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ اس چشمہ کے پانی سے باغات بھر جائیں گے۔ چنانچہ چشمہ آج بھی جاری ہے۔

مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کی کہ ایک روز تبوک کے موقع پر جب لشکر اسلام کو بھوک نے بے تاب کر دیا تو حضور ﷺ سے سواری اور بار برداری کے اونٹوں کو ذبح کرنے کے لئے اجازت طلب کی گئی۔

یہ سن کر حضرت عمر ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اگر ایسا کیا گیا تو سواری کے جانور کم ہو جائیں گے۔ اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! بچا ہوا سامان خورونوش اور آذوقہ لوگوں سے جمع کرا کر اس میں ان کے لئے دعائے برکت فرما دیں تو مجھے امید ہے کہ اللہ ﷻ اس میں برکت فرما دے گا۔

حضور ﷺ نے دستر خوان طلب فرما کر پس خوردہ سامانِ خورد ونوش کو اس پر جمع کرنے کا حکم دیا۔ وہ تھوڑا تھوڑا اور دانہ دانہ ہو کر ڈھیر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور لشکر مجاہدین سے فرمایا کہ توشہ دانوں میں اچھی طرح بھر لو! چنانچہ پورے لشکر نے ایسا ہی کیا اور سب کے برتن پر ہو گئے۔ دستر خوان پر پھر بھی باقی رہا۔ اللہ ﷻ کی برکت اور قدرت کے اس عام مشاہدہ اور معجزے کے ظہور کے بعد آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا ہوئے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ پھر مطلع فرمایا اس کلمہ کے اقرار و شہادت کے بعد جو بھی اللہ ﷻ سے اس حال میں ملے گا کہ اسے اس میں شک نہ ہو تو اسے جنت سے روکا نہ جائے گا۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے بہ طریق ابو خالد خزاعی یزید بن یحیٰ حضرت محمد بن حمزہ بن عمرو اسلمی (رحمہم اللہ) سے اور انہوں نے اپنے والد اور دادا سے روایت کی کہ حضور ﷺ جب تبوک کے غزوہ میں تشریف لے جا رہے تھے تو میں ایک گھی کے مشکیزہ پر مامور تھا۔

ایک روز میں نے حضور ﷺ کے ارشاد پر کھانے کی تیاری کا ارادہ کیا دیکھا تو مشکیزہ میں گھی بہت ہی تھوڑا رہ گیا تھا۔ پس میں نے مشکیزہ کو دھوپ میں رکھ دیا تاکہ ہر طرف سے پگھل کر یکجا ہو جائے۔ میں آرام کے لئے ذرا دراز ہوا اور نیند آ گئی۔ تھوڑے ہی وقفہ میں آنکھ کھل گئی۔ مشکیزہ اٹھانے پہنچا تو اللہ ﷻ کی شان اور حضور ﷺ کے معجزے سے مشکیزہ گھی سے لبریز ہی نہ تھا بلکہ اس کے دہانے سے گھی باہر نکل کر بہہ رہا تھا۔ میں نے گھبرا کر اس کا دہانہ دبا لیا اور اٹھا لایا۔

سرور کونین ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر عمرو اس کے دہانے کو نہ دباتے تو گھی سے تمام وادی بھر جاتی۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے واقدی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا بنی سعد کا ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تبوک میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ صحابہ ﷺ کے درمیان

تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ ساتویں شخص تھے۔ یعنی کل نفوس سات تھے۔

میں نے اسلام قبول کیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ہمیں کھانا کھلاؤ۔ پس انہوں نے دسترخوان بچھایا اور تھیلی سے چند کھجوریں نکالیں جو گھی اور پنیر سے تر تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھاؤ تو ہم سب حاضرین نے کھجوریں کھائیں اور سب شکم سیر ہو گئے اس وقت میں نے کہا:

اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! اگر میں تنہا کھانے والا ہوتا تو یہ ساری کھجوریں کھا جاتا۔ (یعنی قدر قلیل کھجوریں اتنے افراد کو کافی ہو گئیں)۔

دربار نبوت ﷺ میں دوسرے دن میں پھر حاضر ہوا۔ اس موقع پر دس اشخاص اور بھی موجود تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہم کھانا کھائیں گے۔ وہ تھیلی کے اندر ہاتھ ڈال کر ثرمے تلاش کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر فرمایا:

اے بلال رضی اللہ عنہ! بہت نکلے گا' تھیلی کو دسترخوان پر الٹ دو! اور ذی العرش (یعنی اللہ ﷻ) سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔ انہوں نے تھیلی کا منہ نیچا کر کے جھٹکا دیا' کھجوریں کپڑے پر آ گئیں۔ ان کی مقدار میرے اندازے میں دو مد ہو گی۔ حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک کھجوروں پر رکھا اور پھر ہاتھ کو ہٹاتے ہوئے کہا: بسم اللہ کر کے شروع کرو میں نے اور تمام لوگوں نے جس قدر رکھا سکتے تھے کھائیں' پھر بھی دسترخوان پر اتنی ہی کھجوریں باقی رہ گئیں۔

میں تیسرے روز پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس روز چند اشخاص اور زیادہ ہو گئے میرے خیال میں بارہ یا تیرہ افراد ہوں گے۔ اس روز بھی کھانے کا وقت تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ ہم کھانا کھائیں گے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہی تھیلی لائے' اندر کے ثرمے کھانے کے کپڑے پر الٹ دیئے۔ حضور ﷺ نے پھر دست مبارک رکھا اور ارشاد فرمایا: بسم اللہ کرو۔ چنانچہ ہم سب نے سیر ہو کر کھائے اور بلال رضی اللہ عنہ نے جتنے ثرمے نکالے تھے کم سے کم اتنے ہی بچے ہوئے پھر تھیلی کے اندر بھر لئے۔ اس طرح تین دن مسلسل مجھے یہ معجزہ دیکھنے کا موقع ملا۔

واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اسلامی لشکر رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں غزوہ کے لئے رواں دواں تھا۔ اثنائے راہ میں پیاس لگی' پھر وہ اس درجہ شدید ہو گئی کہ پیاس کے غلبہ سے زبانیں تالوؤں پر چمٹ گئیں۔ حضور ﷺ نے پیالے میں تھوڑا پانی طلب فرمایا اور قطرے قطرے جگہ جگہ سے لے کر دو تین گھونٹ پانی جمع کر کے پیش خدمت کیا گیا۔ حضور ﷺ نے پیالے کے پانی میں انگلیاں ڈبو دیں' پس آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی ابل پڑا' جس کو ذخیرہ کر لیا گیا اور تمام لشکر جس میں تیس ہزار مجاہد' بارہ ہزار اونٹ اور بارہ ہزار گھوڑے تھے' سب کے سب خوب سیراب ہو گئے۔ راوی حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

تبوک میں چار معجزے ظہور میں آئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ واپس آ رہے تھے' سخت گرمی' تپش اور حرات کی وجہ سے دو مرتبہ کے بعد پھر تیسری بار تشنگی لوگوں پر غالب آ گئی۔

حضور ﷺ نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو تلاش آب کے لئے روانہ فرمایا۔ وہ تلاش کرتے ہوئے مقام تبوک اور حجر کے درمیان پہنچے تو وہاں انہوں نے ایک عورت کے پاس مشکیزہ میں قلیل سا پانی دیکھا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے باتیں کیں، اور حضور ﷺ کے پاس اس عورت کو لے کر آ گئے۔ حضور ﷺ نے وہ پانی روبرو رکھا اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا: ”اے لوگو! آؤ پانی پیؤ اور اپنے اپنے برتن بعد کے لئے بھی بھر لو اور تمام اونٹوں اور گھوڑوں کو بھی سیراب کر دو۔“

ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ جیش عسرت کی کیا کیفیت تھی تو آپ نے فرمایا کہ ہم سخت گرمی کے موسم میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے ایک منزل پر جب ہم نے قیام کیا تو ہمیں ایسی شدید پیاس نے گھیرا گویا یہ گرمی ہماری جان نکال لے گی۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اللہ ﷻ سے دعا کیجئے، حضور ﷺ نے دعا کے لئے دست ہائے مبارک بلند فرمائے ابھی دست مبارک نیچے نہ آنے پائے تھے کہ آسمان پر گڑگڑاہٹ ہوئی، بادل چھا گئے اور خوب بارش ہوئی، اہل لشکر نے اپنے تمام برتن پانی سے بھر لئے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابی حمید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نصرانیوں کے حملہ کی خبر سن کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔[1] دوران سفر وادی قریٰ میں ایک خاتون کے

---

[1] سریہ موتہ جو جمادی الاولیٰ ۸ھ میں حضرت حارث رضی اللہ عنہ سفیر رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی بنا پر تھا اور جس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ علمبرداران اسلام داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تھے اس کا انتقام لینے کے لئے شام کے والی غسان نے عربی النسل عیسائیوں کا ایک بڑا لشکر ترتیب دیا اور قیصر روم سے بھی مدد و تعاون کی اپیل کی جس پر اس نے بھی چالیس ہزار فوج بھیج دی۔ غسانی نے مسلمانوں کے مرکز مدینہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا تھا۔ حضور ﷺ نے بھی مقابلہ کی تیاری شروع کی۔ ہر مسلمان قبیلے سے فوجی اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس زمانے میں بلاد اسلام میں نہ دست قحط تھا اور موسم کی گرمی نہایت ہی شدید۔ ان وجوہ سے لشکر کی تیاری میں بہت دشواریاں پیش آ گئیں۔ منافقین نے مسلمانوں کو بہکانے کے لئے سرگرمیاں شروع کر دیں۔ وہ مشورہ اور ترغیب دیتے کہ خرموں اور کھجوروں سے لدے ہوئے تیار باغوں کو چھوڑ کر اس آتش ناک موسم میں ہرگز نہ جاؤ۔ قرآن حکیم نے ان کے توجیہی قول کو سورۂ توبہ میں بیان کرتے ہوئے ان کی کج اندیشی پر اظہار افسوس کیا ہے:

وَكَرِهُوٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝

(پ ۱۰، التوبہ ۸۱)

اور انہیں گوارا نہ ہوا کہ اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں اور بولے اس گرمی میں نہ نکلو تم فرماؤ جہنم کی آگ سب سے سخت ہے کسی طرح انہیں سمجھ ہوتی۔

(ترجمہ کنز الایمان)

بڑے اولو العزم صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے مقدور کے مطابق جا کر جہاد کے لئے امداد دیں اور اہل کرم صاحب مقدور صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعاون خصوصاً حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی کوششوں اور ایثار کی بدولت عہد رسالت ﷺ کی سب سے بڑی فوج کا سامان حرب و رسد اور دوسری تمام ضروریات مہیا ہوئیں اور دیکھتے دیکھتے تیس ہزار لشکر مسلح آراستہ اور پیراستہ ہو گیا جس میں فوجی شتر سواروں کے علاوہ صرف پیادہ دستوں کے بارہ ہزار اونٹ اور بارہ ہزار گھوڑے تھے۔ اس لشکر کو لے کر حضور ﷺ ماہ رجب ۹ھ میں روانہ ہوئے اور مقام تبوک میں جو مدینہ منورہ سے چودہ منزلوں کے فاصلہ پر دمشق کی طرف ہے قیام فرمایا۔ مگر غسانی لشکر مقابلہ کے لئے نہیں آیا۔

ایلہ کے حکمران یوحنا نے آ کر مصالحت کی اور جزیہ دینا قبول کرلیا۔ نیز اکیدر (مسلول دومتہ) اور اسلام کا سخت دشمن تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تھوڑے سے سواروں کے ساتھ بھیجے روایت متن میں آپ نے پڑھا روانہ فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کو پکڑ لائے۔ حضور ﷺ نے رحمت عام کے تحت اکیدر کی جان بخشی فرمادی اور اس نے جزیہ دینا منظور کرلیا۔

میدان تبوک میں دس دن تک قیام فرمایا۔ غسانی مقابلے پر نہ آیا اور نہ وہ جنگ کرنے کی ہمت کر سکا۔ بالآخر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرکز ملت اسلامیہ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے یہ دور سب سے پہلا اور یہ سب سے آخری غزوہ تھا۔

باغ کے پاس سے گزرے۔ سرور کونین ﷺ نے فرمایا تم اس باغ کی کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ۔ ہم نے تخمینہ لگایا۔ سرور ذیشان ﷺ کا اندازہ دس وسق تھا۔ اس عورت سے کہا تم اپنی کھجوروں کا ناپ تول کر لینا' اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس واپس آئیں گے۔

ہم میدان تبوک میں تھے کہ ایک روز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آج رات میں شدید ہوا اور سخت جھکڑ چلیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص باہر نکل کر ہوا کے تھپیڑوں میں کھڑا نہ ہو اور جس مجاہد کی تحویل میں کوئی جانور اونٹ یا گھوڑا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اس کے پیروں کو باندھ دے۔ چنانچہ آندھی آئی' اتفاق کہئے یا لاپرواہی کہ ایک شخص کھڑا تھا' ہوا کے زور اور تھپیڑوں نے اسے لے جا کر جبل طے کے پاس ڈال دیا۔

جب ہم واپسی کے وقت وادی قری سے گزر رہے تھے' رسول اللہ ﷺ نے مالکۂ باغ سے دریافت کیا تمہاری کھجوریں کتنی ہوئیں؟ اس نے بتایا دس وسق۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ تبوک سے واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر کی طرف دومۃ الجندل بھیجا اور فرمایا اکیدر تم کو جنگل میں شکار کرتا ملے گا تم اس کو گرفتار کر لو گے اور دومہ فتح ہو جائے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب پہنچے' اکیدر شکار کرنے کے لئے گائے کا تعاقب کر رہا تھا۔ پس حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا اور اس طرح غزوہ میں یہ چار اہم معجزات ظہور میں آئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ ترجمہ کتاب مستطاب ''الخصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الوریٰ جلد اول المسمی بہ ''النعمۃ العظمیٰ'' فی ترجمۃ ''الخصائص الکبریٰ'' مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

غلام معین الدین نعیمی

جلد اول ختم شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موضوع کتاب	سیرتِ رسول ﷺ وبیان معجزات
نام کتاب	الخصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الوریٰ
نام اردو ترجمہ	النعمۃ العظمیٰ فی ترجمۃ الخصائص الکبریٰ
نام مصنف	عبد الرحمٰن بن ابی بکر المعروف امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
نام مترجم	حضرت الحاج مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
مقدمہ	حضرت علامہ شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
نظر ثانی (جلد اول)	حضرت علامہ شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
پروف ریڈنگ اردو	حافظ احمد رضا عطاری دامت برکاتہم العالیہ
تصحیح عربی عبارات	حافظ شاہد اقبال دامت برکاتہم العالیہ
کمپوزنگ جدید	سبحان گرافکس اینڈ کمپوزنگ سنٹر لاہور
سن اشاعت	(بار سوم) جمادی الثانی 1426 ہجری بمطابق 2006ء
صفحات	536
ہدیہ مکمل سیٹ	-/500 روپے
ناشر	مکتبہ اعلیٰ حضرت

دکان نمبر 25، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، 40- اردو بازار لاہور- پاکستان

092-42-7247301

E-MAIL: maktabaalahazrat@hotmail.com

Our books are also available at:

Maktaba Ala Hazrat

Darbar Market, Lahore

Path to Knowledge

706-Alam Rock Road, Birmingham

UK B8 3ND

Phone: 01213273563